میزان الکتب

محقق اسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب

مکتبہ نوریہ حسینیہ بلال گنج

لاہور

مکتبہ کی شاخ قمر اینڈ سنز اردو بازار لاہور

فون ۷۳۲۷۲۲۰

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ سورۃ الرحمٰن آیت ۹

قائم کرو تول کو انصاف کے
ساتھ اور مت کمی کرو تول میں

میزان الکتب

مصنف

محقق اسلام حضرت مولانا محمد علی صاحب

ناشر

مکتبہ نوریہ حسینیہ رجسٹرڈ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنج لاہور

مکتبہ کی شاخ ۱۰ اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون 7227228

نام کتاب ———— میزان الکتب

مصنف ———— محقق الاسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی صاحب
ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ

کتابت ———— راجہ محمد صدیق حضرت کیلیانوالہ

قیمت ———— ۱۴۰ روپے

مطبع ————

بار اول

سن طباعت ———— یکم اگست ۱۹۹۳ء

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوۃ السالکین حجۃ الواصلین پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نورالحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار کیلیانوالہ شریف اور نگہدار ناموس اصحاب رسول محب اولادِ بتول سپہر طریقت راہبر شریعت حضرت قبلہ پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زیب سجادہ کیلیانوالہ شریف کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف نے ہر مشکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

احقر العباد

محمد علی عفا اللہ عنہ

الإهداء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، میزبان
مہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب
ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب والعجم حضرت
قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع
(مدینہ طیبہ) خلیفۂ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا
خانصاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں
ہدیۂ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دُعا سے فقیر نے اس
کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

ع - گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد علی ظہوری

وصیّت نامہ

بموجب فرمان قدوۃ السالکین حجۃ الکاملین قبلہ پیر سید باقر علی شاہ زیب آستانہ صاحب سجادہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والصلوۃ والسلام علی حبیبہ

محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

امابعد: میرے جملہ عقیدت مند اور متعلقین حضرات بخوبی جانتے ہیں۔ کہ میرا مسلک نہ تو کسی وعظ پر موقوف ہے اور نہ ہی کسی کی تحریر میرے مسلک کی بنیاد ہے۔ جو مسلک کی حقانیت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشی وہ تمام کی تمام اپنے بزرگانِ گرامی کی نگاہ فیض رساں کا نتیجہ ہے۔ میری دیرینہ آرزو تھی کہ کاش کوئی میرے سلسلۂ عالیہ سے ایسا صاحبِ علم و قلم اٹھے۔ جو شیعوں کے نظریات وعقائد باطلہ کی تفصیل، تحقیقی اور دلائل سے مزین ایسی کتاب لکھے۔ جس سے بھولے بھالے سنّی مسلمان ان کے فریب میں آنے سے بھی بچیں۔ اور اہل سنت کے پڑھے لکھے صاحبانِ علم بھی اسے اپنے کتب خانوں کی زینت بخشیں۔ میں نے بارہا مختلف مواقع پر اس سلسلۂ عالیہ کے علماء کرام سے اس بات کا اظہار بھی کیا۔ انہیں اس کی افادیت بھی گوش گزار کی۔ لیکن ہر مرتبہ اُن کا جواب یہی تھا۔ کہ چونکہ ہمارے پاس نہ کتب ہیں اور نہ ہی ہمارا مطالعہ اتنا وسیع ہے۔ اور نہ ہی تحریر و تصنیف کا تجربہ ہے۔ لہٰذا ہم معذرت خواہ ہیں۔ ادھر یہ تھا اور اُدھر میری آرزو دن بدن بڑھتی ہی جارہی تھی۔ پھر یہ وقت اللہ تعالیٰ نے دکھایا کہ اسی سلسلۂ عالیہ کا ایک فرد اٹھ کھڑا ہوا۔ جسے مولانا محمد علی صاحب کہتے ہیں۔ ان کا

شمار ہمارے خاص خدام میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اس بیڑے کو اٹھانے کا وعدہ کیا اور میری تمناؤں سے بھی کہیں بڑھ کر انہوں نے یہ کام کر دکھایا شیعوں کے جملہ معتقدات، اعتراضات اور اُن کے فقہی مسائل وغیرہ پر ستر ضخیم مجلدات تصنیف کر ڈالیں۔ ایسی تفصیلی اور تحقیقی تحریر چودہ سو سالہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ میں یہ بھی یقین سے کہتا ہوں کہ اتنا عظیم کارنامہ مولانا موصوف کے ذاتی علم و قلم کا کمال نہیں۔ بلکہ اس کے پیچھے داخل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اکابرین کی روحانی قوت کارفرما تھی جس کا علامہ موصوف کو خود بھی اقرار ہے۔ کہ اب اگر کوئی مجھے پوچھے۔ کہ تم نے فلاں جلد میں کیا لکھا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں۔ لکھوانے والوں نے لکھوا دیا تھا۔ مجھے کوئی علم نہیں ہے۔

میں اپنے جملہ ارادتمندوں، معتقدین کو اور بالخصوص اپنی اولاد کو وصیت کرتا ہوں۔ کہ مولانا کی تصنیف کردہ کتب تحفہ جعفریہ، عقائد جعفریہ، فقہ جعفریہ، دشمنان امیر معاویہؓ کا علمی محاسبہ، نور العینین فی ایمان آبا سید الکونین اور میزان الکتب کا اچھی طرح مطالعہ کریں۔ جو ستر مجلدات پر مشتمل ہیں۔ ان میں جو کچھ تحریر ہے۔ جو بھی ان پر عمل کرے گا۔ اسے ہی میرا اور میرے سلسلہ کے اکابرین کا دامن تھامنا نصیب ہوگا۔ اور ان کے مندرجات کے برخلاف عقیدہ رکھنے والا خواہ وہ میری اولاد میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اس کا سلسلہ عالیہ کے اکابرین سے قطعاً کوئی روحانی تعلق نہ ہوگا۔ حالات بدلیں گے۔ زمانہ کروٹیں لے گا لیکن میری اولاد اور میرے مریدین میں سے کسی کا عقیدہ اگر ان کتب سے مطابقت نہ رکھتا ہوگا۔ وہ اس سلسلہ عالیہ کے فیوض و برکات سے بالکل محروم ہوگا۔ خواہ وہ بظاہر سجادہ نشین ہی کیوں نہ کہلاتا ہوگا۔ کیونکہ کتب مذکورہ درحقیقت اسی سلسلہ کے کاملین حضرات نے مولانا محمد علی صاحب سے لکھوائی ہیں یہ کچھ ان کی روحانی قوت قدسیہ کا شاہکار ہیں۔ اور فقیر نے ان کتب کا حرف بحرف مطالعہ کیا ہے۔ اور حق پایا۔

اس لیے ان کتب کو دراصل میری ہی کتب سمجھا جائے۔ لہٰذا ان پر عمل کرنے والا ہی ہمارے روحانی اکابرین کا خادم کہلانے کا حق دار ہوگا۔ اور اس سے الگ رہنے والا اور اس کے خلاف عمل و عقیدہ رکھنے والا مردودِ طریقت و شریعت ہوگا۔ خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرا خواب جو تقریباً ان اکثر مجلات میں موجود ہے۔ وہ میرے لیے اور تم سب کے لیے ایک بہت بڑی شہادت ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والا کبھی ولی نہیں ہو سکتا۔

اس کا خلاصہ یہ کہ مجھ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی ہو گئی تھی۔ تو رات کو خواب دیکھتا ہوں۔ کہ آگے آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش ہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹ پلائی امیر معاویہ رض نے لڑائی مجھ سے کی ہے یا تجھ سے؟ تمہیں ہمارے معاملہ میں مداخلت کا کیا حق ہے۔؟ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میرے یا میری اولاد کے دشمن ہوتے تو ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب نہ ہوتی۔ جس سے مجھے یہ آشکارا ہوا۔ کہ یہ حضرات باہم شیر و شکر ہیں۔ اس کی تفصیل باولائل میری تصنیف دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ میں موجود ہے۔

لہٰذا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والا خواہ وہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا محب ہی کہلواتا ہو۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھرتا ہو۔ وہ درحقیقت "کلب من کلاب الھاویۃ"، یعنی ایک دوزخی کتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۠ (الحدید پ۲۷ آیت ۱۰) ترجمہ: تم میں سے جس نے فتح مکہ سے قبل اللہ کی راہ

میں خرچ کیا اور جہاد کیا وہ تم میں سے (ایسا کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اُن لوگوں سے بلندئ درجات میں بہت عظیم ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سب سے "حسنیٰ" کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے تمام کاموں کی خبر ہے۔

آیت مذکورہ دو ٹوک انداز میں تمام صحابہ کرام و اہل بیت عظام کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے "حسنیٰ" کا وعدہ ذکر فرما رہی ہے "حسنیٰ" کیا ہے؟ تفسیر روح المعانی جلد ۲۷ ص ۲، ملاحظہ ہو۔ اَلْمَثُوْبَةُ الْحُسْنٰى وَهِيَ الْجَنَّةُ یعنی اچھا ثواب اور وہ جنت ہے۔ صاحب تفسیر قرطبی جلد ۱۷ ص ۲۴۱) فرماتے ہیں: السَّابِقُوْنَ وَ الْمُتَاَخِّرُوْنَ اللَّاحِقُوْنَ وَعَدَ اللّٰهُ جَمِيْعًا الْجَنَّةَ مَعَ تَفَاوُتِ الدَّرَجَاتِ یعنی فتح مکہ سے پہلے والے اور ان کے ساتھ بعد میں ملنے والے تمام سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرما لیا ہے، اگرچہ ان کے درجات ایک جیسے نہیں۔

آیت کریمہ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرام و اہل بیت جنتی ہیں۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو کسی صحابی یا اہل بیت کے فرد کے بارے میں عیب جوئی اور گستاخی کرتا ہے۔ اور اُن کے جنتی ہونے کے بارے میں شک لاتا ہے۔ وہ نص قطعی کا منکر ہونے کی وجہ سے مرتد ہے اس لیے میں اپنے تمام مریدوں اور تمام افراد خانہ کو واضح طور پر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ جو بھی میری اس وصیت پر عمل نہیں کرے گا۔ اس کا مجھ سے اور نہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق ہے۔ کیونکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور جس تک یہ وصیت پہنچے، اس کو اسی عقیدہ پر قائم رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔ و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

والسلام

اعلان

میری تصنیف "دشمنانِ امیر معاویہ کا علمی محاسبہ" جلد اول ص ۴۰۴ تا ۴۲۲ تک کا مضمون جو بظاہر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی سے متعلق ہوتا ہے۔ حالانکہ اس واقعہ کا آپ کے والد جناب ابو سفیان سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ غلطی سے یہ واقعہ ان کی طرف منسوب ہو گیا۔ جس کی اصل وجہ یہ ہے۔ کہ "ابو سفیان" نام کے دو آدمی ہو گزرے ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت امیر معاویہ کے والد گرامی ہیں جن کا نسب نامہ یوں ہے۔ ابو سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس الخ۔ دوسرا ابو سفیان بن حارث بن عبد المطلب ہے۔ مذکورہ واقعہ کا تعلق دراصل دوسرے ابو سفیان سے ہے۔ جو حضرت امیر معاویہ کے والد نہیں ہیں۔ ہوا یوں کہ ابتداءً مسودہ میں یہ واقعہ لکھا گیا۔ تو دوبارہ کتابت کے بعد جب میں نے خود اس کی جانچ پڑتال کی۔ تو مجھے خود اس غلطی کا احساس ہوا۔ اس پر میں نے اپنے برخوردار قاری محمد طیب کو کہا۔ کہ چونکہ کتاب عنقریب چھپنے والی ہے اس لیے اس واقعہ پر مبنی اوراق کو نکال دو۔ نکالے جانے والے مضمون کی نشاندہی کر دی۔ اور اس پر لکیر ڈال دی۔ لیکن جب کاتب نے کتابت شدہ کاپیوں کو جوڑا تو غلطی سے اس مضمون پر مشتمل کاپی کو بھی جوڑ دیا۔ بعد میں میں نے کتاب مذکور کی مزید جانچ پڑتال نہ کی۔ اور اپنی جگہ مطمئن ہو گیا۔ کہ مضمون نکال دیا گیا ہے۔ پھر جب کتاب مذکور چھپتے ہی مختلف شہروں اور غیر ممالک میں پہنچ گئی تو مجھے اس عبارت کے متعلق خطوط موصول ہوئے۔ جب میں نے طبع شدہ اور جلد شدہ اس کتاب کو دیکھا۔ تو واقعی وہ واقعہ اس میں چھپ چکا تھا کہ جس کو ہم نے نکالا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے انتہائی زیادہ صدمہ ہوا۔ اور کاتب کو جب ڈانٹ پلائی۔ کہ یہ کیسے ہو گیا جبکہ قاری محمد طیب نے اس واقعہ کے مسودہ کو الگ نکال کر رکھ دیا تھا۔ تو کاتب نے اپنی غلطی اور نسیان کا اعتراف کیا۔ کہ لاعلمی میں مجھ سے ایسا ہو گیا تھا۔ لہٰذا انشاء اللہ آئندہ ایڈیشن چھپتے وقت اسے ضرور نکال دیا جائے گا۔

معذرت خواہ مصنف "دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ"

تقریظ ۱

مناظر ابن مناظر اعظم مولانا عبد التواب صدیقی اچھروی لاہور

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد

جناب مولانا محمد علی صاحب عرصہ دراز سے علوم متداولہ کی درس و تدریس میں معروف رہے اندرون ملک اور بیرون ملک میں ان کے تلامذہ کی معتبر بہ تعداد تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ اور اس کے بعد آپ نے فرقہ باطلہ شیعہ کے رد میں قلم اٹھایا۔ سترہ جلدوں پر مشتمل کتاب جو مفصل ہونے کے ساتھ ساتھ محقق اور مدلل بھی ہے۔ معرض وجود میں لے آئے اس کا طرۂ امتیاز یہ ہے۔ کہ شیعوں کا رد انہیں کی معتبر کتب سے کیا گیا ہے۔ اور ہر موضوع پر کثیر تعداد میں انہیں کی کتابوں سے بحوالہ جات پیش کیے گئے جس کی مثال کسی صدی میں بھی نہیں ملتی۔ اور پھر اس کا انداز نہایت آسان ہونے کے ساتھ ساتھ حقائق و دلائل سے مزین ہے۔ شیعوں کی ابتداء سے لے کر جب تک ان کا وجود ہے اس وقت تک کے لیے ان کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی غالی شیعہ بھی ان کتب کو نظر انصاف کے ساتھ پڑھے گا۔ اس کو بھی مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کا اقرار کرنا پڑے گا۔ اور میزان الکتب میں خصوصی خوبی یہ ہے بہت سی ایسی کتب جو اہل سنت علماء کی طرف منسوب تھیں یا وہ غیر معتبر تھیں۔ مولانا موصوف نے ان کی پوری پوری وضاحت کر دی کہ یہ کتب اہل سنت کی کتب نہیں ہیں۔ کیونکہ خود شیعوں کی اپنی کتابوں نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے۔ کہ یہ کتابیں ہمارے شیعہ مصنفین کی لکھی ہوئی ہیں۔ اب اس کے بعد ان کتابوں کو دھوکا دینے کے لیے شیعہ لوگ پیش نہیں کر سکیں گے۔ اور نہ ہی آئندہ

علماء اس قسم کی کتابوں کے حوالہ جات سے پریشان ہوں گے۔ ہر زمانہ میں اس فرقہ باطلہ شیعہ کے رد میں کتابیں لکھی گئیں۔ پہلے تو ہر موضوع پر نہ لکھی گئیں اور جن موضوع پر لکھی بھی گئیں تو اس شیعہ فرقہ باطلہ کے رد میں تشنگی باقی رہی۔ مولانا نے تقریباً تمام موضوعات مختلف فیہ پر قلم اٹھایا اور اتنا مفصل اور محقق لکھا کہ تشنگی باقی نہ رہی۔ اور یہ مولانا کی تصنیف آئندہ لکھنے والے علماء کے لیے مشعل راہ قرار پائے گی۔ ان کی تردید میں جب بھی کسی نے کسی موضوع پر قلم اٹھایا تو یہ تصنیف یقیناً اس کے پیش نظر ہو گی۔ اور اسی کے مضامین و تحقیق اپنے انداز میں لکھنے والا لکھے گا۔ آخر میں مولانا نے موجودہ دور کے بعض کتب اہل سنت کا تذکرہ بھی کر دیا جس کی نہایت اشد ضرورت تھی خصوصاً واقعہ کربلا پر لکھی ہوئی بعض کتب جن میں کچھ غیر تحقیقی واقعات بھی تھے۔ مولانا نے ان کی بھی خوب وضاحت مدلل طریقے سے کر دی۔ اور اب اس کتاب کی جامعیت کے پیش نظر میں دعوے سے کہتا ہوں اگر تمام دنیا کے شیعہ اکٹھے ہو کر اس کتاب کی مکمل تردید کرنا چاہیں تو تا قیامت نہ کر سکیں گے۔ اور پھر بطور تحدیث نعمت کے میں کہتا ہوں کہ جتنے مکاتب فکر کے وہ علماء جو صحابہ کرام کے ساتھ محبت کا دم بھرتے ہیں ان میں سے کوئی بھی اتنی بڑی مفصل اور محقق کتب شیعہ کے رد میں نہ لکھ سکا۔ اس لیے میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس فرقہ باطلہ کی تردید کا فریضہ اہل سنت کے اس ممتاز عالم دین سے سرانجام دلوایا ہے۔

محمد عبد التراب صدیقی آستانہ عالیہ مناظر اعظم محمد عمر صدیق اچھروی رحمۃ اللہ علیہ۔

تقریظ ۲

مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا مولوی حافظ محمد سعید نقشبندی
علی پور چٹھہ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد۔ اعوذ
باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم
فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ
یعنی آپ کو جس کا حکم دیا ہے اسے خوب کھول کھول کر بیان
کر دیں۔ اور مشرکین کے منہ نہ لگیں۔

فاضل و محقق مصنف نے مذکورہ بالا آیت کریمہ پر عمل پیرا ہو کر فرقہ باطلہ شیعہ کے بلیغ رد میں ایسا بے باکانہ انداز اختیار کیا۔ اور ان کے رد میں اس قدر تفصیل اور تحقیق سے کام لیا۔ کہ کسی سے آج تک ایسا کام نہ ہوا۔ اور اس موضوع پر آئندہ جو بھی قلم اٹھائے گا، وہ مصنف کی تصانیف سے لازماً مستفیض و مستفید ہوئے بغیر نہ لکھ سکے گا شیعوں کے علاوہ دیگر ہر مکتبۂ فکر و مسلک سے تعلق رکھنے والے صاحبان علم و بصیرت نے اس کتاب پر مصنف علام کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ سترہ ضخیم جلدوں پر مشتمل مواد اور وہ بھی تحقیق و تدقیق سے لبریز چودہ سو سال کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔ جو شخص بھی ان مجلدات کا مطالعہ کرے گا وہ مولانا موصوف کو داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گا۔ اہل سنت وجماعت کے مسلک حقہ اور شیعیت کے بطلان کو خود شیعہ معتبر کتب سے ثابت کرنا ان کا امتیازی نشان ہے۔ آج تک شیعہ علماء سے جس قدر اعتراضات بن پڑے۔ ان تمام

کا تحقیقی رد خود ان کی کتب کے حوالہ جات سے دینا ایک ایسا طریقہ ہے۔ جس کے سامنے کوئی شیعہ ٹھہر نہیں سکتا۔ اور اہل سنت کے لیے ان شبہات و اوہام باطلہ کا رد روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ جن کو بڑی اہمیت دی جاتی رہی ہے مصنف علام اس پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ میں نے جب ان سترہ مجلدات کے ساتھ ساتھ "میزان الکتب" نامی ان کی تصنیف کا مطالعہ کیا۔ تو دل نے گواہی دی۔ کہ مولانا کے پیچھے کوئی روحانی قوت کارفرما تھی جو "میزان الکتب" میں ان کتابوں کی نشاندہی کی گئی جنہیں شیعہ مصنفین و علماء ہم اہل سنت کی کتب معتبرہ کے طور پر پیش کرتے۔ اور ان میں درج عبارات سے اپنے غلط مسلک کی تائید کرتے! اس کتاب کے ہوتے ہوئے اب کسی سنی کو دھوکہ دینا ناممکن ہو جائے گا! اسی کتاب میں آخری صفحات پر موجودہ دور کے بعض سنی علماء کی غیر محتاط تصانیف کا بھی ذکر کیا گیا۔ اس کی اشد ضرورت تھی۔ اگرچہ شروع شروع میں ان حضرات کو یہ قدم اٹھانا برا محسوس ہوگا۔ اور ہو سکتا ہے۔ لیکن میں اس کتاب کا اچھی طرح مطالعہ کرنے کے بعد تقریظ لکھی ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ علماء جوں جوں نظر انصاف و تحقیق سے دیکھیں گے۔ تو سمجھ جائیں گے۔ کہ واقعی یہ کتاب حقائق پر مبنی ہے۔ اور انشاء اللہ مولانا موصوف کا شکریہ ادا کریں گے۔ واقعہ کربلا میں جو رطب و یابس نئی تصانیف میں جمع کر دیا گیا۔ مولانا نے اس کی نشاندہی کر کے صحیح اور تحقیقی پہلو ذکر کیا۔ لہٰذا میری موجودہ دور کے سنی علماء سے درخواست ہے۔ کہ مخالفت برائے مخالفت کی بجائے نظر تحقیق سے کام لیں۔ انشاء اللہ وہ مصنف کو حق پر پائیں گے۔ ؎ درسخن پنہاں شدم چوں بوئے گل در برگ گل

ہر کہ شوق دیدوارد در سخن بیند مرا۔

فقط والسلام۔ حافظ محمد سعید نقشبندی۔ علی پور چٹھہ تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ

تقریظ ۳

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مقصود احمد صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الکریم والصلوۃ والسلام علی حبیبہ الرحیم
وعلی آلہ وصحبہ الذین ھم مقدمات الدین القویم
اما بعد فقد قال اللہ تعالی و جادلھم بالتی ھی احسن۔

اللہ تعالی نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وسیلہ جلیلہ سے ہمیں دین اسلام عطا فرمایا۔ جو کہ عقائد و اعمال کا مجموعہ ہے۔ اور اس میں قطعاً کوئی شک نہیں کہ جب تک عقائد درست نہ ہوں۔ اس وقت تک تمام اعمال غیر مقبول اور مردود ہیں۔ ہر زمانہ میں علماء اسلام نے عقائد کی اصلاح کے لیے عظیم الشان مستند کتابیں تصنیف کیں۔ موجودہ دور میں خواندگی کا تناسب نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور جن کے پاس کچھ علم ہے تو وہ سطحی اور غیر تحقیقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مکتب فکر کے بیشتر افراد اپنے مسلک معتقدات اور افکار سے کماحقہ واقف نہیں ہیں۔ اور اس عدم واقفیت کی وجہ سے آئے دن ملت میں انتشار، افتراق اور فساد بپا ہو جاتا ہے اگر ہر شخص کو اپنے عقائد کے بارے میں تحقیقی علم ہو تو فتنہ و فساد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صدیوں سے اہل سنت اور اہل تشیع میں عقائد کے حوالے سے علمی اختلاف موجود ہے۔ موجودہ دور میں بعض شیعہ علماء اپنے اکابرین کی تحقیقات سے دانستہ یا دانستہ طور پر مسلمات کا انکار کر کے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ عالم کے شایان شان نہیں ہے۔ اس علمی خیانت کا محاسبہ کرتے ہوئے حضرت علامہ فاضل جلیل عالم نبیل مناظر اہل سنت مولانا الحاج محمد علی صاحب ہتمم جامعہ سولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور نے مذہب شیعہ پر ایک کتاب لکھی جو سترہ جلدوں پر مشتمل ہے

پانچ جلد تحفہ جعفریہ، چار جلد عقائد جعفریہ، چار جلد فقہ جعفریہ، دو جلد دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ مولانا موصوف نے شیعہ حضرات کی مستند کتب سے عام فہم انداز میں حوالہ جات کو نقل کر کے ان کے اصل عقائد کی توضیح و تشریح فرمائی ہے۔ مولانا موصوف کی یہ کتاب شیعہ مذہب کے لیے معتبر و مستند انسائیکلوپیڈیا ہے۔

علاوہ ازیں مولانا موصوف نے "میزان الکتب" تصنیف فرما کر ان نام نہاد اور مدسوس کتب کی نشاندہی کی ہے۔ جو کہ اہل سنت علماء کی تصنیف شدہ نہیں ہیں۔ اور علماء شیعہ انہیں اہل سنت کی طرف منسوب کر کے عامۃ الناس کو اہل سنت سے بدظن اور متنفر کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں۔

ان دونوں کتابوں کو تصنیف فرما کر حضرت علامہ نے عالم اسلام پر جو عظیم ترین احسان فرمایا ہے۔ رہتی دنیا تک اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دونوں کتابیں عام فہم زبان میں توضیح و تشریح کے اعتبار سے عوام و خواص اور علماء و فضلاء کے لیے بے پناہ افادیت کی حامل ہیں۔ یقیناً حضرت علامہ نے عصر حاضر کی اہم ضرورت کو پورا کر کے پوری دنیائے سنیت کی آو بر کے تحفظ اور تصنیف و تالیف کے میدان میں ہماری کوتاہیوں کے کفارہ کا انتظام کیا ہے۔

ان معروضات کے پیش نظر عوام اور ارباب علم و فضل سے عرض ہے کہ ان کتابوں کو ضرور خریدیں۔ اور خود بھی پڑھیں اور احباب کو خریدنے اور پڑھنے کی ترغیب دیں اللہ تعالیٰ حضرت علامہ کے اس علم و تحقیق کے گلدستہ کو اپنی بارگاہ اقدس میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

شیخ الحدیث والتفسیر
مولانا محمد مقصود احمد صاحب
خطیب جامع مسجد دربار حضرت داتا گنج بخش ہجویری لاہور۔

استاذ دورۂ تفسیر القرآن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مختلف مکاتب فکر علماء کے تاثرات

(۱) تاثرات مولوی عبید الحق صاحب دیوبندی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم. امابعد

شیعہ مذہب المعروف بہ عقائد جعفریہ کو جو ستر جلدوں پر مشتمل ہے حضرت مولانا محمد علی صاحب مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ نے جس محنت شاقہ سے مرتب کیا۔ اور جس خوبی سے شیعہ مذہب کا خود اہل تشیع کی مستند کتب کے حوالوں سے رد کیا ہے یہ مولانا موصوف کا نہایت عظیم اور بے مثال کارنامہ ہے۔ اس سلسلے میں ان کی احتیاط کا یہ عالم ہے کہ جن شیعی علماء و مجتہدین کی کتب کی عربی و فارسی عبارات انہوں نے ان کے اپنے مذہب کے رد میں پیش کی ہیں ان کے اردو تراجم بھی خود شیعہ حضرات ہی کے نقل کیے ہیں۔ حتیٰ کہ جہاں جہاں قرآنی آیات آئی ہیں ان کا ترجمہ بھی انہی سے اخذ کیا ہے حضرت مولانا محمد علی صاحب أعزہ اللہ و أدامہ کی اس کتاب سے پہلے بھی بہت سی نہایت مفید کتب دیکھنے کو ملتی ہیں لیکن جس شرح و بسط کے ساتھ نہایت مضبوط و محکم اور مدلل انداز میں اس خود ساختہ مذہب کا انہوں نے رد کیا ہے۔ یہ اپنی مثال آپ ہے۔ جب میں ان کے نڈر اور حق گو ہونے کے ساتھ ساتھ فرقہ باطلہ شیعہ کے رد میں ان کے مدلل اور محکم بیانات کو پڑھتا ہوں تو اس قدر مولانا موصوف پر روح راضی ہوتی ہے کہ بیساختہ منہ سے نکل جاتا ہے کہ اے اللہ اس عالم دین

کی زندگی دراز فرما اور میری زندگی بھی اس کی زندگی میں ڈال دے۔ کیونکہ اس نے امت مسلمہ پر وہ احسان کیا ہے کہ جس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہمارے سادہ دل شیعہ بھائی اس کتاب کا صدق دل سے بغور مطالعہ کریں تو مجھے یقین کامل ہے کہ ان پران کے مذہب کی اصل حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔ اور وہ اس مذہب سے ہزار بار　　برأۃ کا اظہار کریں گے۔

اللہ عزوجل سے دست بدعا ہوں کہ وہ حضرت مولانا محمد علی صاحب کو تادیر سلامت رکھے اور ان کی اس مساعی جلیلہ کا انہیں بہترین اجر عطاء فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو ان کی اس بیش قیمت اور پُر از معلومات تصنیف سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

مولوی عبیدالحق صاحب
ناظم المکتبۃ العلمیہ۔ لیک روڈ لاہور

تاثرات
(شیعہ)

یا علی مدد ۷۸۶

محقق وقت سرکار علامہ کاظم حسین اثیر جاڑوی (فاضل قم)

پرنسپل دار العلوم جامعہ حسینیہ سول لائن جھنگ صدر

ہدیۂ حقیر۔ از جعفری

مورخہ ۔۔۔

جناب منیجر صاحب مکتبہ زبیر حسینیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ ۔۔۔

السلام علیکم! اس دور میں جب ہر طرف سے صرف شیعوں کو گالیوں سے نوازا جا رہا ہے۔ آپ کے مکتبہ نے ایک مہذب انداز اختیار کیا ہے۔ اور علماء کی طرف کسی بات کا تحریری جواب دیا ہے۔ سنا ہے ابھی ابھی آپ کے مکتبہ کی ایک کتاب شیعہ مذہب المعروف فقہ جعفریہ منظرِ عام پر آئی ہے اور بڑی اچھی کتاب ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو براہ نوازش ایک عدد شیعہ مذہب المعروف فقہ جعفریہ دو جلد بذریعہ وی۔ پی۔ ارسال فرمادیں نوازش ہوگی۔

والسلام احقر جاڑوی

پتہ ۔ معرفت انوار النجف دریا خان۔ ضلع بکھر

تاثرات ۳۰　　　اللہ اکبر　　　**(دیوبندی)**

امین تحفظ ختم نبوت زندہ باد　　　یا اللہ مدد　　　حقیقی اسلام و مذہب اہل السنت والجماعت زندہ باد

اصلی کلمہ اسلام :۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

خلافت راشدہ

حق چاریار

شائع کردہ :۔ تحریک خدام اہل سنت چکوال ضلع جہلم فون نمبر ۹۵

تحریک خدام اہل سنت کی طرف سے اپنی ان عظیم تصنیفات کی مبارک ہو　　　**نظام خلافت راشدہ زندہ باد**　　　بندہ عاجز کی طرف سے اپنی ان عظیم تالیفات کی مبارک قبول فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت محترم حضرت مولانا علامہ شیخ الحدیث محمد علی صاحب مدظلہ (وکیل صحابہ)

مجاہد اسلام بانی و مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد :۔ بندہ عاجز نے جناب کی عظیم تالیفات عقائد جعفریہ ۴ جلد فقہ جعفریہ ۴ جلد تحفہ جعفریہ ۵ جلد پر جب نظر پڑی تو بے چین ہو گیا۔ کسی طرح یہ تمام جلدیں حاصل ہوں۔ کیونکہ ٹائیٹل دیکھنے اور اندر سے پہلا ورق الٹنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عظیم شاہکار ہے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے تو اللہ پاک کے فضل و کرم سے ۱۰ جلدیں مہیا ہو گئیں۔ باقی پانچ جلدیں انشاء اللہ جلد لاہور سے منگواؤں گا۔ امید ہے مکمل پندرہ جلدیں پوری ہو جائیں گی۔ اب تک ایک آدھ دو جلد کا مطالعہ ہوا۔ باقی جلدوں کے چیدہ چیدہ مضامین پر نظر پھیری دل کرتا ہے۔ کسی طرح آپ کی خدمت میں حاضری ہو تو آپ کے ہاتھوں کو چوموں بلکہ آپ جیسے حضرات کے پاؤں چوم لیے جائیں تو بڑی سعادت ہے۔ اللہ پاک اپنی رحیمی اور کریمی

کے طفیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کے صدقہ صحابہ کرام اہل بیت کے عظیم کارناموں کے صدقہ اللہ پاک آپ کی اس عظیم الشان تصنیفات کو قبول و مقبول فرمائے دنیا اور آخرت کے لیے عظیم سرمایہ ہو۔ بالخصوص اپنی رضا نصیب فرمائے اور صدقہ جاریہ تا قیامت ہو۔ اور آپ کی آل کو دین حق کے لیے قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ ایک بزرگ جن کا انتقال ہو گیا ہے رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب قیامت کے دن اللہ پاک پوچھیں گے۔ کہ فلاں تم آخرت کے لیے کیا لائے ہو تو میں عرض کروں گا۔ یارب العزت میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ سوائے تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی محبت کے تو کیا بعید ہے۔ اللہ پاک ان دین حق کے ستونوں کے صدقہ بیڑا پار کردے (آمین) حضرت صاحب یہ غلیظ فرقہ سب سے بڑا اسلام کا دشمن ہے۔ بندہ عاجز کا تعلق بھی حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ سے ہے۔ امید ہے حضرت صاحب نے بھی آپ کو اپنی اس عظیم خدمت کی مبارک بھیجی ہو گی۔ یقیناً آپ بہت بہت مبارک کے مستحق ہیں۔ بندہ عاجز کی طرف سے ان ٹوٹے پھوٹے الفاظوں میں خراج تحسین قبول فرمائیں۔ اللہ پاک آپ کو بہت بہت جزائے خیر دے (آمین) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اس عظیم خدمت جس میں آپ نے حضور کے صحابہ کے دشمنوں کو صحیح بے نقاب کیا۔ انشاء آپ کا معاملہ بھی صحابہؓ کے ساتھ ہوگا۔ اور یقیناً صحابہ کرام رضہ آپ پر خوش ہوں گے۔ خاص کر خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کرام جن کی ان بدبختوں نے ناموس مبارک کی بے ادبی کی ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ اور زندگی دراز عطاء فرمائے۔ تاکہ آپ اس مشن کو پورا کر سکیں۔ اور اسی کے صدقے اللہ تعالیٰ آپ کو قبر حشر میں صحابہ اکرام کی معیت عطا فرمائے۔

مولوی عبدالعزیز راولپنڈی

تاثرات

ابومعاویہ نور حسین عارف ایم اے اسلامیات (دیوبندی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ الی یوم الدین

امابعد، پاکستان ایسا اسلامی ملک ہے جس کی ساڑھے ۹۷ فیصد آبادی اہل سنت ہے، باقی تمام مذاہب باطلہ صرف اڑھائی فیصد ہے لیکن سواد اعظم اہل سنت اس کثرت کے باوجود ایسی گہری نیند سوئے ہوئے ہیں جو اپنے مسلک کی حفاظت سے بھی غافل ہو چکے ہیں۔ ان کے مقابل اقلیت فرقے کا ہر فرد خواہ وہ کتنا ہی بدکردار اور بدسیرت ہو اپنے مذہب کی بقاء کے لیے ہمہ تن کوشش میں مصروف ہے۔ ان مذاہب باطلہ میں سب سے زیادہ خطرناک فرقہ شیعہ ہے۔ جو ایمان کے لیے کینسر کی طرح ہر وقت صحابہ کرام خصوصاً امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور امہات المومنین خصوصاً سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر تبرا بازی کی صورت میں غلاظت نکالتا رہتا ہے۔ گویا لعن طعن پر ہی ان کے مذہب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اور اکابرین تے اس فرقہ باطلہ کے جوابات لکھے لیکن یکجا نہیں ملتے تھے۔ اللہ تعالی نے اس عظیم کام کے لیے محقق اہل سنت، سرمایہ اہل سنت، عالم باعمل حضرت مولانا محمد علی صاحب کو انتخاب فرمایا۔ مولانا موصوف نے اس فرقہ باطلہ کو ایک ایک اعتراض نے کر اسے اس کے گئی گئی جوابات ان کی کتب سے دیتے ہوئے ان کے اعتراضات کو ایسا نیست و نابود کیا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کو امام غائب کے ساتھ ان کی غار میں دفن کر دیا۔ یہ مولانا کا ایسا کارنامہ ہے کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں اور اس پر سورج چاند ستارے چمک رہے ہیں۔ اس وقت تک مولانا کی یہ کتب بھی حقائق کی روشنی کے ساتھ چمکتی و مہکتی رہیں گی۔ مولانا کی پہلی کتاب بنام تحفہ جعفریہ جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے اس کا مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ میں حیران ہو گیا کہ یہ کونسی ایسی عظیم شخصیت ہے کہ جس نے عقائد کے انمول موتی بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔ اور اپنی تحقیق سے قلم اٹھائی کہ اب باطل کو اس کے

قریب کبھی بھٹکنے کی جرأت نہ ہوگی۔اس کے بعد مجھے مولانا سے عقیدت ہوگئی۔ اور ملاقات کا شوق ہوا۔ تو خیال آیا کہ مولانا کا کافی تصنع ہوگا۔ لیکن جب میں ملاقات کے لیے لاہور حاضر ہوا تو میں نے ایک ایسا انسان سے ملاقات کی جو بالکل سادہ سرپرستار اور ریش سنت کے مطابق، زلفیں دراز اور سفید لباس اور بے تکلف تھا۔ لیکن جب تحریر اور حوالہ جات کے ساتھ میدان میں اترتے ہوئے پایا۔ تو معلوم ہوا کہ بطل حریت ہیں۔ اس کے بعد آپ کی دوسری تصنیف عقائد جعفریہ جو ضخیم چار جلدوں پر مشتمل ہے اور پھر تیسری تصنیف فقہ جعفریہ وہ بھی ضخیم چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے مارکیٹ میں آگئیں۔ یہ مولانا نے تیرہ جلدوں میں فرقہ باطلہ شیعہ کے جملہ اعتراضات کے دندان شکن جوابات انہی کی کتب سے دے کر اتمام حجت کر دی۔ اور خصوصاً فقہ جعفریہ کی تیسری جلد میں غلام حسین نجفی کی کتاب "ماتم اور صحابہ" اور چوتھی میں "حقیقت فقہ حنفیہ" کے رد میں ایسا قیمتی مواد جمع کیا گیا ہے جو کسی کتاب میں نہ ملے گا۔ اور ان دو کتابوں میں غلام حسین نجفی کی تمام مکاریوں اور عیاریوں کی دھجیاں فضائے آسمان میں بکھیر کر رکھ دیں۔ ان کے مقابلہ میں مسلک حقہ اہل سنت والجماعت کے ہر موضوع کو ایسے دلائل قاہرہ سے ثابت کیا کہ جن کو توڑنے کی تاقیامت کوئی شیعہ جرأت نہیں کر سکے گا۔ یہ الگ بات ہے۔ کہ کوئی شیعہ اپنے دل کی آگ بجھانے کے لیے مولانا پر تبرا بازی اور بکواسات کرتا ہے اس کے علاوہ مولانا کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ دو ضخیم جلدوں میں تصنیف کی۔ جس میں ایسے موتی جمع کیے کہ شاید کہیں سے بھی نہ مل سکیں گے۔ مولانا نے اس کتاب میں بڑے بڑے جبہ پوش مولویوں کی گردنیں مروڑ کر رکھ دیں۔ اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ دشمنان امیر معاویہ کا تعارف کرا دیا ہے۔ اس کا تعلق خواہ کسی طبقہ سے بھی ہو۔ از ابو معاویہ نور حسین عارف، خطیب جامع مسجد فضل فاروقی گجر روڈ آبادی محمد بخش گلی نمبر ۲ گوجرانوالہ

تاثرات ۵

حافظ صلاح الدین یوسف (اہلحدیث)

ایڈیٹر ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور، دارالدعوۃ السلفیہ، شیش محل روڈ۔ لاہور

جامعہ رسولیہ شیرازیہ، ہمارے ادارہ دارالدعوۃ السلفیہ کے قریب بلال گنج میں واقع ہے اس کے بانی و مہتمم اور شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب متعدد مرتبہ ہماری سلفیہ لائبریری میں تشریف لائے اور رجال وغیرہ کی تحقیق میں استفادہ کرتے رہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت مولانا موصوف ردِ رفض و تشیع میں کئی کتابیں لکھ چکے ہیں اور متعدد زیر تالیف یا زیر طبع ہیں۔ اور اب تازہ ملاقات میں انہوں نے تبلایا کہ اس سلسلے کی آخری کتاب ”میزان الکتب“ ہے جو عنقریب طبع ہونے والی ہے۔ اس میں اُن غیر معروف مصنفین اور ان کی کتابوں کی حقیقت واضح کی گئی ہے کہ جن کی عبارتوں سے شیعہ حضرات استدلال کرتے ہیں۔ اور یہ باور کراتے ہیں۔ کہ یہ اہل سنت کی کتب ہیں، یہ کتب اہل سنت کی کتب نہیں اور نہ ہی ان کے ہاں معتبر ہیں بلکہ یہ کتب خود شیعہ کی کتب ہیں۔

اسی طرح حضرت کی ایک کتاب ”تحفہ جعفریہ“ ہے جو ۵ جلدوں میں ہے ایک کتاب ”عقائد جعفریہ“ ہے جو ۴ جلدوں میں ہے۔ ایک ”فقہ جعفریہ“ ہے جو ۴ جلدوں میں ہے۔ اور ایک کتاب ”دشمنانِ امیر معاویہؓ کا علمی محاسبہ“ ہے جو ۲ جلدوں میں ہے۔ اس طرح گویا موصوف نے ۱۵ کتابیں دشمنانِ صحابہ رضی اللہ عنہ وازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کے رد میں لکھی ہیں۔ جو بلاشبہ ایک عظیم علمی کارنامہ ہے جس پر یقیناً وہ علمی حلقوں کی طرف سے تحسین اور قدر افزائی کے مستحق ہیں۔

یاد رہے مولانا موصوف کا تعلق بریلوی مکتبِ فکر سے ہے جس کو پاک و ہند میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی مساعی اور تصانیف سے زیادہ فروغ حاصل ہوا۔

اہل علم جانتے ہیں۔ کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب شیعہ کو ان کے معروف عقائد کی بناء پر مسلمان نہیں سمجھتے تھے۔ اور انہوں نے کھل کر دشمنانِ صحابہ کی زور دار الفاظ میں تردید کی ہے تاہم یہ بات بڑی افسوس ناک ہے۔ کہ ان کی عقیدت کا دم بھرنے والے سنی واعظین کی اکثریت۔ بلکہ بہت بڑی اکثریت۔ فاضل بریلوی کے برعکس شیعوں کے معاملے میں نہ صرف یہ کہ مداہنت اور بے حمیتی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ بلکہ شیعی رسومات (بالخصوص عشرۂ محرم کی رسومات) میں ایک گونہ تعاون کرتی ہے۔ اُن سے وابستہ عوام کی ایک بہت بڑی اکثریت تعزیے بناتی ہے، ذوالجناح اور دُلدل کے جلوسوں میں عقیدت کے ساتھ شرکت کرتی ہے اور خود یہ سنی واعظین بھی سانحۂ کربلا اسی شرتال میں بیان کرتے ہیں جو خالص شیعی آئیڈیالوجی کا مظہر ہوتا ہے، وہی من گھڑت قصے کہانیاں، وہی رونے رُلانے والا انداز اپنائے ہوئے ہیں۔ مقام مسرت ہے کہ مولانا محمد علی صاحب نہ صرف شیعیت کے اس دام ہم رنگ زمین سے محفوظ رہے جس میں بہت سے ہر مکتبۂ فکر کے سنی علماء پھنس گئے، بلکہ انہوں نے شیعیت کے اس "دام" کے تار و پود بکھیر دیئے ہیں تاکہ اہل سنت کے سامنے شیعیت کی اصل تصویر اور حقیقت آجائے جس کے بعد سنی عوام اور خواص ان کے دامِ فریب میں نہ آسکیں۔

اس لحاظ سے مولانا موصوف کی یہ کتابیں ایک بہت بڑی دینی خدمت ہے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور انہیں گم گشتگانِ راہ کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

حافظ صلاح الدین یوسف (اہلحدیث)
ایڈیٹر ہفت روزہ "الاعتصام"، لاہور
دارالدعوۃ السلفیہ۔ شیش محل روڈ۔ لاہور

عبدالمالک کے تاثرات
(مودودی)

شیخ الحدیث مرکز علوم اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ———— اَمَّابَعد!

حضرت مولانا محمد علی صاحب مہتمم جامعہ رسولیہ شیرازیہ کی تحقیقی علمی شاہکار کتاب عقائد جعفریہ دیکھنے کا مکتبہ علمیہ میں بواسطہ مولانا عبیدالحق صاحب کے ایک دفعہ اتفاق ہوا۔ تو مولانا عبیدالحق صاحب نے اس کتاب کی تعریف میں جو الفاظ ادا کیے ان سے میں نے یہ اخذ کیا کہ فرقہ باطلہ شیعہ کے رد میں اس سے زیادہ محقق اور مفصل شاید کوئی کتاب نہ ہو تو اس کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا کہ اس گراں قدر تصنیف کے علاوہ مولانا موصوف نے شیعہ عقائد و نظریات اور ان کے اعتراضات کے جوابات پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ جو تحفہ جعفریہ ۵ جلد، عقائد جعفریہ ۴ جلد، فقہ جعفریہ ۴ جلد، نورالعینین ایک جلد، دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ دو جلد اور میزان الکتب جلد کے نام سے کل سترہ جلدیں ہیں۔ عقائد جعفریہ جو میری نظر سے گزری۔ ایک گراں قدر تحقیق ہے۔ بلکہ تحقیق کا شاہکار ہے۔ مولانا نے اس کتاب میں جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا۔ اُسے تفصیل سے مکمل فرمایا۔ اور کوئی گوشہ تشنہ نہ رہنے دیا۔ مسلک شیعہ کے اختلافی مسائل خود ان کی کتب معتبرہ سے حل کیے گئے۔ جو اس سے پہلے کسی صدی میں ایسی تحقیقی کتاب دیکھنے میں نہیں ملتی۔ اس کتاب کا انداز بیان اور طرز استدلال ایسا ہے۔ کہ ہر مکتبۂ فکر کے لیے اس میں وابستگی کا سامان اور ہدایت و رہنمائی کے سرچشمے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ بلکہ خود شیعہ حضرات بھی اگر تنگ نظری اور مخالفت برائے مخالفت کی بجائے تلاشِ حق کی خاطر ان کتب کا مطالعہ کریں گے۔ تو انہیں بھی تلاشِ حق کا وافر ذخیرہ ان میں دستیاب ملے گا۔

شیعہ مسلک چونکہ نہایت عیار و مکار فرقہ ہے۔ وہ اپنے باطل نظریات کو ثابت

کرنے کے لیے کچھ ایسی کتب کا سہارا لیتے تھے۔ جو ان کے بقول سنیوں کی معتبر کتب میں شمار ہوتی تھیں۔ حالانکہ حقیقت یہ نہ تھی اس مغالطہ کا شکار عوام تو عوام بلکہ علماء بھی تھے مولانا نے "میزان الکتب"، کے نام سے یہ کتاب لکھی کہ جس میں پورا اسحاب کیا گیا۔ اور ان کا غیر معتبر ہونا اور خود شیعہ مصنفین کی تصنیف ہونا خود شیعہ حضرات کی کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے۔ تاکہ شیعہ لوگوں کے لیے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے

عرصہ دراز سے میری تمنا تھی کہ واقعہ کربلا پر جو موجودہ زمانے کے علماء نے کتب لکھیں جن میں روپے میں سے پندرہ آنے واقعات بے اصل اور موضوع داخل کر دیے اور پھر ان کو بار بار پڑھنے سننے سنانے سے وہ حقیقت کا لباس اوڑھ گئیں کہ جس کی وجہ سے موجودہ زمانے کے مقررین جب اپنے لہجہ میں امر شیرخانی کے انداز میں بیان کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو رلاتے، پٹاتے ہیں کہ جو قرآن اور سیرت اہل بیت کے سراسر خلاف اور فرقہ باطلہ شیعہ کی تائید پائی جاتی ہے۔

اس طرف بھی کوئی صاحب قلم خیال فرمائے۔ اور واقعہ کربلا کا صحیح پس منظر بیان کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کام کو بھی مولانا موصوف کے ذریعہ باحسن طریقہ پورا فرمایا۔ اور جس کے بعد عوام و خواص بلکہ مناظرین اہل سنت بھی دھوکہ دہی سے آگاہ ہو جائیں گے۔ اور یہ کٹھن کام بھی حل کر دیا۔ اور اس مسئلہ پر لکھی گئی ایسی کتب اور ان کے مصنفین کا حقیقی روپ دکھا کر اہل سنت پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

آخر میں میں تمام مکاتب فکر کے علماء اور عوام سے بلکہ طلباء سے بھی خصوصی سفارش کرتا ہوں کہ وہ مولانا کی ان کتب سے ضرور استفادہ فرمائیں کیونکہ ایسی تحقیقی و تفصیلی کتب ملنی ناممکن ہیں۔ اپنے اپنے متعلقین و متوسلین تک انہیں پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ حضرت مولانا کو ان کی اس سعی جمیلہ پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ اور شرف قبولیت سے نوازے۔ ان کتب کا فیض عام ہو اور عالم اسلام ان سے سامان رشد و ہدایت حاصل کرے اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے آمین

فہرست مضامین

میزانُ الکتب

بابِ اوّل

اہل سنت اور اہل تشیع کی کتب میں امتیاز
اور
اہل سنت کی طرف بطور تقیہ غلط منسوب کردہ کتب کا بیان

باب اوّل

اہل سنت اور اہل تشیع کی کتب میں امتیاز اور اہل سنت کی طرف بطور تقیہ غلط منسوب کردہ کتب کا بیان

شیعہ مذہب میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذات پر الزام تراشی اور پھر ان اپنے خود ساختہ عقائد کے ثبوت پر بہت سی کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں اور آتی رہیں گی۔ ان دونوں مقاصد کو جب حوالہ جات کے ذریعہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ حوالہ والی کتاب ہوتی تو ان کی ہے لیکن کمال دھوکہ دہی سے اس کو سنیوں کی معتبر کتاب کے عنوان سے لکھا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کے مصنفین کو اہل سنت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہوتا۔ اور اگر بعض کتب اہل سنت کے کسی مصنف کی تصنیف تو ہوتی ہیں لیکن وہ مصنف اور اس کی کتاب اہل سنت کے ہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ ان حالات کے پیش نظر ہم نے یہ ضروری سمجھا کہ ایک مضبوط کتاب لکھی جائے کہ جس سے شیعہ، سنی کتب باہم ممتاز ہو جائیں اور عوام اہل سنت دھوکا اور فریب کا شکار ہونے سے بچ جائیں۔ کیونکہ اس دور کے ایک شیعہ مولوی غلام حسین نجفی نے اپنی کثیر کتب شیعہ کو یہ عنوان دیتے ہوئے کہ اہل سنت کی فلاں فلاں معتبر کتاب میں یہ لکھا ہے۔ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اس لیے اب میں ان کتب کی حقیقت آپ کے سامنے رکھتا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب اوّل

شرح نہج البلاغہ مصنفہ ابن ابی الحدید

"سہم مسموم" نامی کتاب میں غلام حسین نجفی نے ایک حوالہ پیش کرنے سے قبل لکھا۔

شرح ابن ابی الحدید اہل سنت کی معتبر کتاب میں لکھا ہے۔

رَوَی الزُّهْرِیُّ اَنَّ عُرْوَةَ ابْنَ الزُّبَیْرِ حَدَّثَهُ قَالَ حَدَّثَنِیْ عَائِشَةُ قَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِذْ اَقْبَلَ الْعَبَّاسُ وَعَلِیٌّ فَقَالَ یَا عَائِشَةَ اِنَّ هٰذَیْنِ یَمُوْتَانِ عَلٰی غَیْرِ دِیْنِیْ۔ (سہم مسموم ص ۱۰۲ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ: عروہ نے عائشہ سے روایت کی ہے۔ کہ میں ایک دن نبی کے پاس تھی اور جناب عباس اور جناب علی آئے۔ نبی کریم نے فرمایا۔ اے عائشہ یہ دونوں میرے دین پر نہ مریں گے۔

حوالہ اور اس کی عبارت آپ نے ملاحظہ کی۔ پھر "اہل سنت کی معتبر کتاب" سے جب یہ حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ تو ہر قاری یہی سمجھے گا۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جناب علی اور عباس سے انتہائی بغض و عداوت تھی۔ اور اسی عداوت کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے ان دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے دین پر مرنے کی بجائے کسی اور دین پر مرنا ثابت کیا ہے۔ لہذا شیعہ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ سنی جس شخصیت کو "امام المؤمنین" اور امامت کی ایک تریوہ رت کہتے ہیں۔ اس کا باب العلم اور علمبردار حسین کے بارے میں یہ خیال ہے۔ اب اس ڈھول کا پول ہم کھولتے ہیں۔ اور شیعہ علماء کی زبانی اس کتاب کے بارے میں بتلاتے ہیں۔ کہ یہ کس طرح "اہل سنت کی معتبر کتاب ہے"؟ ملاحظہ ہو۔

ابن ابی الحدید تشیع پسند ہے۔ شیخ عباس قمی

الکنی و الالقاب:

(ابُو اَبِی الحَدِیْد) عِزّ الدِّیْن عَبْدُ الحَمِیْد بْنُ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَمَّدُ بْنُ الحُسَیْنِ بْنُ اَبِی الحَدِیْدُ المَدَائِنِیُّ الفَاضِلُ الادِیْبُ المُؤرِّخُ الحَکِیْمُ الشَّاعِرُ شَارِحُ نَهْجُ البَلَاغَةِ المُکَرَّمَة وَصَاحِبُ القَصَائِدُ السَّبْعِ المَشْهُوْرَة

کَانَ مَذْهَبُهُ الاِعْتِزَالُ کَمَا شَهِدَ لِنَفْسِهٖ فِیْ اِحْدیٰ قَصَائِدِهٖ فِیْ مَدْحِ اَمِیْرِالمُؤْمِنِیْنَ "ع" بِقَوْلِهٖ

وَرَأَیْتُ دِیْنَ الاِعْتِزَالِ وَاِنَّنِیْ
اَهْوٰی لِاَجْلِكَ کُلَّ مَنْ یَّتَشَیَّعُ

(الکنی و الالقاب جلد اول ص ۱۹۳ مطبوعہ تہران۔ طبع جدید)

ترجمہ: عزالدین عبدالحمید بن محمد بن الحسین بن ابی الحدید المدائنی الفاضل الادیب

المورخ الحکیم الشاعر نہج البلاغہ کا شارح ہے۔ اور سات مشہور قصیدوں کا قائل ہے۔ مذہب کے اعتبار سے معتزلہ تھا۔ جیسا کہ اپنے بارے میں خود اسے معتزلہ ہونے کا اقرار ہے۔ اور یہ اقرار اس نے ایک قصیدہ میں کہا۔ جو اس نے حضرت علی المرتضیٰ کی شان میں کہا۔ "اور میں اپنے آپ کو معتزلہ سمجھتا ہوں۔ اور میں آپ کی وجہ سے ہر شیعہ کہلانے والے کو دل سے چاہتا ہوں"

نوٹ :

ابن ابی الحدید کا باوجود معتزلی ہونے کے "تشیع" کو پسند کرنا اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ یہ شخص جن لوگوں میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ وہ معتزلی ہوتے ہوئے تشیع کو اپنائے ہوئے تھے۔ بلکہ تشیع ان کے لیے ضروری تھا۔ اور اس کا ثبوت ابن ابی الحدید کے مقدمہ میں یوں مذکور ہے۔

ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ تھا مقدمہ کتاب

مقدمہ شرح ابن ابی الحدید :

وُلِدَ فِی الْمَدَائِنِ فِیْ غُرَّةِ ذِی الْحِجَّةِ سَنَةَ سِتٍّ وَّ ثَمَانِیْنَ وَ خَمْسِمِائَةٍ وَ نَشَأَ بِهَا وَتَلَقّٰی عَنْ شُیُوْخِهَا وَ دَرَسَ الْمَذْهَبَ الْكَلَامِیَّةَ ثُمَّ مَالَ اِلٰی مَذْهَبِ الْاِعْتِزَالِ مِنْهَا وَ كَانَ الْغَالِبُ عَلٰی اَهْلِ الْمَدَائِنِ التَّشَیُّعَ وَ التَّطَرُّفَ وَ الْمُغَالَاةَ فَسَارَ فِیْ دَرْبِهِمْ وَتَقَبَّلَ مَذْهَبَهُمْ

وَنَظَمَ الْقَصَائِدَ الْمَعْرُوْفَةَ بِالْعَلَوِيَّاتِ عَلَى طَرِيْقَتِهِمْ وَفِيْهَا غَالَى وَتَشَيَّعَ وَذَهَبَ بِهِ الْإِسْرَافُ فِي كَثِيْرٍ مِّنْ اَبْيَاتِهَا كُلَّ مَذْهَبٍ يَقُوْلُ فِي إِحْدَاهَا۔

وَرَأَيْتُ دِيْنَ الْاِعْتِزَالِ وَإِنَّنِيْ
اَهْوٰى لِاَجْلِكَ كُلَّ مَنْ يَتَشَيَّعُ

(شرح ابن ابی الحدید تحقیق محمد ابو الفضل ابراھیم الجزء الاول ص ۱۴ مقدمہ۔ نوٹ ۲۰ جلدوں میں جو شرح ابن حدید چھپی ہے۔ اس کے مقدمہ میں مذکورہ عبارت موجود ہے۔)

ترجمہ: ابن ابی الحدید مدائن میں پیدا ہوا۔ اس کا سن پیدائش ۵۸۶ھ ہے۔ اور مدائن میں پرورش پائی۔ اور اسی کے شیوخ سے استفادہ کیا اور مذہب کلامیہ پڑھا۔ پھر اعتزال کی طرف پلٹ گیا۔ ان دنوں اہل مدائن میں شیعیت غالب تھی۔ اور اس بارے میں غلو اور ادھر ادھر کی بہت سی باتیں ان میں موجود تھیں۔ اس نے بھی ان کی روش اختیار کی۔

۔ اور ان کے مذہب کو اپنا لیا۔ اس نے "علویات" نامی مشہور قصیدے بھی لکھے۔ جن میں اہل مدائن کے معتقدات بھی بیان کیے۔ ان میں اس نے غلو بھی کیا۔ اور تشیع کا اظہار بھی۔ ان قصائد میں بہت سے اشعار میں مذہب اعتزال کا اعتراف میں اظہار کیا۔ اسی کا ان قصائد میں ایک شعر یہ بھی ہے۔

"دین نے مذہب اعتزال اختیار کیا۔ اور تیری وجہ سے ہر اس شخص سے

محبت کرتا ہوں۔ جو تشیع رکھتا ہے۔"

لمحہ فکریہ :

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ ابن ابی الحدید از خود اقراری ہے۔ کہ وہ معتزلی شیعہ تھا۔ کیونکہ جس علاقہ میں اس کی نشو و نما ہوئی۔ ان لوگوں میں یہ مرض بکثرت تھا۔ اس نے نہج البلاغہ کی شرح لکھی۔ جسے "شرح ابن ابی الحدید" کہا جاتا ہے۔ یہ شرح اس دور کے ایک وزیر ابن علقمی نامی کے کہنے پر لکھی گئی۔ جو شیعہ تھا۔ سات مشہور قصیدے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھے۔ وہ بھی اسی وزیر کی فرمائش تھی۔

قارئین کرام! نہج البلاغہ کی شرح لکھنے کا حکم بھی شیعہ وزیر دے۔ اور لکھنے والا خود اپنا شیعہ ہونا تسلیم کرے۔ تو پھر یہ کیونکر ممکن کہ اس شرح کو وہ مسلک اہل سنت کے مطابق اور ان کے معتقدات کے موافق تحریر کرے۔ اس لیے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کہ جس سے حضرت علی اور عباس رضی اللہ عنہما کا دین مصطفوی کے غیر پر مرنا مذکور ہوا۔ وہ قطعاً اہل سنت کا عقیدہ نہیں۔ بلکہ مسلک اہل تشیع کا نمونہ ہے جسے محض بدنام کرنے کے لیے سیدہ عائشہ کی طرف منسوب کر کے اپنا الو سیدھا کیا گیا ہے۔ وزیر موصوف کہ جس کے حکم پر یہ سب کچھ ابن ابی الحدید نے کیا۔ ذرا اس کے بارے میں کتب شیعہ سے حوالہ ملاحظہ کریں۔ کہ وہ کس مسلک کا آدمی تھا۔؟

> ابن ابی الحدید نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ ایک شیعہ وزیر کے حکم پر لکھی شیعہ علماء کا بیان

الذریعۃ :

شرح النہج للشیخ عز الدین ابی حامد عبد الحمید بن ھبۃ اللہ ابن ابی الحدید المعتزلی المولود

فِی الْمَدَائِنِ سَنَةَ ۵۸۶ وَالْمُتَوَفّٰی بِبَغْدَادَ سَنَةَ ۶۵۵ هـ وَفِی عِشْرِیْنَ جُزْءً. طبع بطهران جَمِیْعُهَا فِیْ مُجَلَّدَیْنِ فِیْ سَنَةِ ۱۲۷۰ وَطُبِعَ بَعْدَ ذَالِكَ فِیْ مِصْرَ وَغَیْرِهَا مُكَرَّرًا وَقَدْ اَلَّفَهُ لِلْوَزِیْرِ مُؤَیِّدِ الدِّیْنِ ابی طالب محمد الشهیر بابن العلقمی وَكَتَبَ لَهُ اِجَازَةَ رِوَایَتِهِ وَقَدْ رَاَیْتُ صُوْرَةَ الْاِجَازَةِ فِیْ اٰخِرِ بَعْضِ اَجْزَائِهِ فِیْ مَكْتَبَةِ الْفَاضِلِیَّةِ قَبْلَ هَدْمِهَا وَلَعَلَّهَا نُقِلَتْ اِلَی الرَّضَوِیَّةِ كَمَا اَنَّهُ نَظَمَ الْقَصَائِدَ (السبع العلویات) المطبوعه بایران فِیْ ۱۳۱۷ اَیْضًا للوزیر ابن العلقمی وقد رَاَیْتُ نُسْخَتَهَا الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهَا خَطُّ ابن العلقمی فِیْ مَكْتَبَةِ العلامه الشیخ محمد السماوی

(الذریعه الی تصانیف الشیعه جلد نمبر ۱۴ ص ۱۵۸ تا ۱۵۹ مطبوعه بیروت طبع جدید)

ترجمہ: نہج البلاغہ کی شرح (شرح ابن ابی الحدید) جسے شیخ عزالدین الو حامد عبدالحمید بن ہبۃ اللہ ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا۔ یہ شارح مدائن میں ۵۸۶ میں پیدا ہوا۔ اور ۶۵۵ کو بغداد میں فوت ہوا۔ اس کی بیس جلدیں ہیں ۱۲۷۰ھ میں تہران میں یہ شرح دو جلدوں میں چھپی۔ پھر مصر اور دوسرے شہروں میں کئی مرتبہ چھپی۔ یہ شرح ابن ابی الحدید نے اپنے دور کے ایک وزیر مؤید الدین ابی طالب محمد کے حکم پر لکھی۔

جو "ابن العلقمی" کے لقب سے مشہور تھا مصنف نے وزیر موصوف کو اس کتاب کی روایت کی بھی اجازت دی۔ میں نے اس اجازت نامہ کی تحریر خود مکتبہ فاضلیہ میں دیکھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے۔ کہ مکتبہ فاضلیہ ابھی قائم تھا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اس مکتبہ کی بربادی سے کچھ عرصہ پہلے یہ منتقل ہو کر مکتبہ رضویہ میں چلی گئی ہو۔ اسی طرح ابن ابی الحدید نے وزیر ابن العلقمی کی فرمائش پر سات مشہور قصیدے بھی لکھے۔ جو ۱۳۱۷ میں ایران میں طبع ہوئے۔ میں نے وہ نسخہ بھی دیکھا۔ کہ جس پر ابن العلقمی کی تحریر تھی۔ یہ نسخہ علامہ شیخ محمد سماوی کے مکتبہ میں تھا۔

الکنیٰ والالقاب:

ابن العلقمی هو الوزیر ابو طالب موید الدین محمد بن محمد (احمد خ ل) بن علی العلقمی البغدادی الشیعی کَانَ وَزِیْرَ الْمُعْتَصِمِ اٰخِرِ خُلَفَاءِ بَنِیْ عَبَّاسٍ وَکَانَ کَاتِبًا خَبِیْرًا بِتَدْبِیْرِ الْمُلْکِ نَاصِحًا لِاَصْحَابِهٖ وَکَانَ اِمَامِیَّ الْمَذْهَبِ صَحِیْحَ الْاِعْتِقَادِ رَفِیْعَ الْهِمَّةِ مُحِبًّا لِلْعُلَمَاءِ وَالزُّهَّادِ کَثِیْرَ الْمَبَارِّ وَلِاَجْلِهٖ صَنَّفَ ابن ابی الحدید شرح النَّهْجِ فِیْ عِشْرِیْنَ مُجَلَّدًا والسبع العلویات تُوُفِّیَ فی جمادی الآخرۃ سنۃ ۶۵۶ (خون) وَقَدْ یُطْلَقُ عَلٰی اَبِیْهِ شرف الدین ابی القاسم علی بن محمد۔

(کتاب الکنیٰ والالقاب تالیف شیخ عباس قمی جلد اول ص ۳۶۲ مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ: "ابن العلقمی" یعنی ابو طالب موید الدین محمد بن محمد بن علی العلقمی البغدادی الشیعی معتصم کا وزیر تھا۔ جو کہ بنی عباس کے خلفاء میں سے سب سے آخری خلیفہ تھا۔ یہ وزیر کاتب تھا۔ ملکی معاملات کو بخوبی سمجھتا تھا۔ اپنے دوستوں کا خیر خواہ تھا۔ مذہب میں کٹر امامی شیعہ تھا۔ بہت کا بعد ورعلماء و زہاد سے محبت رکھنے والا تھا۔ اسی کے لیے ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح لکھی۔ اور سات مشہور قصیدے بھی اسی کے حکم پر لکھے ابن علقمی ۲ جمادی آخرۃ ۶۵۶ھ کو فوت ہوا۔ اس کا ایک بیٹا تھا جسے شرف الدین ابو القاسم علی بن محمد کہتے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

اوپر جن دو کتب کے حوالہ جات نقل کیے گیے۔ یہ اہل تشیع کی معتبر اور مستند کتابوں میں سے ہیں۔ اور ان دونوں کتابوں کی تصنیف و تالیف کا مقصد بھی یہی تھا۔ کہ کتب اہل تشیع کی نشاندہی کی جائے۔ لہذا کتاب الکنی والالقاب اور الذریعہ سے اس وزیر کا شیعی ہونا ثابت ہو گیا۔ جس نے ابن ابی الحدید سے نہج البلاغہ کی شرح لکھوائی۔ اور حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کی شان میں قصیدے کہلوائے بعض کتب میں تو اس امر کی تصریح بھی موجود ہے۔ کہ وزیر موصوف نے ابن ابی الحدید کو مذکور شرح لکھنے پر ایک لاکھ دینار بھی دیئے تھے۔ علاوہ ازیں اور بھی تحائف دیئے گئے اس کی تفصیل علامہ نور بخش توکلی مرحوم نے تحفہ شیعہ جلد اول ص ۳۰۳ پر لکھی ہے۔

اس قدر خطیر رقم دینا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ ابن ابی الحدید نے اس شرح میں وہی کچھ لکھا جو وزیر ابن العلقمی کو پسند و مقبول تھا۔ اور ایک کٹر امامی شیعہ یہ کیسے پسند کر سکتا ہے۔ کہ اس کی فرمائش پر لکھی جانے والی کتاب میں شیعوں کی بجائے سنیوں کے عقائد اور خیالات درج ہوں۔ اور ان سات قصائد میں سے ایک کے شعر میں خود

ابن ابی الحدید نے اس امر کی وضاحت بھی کر دی ہے۔ کہ وہ شیعہ ہے۔ اور ہماری کتب اہلسنت میں ابن الحدید کو شیعی بالتصریح لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

کشف الظنون:

نہج البلاغۃ........ فَقَدْ شَرَحَهٗ عِزّ الدِّيْنِ عبد الحميد بن هبة الله المدائني الكَاتِبْ الشَّاعر الشيعي فِيْ عِشْرِيْنَ مجلدا وَ تُوُفِّيَ ۶۵۵ھ۔

(كشف الظنون عن اسامي الكتب و الفنون جلد ۲ ص ۱۹۹۱ مطبوعه بيروت طبع جديد)

ترجمہ: نہج البلاغہ کی ایک شرح عزالدین عبدالحمید بن ہبۃ اللہ مدائنی شیعی نے لکھی۔ جو بیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کا انتقال ۶۵۵ھ میں ہوا۔

ابن ابی الحدید کے شیعی عقائد خود اس کی زبانی

گزشتہ حوالہ جات تو اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کہ ابن ابی الحدید معتزلی شیعی تھا۔ اور ایک شعر میں خود اس نے اس کا اقرار بھی کیا ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ خیال آئے۔ کہ شعر میں ابن ابی الحدید نے شائد اپنے محسن وزیر ابن علقمی کو خوش کرنے اور اس سے کچھ وصول کرنے کے لیے اس کے معتقدات کے مطابق لکھ دیا ہو۔ ورنہ وہ خود ہو سکتا ہے۔ کہ اہل تشیع سے نہ ہو۔ تو ہم اس خیال

کی تردید میں خود اس کی شرح سے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ کتاب الکنی والالقاب، الذریعہ اور کشف الظنون وغیرہ نے اس کے مذہب کی جو نشاندہی کی ہے۔ وہ درست ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

حوالہ نمبر(۱): ناسخ التواریخ: ابن ابی الحدید کے دو عدد اشعار

وَاِنَّ اَنْسَ لَا اَنْسَ الَّذَیْنِ تَقَدَّمَا
وَفَرَّ هُمَا وَالْفَرُّ قَدْ عَلِمُوْا حُوبٌ
وَلِلرَّایَةِ الْعُظْمٰی وَقَدْ ذَهَبَا بِهَا
مَلَابِسَ ذُلٍّ فَوْقَهَا وَجَلَابِیْبُ

میگوید۔ با اینکہ دانستند ابوبکر و عمر فرار از جنگ گناہ عظیم است مرتکب این گناہ شدند و رائت پیغمبر را لباس ذلت پوشیدند۔

(ناسخ التواریخ حالات حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جلد دوم ص ۵،۲ وقائع سال ہفتم ہجرت مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

بے شک ان دونوں (ابوبکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کی مجھے کوئی محبت نہیں رہ وہ لڑنے کے لیے آگے نکلے۔ اور پھر بھاگ کھڑے ہوئے۔ حالانکہ وہ دونوں بخوبی جانتے تھے۔ کہ بھاگنا گناہ عظیم ہے۔ ان دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم جھنڈے کو ذلت اور رسوائی کا لباس اور کپڑے پہنا دیئے۔

توضیح:

سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے بارے ایسے خیالات سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس مسلک و مشرب کے ماننے والے کر ہو سکتے ہیں۔

گناہ عظیم کے مرتکب اور حضور کے جھنڈے کو رسوا کرنے والے کیا کن عقائد کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ابن ابی الحدید بھی دیگر شیعوں کی طرح شیخین کا گستاخ ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

حوالہ نمبر(۲): ابن حدید:

فَاَمَّا عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَاِنَّہٗ عِنْدَنَا بِمَنْزِلَۃِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ تَصْوِیْبِ قَوْلِہٖ وَالْاِحْتِجَاجِ بِفِعْلِہٖ وَوُجُوْبِ طَاعَتِہٖ وَمَتٰی صَحَّ عَنْہُ اَنَّہٗ قَدْ بَرِئَ مِنْ اَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ بَرِئْنَا مِنْہُ کَائِنًا مَنْ کَانَ وَلٰکِنَّ الشَّاْنَ فِیْ تَصْحِیْحِ مَا یُرْوٰی عَنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَدْ اَکْثَرَ الْکَذِبُ عَلَیْہِ وَوَلَدَتِ الْعَصَبِیَّۃُ اَحَادِیْثَ لَا اَصْلَ لَہَا فَاَمَّا بَرَاءَتُہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ الْمُغِیْرَۃِ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَمُعَاوِیَۃَ فَہُوَ عِنْدَنَا مَعْلُوْمٌ جَارٍ مَجْرَی الْاَخْبَارِ الْمُتَوَاتِرَۃِ فَلِذٰلِکَ لَا یَتَوَلَّاہُمْ اَصْحَابُنَا وَلَا یُثْنُوْنَ عَلَیْہِمْ وَہُمْ عِنْدَ الْمُعْتَزِلَۃِ فِیْ مَقَامٍ غَیْرِ مَحْمُوْدٍ۔

(شرح نہج البلاغۃ ابن حدید جلد چہارم ص۴۶۳ فی رأی الشارح دعا علی ماکتبہ الزبیدی الخ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: بہرحال حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہم معتزلی شیعوں کے نزدیک اپنے قول کے صائب ہونے اور ان کے فعل سے احتجاج کرنے

کے معاملہ میں اور اطاعت کے وجوب کے معاملہ میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کے مالک ہیں۔ اور جب حضرت علی کی طرف سے یہ بات پایۂ ثبوت و صحت کو پہنچ جائے۔ کہ آپ فلاں شخص سے ناراض ہیں۔ تو ہم بھی اس سے ناراض رہیں گے۔ چاہے وہ کوئی ہو۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ آپ سے بہت سی روایات ایسی ذکر کی گئی ہیں۔ جن میں کہ کذب بیانی اور تعصب سے کام لیا گیا ہے۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا جناب مغیرہ، عمرو بن العاص اور معاویہ رضی اللہ عنہم سے بیزار ہونا۔ تو یہ معاملہ ہمارے نزدیک خبر متواتر کے قائم مقام ہے یہی وجہ ہے۔ کہ ہمارے اصحاب قرآن سے محبت رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ اور معتزلہ کے نزدیک یہ لوگ مقام غیر محمود میں ہیں۔

توضیح:

اس عبارت میں ابن ابی الحدید نے اہل تشیع کے دو خیالات کی تائید کی ہے۔ اور انہیں اپنا عقیدہ بتلایا ہے۔ اوّل یہ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ قول، فعل اور وجوب اطاعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ رکھتے ہیں دوسرا یہ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ جس سے ناراض ہوں۔ ہم بھی اس سے بیزار رہیں۔ چاہے وہ کوئی ہو۔ اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام پر ابن ابی الحدید کے عقیدہ کے مطابق یہ سب حضرات وہ ہیں جن سے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ناراض تھے۔ اس مقام پر ابن ابی الحدید نے صرف تین حضرات کا نام لیا۔ یہ اس کا تقیہ کہہ لیجیے۔ ورنہ "کائناً من کان" کے الفاظ کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ اس کا ثبوت اگلے حوالہ جات سے ہم پیش کریں گے جن

ہیں اس نے صدیق اکبر اور فاروق اعظم کو بھی اس زمرے میں شامل کیا ہے۔ اہل تشیع کا وطیرہ ہے۔ کہ اپنا تبرائی عقیدہ اشارۃً کنایۃً بیان کرتے رہتے ہیں۔ فروع کافی میں ایک مقام پر یہاں تک لکھا گیا کہ امام جعفر اول، دوم اور سوم پر تبرہ کیا کرتے تھے۔ بہرحال ان دو حوالہ جات سے ابن ابی حدید کے شیعہ ہونے کا ثبوت کافی و وافی موجود ہے۔

حوالہ نمبر(۳)، ابن حدید:

ثُمَّ كَتَبَ إِلَى عُمَّالِهِ أَنَّ الْحَدِيْثَ فِيْ عُثْمَانَ
قَدْ كَثُرَ وَفَشَا فِيْ كُلِّ مِصْرٍ وَفِيْ كُلِّ وَجْهٍ
وَنَاحِيَةٍ فَإِذَا جَاءَكُمْ كِتَابِيْ هٰذَا فَادْعُوا
النَّاسَ إِلَى الرِّوَايَةِ فِيْ فَضَائِلِ الصَّحَابَةِ وَالْخُلَفَاءِ
الْأَوَّلِيْنَ وَلَا تَتْرُكُوْا خَبَرًا يَرْوِيْهِ أَحَدٌ
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ أَبِيْ تُرَابٍ إِلَّا وَأْتُوْنِيْ بِمُنَاقِضٍ لَهُ
فِي الصَّحَابَةِ مُفْتَعِلَةً فَإِنَّ هٰذَا أَحَبُّ إِلَيَّ وَأَقَرُّ
لِعَيْنِيْ وَأَدْحَضُ لِحُجَّةِ أَبِيْ تُرَابٍ وَشِيْعَتِهِ
وَأَشَدُّ إِلَيْهِمْ مِنْ مَنَاقِبِ عُثْمَانَ وَفَضْلِهِ،
فَقُرِئَتْ كُتُبُهُ عَلَى النَّاسِ فَرُوِيَتْ أَخْبَارٌ كَثِيْرَةٌ
فِيْ مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ مُفْتَعِلَةٌ لَا حَقِيْقَةَ لَهَا وَ
جَدَّ النَّاسُ فِيْ رِوَايَةِ مَا يَجْرِيْ هٰذَا الْمَجْرٰى
حَتّٰى أَشَادُوْا بِذِكْرِ ذٰلِكَ عَلَى الْمَنَابِرِ وَأُلْقِيَ
إِلَى مُعَلِّمِي الْكَتَاتِيْبِ فَعَلَّمُوْا صِبْيَانَهُمْ وَغِلْمَانَهُمْ
مِنْ ذٰلِكَ الْكَثِيْرَ الْوَاسِعَ حَتّٰى رَوَوْهُ وَتَعَلَّمُوْهُ
كَمَا يَتَعَلَّمُوْنَ الْقُرْآنَ وَحَتّٰى عَلَّمُوْهُ بَنَاتِهِمْ وَنِسَائَهُمْ

وَحَشَمِهِمْ فَلْيَبْثُوا بِذَالِكَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ نُسْخَةً وَاحِدَةً اِلٰى جَمِيْعِ الْبُلْدَانِ اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ اَقَامَتْ عَلَيْهِ الْبَيِّنَةُ اَنَّهٗ يُحِبُّ عَلِيًّا وَاَهْلَ بَيْتِهٖ فَامْحُوْهُ مِنَ الدِّيْوَانِ وَاَسْقِطُوْا اَعْطَائَهٗ وَرِزْقَهٗ۔

(شرح نهج البلاغة ابن ابی الحدید جلد سوم ص ١٦ فیما فعلته بنو امیة من الامور التی وجبت و ضع کثیر من الاحادیث مطبوعه بیروت طبع جدید)

ترجمہ: پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کارپردازوں کو خط لکھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فضائل اور مناقب کا عام چرچا ہوگیا ہے۔ اور ہر شہر و گاؤں میں ان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے لہٰذا جب میرا یہ خط تمہیں ملے۔ تو لوگوں کو اس بات کی دعوت دو۔ کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما دونوں پہلے خلفاء اور دیگر صحابہ کرام کے فضائل بھی عام کیے جائیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوتراب کے بارے میں فضائل کی جو حدیث لوگ بیان کریں۔ تم اس کے مقابلہ میں جھوٹی احادیث دوسرے صحابہ کرام کے بارے میں میرے پاس پہنچاؤ۔ کیونکہ ایسا کرنے سے مجھے آنکھوں میں ٹھنڈک محسوس ہوگی۔ اور میں اس کو بہت پسند بھی کرتا ہوں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے شیعوں کی حجت کا توڑ بھی یہی ہے۔ اور یہ بات ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل سے بھی زیادہ چبھتی ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ حکم ان کے کارندوں نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔ لہٰذا

اس پر عمل پیرا ہو کر لوگوں نے فضائل صحابہ میں بہت سی ایسی احادیث بیان کرنا شروع کر دیں۔ جو من گھڑت تھیں۔ اور ان کی حقیقت کچھ بھی نہ تھی۔ لوگ اسی وطیرہ پر چلتے رہے۔ حتیٰ کہ مساجد کے منبروں پر ان احادیث کا تذکرہ ہونے لگا۔ اور دینی استادوں نے ان کی تدریس بھی شروع کر دی۔ بچے اور غلاموں کو بھی یہ احادیث پڑھائی گئیں۔ اس حد تک ان کا پڑھنا پڑھانا جاری ہو گیا۔ جیسا کہ لوگ قرآن کریم پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ بچیوں، عورتوں اور خادموں تک ان احادیث کو پڑھایا گیا۔ یہی طریقہ بہت عرصہ تک چلتا رہا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پھر ایک رقعہ اپنے کارندوں کو لکھا کہ تم اپنے اپنے علاقہ میں اس بات کی تحقیق کرو۔ کہ کون شخص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اہل بیت سے محبت کرتا ہے۔ جب تحقیق سے یہ بات کسی میں ثابت ہو جائے۔ تو اس شخص کا سرکاری رجسٹر سے نام خارج کر دیا جائے۔ اور اس کا خرچہ وغیرہ بند کر دیا جائے۔

حوالہ نمبر ۴: ابن حدید:

وَرَوَى اَبُوْ الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ محمد بن ابی السیف المدائنی فِی کِتَابِ الْاَحْدَاثِ قَالَ کَتَبَ مُعَاوِيَةُ نُسْخَةً وَاحِدَةً اِلٰی عُمَّالِهٖ بَعْدَ عَامِ الْجَمَاعَةِ اَنْ بَرِئَتِ الذِّمَّةُ مِمَّنْ رَوٰی شَيْئًا مِنْ فَضْلِ اَبِیْ تُرَابٍ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد سوم ص ۱۵)

ترجمہ: کتاب الاحداث میں ابوالحسن علی بن محمد مدائنی نے روایت کی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کارندوں کو ایک رقم عام الجماعت کے بعد لکھا۔ جس میں تحریر تھی کہ جس شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اہل بیت کی فضیلت میں کوئی ایک آدھ روایت بھی بیان کی۔ حکومت اس کے تحفظ کی ذمہ دار نہ ہوگی۔

حوالہ نمبر۵: ابن حدید:

فَصَاحَ بِهٖ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ اِنَّ اَهْلِيْ عَقُّوْنِيْ فَسَمَّوْنِيْ عَلِيًّا وَاِنِّيْ فَقِيْرٌ بَائِسٌ وَاَنَا اِلٰى صِلَةِ الْاَمِيْرِ مُحْتَاجٌ فَتَضَاحَكَ لَهُ الْحَجَّاجُ وَقَالَ لِلُطْفِ مَا تَوَسَّلْتَ بِهٖ قَدْ وَلَّيْتُكَ مَوْضِعَ كَذَا۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد سوم ص۱۶)

ترجمہ:

حجاج کے دربار میں ایک شخص آیا۔ اور چلا کر کہا۔ اے امیر! میرے خاندان والوں نے میرا نام علی رکھ کر مجھ سے زیادتی کی ہے۔ میں تو فقیر اور مسکین ہوں۔ اور امیر کی طرف سے صلہ کا محتاج ہوں۔ یہ سن کر حجاج ہنس دیا۔ اور اس خوشی میں انہیں ایک علاقہ کا والی بنا دیا۔

حوالہ نمبر۶: ابن حدید:

رَوَى الزُّهْرِيُّ اَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهٗ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ قَالَتْ كُنْتُ

عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ إِذْ أَقْبَلَ الْعَبَّاسُ وَعَلِيٌّ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ هٰذَيْنِ يَمُوْتَانِ عَلٰى غَيْرِ دِيْنِيْ ۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۴۶۷ بحوالہ سہم مسموم ص ۱۰۲ مصنفہ علامہ حسین نجفی شیعی)

ترجمہ:

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث سنائی۔ کہ میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی تھی۔ کہ اتنے میں حضرت عباس اور علی رضی اللہ عنہ آئے۔ انہیں آتے دیکھ کر حضور نے فرمایا۔ یہ دونوں یقیناً میرے دین کے غیر پر مریں گے۔

حوالہ نمبر ۱۷: ابن حدید:

إِنَّ عُرْوَةَ زَعَمَ أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ قَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ إِذْ أَقْبَلَ الْعَبَّاسُ وَعَلِيٌّ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنْ سَرَّكِ أَنْ تَنْظُرِيْ إِلٰى رَجُلَيْنِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَانْظُرِيْ إِلٰى هٰذَيْنِ قَدْ طَلَعَا فَنَظَرْتُ فَإِذَا الْعَبَّاسُ وَعَلِيُّ ابْنُ أَبِيْ طَالِبٍ

(شرح ابن ابی الحدید جلد اول ص ۴۶۷ بحوالہ سہم مسموم مصنفہ غلام حسین نجفی ص ۱۰۳)

ترجمہ: حضرت عروہ کا خیال ہے۔ کہ انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حدیث سنائی۔ کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے عائشہ! اگر تو کو خوشی دو مردوں کو دیکھنا

چاہتی ہے جو دوزخی ہیں۔ تو دیکھے کہ جوابھی دو مرد آرہے ہیں۔ یہ وہی ہیں۔ میں نے دیکھا۔ تو دونوں آنے والے عباس اور علی بن ابی طالب تھے۔

حوالہ نمبر۸ :سہم مسوم:

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَاصٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَقُوْلُ إِنَّ آلَ أَبِيْ طَالِبٍ لَيْسُوْا لِيْ بِأَوْلِيَاءَ إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللّٰهُ وَالصَّالِحُوْنَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد اول ص ۳۶۲ بحوالہ سہم مسوم ۱۰۳)

ترجمہ : عمرو بن العاص کہتے ہیں۔ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا۔ کہ ابو طالب کی آل میرے دوست اور خیر خواہ نہیں ہیں۔ میرا دوست اور خیر خواہ تو اللہ تعالیٰ اور صالح مومن ہیں

حوالہ نمبر۹ : سہم مسوم:

وَقَدْ رُوِيَ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بَذَلَ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ مِائَةَ أَلْفِ دِرْهَمٍ حَتّٰى يَرْوِيَ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِيْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ وَأَنَّ الْآيَةَ الثَّانِيَةَ نَزَلَتْ فِي ابْنِ مُلْجَمٍ وَهِيَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَلَمْ يَقْبَلْ فَبَذَلَ لَهٗ مِائَتَيْ أَلْفِ دِرْهَمٍ فَلَمْ يَقْبَلْ فَبَذَلَ لَهٗ أَرْبَعَ مِائَةِ أَلْفٍ

فَقَبِلَ۔

(شرح ابن ابی الحدید ص ۱۷ جلد اول بحوالہ سہم مسموم ص ۴۰۱)

ترجمہ: مروی ہے۔ کہ حضرت معاویہ نے جناب سمرہ بن جندب کو ایک ہزار درہم دینے کو کہا۔ اور شرط یہ ہے۔ کہ "ومن الناس من یشری نفسہ الخ" ابن ملجم کے بارے میں وہ یوں روایت کریں۔ کہ یہ آیت حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور دوسری آیت "ومن الناس من یشری نفسہ الخ" ابن ملجم کے حق میں نازل ہوئی۔ لیکن جناب سمرہ نے یہ پیش کش قبول نہ کی۔ معاویہ نے دو ہزار درہم پیش کیے انہوں نے پھر ٹھکرا دیے۔ بالآخر چار ہزار درہم پر جناب سمرہ راضی ہو گئے۔ اور معاویہ کی پیش کش قبول کر لی۔

حوالہ نمبر ۱: سہم مسموم:

وَكَانَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ عُثْمَانِيًّا شَدِيْدًا فِيْ ذَالِكَ وَكَانَ عَمْرُو ابْنِ ثَابِتٍ عُثْمَانِيًّا بَلْ مِنْ اَعْدَاءِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمُبْغِضِيْهِ رُوِيَ عَنْ عَمْرٍو اَنَّهُ كَانَ يَرْكَبُ وَيَدُوْرُ الْقُرٰى بِالشَّامِ وَيَجْمَعُ اَهْلَهَا وَيَقُوْلُ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ عَلِيًّا كَانَ رَجُلًا مُنَافِقًا اَرَادَ اَنْ يَنْخَسَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ فَالْعَنُوْهُ فَيَلْعَنُهُ اَهْلُ تِلْكَ الْقَرْيَةِ ثُمَّ يَسِيْرُ اِلَى الْقَرْيَةِ الْاُخْرٰى

ذَالِكَ وَكَانَ فِي زَمَنِ مُعَاوِيَةَ۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد اول ص ۴۸۵
بحوالہ سہم مسموم ص ۱۰۵)

ترجمہ: زید بن ثابت بڑے متعصب عثمانی تھے۔ اور عمرو بن ثابت بھی عثمانی تھا۔ بلکہ حضرت علی المرتضٰے کے دشمنوں اور ان سے بغض رکھنے والوں میں سے تھے۔ عمرو بن ثابت سواری لے کر مختلف بستیوں میں سواری پر جاتا۔ وہاں کے باشندوں کو جمع کرکے کہتا کہ علی ایک منافق شخص تھا۔ انہوں نے رسول اللہ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کیا۔ تم اس پر لعنت بھیجو۔ یہ سن کر اس بستی والے علی المرتضٰے پر لعنت بھیجتے۔ پھر عمرو بن ثابت وہاں سے دوسری بستی کا رُخ کرتا۔ اور وہاں جا کر بھی یہی کچھ کرتا۔ یہ امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں ہوا ہے۔

حوالہ نمبر۱۱: سہم مسموم:

قَالَ نَاوِلْنِي يَدَكَ فَقَبَّلَهَا وَقَالَ لَا تَمَسُّكَ النَّارُ اَبَدًا۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد اول ص ۴۸۴
بحوالہ سہم مسموم ص ۱۰۷)

ترجمہ: ابوبردہ نے ابوالغادیہ الجہنی سے کہا۔ کیا تو عمار بن یاسر کا قاتل ہے۔؟ اس نے کہا ہاں۔ کہا پھر مجھے اپنا ہاتھ پکڑاؤ ہاتھ پکڑا کر ابوبردہ نے اُسے چوما۔ اور کہا تمہیں کبھی بھی دوزخ نہ چھوئے گی۔

حوالہ نمبر ۱۲:

حضرت علی المرتضیٰؓ کے دشمن اور امیر معاویہؓ کے طرفداروں کی ایک فہرست

۱۔ ابوہریرہ، ۲۔ مغیرہ بن شعبہ، ۳۔ عروہ بن زبیر، ۴۔ حریز بن عثمان ۔ ۵
مروان بن حکم ۔ ۶ عمرو بن سعید بن عاص ۔ ۷ سمرہ بن جندب ۔ ۸۔ انس بن مالک
۹۔ اشعث بن قیس ۱۰، جریر بن عبداللہ بجلی، ۱۱، ابومسعود انصاری ۔ ۱۲
کعب بن الاحبار ۱۳ عمران بن الحصین ۔ ۱۴ عبداللہ بن الزبیر ۔ ۱۵ عبداللہ
بن عمر ۔ ۱۶، ابوموسیٰ اشعری ۱۷، ضحاک بن قیس ۱۸ ولید بن عقبہ بن ابی معیط
۱۹ حنظلہ ۔ ۲۰ وائل بن حجر ۔ ۲۱ مطرف بن عبداللہ ۲۲ علاء بن زیاد ۲۳
عبداللہ بن شقیق ۲۴ مرہ ہمدانی ۲۵ ۔ اسود بن یزید ۲۶ مسروق بن اجدع ۔
۲۷ قاضی شریح ۲۸ ۔ امام شعبی محدث ۲۹ ۔ ابووائل شقیق بن سلمہ ۳۰
ابوعبدالرحمٰن قاری ۳۱ عبداللہ بن حکیم ۔ ۳۲ سہم بن طریف ۳۳ قیس بن ابی
حازم، ۳۴ سعید بن مسیب ۔ ۳۵ ۔ امام زہری ۔ ۳۶ زید بن ثابت ۔ ۳۷
مکحول شامی ۔ وکان جمہور الخلق مع بنی امیہ

(شرح ابن ابی الحدید ۔ جلد اوّل ص ۳۱۳ ۔ ۳۴ تا ۴۷ بحوالہ
سہم مسموم مصنفہ غلام حسین نجفی شیعی ص ۷۰)

توضیحات:

ان بارہ عدد حوالہ جات میں ابن ابی الحدید ... شیعہ ...

اثرات پر گفتگو کی۔ حوالہ نمبر ۲ میں یہ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت ابوبکر و عمر وغیرہ صحابہ کرام میں کوئی ذاتی فضیلت نہ تھی۔ بلکہ امیر معاویہ رضی نے حضرت علی المرتضیٰ کے فضائل کے مناقب میں ان حضرات کی فضیلت ثابت کرنے کے لیے لوگوں سے من گھڑت احادیث کی روایت کرنے کو کہا۔ مقصد یہ ہوا کہ صاحب فضیلت صرف علی المرتضیٰ ہیں۔ بقیہ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی فضیلت نہیں رکھتا۔ یہ کس مسلک کی ترجمانی کی جا رہی ہے؟

اسی طرح یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی آل کے دشمن تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے کارندوں کو ایسے اشخاص کا پتہ چلا کر جو علی اور آلِ علی سے محبت رکھتے ہوں۔ ان کے وظیفہ جات بند کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ یہی امیر معاویہ رض ہیں۔ جو بحوالہ منتہی الی مغنمت حسنین کریمین کو اپنے دورِ خلافت میں ہر سال دس لاکھ دینار ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ جلاء العیون میں امام حسن سے منقول ہے۔ کہ وہ امیر معاویہ کی طرف سے تحائف اور وظیفہ کی آمد کا پہلے سے اعلان کر دیا کرتے تھے یہ وظیفہ حسنین رض اور اپنے اعزہ و اقارب پر خرچ کیا کرتے تھے۔ حجاج کا نام تو ابن ابی الحدید نے دکھاوے کے لیے ذکر کیا۔ ورنہ اصل مقصد تو یہ ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ ثابت کیا جائے۔ کہ آپ علی المرتضیٰ کا نام سننا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ حالانکہ شیعوں کی معتبر کتاب امالی شیخ صدوق کے بقول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل سنتے تو رو دیا کرتے تھے۔

حضرت عباس اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں من گھڑت

کرنا چاہا۔ کہ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سن چکی تھیں۔ کہ عباسؓ علی دین اسلام پر فوت نہ ہوں گے۔ تو پھر ایسے آدمیوں سے انکا قلبی تعلق کیونکر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ یہ روایت من گھڑت ہے۔ کیونکہ بحار الانوار وغیرہ میں صراحت سے یہ مذکور ہے۔ کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب علی اور فاطمہ تھے۔ تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ترین شخص وہ ہے۔ جسے دین اسلام پر مرنا بھی نصیب نہیں؟ اور ایسی روایت کے ہوتے ہوئے سیدہ عائشہ کے خیالات کیا وہ ہو سکتے ہیں جو ابن ابی الحدید نے لکھے ہیں۔

اس کے بعد جناب عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی۔ کہ یہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آل ابی طالب کو اپنا دوست نہیں سمجھتے حالانکہ تمام صحابہ کرام اہل بیت کو اپنی ذات سے بھی مقدم سمجھتے تھے مناقب ابن شہر میں فاروق اعظم کے مال تقسیم کرنے کا واقعہ اور ان کے بیٹے عبداللہ کا اعتراض کرانا یاں آپ نے حسنین کریمین کو مجھ سے دُگنا حصہ عطا فرمایا۔ اس کے جواب میں جناب فاروق اعظم کا یہ قول موجود ہے۔ کہ عبداللہ! ان کی والدہ تیری والدہ سے بہتر ان کو نانا تیرے نانا سے بہتر ہے۔ اس تصریح کے ہوتے ہوئے حضرات صحابہ کرام کو ابن ابی الحدید نے بدنام کرنے کی کوشش کی یہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو دین فروش اور لالچی ثابت کرنا چاہا۔

کرنا چاہا۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر یہ الزام کہ یہ حضرت علی المرتضیٰ کو معاذ اللہ منافق سمجھتے تھے۔ پھر حق شیعیت ادا کرتے ہوئے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بھی معاف نہ کیا۔ اور ابوموسیٰ اشعری کے فرزند ابو بردہ کو عمار بن یاسر کے قاتل کے ہاتھ چومنے والا بنا کر پیش کیا۔ اور آخر میں تقریباً ۳۷ حضرات کے نام درج کر دیئے

جو بقول ابن ابی الحدید، دشمنانِ علی تھے۔ اور اہل بیت سے بغض و کینہ رکھنے والے تھے۔ اسی ابن ابی الحدید کے نقش قدم پر چلتے ہوئے "غلام حسین نجفی نے بہ مسموم میں ان حضرات کی فہرست اس عنوان سے لکھی کہ یہ لوگ دشمنانِ علی و آل بیت ہیں۔ بہرحال خلاصہ یہ ہے۔ کہ ان مذکورہ عقائد کی روشنی میں ابن ابی الحدید کے مسلک و مشرب کے بارے میں کوئی خفا نہیں رہتا۔ یہ کٹر شیعی ہے۔ اور اس نے اپنی شرح میں شیعیت کی ترویج و اشاعت کی ہے۔ اس لیے غلام حسین نجفی کا اسے سنی اور اس کی شرح کو "اہل سنت کی معتبر کتاب" کہنا اسی طرح ہے۔ جس طرح دن کو کوئی رات کہے۔ اللہ تعالیٰ بددیانتی اور خیانت سے بچائے

ابن ابی الحدید کے غالی شیعہ ہونے پر امام ابن کثیر کی نص

البدایۃ والنہایۃ:

عَبْدُ الْحَمِيْدُ بْنُ هِبَةِ اللّٰهِ بن محمد بن الحسين

ابو حامد بن ابی الحدید. عز الدين المدائنی

الْكَاتِبُ الشَّاعِرُ الْمُطْبِقُ الشِّيْعِيُّ الْغَالِيْ لَهٗ

شَرْحُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ فِيْ عِشْرِيْنَ مُجَلَّداً ۔۔۔۔۔

وكان حظيا عند الوزير ابن العلقمی لما

بينهما من المناسبة والمقاربة والمشابهة

في التشيع۔

[illegible] ۶۵۵ھ)

ترجمہ: عبدالحمید بن ہبۃ اللہ بن محمد بن محمود بن الحسین ابو حامد بن ابی الحدید عزالدین المدائنی جو کاتب اور مکمل شاعر اور غالی شیعہ ہے اس کی ایک کتاب شرح نہج البلاغہ بیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ وزیر ابن علقمی (شیعی) کے ہاں اس کا بڑا مقام تھا۔ کیونکہ شیعہ ہونے کی وجہ سے دونوں میں مناسبت اور مقاربت موجود ہے۔

نوٹ:

اب فرمایئے ابن ابی الحدید کے شیعہ ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے۔ جبکہ شیعہ سنی علماء نے بالاجماع ابن حدید کو شیعہ کہہ دیا۔ اب اس کو سنی بنا کر الزامات قائم کرنے پر بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے۔

کتاب دوم ۲

روضۃ الاحباب مصنفہ جمال الدین عطاء اللہ شیرازی

ان کتابوں میں سے کہ جنھیں شیعہ مصنفین نے اپنے مذموم عقائد ثابت کرنے اور حضرات صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کرنے کے لیے "اہل سنت کی معتبر کتاب" کے عنوان سے پیش کیا، دوسری کتاب "روضۃ الاحباب" ہے۔ اس کتاب میں کئی ایک واہی تباہی روایات درج ہیں۔ مثلاً امام زین العابدین کا غم حسین میں گریبان چاک کرنا ثابت کیا گیا ہے۔ غلام حسین نجفی نے ماتم اور صحابہ نامی اپنی تصنیف میں اس کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا۔

ماتم و صحابہ: "امام زین العابدین کا غم حسین میں گریبان چاک کرنا "اہل سنت کی معتبر کتاب

روضۃ الاحباب از حاشیۂ تاریخ احمدی ": اے یزید مرا یتیم ساختی و روضہ در دین جدم انداختی پس دست دراز کردہ گریبان جامہ برید۔

ترجمہ:۔

دربار یزید میں امام چہارم سید سجاد نے فرمایا۔ کہ اے یزید تو نے مجھے یتیم کیا۔ اور میرے جد کے دین میں رخنہ ڈالا۔ اور حضرت نے ہاتھ بڑھایا۔ اور گریبان جامہ کو چاک کیا۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۶۴)

اس وضاحت کے بعد کہ اہل تشیع روضۃ الاحباب کو "اہل سنت کی معتبر کتاب" کے عنوان سے پیش کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ہم اس کے بارے میں حقیقت حال واضح کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ اس کتاب کو اہل سنت کی کتاب کہنا کس قدر بددیانتی ہے اور مکر و فریب ہے۔ اہل تشیع اس کتاب کے بارے میں کیا حقیقت بیان کرتے ہیں؟ ملاحظہ ہو۔

روضۃ الاحباب کا مصنف جمال الدین عطاء اللہ شیرازی

پکا شیعہ ہے۔ شیخ شیعہ علماء کی وضاحت

الکنیٰ و الالقاب:

جمال الدین و محدث سید عطاء اللہ بن امیر فضل اللہ شیرازی دشتکی است کہ محدث است و مولف کتاب روضۃ الاحباب در سیرۃ پیغمبر و آل و اصحاب است کہ بفرمان امیر علی شیر پادشاہ ہرات نوشتہ کہ عمو زادہ غیاث الدین منصور معروف است کہ از علمائے قرن نہم است۔

و پسر بزرگوارش میر نسیم الدین محمد ملقب بمیرک شاہ کو شید در تکمیل علوم فنون بویژہ علم حدیث کرد آں یگانہ زمان و تنہا بود میان اقران و او را اعتراضاتی است بر سخنانِ ذہبی در کتاب المیزان کہ دلالت دارند برا ینکہ شیعہ بودہ بر وضاحت مراجع کن۔

(الکنی والالقاب جلد سوم ص ۱۶۴ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ایک اور جمال الدین نامی سید عطاء اللہ بن امیر فضل اللہ شیرازی دشتکی ہے۔ جو محدث تھا۔ اور روضۃ الاحباب کتاب کا مؤلف بھی تھا۔ یہ کتاب اس نے پیغمبر خدا کی سیرت اور آپ کے اصحاب و آل کی سیرت میں ہرات کے بادشاہ امیر علی شیر کے حکم سے لکھی۔ جمال الدین مذکور غیاث الدین منصور کا چچا زاد بھائی ہے۔ جو گزری صدی کے مشہور علماء میں سے ہے۔ اور اس کا لڑکا میر نسیم الدین مذکور غیاث الدین منصور کا چچا زاد بھائی لکھا جاتا ہے۔ اس نے حدیث اور دیگر علوم و فنون میں بڑی مہارت پائی۔ اور اپنے دور کا یکتا عالم تھا۔ اس نے امام ذہبی کی کتاب المیزان کی کچھ عبارات پر اعتراض بھی کیے جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ شخص شیعہ تھا۔ روضۃ الاحباب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

الذریعہ:

رَوْضَةُ الْأَحْبَابِ فِيْ سِيْرَةِ النَّبِيِّ وَالْآلِ وَالْأَصْحَابِ فَارِسِيٌّ فِيْ ثَلَاثِ مُجَلَّدَاتٍ لِسَيِّدِ الْأَمِيْرِ جَمَالِ الدِّيْنِ فَضْلِ اللهِ بْنِ

عَبْدُ الرَّحْمٰنِ الْحُسَيْنِي الْاَشْتَكِي الْمُلَقَّبِ بِالْاَمِيْرِ جَمَالِ الدِّيْنِ الْمُحَدِّثِ الشِّيْرَازِيِّ الْفَارِسِي الْقَاطِنِ بِهِرَاةَ كَتَبَهٗ بِاَمْرِ الْاَمِيْرِ عَلِيْ شِيْرِ الْوَزِيْرِ تَرْجَمَهٗ فِي (امل الآمال) وَحُكِيَ فِي الرِّيَاضِ سَمَاعًا عَنِ الْفَاضِلِ الْهِنْدِيْ اَنَّهٗ كَانَ شِيْعِيًّا وَ عِنْدَهٗ كُتُبُهٗ عَلٰى طَرِيْقَةِ الشِّيْعَةِ وَكَانَ يَتَّقِيْ فِيْ هِرَاةَ وَكَذَا الْقَاضِي نُوْرُ اللهِ التُّسْتَرِيْ وَلِذَا عَمَلَ فِيْهِ التَّقِيَّةَ۔

(الذریعه الی تصانیف الشیعه جلد ۱۱ ص ۲۸۵ مطبوعه بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

"روضة الاحباب فی سیرة النبی والآل والاصحاب" فارسی میں تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور اسے سید امیر جمال الدین عطاء اللہ فضل اللہ نے تحریر کیا۔ جو امیر جلال الدین محدث شیرازی کے نام سے مشہور تھا۔ یہ کتاب اس نے امیر علی شیر کے حکم سے لکھی۔ جو ہرات کا وزیر تھا۔ اس وزیر کا تذکرہ کتاب "امل والامال" میں مفصل موجود ہے۔ کتاب الریاض میں فاضل ہندی سے ایک سماعی روایت مذکور ہے۔ کہ صاحب روضة الاحباب شیعہ تھا۔ اور مسلک شیعہ پر اس کی کتابیں اس کے پاس موجود تھیں۔ ہرات میں نور اللہ تستری کی طرح یہ بھی تقیہ کی زندگی بسر کرتا رہا۔ اسی لیے روضة الاحباب میں بھی اس نے "تقیہ" کو چھوڑا نہیں۔

لمحہ فکریہ:

اہل تشیع کے عظیم محدث شیخ عباس قمی اور شیخ آقا بزرگ طہرانی نے کس دوٹوک انداز میں امیر جلال الدین کو اپنا ہم مسلک ثابت کیا اور اس کی روضۃ الاحباب میں بعض عبارات کہ جن سے سنیت کا اظہار ہوتا تھا۔ اس کی صفائی بیان کر دی۔ کہ اس نے یہ باتیں بطور تقیہ کہی ہیں۔ یہی وہ پکا شیعہ ہے۔ کہ جسے نجفی اینڈ کمپنی اہل سنت کی صفوں میں کھڑا کر کے اپنے مسلک میں تقیہ پر عمل پیرا نظر آتے ہیں۔ جس طرح امیر جلال الدین نے روضۃ الاحباب میں بعض عبارات کو تقیہ کے طور پر لکھا اسی طرح پیارے عقیدہ کی روشنی میں نجفی وغیرہ نے اپنے ہی ایک "ماتمی اور عزادار" کو سنی بنا دیا۔ نہیں نہیں صرف یہی نہیں بلکہ بے چارے کو وہ کتے اور خنزیر، کے ساتھ ملا دیا گیا اصول کافی وغیرہ میں اہل سنت کو یہی کچھ کہا گیا ہے۔ دنیائے شیعہ میں ایک عجیب زلزلہ اور ایک عظیم انکشاف ہے۔ کہ نجفی وغیرہ نے اپنے ہی ایک بڑے کی ٹانگیں پکڑیں۔ اور اٹھا کر پھینکا کہ جنگلی درندوں میں سے بنا دیا۔ لیکن اس پر حیرانی کی کوئی بات نہیں۔ مطلب برآری کے لیے ایسا کرنا ان شیعوں کے نزدیک کوئی جرم نہیں "تقیہ" کی برکت سے ایسا کرنے پر بھی انہیں ثواب ملتا ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

کتاب سوّم

معارج النبوۃ مصنفہ ملا معین کاشفی

"معارج النبوۃ" ایسی کتاب ہے جسے بعض سطحی لوگ اہل سنت کی کتاب کہتے اور سمجھتے ہیں۔ اور اس میں موجود تحریر بطور حوالہ پیش کی جاتی ہے۔ اور اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے شور مچایا جاتا ہے۔ کہ دیکھو۔ اہل سنت کی معتبر کتاب میں فلاں فلاں شیعہ عقیدہ اور عمل ثابت ہے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ماتم اور صحابہ پر نجفی شیعی نے اسی کتاب کا اقتباس پیش کیا۔ اور پھر اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا۔

"وقت مصیبت حضرت عمر کا سر میں خاک ڈالنا"

(اہل سنت کی معتبر کتاب معارج النبوۃ رکن چہارم باب پنجم میں ہے۔
نقل است کہ حفصہ خاتون در میان امہات المومنین بہ تندخوئی شہرتی داشت واحیانا بایں سبب خاطر آں حضرت ملول میشد چنانکہ بعض بجائے رسید کہ حضرت خواست کہ او را طلاق دہد۔ در روایتی آنست کہ طلاقش داد۔ چوں امیر المومنین عمر ایں معنی معلوم کرد خاک بر سر ریخت و فغان برآورد کہ بعد ازیں مرا چہ آبرو بماند کہ فرزند من از صہار آں حضرت بیروں آمد۔

(ماتم و صحابہ ص ۸۶

ترجمہ: بی بی حفصہ اپنی تند مزاجی کی وجہ سے ازواجِ نبی میں خاصی شہرت رکھتی تھیں۔ اور اس سے حضور کو صدمہ ہوتا تھا۔ جناب نے اسے طلاق دینے کا ارادہ کیا دوسری روایت میں ہے دے دی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو روئے، سر میں خاک بھی ڈالی''

جواب:

کتاب معارج النبوۃ میں ہر طرح کی روایات اکٹھی کردی گئیں۔ اس میں صحت وعدم صحت کا کوئی معیار نہیں رکھا گیا۔ اسی لیے اس کے بارے میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ نے احکام شریعت حصہ دوم ص ۸۲ میں ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ کہ اس کتاب میں رطب ویابس سب اکٹھا کردیا گیا ہے۔ یعنی مصنف کی اس روش نے کتاب کو نا قابلِ حجت نہ رہنے دیا۔ در خود مصنف بھی مشکوک ہوگیا۔ اس کے علاوہ شیعہ برادری کے شیخ آغا بزرگ طہرانی کا کہنا ہے کہ یہ شخص (صاحب معارج النبوۃ ملا کاشانی) شیعہ معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی لکھا کہ اس نے بطور تقیہ اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا۔ الذریعہ جلد ۲۱ ص ۱۸۴۔ ان حوالہ جات سے ظاہر ہوا۔ کہ معارج النبوت اہل سنت کی معتبر کتاب نہیں۔ جیسے اعلیٰحضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے لہٰذا اس کتاب کے مندرجات سے مسلک شیعہ کی تائید پیش کرنا بھی دھوکا اور فریب ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

کتاب چہارم

حبیب السیر مصنفہ غیاث الدین محمد ابن ہمام الدین

"حبیب السیر" کو نجفی شیعی نے "قول مقبول" میں کئی ایک مقام پر اہل سنت کی معتبر کتاب کے عنوان سے پیش کیا۔ اور دیگر شیعہ مصنفین نے اس کتاب کو اہل سنت کی طرف منسوب کیا۔ اور پھر اس سے ادھر اُدھر کی لایعنی روایات سے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔ لبطور نمونہ کتاب وفات عائشہ ملاحظہ ہو۔

کتاب وفات عائشہ:

ایک دن معاویہ نے عائشہ سے کہلا بھیجا۔ کہ آج آپ کی دعوت ہے۔ اور دعوت کا سامان یہ کیا کہ اپنی قیام گاہ میں خفیہ طور سے ایک کنواں کھدوایا اور اس کا منہ خس و خاشاک سے بھر دیا۔ اور اس پر آبنوس کی کرسی ڈال دی۔ جب بی بی عائشہ اس مکان میں تشریف لائیں۔ تو معاویہ نے اس کنوئیں کی طرف اشارہ کیا۔ کہ اس پر تشریف رکھیں۔ عائشہ قدم رکھتے ہی کنوئیں میں گر پڑیں۔ معاویہ نے اس کنوئیں کو چونے سے بھروا دیا۔ اور بند کر دیا۔ اور مدینہ واپس آ گئے۔

(حبیب السیر جلد اول جزء سوم ص ۸۵ مطبوعہ بمبئی۔ بحوالہ وفات عائشہ مصنف

(جواب) حبیب السیر کس مذہب سے تعلق رکھنے والی کتاب ہے اس کا مصنف کون ہے؟ اس کا جواب شیخ آغائے بزرگ شیعی سے سنیئے۔

حبیب السیر کا مصنف کٹر متعصب شیعہ ہے

آقا بزرگ شیعی کا بیان

الذریعہ:

حبیب السیر فی اخبار افراد البشر، تاریخ فارسی کبیر فی ثلاث مجلدات لغیاث الدین محمد بن ہمام الدین الھدعو بخواند میر......

جَعَلَ جَمِيْعَ مُجَلَّدَاتِهٖ ضِمْنَ مُجَلَّدٍ كَبِيْرٍ اَوَّلُهٗ: لطائف اخبار لشمائل نثار انبیاء عالی مقدار الی قَوْلِهٖ بَعْدَ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ (ص) سِيَّمَا وَصِيُّهٗ وَوَارِثُ عِلْمِهٖ وَخَلِيْفَتِهِ الْمُكَرَّمِ بِتَكْرِيْمِ اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا الْمُشَرَّفُ بِتَشْرِيْفِ اَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى مَظْهَرُ الْعَجَائِبِ وَمَظْهَرُ الْغَرَائِبِ امیر المومنین وَاِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ اَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ اِلٰى قَوْلِهٖ بَعْدَ عِدَّةِ اَبْيَاتٍ فَارِسِيَّةٍ فِيْ مَدِيْحِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (ع) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْمُصْطَفٰى وَعَلِيٍّ ...

الْمَعْصُوْمِيْنَ.......... وَلَهٗ اَيْضًا مُنْتَخَبُ تَارِيْخِ
اَوْصَافِ وَمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ فِيْ اَحْوَالِ الْاَمِيْرِ
عَلٰى شَيْرٍ ثُمَّ اَنَّهٗ قَدْ اَبْدٰى فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ
الَّذِىْ هُوَ اٰخِرُ تَصَانِيْفِهٖ حُسْنَ عَقِيْدَتِهٖ
بِمَا لَمْ يَظْهَرْهُ فِيْ تَصَانِيْفِهِ السَّابِقَةِ عليه
فَاِنَّهٗ ذَكَرَ فِيْ اَوَّلِ الْجُزْءِ الرَّابِعِ مِنَ الْمُجَلَّدِ
الْاَوَّلِ مَا تَرْجَمَتُهٗ بِالْعَرَبِيَّةِ اِنَّ الْاَحَادِيْثَ
النَّبَوِيَّةَ صَرِيْحَةٌ فِيْ كَوْنِ الْاِمَارَةِ وَالْخِلَافَةِ
بَعْدَ النَّبِيِّ صلى اللّٰه عليه و اٰله مُتَعَلِّقَةٌ بِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ
(ع) وَلَا يَلِيْقُ لِلْاِمَامَةِ غَيْرُهٗ لٰكِنَّ الْقَوْمَ رَغِبُوْا
عَنْهُ لِكَثِيْرَةٍ مَنْ قَتَلَ فِيْ جِهَادِ الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ
اَقْرِبَائِهِمْ فَاَعْرَضُوْا عَنِ الْاِمَامِ بِالْحَقِّ وَبَا
يَعُوْا اَبَا بَكْرٍ وَكَانَ اَوَّلَ مَنْ بَايَعَهٗ عُمَرُ
ثُمَّ ذَكَرَ فِيْ اَوَّلِ جُزْءِ الْاَوَّلِ مِنَ الْمُجَلَّدِ
الثَّانِيْ كَثِيْرًا مِنْ فَضَائِلِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَمَنَاقِبِهٖ وَاَوْرَدَ دَلَائِلَ عَلٰى اِمَامَتِهٖ مِنْ
اٰيَاتِ الْقُرْاٰنِ وَالْاَحَادِيْثِ النَّبَوِيَّةِ وَكَذَا
ذَكَرَ مَنَاقِبَ سَائِرِ الْاَئِمَّةِ الْاِثْنٰى عَشَرَ
(ع) بِاَسْمَائِهِمْ وَاَلْقَابِهِمْ نَظْمًا وَنَثْرًا
وَلَا يَذْكُرُ اَحَدٌ مِنْهُمْ اِلَّا مَوْصُوْفًا بِالْاِمَامَةِ

مِمَّا يُعَدُّ عِنْدَ الْعَامَّةِ مِنَ الْغُلُوِّ وَالْمُنْكَرَاتِ
الْأَزِمَاتِ الَّتِي كَفِيمَا يَرَاى مِنْ تَصَانِيفِهِمْ بَلْ
فِي جَمِيعِ مُحَاوَرَاتِهِمْ۔
(الذریعة الی تصانیف الشیعه۔ جلد ۶
ص ۲۴۴ تا ۲۴۷ مطبوعه بیروت طبع جدید)

ترجمہ: "حبیب السیر، فی اخبار افراد البشر، فارسی زبان میں لکھی گئی ایک بہت بڑی تاریخ کی کتاب ہے۔ جس کی تین جلدیں ہیں۔ اسے غیاث الدین محمد بن ہمام الدین نے تصنیف کیا..... اس کو پھر ایک بہت بڑی جلد میں اکٹھا کر دیا گیا۔ اس کتاب کے شروع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجنے کے بعد یہ کہا۔ (خاص کر صلوٰۃ امام المسلمین امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب پر ہوں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور آپ کے علم کے وارث اور خلیفہ ہیں۔ جن کے بارے میں حضور نے فرمایا۔ میں علم کا شہر اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ اور جن کو یا اعزاز ملا۔ کہ اے علی تو میرے نزدیک یوں ہے جیسے موسے کے نزدیک ہارون کا مقام مرتبہ تھا۔ عجائب وغرائب کے مظہر اور مسلمانوں کے امیر و امام ہیں اس کے بعد بہت سے فارسی شعروں کے ذریعہ اور نثر کے ساتھ حضرت علی المرتضےٰ کی تعریف لکھی۔ اور یوں لکھا۔ اللھم صل علی المصطفیٰ وعلی المرتضیٰ و سائر الائمۃ المعصومین۔

اسی مصنف کی ایک اور کتاب بھی ہے۔ جس میں امیر عالم سیر کے اخلاق اور کمالات بیان کئے گئے ہیں۔ یہ اس کی آخری تصنیف ہے

اور اس میں اس نے اپنے عقائد کھل کر بیان کیے۔ جو اس سے پہلے تصانیف میں صراحت کے ساتھ نظر نہیں آتے۔ جلد اول کی جزو رابع میں لکھا وہ یقیناً بہت سی احادیث نبویہ اس بات پر صراحت کرتی ہیں۔ کہ حضور کے بعد امارت اور خلافت حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے لیے تھی۔ ان کے سوا، کوئی دوسرا لائقِ امامت نہ تھا۔ لیکن لوگوں نے بے اعتنائی برتی۔ کیونکہ مشرکین کے ساتھ جہاد میں ان کے جبت سے رشتہ دار کام آ گئے تھے۔ امام برحق سے منہ موڑ کر لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کر لی۔ ان کی سب سے پہلے بیعت کرنے والے عمر بن خطاب تھے پھر جلد ثانی کی جزو اول میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب تحریر کیے۔ اور قرآن کریم و احادیث نبویہ سے ان کی امامت کے دلائل بھی ذکر کیے۔ ان کے علاوہ بارہ ائمہ معصومین کے بھی فضائل کا تذکرہ کیا ہے۔ اُن کے اسمائے گرامی اور القابات کے ذریعہ نظم و نثر میں ان صفت امامت و عصمت کا تذکرہ بھی کیا۔ ان کے علاوہ ان حضرات کے بارے میں کچھ ایسی باتیں بھی ذکر کیں۔ جو غلو اور منکرات میں شامل ہیں۔ ان غلو اور منکرات کے قائل اہل سنت ہیں۔ اور ان باتوں کا غلو اور منکر ہونا ان کی بہت سی تصانیف میں موجود ہے۔ اور ان کے محاورات بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

صاحب الذریعہ نے حبیب السیر کے مصنف کو بالدلائل شیعہ ثابت کیا۔ اور وہ بھی ان کی اپنی عبارات کی روشنی میں

مثلاً۔

(۱) حضرت علی المرتضٰے رض کو وصی رسول کہا اور خلیفہ بلافصل کہا۔
(۲) حضرت علی المرتضٰے رض اور ائمہ پر صلوۃ وسلام کا شیعی انداز۔
(۳) امامت اور خلافت کے حقیقی حق دار حضرت علی المرتضٰے رض تھے۔
(۴) لوگوں نے حقیقی خلیفہ کو چھوڑ کر ابوبکر صدیق کی بیعت کر لی۔
(۵) حضرت علی المرتضٰے رض کی امامت و خلافت پر دلائل لکھے۔
(۶) تمام ائمہ اہل بیت معصوم تھے۔
(۷) ان کے فضائل و مناقب میں ایسی باتیں بھی لکھیں جسے سنی "منکرات" سمجھتے ہیں۔

ان عقائد و نظریات کا حامل "اہل سنت کا معتبر عالم" کیا ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حبیب السیر کا مصنف پکا شیعی امامی ہے۔ اب ایسے شخص کی عبارت سے حضرت امیر معاویہ رض اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اچھی توقع رکھنا عبث ہے۔ اس لیے نجفی وغیرہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو یہ اعتراض کیا۔ کہ انہوں نے حضرت عائشہ رض کو دھوکے سے گڑھے میں گرا کر مارا تھا۔ بالکل ناقابل یقین بات ہے۔ یہی اعتراض شیعہ لوگ تقریباً ہر کتاب میں بیان کرتے اور اس پر بغلیں بجاتے ہیں۔ ہم نے اس کی تفصیل بحث مطاعن امیر معاویہ رض میں ذکر کر دی ہے۔ اس مقام کے مناسب اس اعتراض کا ایک جواب یہ بھی ہے۔ کہ یہ اعتراض کسی سنی نے نہیں بلکہ غالی شیعہ نے لکھا ہے لہٰذا اس کا جواب دینا ہمارے ذمہ نہیں۔ کیونکہ اس نے بلا دلیل اپنے بغض کا اظہار کیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

۵
کتاب پنجم

تاریخ یعقوبی مصنفہ احمد ابن ابی یعقوب عباسی

غلام حسین نجفی وغیرہ نے تاریخ یعقوبی کو بھی دیرینہ عادت کی طرح اہل سنت کی معتبر کتاب کے طور پر پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ کٹر امامی شیعہ ہے۔ سب سے پہلے اس کتاب کے بارے میں سہم مسموم کی ایک عبارت ملاحظہ ہو۔

طلحہ اور زبیر کی پیش نمازی کے بارے میں لڑائی

سہم مسموم:

فَلَمَّا حَضَرَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ تَنَازَعَ طَلْحَةُ
وَالزُّبَيْرُ وَجَذَبَ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا صَاحِبَهُ
حَتّٰى فَاتَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ وَصَاحَ النَّاسُ
اَلصَّلٰوةُ اَلصَّلٰوةُ يَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ فَقَالَتْ
عَائِشَةُ يُصَلِّيْ مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ يَوْمًا
وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ يَوْمًا فَاصْطَلَحُوا عَلٰى ذَالِكَ

ترجمہ:
جب وقت نماز ہوا طلحہ وزبیر کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کو پیچھے ہٹاتا تھا۔ (اور خود امامت کے لیے آگے بڑھتا تھا) حتیٰ کہ نماز قضا ہو گئی۔ لوگوں نے شور و غل مچایا کہ اے اصحاب محمد نماز کا خیال کرو۔ پس وڈی اماں عائشہ جی نے فرمایا۔ کہ ایک دن محمد بیٹا طلحہ کا جماعت کرائے۔ اور ایک دن عبداللہ بیٹا زبیر کا نماز پڑھائے۔ پس دونوں نے اپنی سالی کے فیصلے پر صلح کر لی۔ (دسھو مسموم ص ۲۱۷)

جواب:
غلام حسین نجفی نے کس ڈھٹائی سے تاریخ الیعقوبی کو اہل سنت کی معتبر کتاب لکھا۔ اور پھر اس کے حوالہ سے دو جلیل القدر صحابہ کی شان میں ہرزہ سرائی کی۔ تاریخ یعقوبی کے مصنف کا نام احمد بن ابن یعقوب ہے۔ اور اس کے بارے میں ایک شیعہ کتاب سے اس کا مسلک ملاحظہ ہو۔

مؤرخ یعقوبی پختہ امامی شیعہ ہے شیعہ مصنفین کا فیصلہ

الذریعہ الی تصانیف الشیعہ

(تاریخ یعقوبی) للمؤرخ الرحالۃ لاحمد بن ابی یعقوب اسحاق بن جعفر بن وهب بن واضح الکاتب العباسی المکنی بابن واضح

وَالْمَعْرُوْفُ بِالْيَعْقُوْبِي الْمُتَوفّٰی ۲۸۴ صَاحِبُ
كِتَابِ الْبُلْدَانِ الْمَطْبُوْعِ فِيْ لِيدن قبلا
وَفِي النَّجَفِ سنه ۱۳۵۷ وَتَارِيْخُهُ كَبِيْرٌ فِيْ جُزْئَيْنِ
اَوَّلُهُمَا تَارِيْخُ مَا قَبْلَ الْاِسْلَامِ وَالثَّانِيْ فِيْمَا
بَعْدَ الْاِسْلَامِ اِلٰى خِلَافَةِ الْمُعْتَمَدِ الْعَبَّاسِي
سنه ۲۵۲ طُبِعَ جُزْءَانِ فِيْ لِيدن سنه ۱۸۸۳ كَمَا فِيْ
مُعْجَمِ الْمَطْبُوْعَاتِ وَفِيْهِ اِنَّ ابْنَ وَاضِحٍ شِيْعِيُّ
الْمَذْهَبِ وَفِيْ (اِكْتِفَاءِ الْقُنُوْعِ) اَنَّ الْيَعْقُوْبِيَّ
كَانَ يَمِيْلُ فِيْ غَرْضِهٖ اِلَى التَّشَيُّعِ دُوْنَ السُّنِّيَّةِ
(الذریعه الی تصانیف الشیعه تصنیف آقا بزرگ
تهرانی جلد سوم ص ۲۹۶ مطبوعه بیروت جدید)

ترجمہ:

تاریخ یعقوبی احمد بن ابی یعقوب الکاتب عباسی کی تصنیف ہے اس کی کنیت ابن واضح اور یعقوبی کے نام سے مشہور ہے ۲۸۴ میں فوت ہوا۔ کتاب البلدان بھی اس کی تصنیف ہے۔ جو لندن میں پھر نجف میں ۱۳۵۷ھ میں چھپی اس کی تاریخ کی کتاب دو جزوں میں ہے۔ پہلی جز میں اسلام سے پہلے کی تاریخ ہے۔ اور دوسری جلد میں اسلام کے بعد کے حالات درج ہیں۔ جو عباسی خلیفہ معتمد کے دور تک ہے۔ دونوں جزیں ۱۸۸۳ھ میں لندن میں شائع ہوئیں۔ اور معجم المطبوعات میں ہے۔ کہ ابن واضح مذہب کے اعتبار

تھا۔ اور سنیت اس کا مسلک نہ تھا۔

الکنیٰ والالقاب؛

احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب بن واضح کاتب و نویسندہ عباسی و شیعہ امامی است جدش از موالی و طرفداران منصور دوانیقی بود و او مرد سیاحے بود کہ مسافرت را دوست میداشت و در شرق و غرب بلاد اسلامی گردش کردہ و در سال ۲۶۰ وارد ارمینیہ شد آنگاہ مسافرت بہند نمود و از آنجا برگشت بمصر و بلاد مغرب و در سیاحتش کتاب بلدان را تالیف کرد و تاریخے دارد بنام تاریخ یعقوبی و غیر اینہا در سال ۲۸۴ وفات نمود (الکنیٰ والالقاب (فارسی) جلد چہارم ص ۳۵۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: احمد بن ابی یعقوب جو کاتب اور منشی تھا۔ عباسی اور امامی شیعہ تھا اس کا دادا منصور دوانیقی کے آزاد کردہ غلاموں اور طرفداروں میں سے تھا۔ یہ شخص (احمد بن ابی یعقوب) سیاح تھا۔ اور ہر وقت سفر میں رہتا تھا۔ مشرق و مغرب کے مختلف اسلامی ممالک میں پھرا۔ ۲۶۰ میں ارمینیہ گیا۔ وہاں سے ہندوستان اور پھر مصر لوٹا۔ اس کی ایک سیاحی کے موضوع پر کتاب بھی ہے۔ جس کا نام کتاب البلدان ہے۔ ایک فن تاریخ پر کتاب لکھی۔ جو تاریخ یعقوبی کے نام سے مشہور ہے اس کے علاوہ اور بھی اس کی تصانیف ہیں۔ ۲۸۴ میں اس نے وفات پائی۔

اعیان الشیعہ؛

مؤلفو الشیعۃ فی التاریخ والسیر والمغازی

والیعقوبی احمد بن ابی یعقوب بن واضح کان ...

اَلْمَعْرُوْفُ بِتَارِیْخِ الْیَعْقُوْبِیِ مَطْبُوْعٌ فِیْ لِیدن فِیْ مُجَلَّدَیْنِ مِنْ اِبْتِدَاءِ الْخَلِیْفَۃِ اِلٰی ۲۵۹۔

(اعیان الشیعہ تصنیف امام سید محسن الامین جلد اول ص ۵۴ امطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ: تاریخ، سیرت اور مغازی پر شیعہ مصنفین کی تصانیف۔ تاریخ لیعقوبی، اس کا مصنف احمد بن ابی لیعقوب واضح ہے۔ یہ تاریخ دو جلدوں میں لنڈن میں شائع ہوئی۔ پہلی جلد ابتداء خلیفہ سے ۲۵۹ تک یعنی خلیفہ معتمد کے زمانہ تک پھیلی ہوئی ہے۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ تین کتب سے تاریخ لیعقوبی کے مصنف کے نظریات کے بارے میں ہم نے حوالہ جات پیش کیے۔ ان کتب کے مصنفین کا زندگی بھر کا سرمایہ یہی تھا کہ دنیا کے سامنے اُن لوگوں کی تالیفات و تصنیفات کو روشناس کرایا جائے جو مذہب کے اعتبار سے شیعہ تھے۔ خاص کر الذریعہ الی تصانیف الشیعہ جو ۲۵ مجلدات پر مشتمل ہے۔ اپنے نام سے اپنا تعارف کرا رہی ہے۔ ان تصریحات کے بعد بھی اگر کوئی نجفی سا سر پھرا تاریخ لیعقوبی کے مصنف کو اہل سنت میں شمار کرے۔ اور اس کی تصنیف کو سنیوں کی معتبر تصنیف کہے۔ تو ایسے شخص کی ذہانت پر ماتم کرنا چاہیے۔

سیدنا حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما وہ جلیل القدر شخصیات ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی۔ ایسے حضرات کی تنقیص شان کے لیے تاریخ لیعقوبی ایسی بدعقیدہ لوگوں کی تصنیف

سے اقتباسات پیش کرنے سے ان کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اہل تشیع جب قرآن و حدیث سے حضرات صحابہ کرام کے بارے میں کوئی نقص ثابت کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ تو پھر مقہور اور مغلوب بلی کی طرح ادھر اُدھر کی لایعنی کتابوں سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ اور پوری بددیانتی سے امامی شیعوں کی کتابوں کو "اہل سنت کی معتبر کتابوں" کے عنوان سے پیش کر کے اپنے باطنی مرض کا علاج کرتے ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

کتاب ششم

صفوۃ الصفوۃ مصنف سعد ابن علی الحضرمی

گذشتہ کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی حضرات صحابہ کرام پر اعتراضات اور ان کی تنقیص شان کے مواد سے بھری پڑی ہے۔ اسے اہل سنت کی کتاب کے عنوان سے پیش کر کے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان میں ایک ناپاک عبارت لکھتے ہوئے غلام حسین نجفی نے یوں لکھا۔

سہم مسموم: جناب عمر اور ولید بن مغیرہ کا نسب پیغمبر کی نگاہ میں ایک جیسا تھا۔

ثبوت ملاحظہ ہو:۔ اہل سنت کی معتبر کتاب صفوۃ الصفوۃ جلد اول صفحہ ۱۰۳

ذکر عمر، صفوۃ الصفوۃ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَتّٰی اِذَا ثُمَّ

فَاَخَذَ بِمَجَامِعِ ثَوْبِهٖ وَحَمَائِلِ السَّيْفِ فَقَالَ مَا اَنْتَ مُنْتَهِيًا يَا عُمَرُ حَتّٰى يُنْزِلَ اللّٰهُ بِكَ مِنَ الْخِزْيِ وَالنَّكَالِ مَا نَزَلَ بِالْوَلِيْدِ بْنِ مُغِيْرَه۔

ترجمہ: (جب جناب عمر تلوار لے کر رسول اللہ کو قتل کرنے کے لیے آئے تھے۔ اور نبی کریم کو اطلاع مل گئی) پس حضور آگے حتیٰ کہ گریبان عمر اور نیام عمر سے پکڑ کر فرمایا۔ کہ تو باز آئے گا۔ اے عمر حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں اس رسوائی والی بات کی خبر دے۔ جو ولید بن مغیرہ کے متعلق دی ہے۔ (سہم مسموم ص ۴۲۴ مطبوعہ لاہور)

جواب:

اس امر سے ہر شخص واقف ہے۔ کہ شیعہ مسلک میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر تبرا بازی ایک بنیادی عقیدہ ہے۔ اس سلسلہ میں جب کسی شیعہ کو کسی کتاب سے تھوڑی سی عبارت ملتی ہے۔ تو فوراً اسے "اہل سنت کی معتبر کتاب" کے طور پر پیش کر دیا جاتا ہے۔ اسی ڈگر پر چلتے ہوئے سہم مسموم میں غلام حسین نجفی نے حضرت فاروق اعظم کی ذات پر صفوۃ الصفوۃ کے حوالہ سے الزام دھرا۔ یہ کتاب کس مسلک کے مصنف کی ہے؟ خود شیعہ محقق سے سنیئے۔

صاحب صفوۃ الصفوۃ امامی شیعہ اور علامہ حلی شیعہ کا شاگرد ہے

شیعہ علماء کا بیان

الذریعہ الی تصانیف الشیعہ:

اَلَّتِيْ هِيَ مَنْظُوْمَةٌ فِي الْهَيْئَةِ مِنْ نَظْمِ سَعْدِ بْنِ عَلِيِّ الحضرمي لابن العتايقي الشيخ كمال الدين عبد الرحمٰن بن محمد بن ابراهيم ابن العتايقي الحلي شارح "نهج البلاغة". وَمُعَاصِرُ الشَّهِيْدِ الْاَوَّلِ وَفِيْ طَبَقَتِهِ جُمْلَةٍ مِنْ تَلَامِذَةِ الْعَلَّامَةِ الْحِلِّيِّ. قَالَ فِيْ "الرِّيَاضِ" رَأَيْتُ خَطَّهُ بِالتَّارِيْخِ عَلٰى شَرْحِ نَهْجِهِ وَكَانَ تَارِيْخُهُ ٨٠٠ ". (الذريعة الى تصانيف الشيعة [illegible])

ترجمہ: کتاب صفوۃ المعارف کہ جسے سعد بن علی الحضرمی نے علم ہیئت میں لکھا اس کی شرح کا نام صفوۃ الصفوۃ ہے۔ یہ شرح ابن عتایقی شیخ کمال الدین عبد الرحمٰن بن محمد شارح نہج البلاغہ کی تصنیف ہے۔ اور اس کا مصنف شہید اول کا ہم عصر تھا۔ اور علامہ الحلی کے شاگردوں میں سے تھا۔ صاحب الریاض نے کہا کہ میں نے شرح نہج البلاغہ پر اس کے دستخط دیکھے جس کی تاریخ ۸۶ تھی۔

الکنی والالقاب: (ابن العتايقي) كَمَالُ الدِّيْنِ عَبْدُ الرحمٰن بن محمد بن ابراهيم بن العتايقي الحلي الامامي الشيخ العالم الفاضل المحقق الفقيه المتبحر كَانَ مِنْ عُلَمَاءِ الْمِائَةِ الثَّامِنَةِ مُعَاصِرٌ لِلشَّيْخِ الشَّهِيْدِ وَبَعْضِ تَلَامِذَتِهِ الْعَلَّامَةِ رحمهم الله تعالى. لَهُ مُصَنَّفَاتٌ كَثِيْرَةٌ فِي الْعُلُوْمِ رَأَيْتُ جُمْلَةً مِنْهَا فِي الْخِزَانَةِ الْمُبَارَكَةِ الْغَرَوِيَّةِ وَلَعَلَّ بَعْضَهَا كَانَتْ بِخَطِّهِ. وَلَهُ شَرْحٌ عَلٰى نهج البلاغة قَالَ (ض) وَلَهُ مَيْلٌ اِلَى الْحِكْمَةِ وَالتَّصَوُّفِ لٰكِنْ قَدْ اَخَذَ اَصْلَ شَرْحِهِ مِنْ شَرْحِ ابْنِ مِيْثَمٍ وَكَانَ تَارِيْخُ فَرَاغِهِ مِنْ تَصْنِيْفِ الْمُجَلَّدِ الثَّالِثِ مِنْ شَرْحِهِ عَلَى النَّهْجِ فِيْ شَعْبَانَ سَنَةَ ٨٠ ".

(الکنی والالقاب

ترجمہ: ابن العتایقی کمال الدین عبدالرحمن بن محمد بن ابراہیم بن عتایقی الحلی الامامی بہت بڑا شیخ، عالم، فاضل محقق، فقیہ اور آٹھویں صدی کے علماء میں سے تھا۔ شیخ شہید اول کا ہم عصر اور علامہ کے شاگردوں میں سے تھا۔ اس کی کئی علوم میں تصانیف ہیں۔ میں نے ان میں سے بعض تصانیف غرویہ کے خزانہ مبارکہ میں دیکھیں۔ اور ان میں سے بعض کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ابن عتایقی کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی ہیں اسی مصنف کی ایک شرح نہج البلاغہ بھی ہے۔ اگرچہ یہ تصوف و حکمت کی طرف مائل تھا۔ لیکن نہج البلاغہ کی شرح کرتے وقت ابن میثم کی شرح اس کے پیش نظر تھی۔ اور اس کے مواد اکٹھا کر کے شرح لکھی۔ اس کی شرح تیسری جلد سے شعبان ۷۸۶ھ میں یہ فارغ ہوا۔

لمحہ فکریہ:

ناظرین کرام! یہ حقیقت ہے۔ کہ جب کسی کتاب کے مصنف کے بارے میں اہل تشیع میں اختلاف ہو۔ اور اس کا مذہب معلوم نہ ہو سکتا ہو تو اس کا فیصلہ "الذریعہ الی تصانیف الشیعہ" سے کیا جاتا ہے۔ جس کتاب اور مصنف کا تذکرہ اس میں مل جائے۔ وہ پکا شیعہ ہے۔ اسی طرح کتاب الکنیٰ والالقاب جو اہل تشیع کے ہاں محقق شہید اور مورخ الکبیر کی تصنیف ہے۔ اس محقق اور مورخ کا نام شیخ عباس قمی ہے۔ یہ بھی کسی شخص کے مذہب کے بارے میں فیصلہ کن کتاب سمجھی جاتی ہے

ان دونوں کتابوں میں "صاحب صفوۃ الصفوۃ" کے شیعہ ہونے کی تصدیق کی گئی۔ اس کے ہوتے ہوئے پھر ابن عتایقی کی کتاب صفوۃ الصفوۃ کو "اہل سنت کی معتبر کتاب" کہنا بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟ لیکن غلام حسین نجفی وغیرہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر الزام دھرنے کے لیے اس بے چارے کو بھی سنیوں میں لا کھڑا کیا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ بھی اس کے "تقیہ" کا ایک انداز ہو۔ جب ان کے مذہب میں تقیہ کے رنگ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو گالی تک نکالنا باعث نجات ہے (نہج البلاغۃ خطبہ ۵۷ ص ۹۲) تو پھر ایک امامی، ماتمی، اور گستاخ صحابہ کو اگر تقیہ کے طور پر سنی کہہ دیا۔ تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

کتاب ہفتم

مروج الذہب مصنفہ علی بن حسین مسعودی

ایک سے زائد حوالہ جات کے ذریعہ غلام حسین نجفی وغیرہ نے مروج الذہب کو بھی "اہل سنت کی معتبر کتاب" کہہ کر پیش کیا۔ اور پھر اس کی عبارات سے اپنے مذموم مقاصد اور باطل عقائد پر دلائل پیش کر کے مقصد برآری کی کوشش کی۔ صرف ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔

سہم مسموم	بنو اُمیہ کے زمانہ میں قتل حسین رضی اللہ عنہ کی خوشی میں دس اونٹنیوں کے نحر کرنے کی منت

۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب مروج الذہب جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۱۵۲ طبع بیروت ذکر اخبار الحجاج۔

۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۴۶۶۔ اختصار کی خاطر صرف ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

ترجمہ: حجاج بن یوسف نے اپنے ایک چچے عبداللہ بن ہانی کے عرب کے دو سرداروں کی بیٹیوں سے شادی کی اور پھر اس سے کہا کہ ہم نے تمہاری عزت بنا دی۔ تو عبداللہ بن ہانی

۱ - ہماری کسی بزم میں عبدالملک کو برا بھلا نہیں کہا گیا۔
۲ - جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہماری قوم کا ستر آدمی تھا۔ اور ابوتراب کے ساتھ صرف ایک آدمی تھا۔
۳ - جنگ کربلا کے موقعہ پر ہماری ہر عورت نے منت مانی تھی۔ کہ اگر حسین بن علی رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے۔ تو ہم دس اونٹنیوں کی قربانی دیں گی۔ اور انہوں نے دی بھی ہے۔
۴ - ہماری قوم کے جس مرد کو یہ کہا گیا ہے۔ کہ ابوتراب کو گالیاں دو اور لعنت کرو۔ تو اس نے حسن و حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ان کی ماؤں کو بھی گالیاں دی ہیں۔ حجاج نے کہا۔ بخدا یہ فضائل ہیں۔ پھر عبداللہ نے کہا۔ کہ جو حسن و جمال ہماری قوم میں ہے۔ وہ کسی میں نہیں۔ حجاج ہنس پڑا۔ عبداللہ نے کہا یہ بھی ہماری فضیلت ہے۔ حجاج نے کہا بھائی اسے رہنے دو۔ کیونکہ عبداللہ بن ہانی انتہائی درجہ کا بدشکل تھا۔ اس کے منہ پر چیچک کے داغ تھے۔ اس کی باچھ ٹیڑھی تھی۔ ایک آنکھ سے بھینگا تھا۔ اور سر میں بڑی بڑی رسولیاں تھیں۔ (ذبح مسموم ص ۱۱۲ مطبوعہ لاہور)

جواب:

ذبح مسموم میں بحوالہ شرح ابن ابی الحدید اور مروج الذہب میں جو عبارت لکھی گئی۔ ان دونوں کتابوں میں سے شرح ابن ابی الحدید کے متعلق ہم گزشتہ صفحات میں تحریر کر چکے ہیں۔ کہ یہ ایک شیعہ مصنف کی تصنیف ہے۔ اس لیے اس کے بارے میں مزید لکھنا فضول ہو گا۔ ہاں مروج الذہب کے بارے میں چند حوالہ جات درج کیے جاتے ہیں۔ جو کتب شیعہ سے ماخوذ ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بعد اس کتاب اور اس کے مصنف کے بارے میں حقیقت سامنے آ جائے گی۔

مسعودی غالی شیعہ ہے اس نے شیعہ عقائد کے اثبات پر کتابیں لکھیں ہیں

الذریعہ الی تصانیف الشیعہ

(الصَّفْوَةُ) فِي الْإِمَامَةِ لِأَبِي الْحَسَنِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ الْمَسْعُودِيِّ صَاحِبِ "مروج الذهب" الْمُتَوَفَّى بمصر ۳۴۶ ذَكَرَهُ النَّجَاشِيُّ وَصَرَّحَ بِهِ فِي أَوَّلِ "مروج الذهب"۔ (الذريعه الى تصانيف الشيعه جلد ۱۵ ص ۴۷)

ترجمہ: الصفوۃ نامی کتاب ابوالحسن علی بن حسین مسعودی کی تصنیف ہے۔ جسے اس نے مسئلہ امامت کے موضوع پر لکھا ہے مصنف "مروج الذھب" کا بھی مصنف ہے۔ جو ۳۴۶ میں مصر میں انتقال کر گیا۔ اس کا نجاشی نے ذکر کیا۔ اور مروج الذھب کے شروع میں اس کی تصریح موجود ہے۔

الکنی والالقاب:

مسعودی شیخ و بزرگ تاریخ نگاران و مستند اہلجناب ابوالحسن علی بن حسین بن علی مسعودی ہذلی عالمی بزرگوار و نورانی کہ او را علامہ (رہ) در قسم اول از خلاصہ الرجالش ذکر کردہ و گفتہ۔ کہ برائے او کتابیست در امامت وغیرہ آں کہ از آنست کتابی در اثبات وصیت حضرت علی ابن ابی طالب

علیہ السلام وادست صاحب کتاب مروج الذہب علامہ مجلسی رہ در مقدمہ پیش گفتار بحار فرمودہ و مسعودی را نجاشی در فہرستش از راویانِ شیعہ شمردہ و گفتہ او راست کتاب اثبات الوصیہ لعلی ابن ابی طالب علیہ السلام و کتاب مروج الذہب درسال ۳۳۳ برابر (۳شلج) از دنیا رفت و بعضی ہم گفتہ اند تا سال ۳۴۵ برابر (شمہ) زلیست۔

(الکنی و الالقاب عربی جلد سوم ص ۱۸۴)

(الکنی و الالقاب فارسی جلد چہارم ص ۲۲۱ تصنیف شیخ عباس قمی تذکرہ مسعودی۔)

ترجمہ: مسعودی ہذلی جس کا نام ابوالحسن علی بن حسین بن علی ہے۔ بہت بڑا شیخ اور مؤرخین میں سے بزرگ اور ان کا مستند ہونے کے ساتھ ایک بہت بڑا عالم تھا۔ علامہ نے اسے خلاصۃ الرجال کی قسم اوّل میں ذکر کیا۔ اور کہا کہ اس کی ایک کتاب امامت وغیرہ کے مسئلہ پر ہے جس میں اس نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے اثبات پر بہت کچھ لکھا ہے۔ مروج الذہب بھی اسی کی تصنیف ہے۔ علامہ مجلسی نے مقدمہ میں اور بحار الانوار کی عبارت شروع کرنے سے قبل اس کا تذکرہ کیا۔ اور نجاشی نے اسی مسعودی کو اپنی فہرست میں ان راویوں میں شمار کیا ہے۔ جو شیعہ مسلک رکھتے ہیں۔ اور کہا کہ اس کی ایک کتاب کا موضوع حضرت علی المرتضےٰ کی وصیت کا اثبات بھی ہے۔ کتاب مروج الذہب اسی کی تصنیف ہے۔ ۳۳۳ یا ۳۴۵ میں انتقال کر گیا۔

مسعودی تبرّا باز نہ تھا اس لیے بعض لوگ اسے شیعہ نہیں سمجھتے حالانکہ وُہ پکّا امامی ہے۔

سید ہاشم شیعی کا بیان

منتخب التواریخ:

یکے از علمائے معروف عجم در بارہ مسعودی صاحب مروج الذہب گو یداو شیعی بود بعلت آنکہ در اخبار خلفائے بنی عباس وغیرہم اقتصار بر مثالب وعیوب وطعن ولعن نکردہ است۔ واز محاسن اعمال آنان لختی بر شمردہ باآنکہ مسعودی مردے شیعی وامامی بود ودر نقل تاریخ وظیفہ مؤرخ را انجام دادہ است نہ ابراز تعصب مذہبی کردہ وہر کس داند کہ شقی ترین مردم روزگار نیز بعض صفات نیک داشتند۔ (منتخب التواریخ مقدمہ(ج) مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: ایک معروف عجمی عالم نے مسعودی کے بارے میں کہا اور دلیل یہ پیش کی۔ کہ اس نے مروج الذہب میں بنی عباس کے خلفاء کے مظالم، عیوب پر لعن طعن نہ کرنے کے علاوہ ان کے فضائل و محاسن بھی بیان کیے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ مسعودی امامی شیعہ ہے۔ اور اس نے تاریخ نویسی میں ایک مؤرخ کا کردار سامنے رکھا۔ نہ کہ مذہبی تعصب سے کام لیا۔ اور ہر شخص یہ جانتا ہے۔ کہ دنیا

قابل تعریف وستائش ہوں۔

اعیان الشیعہ:

اَبُوالْحَسَنِ عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنِ الْمَسْعُوْدِیُّ صَاحِبُ مُرُوْجِ الذَّهَبِ لَهُ كِتَابُ الْمَقَالَاتِ فِیْ اُصُوْلِ الدِّیَانَاتِ ذَكَرَهٗ فِیْ مُرُوْجِ الذَّهَبِ وَ ذَكَرَ لَهُ النَّجَاشِیُّ اَیْضًا اَلْاِبَانَةُ فِیْ اُصُوْلِ الدِّیَانَاتِ نص علی تَشَیُّعِهٖ الشَّیْخُ الطُّوْسِیُّ وَالنَّجَاشِیُّ وَ غَیْرُهُمَا وَلَهٗ مُؤَلَّفَاتٌ فِیْ اَثْبَاتِ اِمَامَةِ الْاَئِمَّةِ الْاِثْنٰی عَشَرَ وَوَهَمَ التَّاجُ السُّبْكِیُّ فِیْ ذِكْرِهٖ فِیْ طَبَقَاتِ الشَّافِعِیَّةِ كَمَا ذَكَرَ فِیْهَا الشَّیْخَ اَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ الْحَسَنِ الطُّوْسِیِّ الْمَعْرُوْفَ عِنْدَ الشِّیْعَةِ بِشَیْخِ الطَّائِفَةِ۔

(اعیان الشیعۃ جلد اول ص ۵۷ امولفوا الشیعۃ فی الفرق و الدیانات مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: ابوالحسن علی بن حسین مسعودی صاحب مروج الذہب کی ایک تصنیف کتاب المقالات فی اصول الدیانات ہے۔ اس کتاب کا تذکرہ اس نے مروج الذہب میں کیا ہے۔ نجاشی نے اس کی ایک تصنیف "الابانۃ فی اصول الدیانات" کا ذکر کیا ہے۔ اور شیخ طوسی اور نجاشی وغیرہ نے اس کا اہل تشیع

کے اثبات پر اس کی کئی ایک تصانیف ہیں۔ علامہ تاج السبکی نے طبقات شافعیہ میں اس کا ذکر کیا۔ لیکن یہ محض وہم ہے۔ یہ اسی طرح درست نہیں جس طرح ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی کو علامہ سبکی نے طبقات شیعہ میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ طوسی مذکور شیعوں کے نزدیک "شیخ الطائفہ" کے لقب سے معروف و مشہور ہے۔

مسعودی کے شیعہ ہونے پر مزید شیعہ علماء کے فیصلے

اعیان الشیعہ:

عُلَمَاءُ النُّجُوْمِ مِنَ الشِّيْعَةِ .....وَمِنْ اَفْضَلِ الْمَوْصُوْفِيْنَ بِعِلْمِ النُّجُوْمِ الشَّيْخُ الْفَاضِلُ الشِّيْعِيُّ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِي الْمَسْعُوْدِي مُصَنِّفُ كِتَابِ مُرُوْجِ الذَّهَبِ الخ... (اعیان الشیعہ جلد اول ص ۱۶۰ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:

شیعہ علماء کہ جنہوں نے علم نجوم میں شہرت پائی۔ اس علم کے علماء میں سے افضل علی بن الحسین بن مسعودی ہے۔ جو کتاب مروج الذہب کا مصنف ہے۔ یہ شخص اپنے دور کا فاضل اور شیخ تھا۔

تنقیح المقال فی علم الرجال:

اس میدان میں تحقیقی بات یہ ہے۔ کہ صاحب مروج الذہب علامہ مسعودی کے بارے میں فن رجال کے علماء کے کئی ایک اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ اِنَّهُ اِمَامِیٌّ ثِقَةٌ وَهُوَ الْحَقُّ الْحَقِیْقُ بِالْاِتِّبَاعِ۔ یقیناً وہ امامی شیعہ تھا۔ اور یہی قول حق ہے۔ اور اسے ہی حق سمجھنا چاہیئے۔ اس عبارت میں مسعودی کے متعلق دو دعوے کیے گئے۔ ایک اس کا امامی ہونا ہے۔ اس دعویٰ کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔ نجاشی اور فہرست نے اس کا تذکرہ کیا۔ لیکن اس کے مذہب کے بارے میں قطعاً قیل و قال کی۔ ہم نے مقدمہ میں بھی ذکر کیا ہے۔

۲۔ اس کا مسئلہ امامت پر مختلف کتب تصنیف کرنا اس کے شیعہ ہونے کی صراحت ہے۔

۳۔ الخلاصہ اور رجال ابن داؤد نے باب اول میں اسے صراحت کے ساتھ شیعہ لکھا ہے۔

۴۔ شہید ثانی کی تعلیق سے یہی ظاہر ہے۔ کیونکہ اس نے مسعودی کو "خلاصہ" میں شیعہ راویوں کی قسم اول میں شمار کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا ہے حالانکہ اعتراض کرنا اس کی عادت ہے۔

۵۔ وجیزہ اور بلغہ نے اسے قابل تعریف شخص لکھا۔ ان کا "قابل تعریف" وہی ہو سکتا ہے۔ جو پکا شیعہ ہو۔

۶۔ کتاب النجوم میں ابن طاؤس نے اس کے شیعہ ہونے کی تصریح کی ہے۔

۷۔ فاضل مجلسی نے بحار الانوار کے مختلف مقامات پر اپنی کتاب کے ماخذ کے طور پر کتاب الوصیہ اور مروج الذہب کو لکھا۔

۸۔ تکملہ امل الامل میں شیخ حر نے اس کا بھی تذکرہ کیا۔ حالانکہ اس نے اپنی مذکورہ کتاب میں صرف اور صرف شیعہ علماء کا ذکر کیا ہے۔

۹۔ "اثبات الوصیہ لعلی ابن ابی طالب" مسعودی کی تصنیف ہے۔ کتاب کے نام سے اس کا مسلک نظر آرہا ہے۔ (تنقیح المقال جلد دوم ص ۲۸۲، ۲۸۳ مطبوعہ تہران طبع جدید)

خلاصہ:

الذریعہ، الکنی والالقاب، منتخب التواریخ، اعیان الشیعہ اور تنقیح المقال کے حوالہ جات سے مروج الذہب کے مصنف علی بن الحسین المسعودی کے بارے میں حقائق سامنے آئے۔ ان میں سے تقریباً تمام حوالہ جات میں اس کے شیعہ امامی ہونے کی تصریح موجود ہے۔ جس پر بہت سے دلائل پیش کئے گئے۔ صاحب منتخب التواریخ نے علامہ تاج السبکی کا اسے طبقات شافعیہ میں شمار کرنا وہم قرار دیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ جن باتوں سے اس کا کچھ سُنّی ہونا معلوم ہوتا تھا۔ اس کا جواب بھی دیا۔ گویا اس کے سُنّی ہونے کا صرف وہم تھا۔ ورنہ حقیقت میں علمائے شیعہ نے اس کے امامی شیعہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے غلام حسین نجفی کا اسے سنی اور اس کی کتاب مروج الذہب کو "اہل سنت کی معتبر کتاب" لکھنا کس قدر دلیری ہے۔ اور کتنی بڑی بددیانتی اور دھوکہ دہی ہے۔ دراصل نجفی چاہتا ہے۔ کہ میں ادھر اُدھر کی کتابوں کو اہلسنت کی کتب میں کہہ کر اور انہیں "اہل سنت کی معتبر کتاب" کا عنوان دیکر قارئین کو یہ باور کراسکوں گا۔ کہ میں اپنے دعوے پر کتب اہل سنت سے بہت سے حوالہ جات

پیش کر رہا ہوں۔ اور کر سکتا ہوں۔ حالانکہ وہ کتابیں ہوتی ان کے مذہب کی ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب ہشتم

تذکرۃ الخواص مصنفہ سبط ابن جوزی

"تذکرۃ الخواص" سبط ابن الجوزی کی تصنیف ہے۔ اس سے غلام حسین نجفی نے جزع کو ثابت کرنے کے لیے لکھا۔

ماتم اور صحابہ | حضرت علی کا قبر نبی پر جزع :

اہل سنت کی معتبر کتاب تذکرۃ الخواص الامہ ص ۹۷۔

تذکرۃ الخراص الامہ:

وَ قَالَ الشَّعْبِيّ بَلَغَنِيْ اَنَّ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَقَفَ عَلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ قَالَ اِنَّ الْجَزْعَ لَيَقْبَحُ اِلَّا عَلَيْكَ وَ اِنَّ الصَّبْرَ لَيَجْمَلُ اِلَّا عَنْكَ۔

(ماتم اور صحابہ تالیف غلام حسین نجفی شیعی ص ۳۸)

ترجمہ: شعبی بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب قبر نبی پر آئے۔ تو فرمایا۔ یا رسول اللہ جزع کرنا آپ (کی مصیبت) پر قبیح نہیں۔ اور صبر کرنا آپ (کی مصیبت) پر اچھی چیز نہیں۔

جواب: جہاں تک اس عبارت سے جزع اور ماتم وغیرہ ثابت کرنے کا

معاملہ ہے۔ تو اس کو تفصیلاً ہم تحفہ جعفریہ" میں مسئلہ ماتم کی بحث میں ذکر کر چکے ہیں۔ اس کے جواب کے لیے وہاں مطالعہ کر لیا جائے۔ یہاں ہمیں سبط ابن جوزی کے بارے میں کچھ لکھنا ہے۔ کہ اس کے عقائد و نظریات کیا تھے۔ تاکہ اس کے سنی یا شیعہ ہونے کا فیصلہ کیا جا سکے۔

اب سبط ابن جوزی خود موجود نہیں۔ اس لیے اس کی تصانیف سے ہی اس کے عقائد کا پتہ چل سکتا ہے۔ لہٰذا ہم اس کی اسی کتاب یعنی "تذکرۃ الخواص" سے چند ایک باتیں درج کر رہے ہیں۔ اس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ کن عقائد کا حامل تھا۔

تذکرۃ الخواص کی شیعہ نواز عبارتیں

۱۔ جنت کے دروازے پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ۔ ص ۲۲

۲۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کرام کا اجماع نہیں ہوا تھا۔ ص ۶۰

۳۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت شر پر مبنی تھی۔ لہٰذا ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہیئے تھا۔ ص ۶۱

۴۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔ اقتلو نعثلاً۔ ص ۶۱

۵۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ نے نفس پرستی کرتے ہوئے علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو حکومت کا حق نہ دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی۔ ص ۶۲

۶۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلافت کے لائق نہ تھے۔ ص ۶۲

۷۔ عمرو ابن العاص کے بارے میں پانچ آدمی دعوے دار تھے۔ مگر یہ ہمارا

بیٹا ہے۔ ص ۲۰۱

۸۔ امیر معاویہ کے چار باپ تھے۔ اور ان کی والدہ ہندہ زانیہ تھی۔ ص ۲۰۲

۹۔ عمر فاروق نے ہندہ سے زنا کیا۔ ص ۲۰۳

۱۰۔ ولید بن عقبہ شرابی تھا۔ حالت نشہ میں نماز پڑھانے پر ان پر حد شراب لگی۔ ص ۲۰۵

۱۱۔ جب عثمان غنی نے حکم کو واپس بلانے کا ارادہ کیا۔ تو صحابہ کرام نے ان کو بُرے الفاظ سے ڈانٹ پلائی۔ ص ۲۰۹

۱۲۔ جب عثمان غنی نے حکم کا جنازہ پڑھا۔ تو لوگوں نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھنا چھوڑ دیں۔ ص ۲۰۹

۱۳۔ عثمان نے مروان کو افریقہ کا خمس یعنی بیس لاکھ دینار دیئے۔ ص ۲۰۹

۱۴۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ نے زہر دلوایا۔ ص ۲۱۲

۱۵۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ میں دفن نہ ہونے دیا۔ ص ۲۱۳

نوٹ:۔

ان الزامات سے سبط ابن الجوزی کی شخصیت نکھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ ایسے نظریات و عقائد کسی سنی کے نہیں ہو سکتے۔ ان نظریات کا جواب ہم تحفہ جعفریہ کی مختلف مجلدات میں تفصیل سے درج کر چکے ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زہر دینے کا واقعہ علاء نجم میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا امام حسن رضی اللہ عنہ کو روضۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں دفن کرنے سے روکنے کا معاملہ جلد دوم میں مذکور ہے

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع نہ ہونا۔ ان کا دورِ خلافت دورِ شر تھا۔ یہ واجب القتل تھے۔ خلافت کے اہل نہ تھے۔ نفس پرست تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایک سے زائد باپ، ان کی بیوی بدکار تھی، عمرو بن العاص کے بیٹا ہونے کے پانچ دعویدار اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زانی ہونا یہ عقائد کس کی نشاندہی کرتے ہیں؟ اب آپ خود شیعوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ سبط ابن الجوزی ہمارا تھا یا تمہارا؟

سبط ابن جوزی کے شیعہ ہونے پر شیعہ علماء کی نص

الکنی والالقاب:

سبط ابن جوزی ابوالمظفر یوسف بن فرغلی بغدادی عالم فاضل مورخ وکامل است و از اوست کتاب تذکرہ خواص الامہ در ذکر خصائص ائمہ علیہم السلام ومرآت الزمان در تاریخ اعیان در حدود چہل مجلد۔ ذہبی گفتہ در آں حکایت ہائے باو ذکر دنی آوردہ وگمان ندارم ثقہ باشد نار وا گوو گزافہ پرداز است و بالاخیرہ رافضی است پایاں۔

(الکنی والالقاب فارسی جلد سوم ص ۲۹۷ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: ابوالمظفر یوسف بن فرغلی سبط ابن جوزی بغدادی ایک عالم، فاضل اور مورخ تھا۔ تذکرۃ خواص الامراس کی تصنیف ہے۔ جس میں ائمہ اہل بیت کے خصائص ذکر کیے گئے۔ اور مرآت الزمان، تاریخ کے موضوع پر ایک اس کی تصنیف ہے۔ جو چالیس جلدوں پر مشتمل ہے ذہبی کا کہنا ہے۔ کہ اس کتاب میں بہت سے ایسی حکایات درج ہیں

جو نا قابل یقین ہیں۔ ادھر اُدھر کی ہانکنے والا، گپی اور غیر ثقہ آدمی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کٹر شیعہ ہے۔

سبط ابن جوزی کے شیعہ ہونے پر سنی علماء کی نص

میزان الاعتدال،

يُوْسُفُ بْنُ قِزَغْلِيَ الْوَاعِظُ الْمُؤَرِّخُ شَمْسُ الدِّيْنِ اَبُوْالْمُظَفَّرِ سِبْطُ ابْنِ الجوزی رُوِیَ عَنْ جَدِّہٖ وَ طَائِفَةً وَاَلَّفَ كِتَابَ مِرْاٰةِ الزَّمَانِ فَتَرَاهُ يَأْتِيْ فِيْهِ بِمَنَاكِيْرِ الْحِكَايَاتِ وَمَا اَظُنُّهٗ بِثِقَةٍ......... قَالَ الشَّيْخُ مُحْيِ الدِّيْنِ سَبَقَ السُّوْسِيُ لَمَّا بَلَغَ جَدِّيْ مَوْتَ سِبْطِ ابْنِ الْجَوْزِیْ قَالَ لَا رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانَ رَافِضِيًّا۔

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۳۳۳ مطبوعہ مصر طبع قدیم)

(ترجمہ: یوسف بن قزغلی واعظ مؤرخ شمس الدین ابو المظفر سبط ابن جوزی اپنے دادا اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے۔

اس نے "مرآۃ الزمان" نامی کتاب تالیف کی۔ اس میں تمہیں عجیب وغریب حکایات نظر آئیں گی۔ اور میں تو اسے ثقہ گمان نہیں کرتا۔...... شیخ محی الدین نے کہا۔ جب میرے دادا کو سبط ابن الجوزی کی موت کی خبر ملی۔ تو انہوں نے کہا تھا۔ اس رافضی پر اللہ تعالیٰ رحم نہ کرے۔

لسان المیزان:

یوسف بن فرغلی الواعظ العز ت خ شمس الدین ابو المظفر سبط ابن الجوزی رَوٰی عَنْ جَدِّہٖ وَ طَا ئِفَۃٍ وَ اَلَّفَ کِتَابَ مِرْاٰۃِ الزَّمَانِ فَتَرَاہُ یَأْتِیْ فِیْہِ بِمَنَاکِیْرِ الْحِکَایَاتِ وَمَا اَظُنُّہٗ بِثِقَۃٍ فِیْمَا یَنْقُلُہٗ بَلْ یُجَنِّفُ وَ یُجَازِفُ ثُمَّ اَنَّہٗ تَرَفَّضَ......کان رافِضِیًّا وَ لَمَّا ذُکِرَ اَنَّہٗ تَحَوَّلَ حَنْفِیًّا لِاَجْلِ الْمُعَظَّمِ عِیْسٰی قَالَ اِنَّہٗ کَانَ یُعَظِّمُ الْاِمَامَ اَحْمَدَ وَ یَتَغَالٰی فِیْہِ وَعِنْدِیْ اَنَّہٗ لَمْ یَنْتَقِلْ عَنْ مَذْھَبِہٖ اِلَّا فِی الصُّوْرَۃِ الظَّاھِرَۃِ۔

(لسان المیزان جلد ۷ ص ۳۲۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: یوسف بن فرغلی شمس الدین ابو المظفر سبط ابن جوزی

واعظ اور مؤرخ اپنے دادا اور دیگر لوگوں سے روایت کرتا ہے اس نے ایک کتاب "مراۃ الزمان" لکھی۔ تم اُسے دیکھو تو اس میں بہت ہی عجیب و غریب اور انوکھی روایات و حکایات پاؤ گے اور میں ان کے نقل کے بارے میں اسے ثقہ خیال نہیں کرتا۔ بلکہ وہ باتونی تھا۔ پھر اس پر مزید یہ کہ وہ شیعہ ہو گیا...... وہ شیعہ تھا۔ یہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ کہ سبط ابن جوزی اپنے استاد عیسیٰ کی وجہ سے حنفی ہو گیا تھا۔ کیونکہ جناب عیسیٰ اس کے نزدیک قابل احترام شخصیت تھی۔ امام احمد کی تعظیم میں غلو کیا کرتا تھا۔ لیکن میرے (ابن حجر عسقلانی کے) نزدیک اس کا حنفی بننا بناوٹ اور دکھلاوے کی خاطر تھا۔ درحقیقت یہ اپنے مذہب شیعیت سے نہیں پھرا تھا۔

لمحہ فکریہ:

الکنی والالقاب اور تذکرۃ الخواص کے مندرجات سے سبط ابن الجوزی کا عقیدہ و مسلک بالکل واضح ہو گیا۔ یعنی یہ کٹر شیعہ تھا۔ اور پھر لسان المیزان سے بھی معلوم ہوا۔ کہ یہ دھوکہ اور فریب دہی کی خاطر حنفی بنا ہوا تھا۔ ورنہ حقیقت میں رافضی تھا۔ اس کے ہم عصر شیخ محی الدین کے دادا نے اس کے انتقال کی خبر سُن کر بوجہ اس کے شیعہ ہونے کے یہ کلمات کہے "اللہ اس پر رحم نہ کرے کیونکہ یہ رافضی تھا"، اس سے بڑھ کر اس کے شیعہ ہونے کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ ان دلائل و شواہد کے باوجود نجفی صاحب نے قسم کھا رکھی ہے۔ کہ اپنے بڑوں کو بھی معاف نہیں کرے گا۔ اور خواہ مخواہ انہیں اہل سنت

کہے گا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع نے اس کو "حجۃ الاسلام" کا خطاب اسی لیے دیا کیونکہ سنیوں کو شیعہ اور شیعوں کو سنی بنا کر پیش کرنے میں اسے ید طولیٰ حاصل ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب نہم

ینابیع المودۃ مصنفہ حافظ سلیمان بن ابراہیم قندوزی

اس کتاب کے پہلے صفحہ پر اس کے مصنف کا نام اور مسلک یوں لکھا گیا ہے "تالیف حافظ سلیمان بن ابراہیم قندوزی حنفی"، جیسا کہ ہر قاری اس بات سے بخوبی آشنا ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک اہل بیت کے بارہ امام ہیں اور ان کے اقوال و اعمال کو یہ دین سمجھتے ہیں، بارہ اماموں میں سے ہر ایک کی امامت منصوص من اللہ ثابت کرتے ہیں۔ پھر ان بارہ حضرات کے نام کی باری آتی ہے۔ تو اہل سنت پر حجت قائم کرنے کے لیے "ینابیع المودۃ" کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ ہم سموم اور قول مقبول (جو کہ غلام حسین نجفی کی تالیفات ہیں) وغیرہ میں بیسیوں جگہ اس کتاب کے حوالہ جات نقل کیے گئے۔ اور ہر جگہ اسے اہل سنت کی کتاب کے طور پر لکھا گیا۔ بطور نمونہ ایک اقتباس پیش نظر ہے۔

"نبی کا فرمان کریم ہے کہ میرے بعد بارہ خلیفے امام اور سردار ہوں گے" اور اہل سنت کی معتبر کتاب ینابیع المودۃ میں یہ ثابت ہے۔

جواب :

صاحب ینابیع المودہ سلیمان بن ابراہیم کون تھا؟ اس بارے میں "الذریعہ" کی ایک کسوٹی پیش کرکے ہم پرکھیں گے۔ کسوٹی یہ ہے۔ کہ اگر کسی شخص کے بارے میں نظریاتی اور عقائد کا اختلاف ہو۔ تو پھر اس کی تحریرات سے اس کا فیصلا آسان ہو جاتا ہے۔ اس کسوٹی کے پیش نظر ینابیع المودہ سے چند اقتباسات (صرف ترجمہ کی صورت میں) ذیل میں رقم ہیں۔ اس بارے میں تفصیلی شواہد شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں ذکر کردیئے ہیں۔

صاحب ینابیع المودہ اپنی تحریرات کے آئینہ میں

۱۔ جابر سے روایت ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے۔
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی اخو رسول اللہ ص ۲۰۶

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ شب معراج تمام انبیاء کو جب میرے پاس اکٹھا کیا گیا۔ تو اللہ تعالی نے مجھ سے کہا۔ ان سے پوچھئے کہ تمہیں کیوں نبی بنا کر بھیجا گیا؟ انہوں نے جواب دیا۔ لا الہ الا اللہ وحدہ کی شہادت، آپ کی نبوت کا اقرار اور علی ابن ابی طالب کی ولائیت کے اقرار کے لیے ہم مبعوث ہوئے ہیں۔ ص ۲۳۸

۳۔ جب اللہ تعالی نے ارواح سے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا۔

تم سب کے امیر ہیں۔ ص ۲۴۸

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شبِ معراج میں نے جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ حَبِيْبِيْ مِنْ خَلْقِيْ اَيَّدْتُهٗ بِعَلِيٍّ وَزِيْرُهٗ وَنَصَرْتُهٗ بِهٖ۔
میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ تمام مخلوق سے مجھے زیادہ پیارے ہیں۔ میں نے علیؓ کے ذریعہ اُن کی تائید کی۔ علیؓ اُن کے وزیر ہیں۔ اور علیؓ کے ذریعہ میں نے ان کی مدد کی۔ ص ۲۵۶

۵۔ جابر جعفی کا کہنا ہے۔ کہ امام باقرؒ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے امامت امام حسینؓ کی اولاد میں رکھی ہے۔ اور ان بارہ اماموں کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف نشاندہی فرمائی۔ فرماتے ہیں۔ جب میں آسمانوں پر گیا۔ تو میں نے ان کے ساقِ عرش پر نام لکھے دیکھے۔ نور سے لکھے ہوئے بارہ نام یہ تھے۔ علیؓ حسنؓ۔ حسینؓ۔ علیؓ محمدؒ جعفرؒ موسیٰ۔ علی، محمد، علی، الحسن، محمد القائم الحجۃ المہدی۔ ص ۴۲۷

۶۔ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔
کا معنی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ امام قائم کے آنے پر سلسلہ امامت کو مکمل فرما دے گا۔ ص ۴۲۹

۷۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؓ! لوگوں کے سینوں میں چھپی چھپی کدورتوں سے ڈر۔ جنہیں وہ ظاہر نہیں کرتے۔ میرے وصال کے بعد ان کو ظاہر کریں گے۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ رو دیئے۔ اور فرمانے لگے۔ کہ جبرئیل نے مجھے بتایا ہے۔ کہ میرے بعد لوگ تم

ظہور تک رہے گا۔ ص ۴۴۰

۸۔ حضرت جابرؓ سے عبایہ بن ربعی روایت کرتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں سید النبیین ہوں۔ اور علی سید الوصیین ہیں میرے وصی میرے بعد بارہ ہوں گے۔ ان میں سے پہلا وصی علی اور آخری امام مہدی ہو گا۔ ص ۴۴۵

۹۔ ابن عباسؓ سے روایت کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا۔ میں، علی، حسن و حسین اور حسین کی اولاد میں سے نو آدمی مطہر اور معصوم ہیں۔ ص ۴۴۵

۱۰۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ خلفاء والی حدیث سے مراد بارہ ائمہ اہل بیت ہیں۔ یہ ان خلفاء پر صادق نہیں آتی جنہوں نے آپ کے وصال کے بعد خلافت سنبھالی۔ کیونکہ وہ بارہ نہیں تھے۔ ص ۴۴۶

لمحہ فکریہ:

ان دس عدد تحریرات میں صاحب ینابیع المودہ کے نظریات و عقائد کھل کر سامنے آگئے۔ باب جنت پر اہل تشیع کا کلمہ تحریر ہونا۔ تمام انبیائے کرام کو ولائت علی المرتضےٰ کے اقرار کا مکلف کرنا، تمام ارواح سے امارت و ولائت شیر خدا کا اقرار لینا، بارہ خلفاء سے مراد بارہ ائمہ اہل بیت نہ کہ خلفائے راشدین وغیرہ، اللہ تعالےٰ کا اپنے نور کا مکمل فرمانے کا مطلب سلسلہ امامت کو مکمل کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد لوگوں (خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام) کا حضرت علی المرتضےٰ پر ظلم کرنا، علی المرتضےٰ کا وصی رسول ہونا اور ائمہ اہل بیت کا معصوم ہونا یہ نظریات اہل سنت کے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ یہ تمام کے تمام عقائد اہل تشیع کے ہیں۔

سُنّی کیونکر ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ اس کے نام کے ساتھ حنفی، محض دھوکا دہی اور فریب کے طور پر لکھا گیا ہے۔ اس کی اپنی تحریرات سے اس کے نظریات کے بعد آیئے شیعہ محققین سے پوچھیں۔ کہ شیخ سلیمان بن ابراہیم صاحب در ینابیع المودہ کس مسلک سے تعلق رکھتا تھا؟ الذریعہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

صاحب ینابیع المودہ شیخ قندوزی تقیہ باز شیعہ ہے۔ اور یہ کتاب کتب شیعہ میں سے ہے: آقا بزرگ شیعی

الذریعة الیٰ تصانیف الشیعه:

(ینابیع المودہ لذوی القربیٰ) لِلشَّیخِ سُلَیْمَانَ بن ابراهیم الحنفی القندوزی البلخی۔ النقشبندی (۱۲۲۰–۱۲۹۴) ط۔ اسلامبول (۱۳۰۲) فی ۵۲۷ ص ثم فی بمبئی علی الحجر ثم طهران ۱۳۰۸ وَ بَعْدَهَا مُكَرَّرًا وَالْمُؤَلِّفُ وَإِنْ لَمْ يُعْلَمْ تَشَيُّعُهُ لَكِنَّهُ عَنُوصِيٌّ وَالْكِتَابُ يُعَدُّ مِنْ كُتُبِ الشِّيْعَةِ اَوَّلُهُ (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَلَّذِىْ اَبْدَعَ الْوُجُوْدَ) وَيَظْهَرُ مِنْهُ اَنَّ لَهُ فِيْ [illegible] ذوى القربى كِتَابٌ اٰخر سَمَّاهُ

"مشرق الاکوان"

(الذریعۃ جلد ۲۵ ص ۲۹۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: ینابیع المودۃ لذوی القربی، شیخ سلیمان بن ابراہیم الحنفی، القندوزی البلخی کی تصنیف ہے۔ جو (۱۲۲۰-۱۲۹۴) کو نقشبند میں چھپی ۱۳۰۱ میں استنبول میں، ۵۲۰ صفحات پر مشتمل چھپی۔ پھر بمبئی اس کے بعد ۱۳۰۸ میں تہران میں چھپی۔ اس کے بعد کئی مرتبہ اس کی اشاعت ہوئی۔ اس کے مصنف کا شیعہ ہونا اگرچہ غیر معلوم ہے۔ لیکن وہ غنوصی ہے۔ اور اس کی کتاب کا شمار کتب شیعہ میں ہی ہوتا ہے۔ کتاب "الحمد للہ رب العالمین الذی ابدع الوجود" سے شروع ہوتی ہے۔ اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی مودۃ ذوی القربی کے موضوع پر "مشرق الاکوان" کے نام سے بھی ایک کتاب ہے۔

جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ کسی مصنف کے نظریات وعقائد معلوم کرنے کے دو ہی طریقے ہیں۔ ایک اس کی تصانیف اور دوسرا "مصنفین" کے موضوع اور ان کے عقائد پر لکھی جانے والی کتب۔ ینابیع المودہ سے دس عدد حوالہ جات اس کے مصنف سلیمان بن ابراہیم کے شیعہ ہونے کی صراحت کرتے ہیں۔ اور معتبر شیعہ علامہ شیخ آقا بزرگ تہرانی نے بھی الذریعہ میں اس کے شیعہ ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ لہٰذا اس مصنف کا اہل سنت میں سے ہرگز شمار نہیں ہو سکتا اور اہل سنت حضرات کو اس کی کتب کی عبارات سے پریشان نہ ہونا چاہیے پھر یہ بھی بات قابل غور ہے۔ کہ اگر یہ کتاب اور اس کا مصنف سنی ہے۔

توپھر اس وقت ایران میں اس کا چھپنا اور کھلے بندوں فروخت ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ کیونکہ خمینی صاحب کے دور میں کسی ایسی کتاب کی اشاعت ہرگز برداشت نہیں کی جاسکتی۔ ان شواہد کی روشنی میں اس کے نظریات وعقائد ڈھکے چھپے نہیں رہ سکتے۔

نوٹ:

"ینابیع المودۃ" کے اگر ماخذ دیکھے جائیں۔ تو یہ کتابیں نظر آئیں گی۔

۱۔ کتاب سلیم بن قیس ہلالی۔ ۲۔ مناقب ابن شہر آشوب۔ ۳۔ نہج البلاغہ یہ تینوں کتب سبھی جانتے ہیں۔ کہ مسلک شیعہ کی معتبر کتب ہیں۔ اور ینابیع المودۃ کے راوی موفق بن احمد اور شیخ صدوق کے شیعہ ہونے میں کس کو شک ہے۔ پھر بھی نجفی وغیرہ یہی بکے جارہے ہیں۔ کہ یہ کتاب اہل سنت کی معتبر ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

کتاب دہم ۱۰

فرائد السمطین مصنفہ ابراہیم بن محمد حموینی

"فرائد السمطین" کے مصنف کا نام ابراہیم بن محمد حموینی ہے مسئلہ امامت و خلافت وغیرہ کے اثبات پر اہل تشیع اس کی کتاب کے بعض حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ اور اہل سنت کے عالم دین کے روپ میں اسے ذکر کیا جاتا ہے حالانکہ یہ شخص "تقیہ باز" شیعہ ہے۔ اور اس کی تصانیف ایسے حوالہ جات سے

عقیدہ ذکر کر چکے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم؊ اور دیگر پیغمبروں کو آگاہ کیا۔ کہ اگر تم نے پنجتن کے بارے میں حسد و رقابت سے کام لیا۔ تو سخت سزا کے مستحق ہو جاؤ گے۔ اور یہ کہ اگر تم نے مجھ سے کچھ مانگنا ہو۔ تو ان کے وسیلہ کے بغیر نہ مانگنا۔

غلام حسین نجفی نے بھی "قول مقبول" میں ایسے عقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے (اور وہ بھی اہل سنت کی طرف سے) فرائد السمطین کا حوالہ پیش کیا۔ نجفی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

قول مقبول:

"جناب زہرا کی فضیلت عالم انوار میں"

اہل سنت کی معتبر کتاب فرائد السمطین باب اول ص ۲۶

فرائد السمطین:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ اِلْتَفَتَ یُمْنَةَ الْعَرْشِ فَاِذَا فِی النُّوْرِ خَمْسَةُ اَشْبَاحٍ سُجَّدًا وَرُكَّعًا قَالَ اٰدَمُ یَارَبِّ هَلْ خَلَقْتَ اَحَدًا مِنْ طِیْنٍ مِنْ قَبْلِیْ قَالَ لَا قَالَ فَمَنْ هٰؤُلَاءِ الْخَمْسَةُ الْاَشْبَاحِ الَّذِیْنَ اَرَاهُمْ فِیْ صُوْرَتِیْ قَالَ هٰؤُلَاءِ خَمْسَةٌ مِنْ وُلْدِكَ لَوْلَا هُمْ مَا خَلَقْتُكَ هٰؤُلَاءِ خَمْسَةٌ شَقَقْتُ لَهُمْ خَمْسَةَ اَسْمَاءٍ مِنْ اَسْمَائِیْ لَوْلَا هُمْ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَا الْعَرْشَ وَلَا الْكُرْسِیَّ

وَلَا السَّمَآءَ وَلَا الْاَرْضَ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةَ وَلَا الْاِنْسَ
وَلَا الْجِنَّ فَاَنَا الْمَحْمُوْدُ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ
وَاَنَا الْعَالِيْ وَهٰذَا عَلِيٌّ وَاَنَا الْفَاطِرُ وَهٰذِهٖ
فَاطِمَةُ وَاَنَا الْاِحْسَانُ وَهٰذَا الْحَسَنُ وَاَنَا
الْمُحْسِنُ وَهٰذَا الْحُسَيْنُ اٰلَيْتُ بِعِزَّتِيْ اِنَّهٗ
لَا يَاْتِيْنِيْ اَحَدٌ بِمِثْقَالِ ذَرَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
مِنْ بُغْضِ اَحَدِهِمْ اِلَّا اُدْخِلُهٗ نَارِيْ يَا اٰدَمُ
هٰؤُلَآءِ صَفْوَتِيْ مِنْ خَلْقِيْ اُنْجِيْهِمْ وَبِهِمْ اُهْلِكُهُمْ
فَاِذَا كَانَ لَكَ اِلَيَّ حَاجَةٌ فَبِهٰؤُلَآءِ تَوَسَّلْ
فَقَالَ النَّبِيُّ نَحْنُ سَفِيْنَةُ النَّجَاةِ مَنْ تَعَلَّقَ
بِهَا نَجَا وَمَنْ حَادَ عَنْهَا هَلَكَ فَمَنْ لَهٗ اِلَى اللّٰهِ
حَاجَةٌ فَلْيَسْئَلْ بِنَا اَهْلَ الْبَيْتِ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب فرائد السمطین باب اول ص ۳۶)

ترجمہ: ملخص۔ جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ تو انہوں نے عرش کی دائیں جانب پانچ نوری پیکر رکوع وسجود میں مشغول عبادت پائے۔ آدم نے اللہ کے حضور میں عرض کی۔ کہ کیا مجھ سے پہلے تو نے کسی کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ کہ نہیں۔ آدم نے عرض کی۔ یہ نوری پیکر میری صورت میں کون ہیں۔ اللہ نے فرمایا۔ کہ یہ پانچ تیری اولاد میں سے ہیں۔ اور اگر ان کو پیدا نہ کرتا تو تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ ان پانچ کے پانچ نام میں نے اپنے ناموں سے

اور نہ ہی عرش و کرسی کو پیدا کرتا اور نہ ہی زمین و آسمان کو پیدا کرتا اور نہ ہی فرشتہ جن و انس پیدا کرتا۔ میں محمود ہوں اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں عالی ہوں یہ علی ہے۔ میں فاطر ہوں یہ فاطمہ ہے۔ اور میں احسان و محسن ہوں۔ اور یہ حسن و حسین ہیں۔

میں نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے۔ کہ جو شخص میرے پاس آئے گا۔ اور اس کے دل میں رائی برابر ان پانچ انوار کا بغض ہو گا۔ اس کو آگ میں ڈالوں گا اے آدم! یہ میری مخلوق میں چنے ہوئے ہیں۔ ان کے صدقے میں نجات دوں گا اور ان کے بغض کی وجہ سے ہلاک کروں گا۔ اے آدم! اگر تجھ کو میرے دربار میں کوئی کام پڑے۔ تو ان پانچ انوار کو وسیلہ بنا۔ اور نبی کریم نے بھی فرمایا ہے۔ ہم نجات کی کشتی ہیں۔ اور جس کو اللہ کے حضور میں کوئی حاجت پیش آئے۔ وہ ہم اہل بیت کے وسیلہ سے اللہ سے حاجت طلب کرے۔ (قول مقبول فی اثبات وحدت بنت الرسول ص ۱۲۔۱۳)

جواب:

"فرائد السمطین"، کے بارے میں "ینابیع المودۃ"، کے مصنف اپنی اسی تصنیف میں کچھ عقائد کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اگر چہ "فرائد السمطین"، ہمارے پاس نہیں۔ لیکن ینابیع المودۃ میں اس کے چند حوالہ جات ملتے ہیں۔ ان حوالہ جات کی روشنی میں آپ بخوبی اندازہ لگا سکیں گے۔ کہ محمد بن ابراہیم کون ہے؟ اور کس مسلک سے تعلق رکھتا ہے؟

ینابیع المودۃ میں مذکورہ فرائد السمطین کے چند اقتباسات

۱۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا۔ اور روتے ہوئے فرمایا۔ کچھ لوگوں کے دل میں تیرا بغض ہے۔ جو میرے بعد ظاہر کریں گے۔ یعنی تم سے خلافت چھینیں گے۔ ص ۱۳۴

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک یہودی کا سوال وجواب۔ یہودی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ جبکہ ہر نبی کا وصی ہوتا چلا آیا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کے یوشع بن نون وصی تھے۔ اس لیے آپ کا بھی وصی لازمی ہے۔ وہ کون ہے؟ فرمایا۔ میرا وصی علی ابن ابی طالب ہے۔ اس کے بعد ان کے دونوں فرزند حسن و حسین پھر ان کے بعد نو امام جو امام حسین کی پشت سے ہوں گے (وہ میرے وصی ہیں) یہودی نے پوچھا۔ مجھے ان کے نام بتلا دیجئے؟ فرمایا جب حسین رضی دنیا سے رخصت ہوں گے تو ان کے بیٹے علی، ان کے بعد ان کے بیٹے محمد، ان کے بعد ان کے بیٹے جعفر، ان کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ، ان کے بیٹے علی، ان کے بعد ان کے بیٹے محمد، ان کے بعد ان کے بیٹے علی ان کے بعد ان کے بیٹے حسن ان کے بعد ان کے بیٹے الحجۃ محمد المہدی۔ یہ ہیں بارہ ائمہ (جو میرے وصی ہوں گے ص ۴۴۰

۳۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرمایا میں، علی، حسن اور حسین اور نو افراد ان کی اولاد سے مطہر و معصوم ہوں گے۔ ص ۴۴۵

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ میرے بعد میرے خلفاء اور وصی حضرات اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق پر رحمت، بارہ حضرات ہوں گے ص ۴۴۷۔

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ذکر فرمایا ۔
وہ میرے بعد میری امت کے امام حضرت علی المرتضیٰ ہوں گے۔ اور ان کی اولاد سے وہ شخص آئے گا۔ جو القائم المنتظر کے نام سے مشہور ہو گا۔ اور جو آتے ہی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

توضیح :

حوالہ نمبر ا۔ میں صاحب فرائد السمطین کے عقیدہ کے مطابق خلفائے ثلاثہ معاذ اللہ غاصب خلافت ملی ہیں۔

۲۔ کے مطابق حضرت علی وصیِ رسول ہیں۔ اور بارہ ائمہ یکے بعد دیگرے وصی ہیں۔ لہٰذا خلفائے ثلاثہ نے حضور کی وصیت کو ٹھکرا کر اپنی خلافت کا اعلان کیا۔
۳۔ کے اعتبار سے تمام ائمہ کو معصوم کہا گیا۔ یہی چند عقائد ہیں۔ کہ جو شیعہ اور سنی کے مابین مختلف ہیں۔ شیعہ ان کے شد و مد سے قائل ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ ان عقائد کی وجہ سے صاحب فرائد السمطین محمد بن ابراہیم کٹر شیعہ ہے۔
ان حوالہ جات سے جو عقائد نظر آئے۔ اُن کی رو سے ہم پہچان گئے کہ فرائد السمطین کا مصنف ہرگز سنی نہیں ہے۔ اب دوسرا طریقہ سامنے رکھیے خود شیعہ محققین سے پوچھتے ہیں۔ کہ اس مصنف کے بارے میں تمہاری کیا تحقیق ہے۔ تو سنیئے۔

فرائد السمطین کا مصنف شیعوں کا پروردہ ہے اس لیے اس کا شیعہ ہونا ہی قرین عقل ہے۔ آقا بزرگ شیعہ الذریعہ:

وَ بِالْجُمْلَةِ تَرْجَمَ صَاحِبُ الرِّيَاضِ صَدْرَ الدِّيْنِ
اِبْرَاهِيْمَ هٰذَا فِيْ ذَيْلِ عُنْوَانِ الْمُحْتَمَلِ تَشَيُّعُهُمْ
لِلتَّلَمُّذِ عَلَى الشِّيْعَةِ وَ التَّالِيْفِ فِيْ فَضَائِلِ
اَهْلِ الْبَيْتِ اَقُوْلُ فِيْ مَكْتَبَةِ الْمِشْكَاةِ نُسْخَةٌ
مِنْ فَرَائِدِ السِّمْطَيْنِ تَامَّةٌ..... اَوَّلُهَا بَعْدَ الْبَسْمَلَةِ
تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ
لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا وَ بَعْدَ ذِكْرِ النَّبِيِّ
قَالَ وَ انْتَخَبَ لَهٗ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيًّا
اَخًا وَ عَوْنًا وَ رِدْءًا اِلٰى قَوْلِهٖ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
الَّذِيْ خَتَمَ النُّبُوَّةَ بِهٖ وَ بَدَءَ الْوِلَايَةَ
مِنْ اَخِيْهِ صِنْوِ اَبِيْهِ الْمُنَزَّلِ فَضْلُهُ النُّبُوَّةَ
مَنْزِلَةَ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى وَصِيِّهِ الْمُرْتَضٰى
الْمُرْتَضٰى عَلِيٍّ بَابِ مَدِيْنَةِ الْعِلْمِ اِلٰى قَوْلِهٖ
وَ وَصِيُّهٗ اَسَدُ اللّٰهِ الْغَالِبُ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ
طَالِبٍ وَ اٰلِهٖ وَ عِتْرَتِهِ الْمُبَارَكَةِ

فَلَكِ الْعِصْمَةِ .

(الذریعہ جلد ۱۶ ص ۱۲۶، ۱۲۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: صاحب الریاض صدرالدین ابراہیم نے اپنی اس تصنیف میں ایک عنوان باندھا وہ یہ کہ کچھ مصنفین ایسے ہیں جو مشہور و معروف شیعہ علماء کے شاگرد ہیں۔ اور انہوں نے فضائل اہل بیت پر تصانیف بھی لکھی۔ ان دو باتوں کی بنا پر ان مصنفین کے شیعہ ہونے کا احتمال ہے۔ اس عنوان کے تحت صاحب فرائد السمطین کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ میں (صاحب الذریعہ) کہتا ہوں کہ مکتبہ الشکوۃ میں فرائد السمطین کا مکمل نسخہ موجود ہے۔ اس کتاب میں بسم اللہ کے بعد تبارك الذی نزل الفرقان آیت لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و ثناء تحریر ہے۔ پھر یہ الفاظ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی المرتضیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منتخب کیا۔ آپ کے بھائی اور مددگار بنے۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں مزید لکھا۔ کہ تمام تعریفیں اس اللہ کی جس نے آپ پر دروازۂ نبوت بند کر دیا۔ اور ولایت کی ابتداء آپ کے چچازاد بھائی سے کی۔ جو آپ کے ساتھ وہ مقام و منزلہ رکھتے ہیں۔ جو ہارون کو موسیٰ کے ساتھ تھا علی المرتضیٰ آپ کے وصی ہیں۔ الرضی والمرتضیٰ ہیں۔ باب العلم ہیں آخر میں یہ کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی، اللہ کے شیر علی ابن ابی طالب

درخشندہ ستارے ہیں ۔ (یعنی معصوم ہیں)

توضیح :

"صاحب الریاض" نے دو وجوہات کی بنا پر محمد بن ابراہیم حموینی کے شیعہ ہونے کا احتمال ذکر کیا۔ لیکن آقائے بزرگ طہرانی شیعی صاحب الذریعہ نے اس کی تصنیف فرائد السمطین کے اقتباسات سے اس کا پکا شیعہ ہونا ثابت کیا ہے۔ جن باتوں سے اس کی شیعیت ثابت کی گئی وہ بالاختصار یہ ہیں۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وزیر، خلیل، رفیق اور ظہیر لکھا گیا۔

۲۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ کی تفسیر کے تحت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو امام الاولیاء لکھ کر ان کی آل واولاد کو ائمہ معصومین کہا گیا۔

۳۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وصی رسول ہیں۔ ان تین عقائد کے بعد جب اس کا شیعہ ہونا صاحب الذریعہ کے نزدیک مسلم تھا۔ تو اس نے اسی حموینی کے لیے یہ دعائیہ الفاظ اسی مذکورہ صفحہ پر لکھے۔

غَفَرَ اللّٰہُ عَنْہُ لِمُحَبَّةِ الْاَئِمَّةِ الطَّاهِرِیْنَ
وَ اَحْیَاہ عَلٰی مُتَابِعَتِهِمْ وَوِلَایَتِهِمْ وَاِمَامَتِهٖ
عَلَیْهَا وَحَشَرَہٗ مَعَهُمْ وَجَعَلَهٗ تَحْتَ لِوَائِهِمْ
سَادَةِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔

ترجمہ : ائمہ معصومین کے ساتھ محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ حموینی کو معاف کر دے۔ ان کی متابعت اور امامت کے عقیدہ پر اسے [illegible] کو حشر ونشر کرے سادات اولین وآخرین

کے سرداروں کے جھنڈے تلے اُسے بگردے۔

مذہب شیعہ میں صرف اور صرف اہل تشیع کے لیے دعائے مغفرت ہے۔ فروع کافی میں مذکور ہے۔ کہ اگر کوئی اہل سنت مرجائے۔ تو اس کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کی جائے۔ اور اگر بامر مجبوری شرکت کرنی پڑے۔ تو اس کے لیے مغفرت کی دُعا کرنا حرام ہے۔ بلکہ اس کی بجائے لعنت کی دعا کرے۔ آقائے بزرگ طہرانی نے کلمات دعائیہ کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ فرائد السمطین کا مصنف اِن کا اپنا ہے۔ اور یقیناً ایسا ہی ہے۔ ان تصریحات، کے بعد حموینی کی شخصیت نکھر کر سامنے آگئی۔ اب اسے سنی عالم اور اس کی تصنیف کو اہل سنت کی معتبر کتاب قرار دینا "ظلم عظیم" سے کم نہیں۔ قول مجہول کے نامقبول و نامعقول انداز سے اس کے مؤلف لایعقل نجفی جعفی کی بے ایمانی بھی ظاہر ہو گئی۔

(فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَار)

کتاب یازدہم

مقتل ابی مخنف مصنفہ لوط بن یحییٰ

اہل تشیع کے ہاں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں ماتم کرتے ہوئے خون بہانا جائز ہے۔ جب اس پر اہل سنت کی طرف سے اعتراض ہوتا ہے تو اس وقت "مقتل ابی مخنف" کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ اور اسے اہل سنت کی معتبر کتاب لکھ کر اتمام حجت کرتے ہیں۔ آئیے پہلے ان کا ایسا کرنا ثابت کرلیں۔ "مقتل [illegible]

ماتم اور صحابہ:

"ماتم حسین رضؓ میں سیدہ زینب رضؓ کا خون بہانا"

اہل سنت کی معتبر کتاب مقتل ابی مخنف بحوالہ ینابیع المودۃ ص۔ ۳۵۰ پر ہے۔

فَلَمَّا رَأَتْ زَيْنَبُ رَأْسَ أَخِيْهِ قَدْ أَتَوْ
بِالرُّؤُسِ مَقَدَّمًا عَلَيْهَا نَطَحَتْ جَبْهَتَهَا
بِمُقَدَّمِ الْأَقْتَابِ خَرَجَ دَمٌ مِنْهَا۔

ترجمہ: جب حضرت زینب بنت علی نے اپنے بھائی کے سر کو دیکھا۔ جو سب سروں کے آگے آگے تھا۔ (اب چونکہ بازار کوفہ ہے اور مصیبت کی انتہا ہے۔ نبی زادیوں پر لوگ صدقہ کی کھجوریں پھینک رہے ہیں۔ قتل امام مظلوم کی خوشی میں طبل بجائے جا رہے ہیں۔ بازار سجے ہوئے ہیں۔ نواسۂ رسول کا سر نیزہ پر ہے۔ اور نبی کی نواسیاں سر برہنہ اونٹوں پر سوار ہیں۔ آل نبی کی بے بسی کا یہ عالم ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ بھی رحم کھائے ہوئے ہیں) ایسی حالت میں ام المصائب نے اپنا سر چوب محمل پر مارا اور خون جاری ہو گیا۔ بہن کا سر اور بھائی کا سر ہم رنگ ہو گئے۔

(ماتم اور صحابہ تصنیف غلام حسین نجفی شیعی۔ ص ۱۵۷، ۱۵۸)

جواب:

... نجفی نے مقتل ابی مخنف ... کا حوالہ پیش کیا

گویا حوالہ ایک لیکن کتابیں دو ہو گئیں۔ جہاں تک ینابیع المودہ کا تعلق ہے۔ جو سلیمان بن ابراہیم کی تصنیف ہے۔ ہم اس کے متعلق گذشتہ اوراق میں بحث کر چکے ہیں۔ یہ تو اہل سنت کی کتاب ہی نہیں۔ اب دوسری کتاب "مقتل ابی مخنف" کے بارے میں نجفی نے جو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ ہم اس کی پردہ دری کرتے ہیں۔ اس کے مصنف کا نام لوط بن یحییٰ ہے۔ یہ وہ شخص ہے۔ جس کے کٹر شیعہ ہونے میں نہ کسی شیعہ کو شک ہے۔ اور نہ ہی سنی کو۔ اگر ہے تو نجفی اینڈ کمپنی کو۔ لوط بن یحییٰ کون ہے؟ دونوں طرف کی کتب سے ملاحظہ کیجئے۔

(صاحب مقتل ابی مخنف کے شیعہ ہونے پر سنی شیعہ علماء کی نصوص۔)

میزان الاعتدال:

لوط بن یحیی ابو مخنف اخباری تالف لا یوثق به ترکه ابو حاتم وغیره وقال الدارقطنی ضعیف وقال یحیی بن معین لیس بثقة وقال مرة لیس بشیء وقال ابن عدی شیعی محترق صاحب اخبارهم

(۱- میزان الاعتدال جلد دوم ص۔ ۳۶۰ مطبوعہ مصر)

(۲- لسان المیزان جلد چہارم ص ۴۹۲ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: لوط بن یحییٰ ابومخنف قصے کہانیاں بیان کرنے والا غیر معتبر راوی ہے۔ ابو حاتم نے اس کی روایت کو چھوڑا۔ دار قطنی نے اسے ضعیف کہا۔ یحییٰ بن معین [illegible]

مرۃ اسے لیس بشئی اور ابن عدی نے اسے شیعی کہا۔ اور سخت جلا بھنا قصہ گو تھا۔

الکنی والالقاب؛

ابومخنف لوط بن یحیی بن سعید بن مخنف بن سلیم الازدی شَیْخٌ اَصْحَابُ الْاَخْبَار بِالْکُوْفَۃَ وَوَجْہِہِمْ کَمَا عَنْ (جش) وَ تُوُفِّیَ سنۃ ۱۵۷ یُرْوِیْ عَنِ الصَّادِقِ (ع) وَیُرْوِیْ عَنْہُ ھِشَامُ الْکَلْبِیُّ وَجَدُّہٗ مخنف بن سلیم صَحَابِیٌّ شَہِدَ الْجَمَلَ فِیْ اَصْحَابِ عَلِیٍّ (ع) حَامِلاً رَایَۃَ الْاَزْدِ فَاسْتَشْہَدَ فِیْ تِلْکَ الْوَقْعَۃِ سنۃ ۳۶ وکان ابومخنف من اعاظم مؤرخی الشِّیْعَۃِ۔

(الکنی والالقاب جلد اوّل ص ۱۵۵ مطبوعہ تہران طبع جدید) تذکرہ ابومخنف

ترجمہ: ابومخنف لوط بن یحییٰ ازدی کوفہ کے اُن بڑے لوگوں میں سے تھا۔ جو واقعات اور قصہ کہانیاں بیان کرنے والے تھے یہ بات نجاشی سے منقول ہے ۱۵۷ھ میں فوت ہوا۔ امام صادق رض سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے آگے ہشام الکلبی نے روایت کی ہے۔ اس کا دادا مخنف بن سلیم صحابی تھا۔ جنگ جمل میں حضرت علی المرتضیٰ رض کے طرفداروں میں آزد کا جھنڈا اٹھائے

سنہ ۳۶ کا واقعہ ہے۔ خود ابومخنف شیعہ مؤرخین کے اکابر علماء سے تھا۔

صاحب مقتل لوط بن یحییٰ مشہور امامی شیعہ ہے
شیعہ علماء کا متفقہ فیصلہ

تنقیح المقال:۔

وَ تَنْقِيحُ الْمَقَالِ فِيْ حَالِ الرَّجُلِ اَنَّهٗ لَايَنْبَغِي التَّاَمُّلُ فِيْ كَوْنِهٖ شِيْعِيًّا اِمَامِيًّا كَمَا صَرَّحَ بِذٰلِكَ جَمَاعَةٌ وَ اِنْكَارُ ابْنِ اَبِي الْحَدِيْدِ ذٰلِكَ بِقَوْلِهٖ فِيْ شَرْحِ النَّهْجِ وَ اَبُوْمِخْنَفٍ مِنَ الْمُحَدِّثِيْنَ وَ مِمَّنْ يَرٰى صِحَّةَ الْاِمَامَةِ بِالْاِخْتِيَارِ وَلَيْسَ مِنَ الشِّيْعَةِ وَلَا مَعْدُوْدًا مِنْ رِجَالِهَا۔ انتهى۔ مِنَ الْخُرَافَاتِ الَّتِيْ تَعَوَّدَتِ الْعَامَّةُ عَلَيْهَا فِيْ مَذْهَبِهِمْ وَفِيْمَا يَرْجِعُ اِلَيْهِ كَيْفَ وَقَدْ صَرَّحَ جَمَاعَةٌ مِنْهُمْ بِتَشَيُّعِهٖ بَلْ جَعَلَ بَعْضُهُمْ تَشَيُّعَهٗ سَبَبًا لِرَدِّ رِوَايَتِهٖ كَمَا هِيَ عَادَتُهُمْ غَالِبًا اَلَا تَرٰى اِلٰى قَوْلِ صَاحِبِ الْقَامُوْسِ فِيْ مَادَّةِ خ ن ف وَ مِخْنَفٌ كَمِنْبَرٍ وَ اَبُوْمِخْنَفٍ لُوْطُ بْنُ يَحْيٰى اَخْبَارِيٌّ شِيْعِيٌّ تَالِفٌ مَتْرُوْكٌ انتهى ۔

وَالْعَجَبُ الْعُجَابُ اِنَّ ابْنَ اَبِي الْحَدِيْدِ نَطَقَ

فِیْ اَنَّ عَلِیًّا وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَقَالَ ذَکَرَ هٰذِهِ
الْاَشْعَارَ وَالْاَرَاجِزَ بِاَجْمَعِهَا اَبُوْ مِخْنَفٍ لُوْط
بِنْ یَحْیٰی فِیْ کِتَابِ وَقْعَةِ الْجَمَلِ انتھٰی
فَاِنَّ نَقْلَهٗ لِتِلْكَ الْاَشْعَارِ شَاهِدٌ لِتَشَیُّعِهٖ
وَاِلَّا لَمْ یَکُنْ لِیَرْوِیْهَا کَمَا هِیَ عَادَةُ اَهْلِ السُّنَّةِ
غَالِبًا وَبِالْجُمْلَةِ فَکَوْنُ الرَّجُلِ شِیْعِیًّا اِمَامِیًّا
مِمَّا لَا یَنْبَغِی الرَّیْبُ فِیْهِ۔

(تنقیح المقال فی علم الرجال جلد دوم ص ۴۴ من ابواب اللام مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

حقیقت حال یہ ہے۔ کہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ کے امامی شیعی ہونے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ اس کے بارے میں ایک بہت بڑی محققین کی جماعت نے تصریح کی ہے۔ اگر یہ شیعہ ہے (نہج البلاغہ کی شرح میں ابن ابی الحدید کا یہ کہنا کہ اس کے شیعہ ہونے کا انکار کرنا ایک بچواس سے کم نہیں ہے۔ ”ابو مخنف محدثین میں سے ہے۔ اور ان لوگوں میں سے ہے۔ جو امامت کو بالاختیار کہتے ہیں۔ پھر ابن ابی الحدید نے یہ بھی کہا۔ کہ ابو مخنف کا شمار شیعہ رجال میں نہیں ہوتا۔ یہ وہ بچواس ہے۔ جو اہل سنت کیا کرتے ہیں۔ بھلا یہ انکار کب درست ہو سکتا ہے۔ جبکہ ایک بہت بڑی جماعت نے اس کے شیعہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ بلکہ بعض نے تو اس کی

جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ کیا صاحب قاموس کا یہ قول تمہارے پیش نظر نہیں ہے۔ جو اس نے خ ن ف کے مادہ پر بحث کے دوران کہا۔ قول یہ ہے۔ مخنف بروزن منبر ہے۔ اور ابو مخنف لوط بن یحییٰ قصے کہانیاں بیان کرنے والا شیعہ ہے۔ اس کی تالیفات قابل اخذ نہیں ہیں۔ عجیب سے عجیب تر یہ ہے۔ کہ ابن ابی الحدید نے ابو مخنف کے بارے میں شیعہ نہ ہونے کی بات کی لیکن وہ بھی اس وقت جب اس کے ایسے اشعار نقل کر چکا تھا۔ جن میں اس نے حضرت علی المرتضٰی کو رسول اللہ کا وصی کہا ہے۔ اور ان اشعار کے درج کرنے کے بعد خود ابن ابی الحدید نے لکھا ہے۔ کہ یہ اشعار اور رجزیہ کلام ابو مخنف کا ہے۔ اور اس نے انہیں کتاب واقعۃ الجمل میں لکھا ہے۔ ابن ابی الحدید کا یہ شعر ذکر کرنا ابو مخنف کے شیعہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور اگر یہ شیعہ نہ ہوتا تو اس کے اشعار کی روایت نہ کرتا۔ جیسا کہ اکثر اہل سنت کی عادت ہے مختصر یہ کہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ امامی شیعہ ہے۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ کہ جس میں شک و ریب نہیں ہونا چاہیئے۔

تنقیح المقال:

وقال النجاشی لوط بن یحیٰی بن سعید بن مخنف بن سالم اللازدی الغامدی ابو مخنف شَیْخُ اَصْحَابِ الْاَخْبَارِ بِالْکُوْفَةِ وَ وَجْهُهُمْ وَکَانَ یَسْکُنُ اِلٰی مَا یُرْوِیْهِ روی عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ...... وَصَنَّفَ کُتُبًا کَثِیْرَةً مِنْهَا کِتَابُ الْمَغَازِیْ کِتَابُ السَّقِیْفَةِ کِتَابُ

فُتُوْحِ الْاِسْلَامِ، كِتَابُ فُتُوْحِ الْعِرَاقِ، كِتَابُ فُتُوْحِ خُرَاسَانَ، كِتَابُ الشُّوْرٰى، كِتَابُ قَتْلِ عُثْمَانَ كِتَابُ الْجَمَلِ، كِتَابُ صِفِّيْن، كِتَابُ النَّهْرَوَانِ، كِتَابُ الْحَكَمَيْنِ، كِتَابُ الْغَارَاتِ كِتَابُ مَقْتَلِ اَمِيْرِالْمُؤْمِنِيْن كِتَابُ مَقْتَلِ الْحُسَيْنِ كِتَابُ مَقْتَلِ الْحَسَنِ - الخ -

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۴۳ من ابواب اللام - مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

نجاشی نے کہا۔ لوط بن یحییٰ ابو مخنف کوفہ کے قصہ کہانیاں بیان کرنے والوں میں سے ایک بڑا آدمی تھا۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے جو روایات اس نے کیں۔ اُن پر مطمئن تھا۔ اس کی بہت سی تصانیف ہیں مثلاً کتاب المغازی، کتاب السقیفہ، کتاب الردۃ، کتاب فتوح الاسلام، کتاب فتوح العراق، کتاب فتوح خراسان، کتاب الشوریٰ کتاب قتل عثمان، کتاب الجمل، کتاب صفین، کتاب نہروان، کتب الحکمین، کتاب الغارات، کتاب مقتل امیرالمومنین، کتاب مقتل حسن و حسین الخ۔

اعیان الشیعہ:

مُؤَلِّفُوْا الشِّيْعَةِ فِي التَّارِيْخِ وَ السِّيَرِ وَالْمَغَازِيْ ...... وَمِنْهُمْ اَبُوْ مِخْنَفٍ لُوْطُ بن يَحْيٰى

[illegible]

أَصْحَابُ الْأَخْبَارِ بِالْكُوفَةِ وَوَجِيهِمْ وَصَنَّفَ كُتُبًا كَثِيرَةً مِنْهَا الْمَغَازِي فتوح الشام الخ ...... وَقَالَ ابْنُ النَّدِيمِ فِي الفهرست قَرَأْتُ بِخَطِّ أَحْمَدَ بْنِ الْحَارِثِ الْخَزَّازِ قَالَتِ الْعُلَمَاءُ أَبُو مخنف بِأَمْرِ الْعِرَاقِ وَأَخْبَارِهَا وَفُتُوحِهَا يَزِيدُ عَلَى غَيْرِهِ وَالْمَدَائِنِيُّ بِأَمْرِ الْخُرَاسَانِ وَالْهِنْدِ وَفَارِسٍ۔ وَالْوَاقِدِيُّ بِالْحِجَازِ وَالسِّيْرَةِ وَقَدِ اشْتَرَكُوا فِي فُتُوحِ الشَّامِ وَاثْنَانِ مِنَ الثَّلَاثَةِ شِيعَةٌ أَبُو مِخْنَفٍ وَالْوَاقِدِيُّ۔

(اعیان الشیعة للسید محسن الامین جلد اول ص ۱۵۳ مطبوعه بیروت طبع جدید) تحت علماء الشیعة فی التاریخ والسیر والمغازی

ترجمہ: جن شیعہ علماء نے فن تاریخ، سیرت اور مغازی پر کتب لکھیں۔ ان میں سے ایک ابومخنف لوط بن یحییٰ ازدی غامدی بھی ہے نجاشی نے کہا۔ کہ یہ کوفہ کے قصہ گو لوگوں میں سے مشہور آدمی تھا۔ اس نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے مغازی، فتوح الشام الخ۔ یہ الفہرست میں ابن الندیم نے کہا۔ کہ میں نے احمد بن الحارث خزاز کے ہاتھوں سے لکھی یہ تحریر پڑھی۔ .. علماء کہتے ہیں۔ کہ عراق کے واقعات وفتوحات کے معاملہ میں ابومخنف تمام تاریخ دانوں سے آگے ہے۔ اور مدائنی خراسان اور ہند و فارس کی تاریخ میں سبقت رکھتا ہے۔ تاریخ حجاز اور سیرت کے موضوع پر واقدی کا نمبر ہے یہ تینوں فتوح الشام میں برابر ہیں۔ ان تینوں میں سے ابومخنف اور

واقدی شیعہ ہیں۔

اعیان الشیعہ:

جَمَاعَةٌ مِنَ الشِّیْعَةِ اِمْتَازُوْا عَنْ غَیْرِهِمْ فِی الرِّجَالِ وَالتَّارِیْخِ وَالْاَنْسَابِ..........

ابو مخنف لوط بن یحییٰ الازدی فی القاموس اَخْبَارِیٌّ شِیْعِیٌّ۔

(اعیان الشیعہ جلد اول ص ۱۵۶)

ترجمہ: فن رجال، تاریخ اور انساب کے معاملہ میں وہ شیعہ علماء جو دوسروں سے اس فن میں ممتاز ہیں....... ان میں سے ایک ابومخنف لوط بن یحییٰ ازدی بھی ہے۔ القاموس میں ہے۔ کہ یہ اخباری اور شیعی تھا۔

الذریعۃ:

مَقْتَلُ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِاَبِیْ مِخْنَفٍ لُوْطِ بْنِ یَحْیٰی یَرْوِیْ عَنْهُ هِشَامُ الْکَلْبِیُّ الَّذِیْ تُوُفِّیَ سنہ ۲۰۵ھ صاحب مقتل ابی عبد اللہ الحسین مقتل ابی مخنف مر بعنوان مقتل ابی عبداللہ الحسین۔ مقتل ابی عبد اللہ الحسین لابی مخنف۔

(الذریعۃ جلد ۲۲ ص ۲۹ تا ۳۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: مقتل امیر المومنین نامی کتاب ابومخنف لوط بن یحییٰ کی تصنیف

ہے۔ اس سے ہشام کلبی نے روایت کی۔ جو ۲۰۵ھ میں فوت ہوا۔
مقتل ابی عبداللہ الحسین کا مصنف بھی لوط بن یحییٰ ہے۔

نوٹ:

جیسا کہ ہر ذی علم جانتا ہے۔ کہ آقائے بزرگ طہرانی نے الذریعہ الی تصانیف الشیعہ میں ان لوگوں کی تصانیف و تالیفات کا تذکرہ کیا ہے۔ جو شیعہ ہوئے۔ جیسا کہ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ جبکہ اس کتاب میں لوط بن یحییٰ ابو مخنف کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ جو ہم الذریعہ وغیرہ کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں۔ جب ابو مخنف اور اس کی تصنیفات دونوں مسلک شیعہ پر ہیں۔ تو پھر اس کو سنی کیونکر سمجھا جائے۔

لمحہ فکریہ:

ابو مخنف لوط بن یحییٰ کے بارے میں اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کی کتب کے حوالہ جات ملاحظہ کرنے کے بعد اس کی حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ مسلک اہل سنت کے حوالہ سے اسے ایسا شیعہ لکھا گیا۔ جو حضرات صحابہ کرام سے حسد و بغض اور ان کے فضائل و مناقب سے چڑنے والا تھا۔ اور کتب شیعہ نے اسے ان شیعوں میں سے ایک ممتاز شیعہ لکھا ہے۔ جو فن تاریخ وغیرہ میں ید طولیٰ کے مالک تھے۔ پھر عبداللہ مامقانی صاحب تنقیح المقال نے تو ابن ابی الحدید ایسے بزرگ شیعہ کی اس بات پر مہر ثبت کر دی۔ کہ وہ ابو مخنف کو شیعہ کیوں نہیں مانتا۔ اور اس کی اس بات کو خرافات اور ایک عجوبہ قرار دیا۔ ان تمام تصریحات کے باوجود نجفی کا اسے سنی کہنا کس قدر حماقت کا مظہر ہے۔

مغالطہ:

نجفی نے مقتل ابی مخنف کا مذکورہ حوالہ ذکر کرنے کے بعد ایک اعتراض و حوالہ

بھی لکھا۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ کچھ اس کا تذکرہ بھی ہو جائے۔ اعتراض یہ تھا۔ کہ لوط بن یحییٰ کو اہل سنت کہتے ہیں کہ شیعہ ہے۔ لہٰذا اس کا حوالہ اہل سنت کے خلاف حجت نہیں بن سکتا؟ نجفی نے اس کا جواب یہ دیا۔ کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے امام ابو حنیفہ کو جناب زید بن علی کا شیعہ، لکھا ہے۔ تو پھر ان کی باتوں کو بھی سنیوں کا اعتبار کرنا چاہیئے۔ حالانکہ تقریباً تمام اہل سنت ان کے ہی مقلد ہیں۔ پھر تھا۔ کہ سنیوں کی یہ عادت ہے۔ کہ جس کا انکار کرنا ہو۔ اس کو شیعہ کہہ دیتے ہیں۔ الخ

نجفی کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ اہل سنت کی کتب میں لوط بن یحییٰ کو جو شیعہ لکھا گیا۔ وہ جان چھڑانے کے لیے ہے ورنہ وہ حقیقت میں سنی ہے۔ اب ذرا مغالطہ کو سامنے رکھیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے امام ابو حنیفہ کو زید بن علی کا جس معنی میں شیعہ لکھا۔ وہ طرفدار اور حمایتی کے معنی میں ہے۔ اور یہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی منقبت ہے اور مسلک اہل سنت کے حق میں ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ انہوں نے آڑے وقت میں بھی آلِ رسول کا دامن نہ چھوڑا۔ اور اسی کی خاطر جان بھی دے دی۔ لیکن لوط بن یحییٰ کو "شیعہ" جو کہا گیا۔ وہ اس معنی میں نہیں۔ بلکہ ایک نظریہ اور عقائد کے اعتبار سے وہ شیعہ ہے۔ جس کی کچھ تفصیل گذشتہ اوراق میں پیش کی جا چکی ہے۔ اگر دونوں ایک ہی قسم کے شیعہ تھے۔ تو ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ عصمت ائمہ کے قائل تھے۔ ؟ کیا ان کے نزدیک حضرات انبیائے کرام سے ائمہ کا درجہ بڑھ کر تھا؟ کیا وہ مروجہ ماتم کو شعار اسلام سمجھتے تھے؟

قارئین کرام! آپ بخوبی جان چکے ہوں گے۔ کہ نجفی نے مقتل ابی مخنف کو اہل سنت کی معتبر کتاب لکھ کر اپنی دوکان چمکانے کی کوشش کی ہے اور اپنے

ہم نواؤں سے بچے بچے کروانے کی خاطر یہ ڈھونگ رچایا ہے۔ تاکہ ماتمی کہہ سکیں۔ لو بھائی۔ ماتم کرنا تو سنیوں کی کتابوں سے بھی ثابت ہے۔ دین فروشی اور اپنے گرگوں کو سنیوں میں داخل کر کے کتے اور خنزیر کروانا کوئی دوسرا" حجۃ الاسلام" کیوں کرتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب دوازدھم ۱۲

حلیۃ الاولیاء مصنفہ حافظ ابو نعیم

حلیۃ الاولیاء کے مصنف کا نام حافظ ابو نعیم ہے۔ اس کے بارے میں کتب شیعہ یہی کہتی ہیں۔ کہ یہ ہمارے مسلک کا مصنف ہے۔ لیکن تقیہ پر بیرا ہو کر اس نے شیعیت چھپائے رکھی۔ اس بنا پر کچھ لوگ اسے اہل سنت میں سے سمجھتے ہیں۔ اور پھر سنیت کو بدنام کرنے کے لیے اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ غلام حسین نجفی نے بھی یہی کیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا اپنے سر پر خاک ڈالنا اس کی کتاب سے ثابت کر کے یہ کہنا چاہا۔ کہ بوقتِ مصیبت سر پر خاک ڈالنا سنیوں کی کتاب اور ان کے خلیفہ سے بھی ثابت ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

ماتم اور صحابہ:

"وقت مصیبت سر میں خاک ڈالنا سنت حضرت عمر ہے"

حلیۃ الاولیاء:

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ لَمَّا طَلَّقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَبَلَغَ ذَالِكَ عُمَرَ فَوَضَعَ التُّرَابَ عَلٰى رَأْسِهٖ وَجَعَلَ يَقُوْلُ مَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِعُمَرَ بَعْدَ هٰذَا۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب حلیۃ الاولیاء، جلد دوم ص ۵۰ تا ۵۱ حفصہ بنت عمر)

ترجمہ: راوی کہتا ہے۔ کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی حفصہ بنت عمر کو طلاق دی۔ اور یہ خبر جناب عمر کو پہنچی۔ تو عمر نے سر میں خاک ڈالی اور کہنے لگا۔ اب اس کے بعد اللہ کی بارگاہ میں عمر کی کوئی آبرو نہیں۔

قارئین۔ بیٹی کی طلاق ایک صدمہ ہے۔ لیکن آل نبی کا گھر جس طرح ویران ہوا۔ اور نواسۂ رسول امام حسین علیہ السلام جس بے دردی سے شہید ہوئے۔ یہ اہل اسلام کے لیے ایک مصیبت عظمیٰ ہے۔ منصف ذرا انصاف فرمائیں۔ کہ حفصہ کی طلاق پر حضرت عمر رضہ سر میں خاک ڈالیں تو یہ شرعاً جرم نہیں اور اگر امام حسین کی یاد میں ہم خاک ڈالیں تو یہ بدعت ہے۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۵۴، ۱۵۵ تصنیف غلام حسین نجفی)

جواب:

گزشتہ کتب کے مصنفین کے بارے میں تحقیق کا جو طریقہ ہمارے سامنے ہے۔ حلیۃ الاولیاء، اور اس کے مصنف کے نظریات وعقائد معلوم کرنے کے لیے ہم انہی دو طریقوں کو بروئے کار لاتے ہیں۔ پہلے حلیۃ الاولیاء حافظ ابونعیم کے معتقدات خود اس کی تحریروں سے ملاحظہ ہوں۔

محدث ابو نعیم کی شیعہ نواز تحریریں

در حلیۃ الاولیاء

حلیۃ الاولیاء،

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَا اَنَسُ اُسْكُبْ لِيْ وَضُوْءًا ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ يَا اَنَسُ اَوَّلُ مَنْ يَّدْخُلُ عَلَيْكَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَيِّدُ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَائِدُ غُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ وَخَاتَمُ الْوَصِيِّيْنَ قَالَ اَنَسٌ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ اِجْعَلْهُ رَجُلاً مِنَ الْاَنْصَارِ وَكَتَمْتُهُ اِذْ جَاءَ عَلِيٌّ فَقَالَ مَنْ هٰذَا يَا اَنَس فَقُلْتُ عَلِيٌّ فَقَامَ مُسْتَبْشِرًا فَاعْتَنَقَهُ ثُمَّ جَعَلَ يَمْسَحُ عَرَقَ وَجْهِهٖ بِوَجْهِهٖ وَيَمْسَحُ عَرَقَ عَلِيٍّ بِوَجْهِهٖ قَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُكَ صَنَعْتَ شَيْئًا مَا صَنَعْتَ بِيْ مِنْ قَبْلُ قَالَ وَمَا يَمْنَعُنِيْ وَاَنْتَ تُؤَدِّيْ عَنِّيْ وَتُسْمِعُهُمْ صَوْتِيْ وَتُبَيِّنُ لَهُمْ مَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ بَعْدِيْ رَوَاهُ جابر الجعفی عن ابی الطفیل عن

انس نحوہ۔

(حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۶۳، تا ۶۴، تذکرہ علی ابن ابی طالب)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے لیے تیاری کا حکم دیا۔ میں نے وضو کا اہتمام کیا۔ آپ نے وضو فرمایا۔ پھر کھڑے ہو کر دو رکعت پڑھیں۔ پھر مجھ سے فرمایا جو سب سے پہلے اس دروازے سے داخل ہوگا۔ وہ امیر المومنین، سید المسلمین اور خاتم الوصیین اور امت کا مستحق قائد ہوگا۔ میں نے دل میں ہی کہا اے اللہ! یہ آنے والا انصار میں سے ہو۔ اتنے میں حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون آیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ علی آئے ہیں۔ آپ خوشی سے کھڑے ہوئے اور ان کو گلے لگا لیا۔ پھر اپنا پسینہ ان کے منہ پر اور ان کا پسینہ اپنے منہ پر ملنے لگے۔ حضرت علی رض نے پوچھا حضور! آج آپ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا۔ وہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ایسا کرنے سے مجھے کوئی چیز کیسے روکتی۔ حالانکہ تم وہ ہو کہ میرا پیغام لوگوں تک پہنچاؤ گے۔ اور میری آواز ان کو سناؤ گے۔ اور ان کے مابین اختلاف کو واضح کرو گے۔ اس روایت جیسی روایت جابر جعفی نے ابوالطفیل کی سند سے حضرت انس رض سے ذکر کی ہے۔

نوٹ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ کلام علی المرتضیٰ کے خلیفہ بلافصل ہونے

خاتم الوصیین کا لقب بھی انہیں عطا کیا گیا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرضہ جات اور آپ کے پاس رکھی گئی امانتوں اور وعدوں کا ایفاء یہ سب حضرت علی المرتضٰے کی ذمہ داری بنتی تھی۔ لیکن ان پر عمل ابوبکر صدیق نے کیا۔ لہٰذا وہ وصیت مصطفےٰ کے پورا کرنے والے ٹھہرے۔

سلیمان بن ابراہیم صاحب ینابیع المودۃ نے ایک روایت اپنی کتاب میں درج کر کے اُسے حافظ ابونعیم کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھا ہے: "حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے شب معراج آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا۔ تو آسمان پر تمام پیغمبر جمع تھے۔ جب میں ان کے پاس پہنچا۔ تو وحی آئی۔ اے محمد! ان سے ان کی بعثت کا مقصد پوچھئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ خدا کی وحدانیت کی گواہی، آپ کی نبوت کا اقرار اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ولایت کو ماننا یہ ہماری بعثت کا مقصد ہے۔ (ینابیع المودۃ ص ۲۳۹)

حضرات انبیائے کرام سے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی امامت و ولایت کا اقرار لیا جانا کس سُنّی کا عقیدہ ہے۔؟ اگر حافظ ابونعیم سُنّی تھا۔ تو اُس مضمون کی روایت کیوں کی۔؟ اور پھر اسے شیر مادر سمجھتے ہوئے سلیمان بن ابراہیم نے اسے ینابیع المودۃ میں کیوں ذکر کیا؟

حلیۃ الاولیاء:

عَنْ اَبِیْ بَرْزَہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللّٰہَ عَہِدَ اِلَیَّ عَہْدًا فِیْ عَلِیٍّ فَقُلْتُ یَا رَبِّ بَیِّنْہُ لِیْ فَقَالَ اِسْمَعْ فَقُلْتُ سَمِعْتُ فَقَالَ اِنَّ عَلِیًّا رَایَۃُ الْہُدٰی وَاِمَامُ اَوْلِیَائِیْ

وَ نُوْرُ مَنْ اَطَاعَنِیْ۔

(حلیۃ الاولیاء جلد اول صفحہ ۶۶، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: ابی برزہ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے علی المرتضےٰ رض کے بارے میں ایک عہد لیا میں نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ اے رب! وہ عہد بیان فرما دو۔ فرمایا۔ سنو میں نے کہا سنتا ہوں۔ تو کہا۔ بے شک علی المرتضےٰ رض ہدایت کا جھنڈا، میرے اولیاء کا امام اور میری اطاعت کا نور ہے۔

اس عبارت سے بھی شیعی نظریات ٹپک رہے ہیں۔ پیغمبر آخرالزمان سے حضرت علی المرتضےٰ رض کے بارے میں عہد لیا جا رہا ہے۔ شائد اسی عہد کے پیش نظر مناقب ابن شہر آشوب نے لکھا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اگر تم نے اے محمد! علی المرتضےٰ کی ولایت کا اعلان نہ کیا۔ تو میں آپ کو عذاب دوں گا۔"

اب دوسرا طریقہ اپناتے ہوئے ہم ابونعیم کے متعلق کتب شیعہ سے چند حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ جن میں شیعہ اکابر و محققین نے بالتصریح یہ لکھا ہے کہ حافظ ابونعیم ہمارا آدمی ہے۔ اور اس کی شیعیت پختہ ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

محدث ابونعیم ملاں باقر مجلسی شیعہ کا جد اعلیٰ ہے اور خاندان مجلسی میں ابونعیم کا تشیع متوارث سے منقول ہے === شیعہ علماء

الذریعہ

تاریخ اصفہان للحافظ ابی نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران الاصفہانی المولود (۳۳۶ او ۳۳۴) والمتوفی ۴۳۰ھ کما ارخہ ابن خلکان و قبرہ فی الاصفہان فی (آب بخشان) قال فی معالم العلماء انہ عامی الا ان لہ منقبۃ المطہرین و مرتبۃ الطیبین و ما نزل من القرآن فی امیر المومنین علیہ السلام وعن الشیخ البہائی انہ اوردہ فی (حلیتہ) مما یدل علی خلوص ولائہ و ہو الجد الاعلیٰ للعلامۃ المجلسی و حکی فی (الروضات) عن الامیر محمد حسین الخواتون ابادی الجزم بتشیعہ نقلاً عن ابائہ عنہ۔

(الذریعہ الی تصانیف الشیعہ جلد سوم ص ۲۳۲
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

"تاریخ اصفہان" ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی کی تصنیف ہے اس کا سن پیدائش ۳۳۶ یا ۳۴۴ ہے۔ اور ۴۳۰ھ میں انتقال ہوا۔ یہ تاریخ ابن خلکان کی تحقیق کے مطابق ہے۔ اصفہان میں مقام آب بخشان میں اس کی قبر ہے۔ معالم العلماء میں ہے۔ کہ ابونعیم ایک عام سُنّی مصنف ہے۔ ہاں اہل بیت مطہرین کی منقبت و مرتبہ میں دو تصانیف بنام منقبۃ المطہرین، مرتبۃ الطیبین ہیں۔ اس نے قرآن کریم کی وہ آیات بھی لکھی ہیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ کی شان میں نازل ہوئیں۔ شیخ بہائی کا کہنا ہے۔ کہ ابونعیم نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں ایسی باتیں درج نہیں ہیں۔ جو اس کی اہل بیت سے محبت پر دلالت کرتی ہیں۔ ابونعیم مذکور علامہ مجلسی کا دادا ہے۔ اور "الروضات" میں امیر محمد حسین خراتون آبادی سے حکایت کی گئی ہے۔ کہ ابونعیم یقیناً اہل تشیع میں سے ہے۔ اس کا اکثر شیعہ ہرنا اس کے آباؤ اجداد سے منقول ہے۔

اعیان الشیعہ:

عَنْ رِیَاضِ الْعُلَمَاءِ اَنَّ اَبَانعیم ھذا المعروف اَنَّہٗ کَانَ مِنْ مُحَدِّثِیْ عُلَمَاءِ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَلٰکِنْ سَمَاعِیْ مِنَ الْاُسْتَاذِ مُحَمَّد باقر

اَصْحَابِنَا وَ فِيْ رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ فِيْ بَعْضِ فَوَائِدِ
سَيِّدِنَا الامير محمد حسين خاتون آبادی
سِبْطِ الْعَلَّامَةِ محمد باقر المجلسی قَالَ وَ
مِمَّنْ اَطَّلَعْتُ عَلٰى تَشَيُّعِهٖ مِنْ مَشَاهِيْرِ عُلَمَاءِ
اَهْلِ السُّنَّةِ هُوَ الْحَافِظُ اَبُوْ نُعَيْمِ المحدث
باصبهان صاحب كتاب حِلْيَةِ الْاَوْلِيَاءِ وَ هُوَ
مِنْ اَجْدَادِ جَدِّيْ العلامة ضاعف الله اِنْعَامَهٗ
وَ قَدْ نَقَلَ جَدِّيْ تَشَيُّعَهٗ عَنْ وَالِدِهٖ
عَنْ اَبِيْهِ حَتّٰى اِنْتَهٰى اِلَيْهِ اِلٰى اَنْ قَالَ وَ
لِذَا تَرٰى كِتَابَهُ الْمُسَمّٰى بِحِلْيَةِ الْاَوْلِيَاءِ
يَحْتَوِيْ عَلٰى اَحَادِيْثِ مَنَاقِبِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ
عليه السلام وَمِمَّا لَا يُوْجَدُ فِيْ سَائِرِ الْكُتُبِ
وَ لَمَّا كَانَ الْمَوْلٰى لَهُ اَعْرَفُ بِمَذْهَبِ الْوَالِدِ
مِنْ كُلِّ اَحَدٍ لَمْ يَبْقَ شَكٌّ فِيْ تَشَيُّعِهٖ
وَ عَنِ الْمَوْلٰى نِظَامِ الدين القرشی مِنْ تَلَامِذَةِ
الشيخ البهائی اَنَّهٗ ذَكَرَهٗ فِي القسم الثانی
مِنْ كِتَابِ رِجَالِهٖ نِظَامُ الْاَقْوَالِ وَ قَالَ
رَاَيْتُ قَبْرَهٗ فِيْ اِصْبَهَانَ مَكْتُوْبًا عَلَيْهِ
قَالَ رَسُوْلُ الله صلى الله عليه وسلم مَكْتُوْبٌ
عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَبْدِيْ

وَرَسُوْلِيْ وَاَيَّدْتُهُ بِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَوَاهُ
الشَّيْخُ الْمُؤْمِنُ الْحَافِظُ الثِّقَةُ الْعَدْلُ اَبُوْ
نُعَيْمٍ الخ۔ (اعیان الشیعہ جلد سوم ص ۶
مطبوعہ بیروت طبع جدید) تذکرہ ابونعیم

ترجمہ: ریاض العلماء سے منقول ہے۔ کہ ابونعیم صاحب حلیۃ الاولیاء اہل سنت کے محدثین میں سے تھا۔ لیکن میں نے جو اپنے استاد محمد باقر مجلسی سے سن رکھا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ابونعیم ہمارے علماء میں سے تھا۔ اور روضات الجنات میں امیر محمد حسین خاتون آبادی جو کہ ملا باقر مجلسی کا نواسہ ہے۔ نے کچھ فوائد ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اہل سنت کے مشہور علماء میں سے جن کے شیعہ ہونے پر مجھے اطلاع ہوئی۔ ان میں سے ایک حافظ ابونعیم محدث اصبہانی ہے جن کی تصنیف حلیۃ الاولیاء ہے۔ ابونعیم مذکور میرے دادا کے اجداد میں سے ہیں۔ میرے دادا نے ان کا شیعہ ہونا اپنے والد اور والد کے والد سے نقل کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ابونعیم تک تمام کو شیعہ ہی سے کہہ گئے۔ پھر کہا۔ کہ یہی وجہ ہے۔ کہ ان کی تصنیف حلیۃ الاولیاء میں ایسی احادیث پاتے ہو۔ جو حضرت علی المرتضیٰ کی منقبت میں ہیں یہ احادیث تمہیں دوسرے کسی مصنف کی کتاب میں نہ ملیں گی۔ جب بیٹا اپنے والد کے مذہب کو سب سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔ تو پھر ابونعیم کے شیعہ ہونے میں قطعاً شک نہ رہا۔ نظام الدین قرشی جو کہ شیخ بہائی کے شاگردوں میں سے ہے۔ اس سے منقول

درج تھی: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ساقِ عرش پر لکھا ہوا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ لاشریک ہے۔ محمد بن عبداللہ میرے بندے اور رسول ہیں۔ اور میں نے علی المرتضٰے رض کے ذریعہ ان کی تائید کی"۔
اسے شیخ حافظ ابونعیم نے روایت کیا ہے۔ الخ۔

ابونعیم کی قبر پر آج بھی شیعوں والا کلمہ لکھا ہوا ہے۔

الکنی والالقاب:

ابو نعیم الاصبهانی مصغرًا الحافظ احمد بن عبد الله بن احمد بن اسحاق بن موسٰی بن مهران الاصبهانی من اَعْلَامِ الْمُحَدِّثِيْنَ وَالرُّوَاةِ وَاَكَابِرِ الْحُفَّاظِ وَالثِّقَاتِ اَخَذَ عَنِ الْاَفَاضِلِ وَاَخَذُوْا عَنْهُ لَهٗ كِتَابُ حِلْيَةِ الْاَوْلِيَاءِ وَهُوَ مِنْ اَحْسَنِ الْكُتُبِ كَمَا ذَكَرَهٗ ابْنُ خَلْكَانَ وَهُوَ كِتَابٌ مَعْرُوْفٌ بَيْنَ اَصْحَابِنَا يَنْقُلُوْنَ عَنْهُ اَخْبَارَ الْمَنَاقِبِ وَلَهٗ اَيْضًا كِتَابُ الْاَرْبَعِيْنَ مِنَ الْاَحَادِيْثِ الَّتِیْ جَمَعَهَا فِیْ اَمْرِ الْمَهْدِیِّ (ع) وَلَهٗ تَارِيْخُ اِصْبَهَان وَعَنِ الْمَوْلٰی نظام الدين القرشی

فِي الْقِسْمِ الثَّانِيْ مِنْ كِتَابِ رِجَالِهِ الْمُسَمّٰى بِنِظَامِ الْاَقْوَالِ قَالَ وَ رَأَيْتُ قَبْرَهٗ فِيْ اِصْبَهَانَ وَ كَانَ مَكْتُوْبًا عَلَيْهِ قَالَ (ص) مَكْتُوْبٌ عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِيْ وَ رَسُوْلِيْ اَيَّدْتُهٗ بِعَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَوَاهُ الشَّيْخُ الْحَافِظُ الْمُؤْمِنُ الثِّقَةُ الْعَدْلُ اَبُوْ نُعَيْمٍ الخ

(کتاب الکنی و الالقاب جلد اول ص ۱۶۵ تا ۱۶۶ مطبوعہ تہران طبع جدید) تذکرہ ابونعیم

ترجمہ: ابونعیم اصبہانی حافظ احمد بن عبداللہ بن احمد اکابر محدثین اور راویوں میں سے ہوا۔ اور بہت بڑا حافظ الحدیث اور ثقہ آدمی تھا اپنے دور کے فاضل علماء سے علم پڑھا۔ اور پھر اس سے پڑھنے والے بھی فاضل ہی ہوئے۔ اس کی ایک تصنیف حلیۃ الاولیاء نامی ہے ابن خلکان نے اس کو بہترین تصنیف کہا ہے۔ یہ کتاب ہم اہل تشیع کے علماء میں معروف و مشہور ہے۔ وہ مناقب کی روایات اسی سے نقل کرتے ہیں۔ ابونعیم کی ایک اور تصنیف کتاب الاربعین ہے۔ جس میں امام مہدی کے متعلق احادیث کو اس نے جمع کیا ہے تاریخ اصبہان بھی اسی کی تصنیف ہے۔ مولوی نظام الدین شاگرد شیخ بہائی نے ابونعیم کو کتاب نظام الاقوال میں دوسری قسم کے لوگوں میں درج کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ میں نے اصبہان میں اس

فرمایا۔ساقِ عرش پر یہ کلمہ تحریر ہے۔اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ لاشریک ہے۔محمد بن عبداللہ میرے بندے اور رسول ہیں۔علی المرتضٰے کے ذریعہ میں نے ان کی تائید کی،، یہ روایت حافظ مومن شیخ ابو نعیم نے ذکر کی ہے'

لمحہ فکریہ:

کچھ لوگوں نے حافظ ابو نعیم اصفہانی کو سنی علماء میں شمار کیا۔اور پھر اس کے فضائل اور مناقب بھی ذکر کیے۔بات دراصل یہ ہے۔کہ سنیوں میں چونکہ "تقیہ،، نافقت نہیں ہے۔اس لیے نہ خود کرتے ہیں۔اور نہ کسی میں بغیر دلیل اس کو ثابت کرتے ہیں۔علماء اہل سنت نے ابو نعیم کی کتب کو دیکھا۔ان میں بظاہر کوئی ایسی بات جو اہل تشیع اور اہل سنت کے مابین فرق کرنے والی ہو۔نظر نہ آئی۔اور نہ ہی صحابہ کرام پر تبرہ بازی کی گئی ہو۔اسی بنا پر انہوں نے اسے اپنا سمجھا۔اس کے برعکس شیعہ مسلک میں "تقیہ،، کے بغیر آدمی کا بے دین ہوتا ہے۔لا دین لمن لا تقیة له۔اس لیے انہوں نے تقیہ باز شیعہ علماء اور کھرے سنیوں کے مابین فرق کیا۔اور تحقیق کے ساتھ دونوں کی نشاندہی کی۔اس لیے جب اہل تشیع کو کوئی ایسی عبارت جو ان کے مقصد و معتقدات کے مطابق ہو نظر آئی۔ تو اس کے قائل کو اپنا کہا۔اور اہل سنت کی روش پر اس کا چلنا اسے بطور تقیہ قرار دیا۔اس حقیقت کے پیش نظر حافظ ابو نعیم کو شیعہ محققین و علماء نے صاف صاف لکھا۔کہ یہ دراصل ہمارا آدمی ہے محض تقیہ کی بنا پر سنی بنا ہوا تھا۔اور ظاہر بینوں نے اسے سنی ہی کہا۔اور یہ دھوکہ کچھ شیعہ لوگوں کو بھی ہو گیا۔اس دھوکہ سے آگاہ کرنے کے لیے ملا باقر مجلسی کے حوالے اس کے قرائن سے ابو نعیم کے جدی پشتی شیعہ ہونے کی دلیل پیش کی۔اور حلیۃ الاولیاء کتاب کو بھی بطور سند پیش کیا

حافظ ابونعیم کے تشیع پر اس کی اپنی عبارات کی گواہی

عبارت نمبر ۱ حلیۃ الاولیاء

حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَیْمُوْنَ حَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ عَیَّاشٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ حَصِیْرَہ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ جُنْدُبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَنَسُ اُسْکُبْ لِیْ وَضُوْءًا ثُمَّ قَامَ وَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قَالَ یَا اَنَسُ اَوَّلُ مَنْ یَدْخُلُ عَلَیْکَ مِنْ ھٰذَا الْبَابِ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ سَیِّدُ الْمُسْلِمِیْنَ وَقَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ وَخَاتَمُ الْوَصِیِّیْنَ قَالَ اَنَسٌ قُلْتُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ وَکَتَمْتُہٗ اِذْ جَاءَ عَلِیٌّ فَقَالَ مَنْ ھٰذَا یَا اَنَسُ؟ فَقُلْتُ عَلِیٌّ فَقَامَ مُسْتَبْشِرًا فَاعْتَنَقَہٗ ثُمَّ جَعَلَ یَمْسَحُ عِرْقَ وَجْھِہٖ بِوَجْھِہٖ وَیَمْسَحُ عِرْقَ عَلِیٍّ بِوَجْھِہٖ قَالَ عَلِیٌّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ رَاَیْتُکَ صَنَعْتَ شَیْئًا مَا صَنَعْتَ بِیْ مِنْ قَبْلُ؟ قَالَ وَمَا یَمْنَعُنِیْ وَاَنْتَ تُؤَدِّیْ عَنِّیْ

وَتَسْمَعُهُمْ صَوْتِيْ وَتُبَيِّنَ لَهُمْ مَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ بَعْدِيْ) رواہ جابر الجعفی عن ابی الطفیل نحوہ۔

(حلیۃ الاولیاء جلد اوّل صفحہ ۶۳ تا ۶۴)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کو فرمایا۔ میرے لیے وضو کا پانی لاؤ۔ آپ نے وضو فرمایا۔ اور دو رکعتیں ادا کیں۔ پھر کہا۔ اے انس! جو شخص اس دروازہ سے تم پر سب سے پہلے داخل ہوگا۔ وہ امیر المؤمنین، سید المسلمین، قائد غر المحجلین اور خاتم الوصیین ہوگا۔ حضرت انس رض بیان کرتے ہیں۔ میں نے دل میں کہا۔ اے اللہ! یہ منصب کسی انصاری کو عطا کرنا۔ اچانک علی المرتضیٰ رض آ گئے۔ حضور نے پوچھا۔ انس! یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا۔ علی المرتضیٰ رض ہیں۔ آپ بخوشی کھڑے ہوئے اور ان سے معانقہ کیا۔ پھر ان کے چہرہ کا پسینہ اپنے چہرہ پر ملنے لگے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پسینہ آپ کے چہرے پر بہ رہا تھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آج آپ میرے ساتھ کچھ ایسا سلوک کر رہے ہیں۔ جو اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کیوں نہ کروں کیونکہ تو وہ ہے جو میری طرف سے امانتیں ادا کرے گا۔ میری آواز لوگوں کو سنائے گا۔ اور میرے بعد جس میں لوگ اختلاف کریں گے تم اسے بیان کرو گے۔ ابوطفیل نے جابر جعفی نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔

توضیح:

روایت مذکورہ میں "خاتم الوصیین" کے لفظ اہل تشیع کے ایک عظیم عقیدہ

کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ یہی عقیدہ یہ لوگ اپنی اذان اپنے کلمہ میں ادا کرتے ہیں۔ اور اسی عقیدہ کی بنا پر وہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو ناجائز اور غاصبانہ فعل گردانتے ہیں۔ گویا اس ایک لفظ سے حافظ ابونعیم نے شیعیت کی بھرپور ترجمانی کر دی ہے پھر شیعہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جبری بیعت کے وقت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ آہ و بکا کی۔ اور روضۂ رسول سے آواز بھی آئی۔ اس آہ و بکا کے واقعہ کا ذکر ابونعیم نے "فسمعوا صوتی الخ" میں کر کے شیعیت کی ہمنوائی کی۔ علاوہ ازیں روایت مذکورہ کے راوی ابراہیم بن میمون اور حارث ابن حصیرہ کٹر شیعہ ہیں۔

میزان الاعتدال:

ابراھیم بن محمد بن میمون من اجلاء الشیعۃ۔

(میزان الاعتدال جلد اول صفحہ نمبر ۳)

ترجمہ: ابراہیم بن محمد بن میمون شیعہ برادری کے بہت بڑے عالم ہیں۔

میزان الاعتدال:

الحارث بن حصیرہ الازدی من المُحترقِین بِالکُوفَۃِ فِی التَّشَیُّعِ وَقَالَ ذنیج سَأَلتُ جریر ارأیتَ الحارث بن حصیرہ قَالَ نَعَم رَأَیتُہٗ شَیخًا کَبِیرًا طَوِیلَ السُّکُوتِ یُصِرُّ عَلٰی اَمرٍ عَظِیمٍ عن الحارث بن حصیرہ عن زید بن وھب سَمِعتُ عَلِیًّا یَقُولُ اَنَا عَبدُ اللّٰہِ

وَ اَخُو رَسُوْلِهٖ لَا يَقُوْلُهَا بَعْدِيْ اِلَّا كَذَّابٌ
وَ قَالَ اَبُوْحَاتِمِ الرَّازِيُّ هُوَ مِنَ الشِّيْعَةِ الْعُتُقِ
(میزان الاعتدال جلد اول صفحہ ۲۰۰ حرف حاء)

ترجمہ: حارث بن حصیرہ کوفہ کے ولی جلے شیعوں میں سے تھا۔ ذیخ کتاب میں نے جریر سے پوچھا کیا تو نے حارث بن حصیرہ کو دیکھا ہے۔ کہا ہاں۔ وہ ایک بہت بوڑھا اور بہت زیادہ خاموش آدمی تھا۔ ایک امر عظیم پر اصرار کرتا تھا۔ وہ یہ کہ اس نے علی بن وہب کے واسطہ سے بیان کیا کہ اس نے علی المرتضیٰ سے سنا۔ فرماتے تھے۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ یہ بات میرے بعد وہی کہے گا۔ جو بہت بڑا جھوٹا ہوگا۔ ابو حاتم رازی کے لبقول حارث بن حصیرہ پرانے شیعوں میں سے تھا۔

قارئین کرام! روایت مذکورہ کے دونوں راوی کٹر شیعہ اور بے لگام ہونے کے ساتھ ساتھ حسد و بغض کے مارے بھی ہیں۔ ان کی روایت کسی اہل سنت کے لیے کب حجت بن سکتی ہے۔؟ اگر ابو نعیم میں ان کی ہم نوائی نہ ہوتی۔ اور وہ کٹر اہل سنت ہوتا۔ تو ایسوں کی روایت ذکر نہ کرتا۔ اور اس روایت میں حضرت علی المرتضیٰ کا جو قول پیش کیا گیا۔ وہ حقیقت سے بہت دور ہے۔ جس اعتبار سے علی المرتضیٰ رضی حضور کے بھائی ہیں۔ اسی اعتبار سے عبداللہ بن عباس اور فضل بن عباس رضی کا بھی آپ سے یہی رشتہ ہے۔ کیا یہ دونوں اگر اپنے آپ کو رسول اللہ کا بھائی کہیں تو "کذاب" شمار ہوں گے؟ علاوہ ازیں ابو نعیم نے روایت کے آخر میں اسی روایت کا جابر جعفی سے مروی ہونا بیان بھی کیا۔ اور یہ صاحب اپنے پچھلے دو ساتھیوں سے بھی چند قدم آگے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

تہذیب التہذیب:۔

وَكَانَ جَابِرٌ كَذَّابًا...... قال الشعبي لجابر يا جابر لَا تَمُوْتُ حَتّٰى تَكْذِبَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم۔ قال اَمَّا جُعْفِيُّ فَكَانَ وَاللّٰهِ كَذَّابًا يُؤْمِنُ بِالرَّجْعَةِ۔ وقال ابو يحيى الحمانى عن ابى حنيفة مَا لَقِيْتُ فِيْمَنْ لَقِيْتُ اَكْذَبَ مِنْ جَابِرِ الجعفى...... وقال يحيى بن يعلى سمعت زائدة يقول جابر الجعفى رَافِضِيٌّ يَشْتِمُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم۔ قال العجلى كَانَ ضَعِيْفًا يَغْلُوْ فِي التَّشَيُّعِ...... وقال الميمونی قلت لاحمد بن خداش اَكَانَ جَابِرٌ يَكْذِبُ قَالَ اِيْ وَاللّٰهِ...... وقال ابن حبان كَانَ سَبَائِيًّا مِنْ اَصْحَابِ عَبْدِ اللّٰهِ بن سبا، وَكَانَ يَقُوْلُ اِنَّ عَلِيًّا يَرْجِعُ اِلَى الدُّنْيَا۔

(تہذیب التہذیب جلد دوم صفحہ ۴۷ تا ۵۰)

ترجمہ:۔ جابر کذاب ہے۔ شعبی نے جابر سے کہا۔ تو اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان نہ باندھ لے۔ کہ جعفی وہ تو خدا کی قسم کذاب تھا۔ اور رجعت پر ایمان رکھتا تھا۔ ابو یحیی الحمانی نے ابی حنیفہ سے بیان کیا۔ کہ میں نے جابر جعفی ایسا کذاب اور کوئی نہیں دیکھا۔ یحیی بن یعلی کا کہنا ہے۔ میں نے زائدہ سے سنا۔ کہ جابر جعفی رافضی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو گالی دیا کرتا تھا۔

نجلی کا کہنا ہے ضعیف راوی ہے۔ اور تشیع میں غلو کرتا تھا میمونی نے کہا کہ میں نے احمد بن خراش سے پوچھا کیا جابر جھوٹ بولتا تھا انہوں نے کہا خدا کی قسم ہاں۔ ابن حبان نے کہا کہ جابر جعفی عبداللہ بن سبا یہودی کے مذہب کا پیرو تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ علی المرتضیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔

لمحہ فکریہ:

روایت مذکورہ کے جو ذرائع اور واسطے حافظ ابو نعیم نے بیان کیے۔ اُن کے رجال کٹر شیعہ بلکہ کذاب اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو گالی دینے والے لوگ ہیں۔ اور جابر جعفی تو کھلم کھلا عبداللہ بن سبا کا پرچارک ہے۔ اور رجعت علی المرتضیٰ کا قائل ہے۔ جو اہل تشیع کا ایک اور واضح عقیدہ ہے۔ ابو نعیم نے اس روایت کو ذکر کر کے اس پر کوئی تنقید نہ کی۔ اسے کی رضامندی کی دلیل ہے۔ لہٰذا ابو نعیم کا تشیع واضح ہے۔ اور تقیہ کا خوگر شیعہ ہونا ظاہر ہے۔

نوٹ:

روایت مذکورہ کے آخری الفاظ۔ قَالَ لِعَلِی اَنْتَ تُبَیِّنُ لِاُمَّتِیْ مَا اخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِیْ،، کے متعلق مستدرک میں یہ مذکور ہے۔ قلت بل ھو فیما اعتقدہ من وضع ضرار قال ابن معین کذاب یعنی علامہ ذہبی کہتے ہیں۔ کہ روایت مذکورہ ‹‹ ضرار ›› کی گھڑی ہوئی ہے۔ اور ابن معین نے اسے کذاب کہا ہے۔ لہٰذا روایت مذکورہ کا آخری حصہ بھی پہلے کی طرح موضوع ہے۔ اگرچہ اول حصہ بالاتفاق موضوع ہے۔

عبارت نمبر ۲:

قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا علی

اَخْصِمُكَ بِالنُّبُوَّةِ وَلَا نُبُوَّةَ بَعْدِيْ وَتَخْصِمُ النَّاسَ
بِسَبْعٍ وَلَا يُحَاجُّكَ فِيْهَا اَحَدٌ مِّنْ قُرَيْشٍ اَنْتَ
اَوَّلُهُمْ اِيْمَانًا بِاللّٰهِ وَاَوْفَاهُمْ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَقْوَمُهُمْ
بِاَمْرِ اللّٰهِ وَاَقْسَمُهُمْ بِالسَّوِيَّةِ وَاَعْدَلُهُمْ فِي الرَّعِيَّةِ
وَاَبْصَرُهُمْ بِالْقَضِيَّةِ وَاَعْظَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَزِيَّةً

(حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۶۵ تا ۶۶)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؓ! میں تیرے ساتھ نبوت کے ساتھ جھگڑا کروں گا۔ اور میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ اور تو لوگوں کے ساتھ سات باتوں میں جھگڑا کرے گا۔ اور ان میں کوئی قریشی تیرے ساتھ جھگڑا نہ کرے گا۔ تو اللہ پر ایمان لانے میں، اللہ کا عہد پورا کرنے میں، اللہ کا امر قائم کرنے میں ان سب سے پہلے درجہ پر ہے۔ اور ان میں سے برابر تقسیم کرنے، رعیت میں انصاف کرنے، فیصلہ کی حقیقت تک رسائی اور اللہ کے نزدیک مرتبہ میں اعلیٰ و افضل ہے۔

توضیح:

روایت مذکورہ میں جملہ "اَخْصِمُكَ بِالنُّبُوَّةِ" کا ظاہر معنی تو یہی ہے کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے ساتھ اے علی نبوت کے ساتھ جھگڑا کروں گا۔ اور المنجد، وغیرہ میں خصم کا معنی غلبہ بھی کیا گیا ہے۔ اس کے پیش نظر معنی یہ ہوگا کہ میں تجھ پر نبوت غالب آجاؤں گا۔ لیکن "ولا نبوۃ بعدی" کا پھر کوئی محل نظر نہیں آتا۔ راقم الحروف نے اس عبارت کا ترجمہ اور مطلب مولوی اختر علی صدر مدرس جامعۃ المنتظر سے پوچھا۔ تو انہوں نے بھی غلبہ کا معنی لیا۔ اور اس روایت

کا مطلب کچھ یُوں بیان کیا۔ اے علی! بالفرض اگر تو میرے ساتھ نبوت میں جھگڑا کرے تو میں غالب آجاؤں گا۔ لیکن اہل علم بخوبی جانتے ہیں۔ کہ اس قسم کا مفروضہ شانِ نبوت کے بھی خلاف ہے۔ اور حضرت علی المرتضےٰ کی مخاصمت بھی وہمِ کفر سے خالی نہیں حقیقۃً بھی ہے۔ کہ علی المرتضیٰ کا درجہ اہل تشیع کے ہاں انبیاء کرام سے بڑا ہے۔ بلکہ بقیہ ائمہ اہل بیت کا مرتبہ بھی حضرات انبیاء کرام سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس عقیدہ کے پیش نظر مذکورہ روایت کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبوۃ میں مخاصمت کریں گے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر غالب رہیں گے۔ اور سات باتوں میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ تمام بقیہ انسانوں پر غالب ہیں۔ جبکہ اہل تشیع حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ میں کچھ ایسی خصوصیات کے معتقد ہیں۔ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل نہیں۔ تو پھر حضور سے اِن کی مخاصمت کی وجہ بنتی ہے۔ عقائد جعفریہ جلد اول میں کتب شیعہ سے حوالہ جات کے ذریعہ ہم ان خصوصیات کے متعلق تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔

بالجملہ مذکورہ عبارت ابونعیم کے تشیع کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور اس روایت کے آخر میں "اعظمهم عند الله مزية" بھی شیعیت کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ کیونکہ علی المرتضےٰ کا تمام انسانوں سے افضل ہونا جن میں انبیاء کرام بھی شامل ہوں۔ یہ اگرچہ اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ لیکن اہل سنت کے نزدیک یہ کفریہ عقیدہ ہے۔ اور اگر اس عظمت و افضلیت سے مراد حضور کے صحابہ کرام سے ہے۔ تو بھی اہل سنت کے معتقدات کے خلاف ہے کیونکہ ہمارے عقیدہ کے مطابق صحابہ کرام میں افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ روایت مذکورہ سے ابونعیم کے تشیع کا ثبوت

امامی شیوہ ہے جس کا مختصر تعارف یہ ہے۔

میزان الاعتدال:

بشار بن ابراھیم ۔قال العقیلی یروی عن الاوزاعی مَوْضُوْعَاتٍ وقال ابن عدی هُوَعِنْدِی مِمَّنْ یَضَعُ الْحَدِیْثَ وقال ابن حبان کَانَ یَضَعُ الْحَدِیْثَ عَلَی الثقات وَ وَضَعَ نَحْوَہٗ خالد بن اسماعیل انبانا مالک عن حمید عن انس .مطین حدثنا خالد ابن خلد العبدی حدثنا بشر بن ابراھیم الانصاری عن ثور عن خالد بن معدان عن معاذ مرفوعا یَا عَلِیُّ اَنَا اَخْصِمُکَ بِالنُّبُوَّةِ وَلَا نُبُوَّةَ بَعْدِیْ وَتَخْصِمُ النَّاسَ بِسَبْعٍ اَنْتَ اَوَّلُهُمْ اِیْمَانًا وَاَفْهَمُهُمْ بِعَهْدٍ وَاَقْوَمُهُمْ بِاَمْرِ اللّٰهِ وَاَقْسَمُهُمْ بِالسَّوِیَّةِ وَعَدْلِهِمْ وَاَبْصَرُهُمْ بِالْقَضَاءِ وَاَعْظَمُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَزِیَّةً یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔

(میزان الاعتدال جلد ا قول ص ۱۴۵، ۱۴۶)

ترجمہ:

بشار بن ابراہیم کے متعلق عقیلی نے کہا۔ کہ یہ امام اوزاعی سے من گھڑت روائتیں بیان کرتا تھا۔ ابن عدی نے

اسے من گھڑت احادیث والا بتایا۔ ابن حبان نے کہا۔ کہ یہ ثقہ

سے ایک یہ بھی ہے۔ جو خالد بن اسماعیل کی سند سے حضرت انس رض
سے مرفوعاً اس نے ذکر کی جس میں مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے علی المرتضیٰ رض کو فرمایا۔ میں تیرے ساتھ نبوت کے ساتھ جھگڑوں
گا۔ الخ

تنقیح المقال:

لَمْ اَقِفْ فِیْهِ اِلَّا عَلٰی عَدِّ الشَّیْخِ رح اِیَّاہُ فِیْ رِجَالِهٖ
بالعنوان المذکور مِنْ اَصْحَابِ الباقر علیه السلام
ظَاهِرُہٗ کَوْنُهٗ اِمَامِیًّا اِلَّا اَنَّ حَالَهٗ مَجْهُوْلٌ۔
(تنقیح المقال جلد اوّل ص ۱۶۹)

ترجمہ:۔ میں لبشار کے متعلق صرف اتنا جانتا ہوں۔ کہ شیخ نے اسے اپنے
رجال میں شمار کیا ہے۔ اور وہ امام باقر کے اصحاب سے ہے۔ لہٰذا
اس کا امامی ہونا ظاہر ہے۔ لیکن اس کے تفصیلی حالات معلوم نہیں
ہو سکے۔

لمحہ فکریہ:

روایت مذکورہ کو صاحب میزان الاعتدال نے لبشار کی خود ساختہ ذکر کیا
اور لبشار کا یہ معمول ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ ثقہ لوگوں کے نام پر حدیث گھڑ کر لوگوں کو بتایا
کرتا تھا۔ عبداللہ مامقانی صاحب تنقیح المقال نے اس قدر تو تسلیم کیا۔ کہ امامی شیعہ
ہے۔ اگرچہ اس کی تفصیل سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ بہر حال امام باقر رضی اللہ عنہ کے
کے اصحاب میں سے ہے۔ لہٰذا ابو نعیم کا ایسے کذاب اور راو روضاع الحدیث
کی روایت کو تنقید و جرح کے بغیر اپنی کتاب میں ذکر کر دینا اس بات کا ثبوت ہے

علماء میں ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ ہی اس کی عبارات اہل سنت کی عبارات کہلانے کی مستحق ہیں۔

عبارت نمبر(۳):

حدثنا محمد ابن المظفر ثنا محمد ابن جعفر بن عبد الرحيم حـ ثنا احمد بن محمد بن يزيد بن سليم ثنا عبد الرحمن بن عمران ابن ليلى اخو محمد بن عمران ثنا يعقوب بن موسى الهاشمي عن ابن ابي رواد عن اسماعيل بن اميه عن حكرمه عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَحْيٰى حَيَاتِيْ وَيَمُوْتَ مَمَاتِيْ وَيَسْكُنَ جَنَّةَ عَدْنٍ غَرَسَهَا رَبِّيْ فَلْيُوَالِ عَلِيًّا مِنْ بَعْدِيْ وَلْيُوَالِ وَلِيَّهُ وَلْيَقْتَدِ بِالْاَئِمَّةِ مِنْ بَعْدِيْ فَاِنَّهُمْ عِتْرَتِيْ خُلِقُوْا مِنْ طِيْنَتِيْ رُزِقُوْا فَهْمًا وَعِلْمًا وَوَيْلٌ لِلْمُكَذِّبِيْنَ بِفَضْلِهِمْ مِنْ اُمَّتِيْ الْقَاطِعِيْنَ فِيْهِمْ صِلَتِيْ لَا اَنَالَهُمُ اللّٰهُ شَفَاعَتِيْ (حلیۃ الاولیاء ص۸۶ جلد ۱)

ترجمہ: محمد بن مظفر اپنے واسطوں سے حضرت ابن عباس رض سے روایت کرتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو خوشی سے یہ چاہتا ہو کہ میری زندگی جئے میری

رب نے تیار کیا ہے تو اسے چاہیے کہ میرے بعد علی المرتضیٰ سے محبت کرے۔ اور اس کے ولی سے محبت کرے۔
میرے بعد ائمہ کی اقتداء کرے۔ کیونکہ وہ میری عترت ہیں میرے خمیر سے پیدا کیے گئے اور وافر فہم و علم کے مالک ہیں۔ اور جو لوگ ان کے فضل کی تکذیب کرنے والے ہیں۔ ان کے لیے بربادی ہے اور جو ان میں میری صلہ رحمی کاٹنے والے ہیں ان کے لیے بھی بربادی اور ان کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت سے محروم رکھے گا۔

توضیح:

حافظ ابو نعیم نے اس روایت میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اور ائمہ اہل بیت سے دوستی اور محبت رکھنے کا جو ذکر کیا۔ اسے اہل تشیع بڑے طمطراق سے بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ ان حضرات کی افضلیت کے منکر کو آپ کی شفاعت سے محرومی کی وعید دی گئی۔ اور اس کے برخلاف محب علی و ائمہ اہل بیت کے لیے بہت سے اخروی مدارج و مقامات بیان کیے گئے ہیں۔ اہل تشیع کی کتب میں لکھا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو قبل از وقت آگاہ کر دیا تھا۔ کہ میرے وصال کے بعد لوگ میری جانشینی میں جھگڑیں گے۔ لہٰذا تم علی المرتضےٰ رضی سے موالات کا مظاہرہ کرنا۔ اور مخالفین کا ساتھ نہ دینا۔ اور خلافت بلافصل، علی المرتضےٰ رضی کے لیے سمجھنا۔ اور پھر جب علی المرتضےٰ رضی اس دار فانی سے تشریف لے جائیں۔ تو ان کی اولاد کو ہی افضلیت کا مستحق سمجھنا۔ ان کی ہی اقتداء کرنا۔ اور یہی کچھ حافظ ابو نعیم بھی دبی زبان سے کہہ رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ کہ اہل سنت جن کو خلیفہ اوّل، دوم، سوم تسلیم کرتے ہیں۔ یہ دراصل علی المرتضےٰ رضی کی فضیلت کے جھٹلانے والے ہیں۔ اور حضور کی صلہ رحمی کا خیال نہ رکھنے والے ہیں۔ اور آپ کی شفاعت سے

محروم ہیں۔ اس لیے یہ لوگ غاصب، ظالم اور باغی قرار پا گئے (معاذ اللہ) بہرحال حافظ ابو نعیم کو ان عبارات کی روشنی میں کوئی بھی اہل سنت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ لہٰذا ان کی عبارات ہم اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ ان کا تشیع ظاہر اور تقیہ مخفی ہے۔ علاوہ ازیں روایت مذکورہ کے سب سے پہلے راوی محمد بن مظفر کے متعلق علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

میزان الاعتدال:

اِنَّ اَبَا الْوَلِیْدَ قَالَ فِیْہِ تَشَیُّعٌ ظَاھِرٌ یعنی ابو الولید نے کہا کہ محمد بن مظفر میں تشیع بالکل واضح ہے۔

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۱۳۸)

اسی طرح ایک اور راوی عبدالرحمٰن بن عمران ہے۔ اس کے بارے میں صاحب تنقیح المقال رقمطراز ہے۔

تنقیح المقال:

وَالْاِسْنَادُ جَمَاعَۃٌ عَنْ اَبِی الْمُفَضَّلِ عَنْ حُمَیْدٍ وَظَاھِرُ ھُمَا کَوْنُہٗ اِمَامِیًّا۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص ۱۴۶) من ابواب العین)

ترجمہ: جماعت کا اسناد ابی مفضل سے کہ حمید سے مروی ہے اور ظاہر دونوں سے یہ ہے کہ وہ امامی ہے۔

قارئین کرام! خلافت بلا فصل اور امامت ائمہ اہل بیت کا عقیدہ جو اہل تشیع کا معروف و مشہور عقیدہ ہے۔ حافظ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اسے بیان کیا۔ اور پھر اس کے دو راوی خود شیعہ امامی ہیں۔ ان کی روایت کردہ حدیث پر کوئی اعتراض

کر اس کے حوالہ جات پیش کریں۔ اور پھر انہیں ہمارے خلاف بطور حجت بیان کریں اس کو کون ذی ہوش تسلیم کرے گا۔ اسی عبارت کو سامنے رکھ کر غلام حسین نجفی نے حافظ ابونعیم کے بقول یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ کہ معاذ اللہ خلفاء ثلاثہ کو ہم شیعہ ہی غاصب ظالم نہیں کہتے بلکہ سنیوں کا ایک بہت بڑا عالم بھی یہی کہہ رہا ہے۔ جب ابونعیم میں خود تشیع بھرا پڑا ہے۔ تو پھر اس کی عبارات سے اہل سنت پر حجت قائم کرنا کس طرح درست قرار دیا جا سکتا ہے۔

عبارت ۲ ینابیع المودۃ:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لَمَّا أُسْرِىَ بِيْ فِي لَيْلَةِ الْمِعْرَاجِ فَاجْتَمَعَ عَلَيَّ الْاَنْبِيَاءُ فِي السَّمَاءِ فَاَوْحَى اللهُ اِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ بِمَاذَا بُعِثْتُمْ فَقَالُوْا بُعِثْنَا عَلٰى شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ وَعَلَى الْاِقْرَارِ بِنُبُوَّتِكَ وَالْوِلَايَةِ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ - رواه الحافظ ابونعیم

(ینابیع المودۃ صفحہ نمبر ۲۳۸) تذکرہ فضائل اہل بیت

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مجھے معراج کی رات سیر کرائی گئی۔ تو میرے پاس انبیاء کرام جمع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی۔ اے محمد! کس کے ساتھ تمہیں مبعوث کیا گیا۔ سب انبیاء کرام بولے۔ ہمیں لا الہ الا اللہ وحدہ کی گواہی دینے کے ساتھ بھیجا گیا۔ اور حضور کی [illegible]

ولائیت کے اقرار پر بھیجا گیا۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ عبارت حافظ ابونعیم نے سلیمان بن ابراہیم سے نقل کی۔ اس میں عقائد شیعہ کی صراحۃً ترجمانی کی گئی ہے۔ کیونکہ اہل تشیع کی کتب میں موجود ہے۔ کہ انبیائے کرام کی تشریف آوری تین باتوں پر موقوف تھی توحید باری تعالیٰ رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ولائیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ اور یہ عقیدہ کسی سنی کا ہرگز نہیں۔ نہ ہوا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ اس عبارت سے بھی حافظ ابونعیم میں تشیع کے پائے جانے کا اظہار ہو رہا ہے۔

آخری گزارش

حافظ ابونعیم کے بارے میں اہل سنت کی کتب اسماء الرجال میں کوئی جرح نہیں کی گئی۔ جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا۔ کہ حافظ ابونعیم تھی صحیح العقیدہ سنی ہیں۔ اور ان میں رفض و شیعیت نام تک کے بھی نہیں۔ لہٰذا جو لوگ ان پر تشیع کا الزام دھرتے ہیں۔ یہ درست نہیں۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ اگرچہ ہماری کتب اسماء الرجال میں واقعی ان پر جرح نہیں کی لیکن خود شیعہ کتب میں انہیں بہترین تقیہ باز شیعہ کہا ہے۔ اور ان کے اس قول کی تائید خود حافظ ابونعیم کی کتب کی عبارات بھی کرتی ہیں۔ جن میں سے چند بطور نمونہ ہم نے ذکر کیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ ان میں تشیع بہرحال موجود تھا۔ اس لیے ان کی تصنیفات کے حوالہ جات کو "اہل سنت کی معتبر کتاب" کے عنوان سے پیش کرنا ہمارے خلاف کوئی حجت بننے کی

لیکن اس سے ان کا تشیع ختم نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ بہت سے ایسے لوگ ہیں۔ جو خلفائے ثلاثہ پر لعن طعن نہیں کرتے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ الفضیل کے غلط نظریات کی تردید کرنے کے لیے بھی تیار نہیں۔ مختصر یہ کہ حافظ ابونعیم اگرچہ بظاہر اہل سنت کا فرد ہے۔ لیکن اس کی وہ عبارات جن میں تشیع ہے۔ وہ ہم پر ہرگز حجت نہیں۔

اسی طرح صاحب اعیان الشیعہ نے ابونعیم کے شیعہ ہونے پر یہ دلیل پیش کی۔ کہ شیخ بہائی کے شاگرد نظام الدین شیعی نے اسے علماء شیعہ کی قسم ثانی میں ذکر کیا ہے۔ اور اس بارے میں یہ انکشاف بھی کیا ہے۔ کہ ابونعیم کی قبر پر وہی کلمہ لکھا ہوا ہے۔ جو اہل تشیع کا مروج ہے۔ ان تمام دلائل و شواہد سے منہ موڑ کر نجفی وغیرہ کا اسے سنی اور اس کی کتاب حلیۃ الاولیاء کو اہل سنت کی معتبر کتاب لکھنا کس قدر فریب ہے۔؟

دوسری طرف ہمارے علماء نے ابونعیم کی روایات کو بوجہ کثرت موضوعات ناقابل اعتبار کہا ہے۔ جیسا کہ لسان المیزان میں مذکور ہے۔

لسان المیزان:

لَا اَعْلَمُ لَهُمَا ذَنْبًا اَكْبَرَ مِنْ رِوَايَتِهِمَا الْمَوْضُوْعَاتِ سَاكِتِيْنَ عَنْهَا۔ (لسان المیزان ص ۲۰۱ جلد اول) تذکرہ احمد بن عبد اللہ الحافظ ابونعیم)

ترجمہ: ان دونوں (ابونعیم و ابن مندہ) کا سب سے بڑا جرم میرے نزدیک یہ ہے۔ کہ ان دونوں نے موضوع روایات اپنی کتب میں ذکر کیں۔ اور پھر ان پر خاموشی اختیار کی۔ اب جبکہ علماء شیعہ ابونعیم کو با دلائل اہل تشیع میں شامل کریں۔ اور پھر ان کی روایات میں

موضوعات کی بہتات بھی ہو۔ تو پھر کس اعتبار سے ابونعیم کی کوئی روایات قابلِ استدلال ہو سکتی ہے؟ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ابونعیم نے موضوعات وہی درج کیں۔ جو مسلک شیعہ کی مؤید ہیں۔ اور اس کی طرف اعیان الشیعہ میں امیر خاتون آبادی کا قول اشارہ کر رہا ہے "حلیۃ الاولیاء میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں ایسی احادیث موجود ہیں۔ جو کسی دوسری کتاب میں نہیں مل سکتیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ

مصنّف کی طرف سے حافظ ابونعیم

کے بارے میں ایک تاویل

حافظ ابونعیم کے بارے میں ہم نے تفصیلی بحث کرتے ہوئے ثابت کیا تھا۔ کہ اس میں تشیع موجود ہے۔ جس کی دلیل مختصر یہ تھی۔ کہ ملا باقر مجلسی (مشہور شیعہ محقق) کے اجداد میں سے ابونعیم ہے۔ اور اسی طرح محمد حسین خاتون آبادی شیعی کا بھی یہ دعوے ہے۔ کہ ابونعیم میرے دادا کے اجداد میں سے ہے۔ وَقَدْ نَقَلَ جَدِّیْ تَشَیُّعَهٗ عَنْ وَالِدِهٖ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اٰبَائِهٖ حَتّٰی انتهی الیه۔ قَالَ هُوَ مِنْ مَشَاهِیْرِ مُحَدِّثِی الْعَامَّةِ ظَاهِرًا اِلَّا اَنَّهٗ مِنْ خُلَصِ الشِّیْعَةِ فِیْ بَاطِنِ اَمْرِهٖ۔ (احیاء الخید جلد ۲ ص ۱) میرے دادا کے اجداد میں منقول ہے۔ کہ ابونعیم بظاہر اہل سنت کے مشہور محدث ہوئے ہیں لیکن درحقیقت وہ خالص شیعہ تھے۔ چونکہ یہ دونوں افراد حافظ ابونعیم کے خاندان کے افراد ہیں۔ ان کے کہنے کے مطابق ہم نے ابونعیم میں شیعیت کا اثبات کیا۔ کیونکہ گھر والے اپنے اندرون خانہ کے حالات دوسروں کی بہ نسبت بہتر اور صحیح جانتے ہیں۔ لیکن راقم الحروف پچھلے دنوں جب حرمین طیبین کی زیارت کے لیے وہاں پہنچا۔ تو مجھے حافظ ابونعیم کی ایک کتاب ملی۔ جس کا نام "الامامۃ والرد علی الرافضۃ" ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں ڈاکٹر علی بن محمد بن ناصر نے بھی یہی کچھ لکھا۔ جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ (ملاحظہ ہو اس کتاب کا ص ۱۶۱) اس کتاب

ہیں حافظ ابونعیم نے احیاء کتاب کے نام سے ظاہر ہے اخلفائے ثلاثہ پر کیے گئے شیعوں کے بہت سے اعتراضات کا رد فرمایا۔ اور تحقیقی جوابات دیئے۔ جن کو ہم اپنی تصنیف تحفہ جعفریہ کی پانچ جلدوں میں تفصیل سے پہلے ہی بیان کر چکے ہیں۔ اس نئی کتاب کو دیکھ کر میرے ذہن میں فوراً ایک تاویل آئی۔ وہ یہ کہ ملا باقر مجلسی اور محمد حسین خاتون آبادی چونکہ حافظ ابونعیم کی اولاد میں سے ہیں۔ انہوں نے خواہ مخواہ تقیہ کا سہارا لے کر حافظ ابونعیم کو بھی اپنے مسلک کا پیرو لکھ دیا ہوگا۔ ممکن ہے۔ یہ دونوں اسے عار و شرم محسوس کرتے ہوں کہ کوئی انہیں کہے کہ تم شیعہ بنے بیٹھے ہو۔ دیکھو تمہارا دادا عظیم محدث حافظ ابونعیم کٹر سنی تھا۔ پھر جب اس پر ان دونوں کو یہ کہا جائے۔ کہ تم سنیوں کو کتے اور سور سے بھی برا سمجھتے ہو تو بتاؤ تمہارا اپنے دادا حافظ ابونعیم کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیونکہ وہ اہل سنت سے تعلق رکھتا تھا۔ اگر واقعی سنی تمہارے نزدیک ایسے ہی ہیں۔ تو پھر تم ان لوگوں کی اولاد ہو۔ جو کتے اور سور سے بدتر ہیں۔ علاوہ ازیں جب شیعہ لوگ سنیوں کو کنجریوں کی اولاد بھی کہتے ہیں۔ تو ان دونوں پر یہ الزام بھی آتا تھا۔ کہ تم خود بھی ایک سنی کی اولاد ہو نے کی وجہ سے زندیق ہو۔ ان تمام لوازمات واعتراضات سے بچنے کے لیے انہوں نے حافظ ابونعیم کو خواہ مخواہ شیعہ بنا دیا ہو۔ گویا یہ سب کچھ انہی ہی ذہنی اختراع ہے۔ اور اپنے آپ کو بچانے اور بدنامی سے دور رہنے کے لیے اپنے دادا کو بھی اپنے نظریات کی بھینٹ چڑھا دیا گیا ہے۔ حافظ ابونعیم کی مذکورہ کتاب «الامامۃ والرد علی الرافضۃ» میں خلفائے ثلاثہ کی شان میں بہت سی روایات مذکور ہیں۔ ہم ان میں سے چند احادیث بطور مثال درج ذیل کر رہے ہیں۔ ان سے آپ حافظ ابونعیم کے بارے میں مذکورہ تاویل کی تائید کر لیں گے۔

خلفائے ثلاثہ کے فضائل میں حافظ ابونعیم کی ذکر کردہ چند روایات

۱:۔ صدیق اکبر کی شان میں احادیث الامامۃ:۔

عن ابی عثمان حدثنی عمرو بن العاص ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم بَعَثَهُ عَلٰی جَيْشِ ذَاتِ السلاسل فَاَتَيْتُهُ قُلْتُ اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ، عائشۃ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ اَبُوْهَا قَالَ ثُمَّ عَدَّ رِجَالًا۔

(کتاب الامامۃ والرد علی الرفضۃ ص ۲۲۷ مکتبۃ العلم والحکم مدینہ منورہ)

ترجمہ:۔ ابوعثمان سے روایت ہے کہ مجھے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حدیث بتائی بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذات سلاسل کے لشکر کا سردار بنا کر بھیجا۔ (اس میں ابوبکر صدیق اور عمر بن خطاب بھی تھے) مجھے سپہ سالار مقرر کرنے پر مجھے خیال آیا۔ کہ میں حضور کے نزدیک ان سے بھی زیادہ محبوب

ہوں ایمیں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ کو سب سے زیادہ کون پسند
ہے؟ فرمایا۔ عائشہ۔ میں نے عرض کیا مردوں میں سے؟ فرمایا اس
کا والد۔ آپ نے پھر کچھ اور صحابہ کرام کا بھی نام لیا۔

۲: الامامۃ:۔

عن عمرو بن عتبہ قَالَ اَتَیْتُ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ و الہ اصحابہ و سلم اَوَّلَ مَا بُعِثَ وَهُوَ بِمَكَّةَ
مُسْتَخْفٍ فَقُلْتُ فِيْمَنْ مَعَكَ عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ حُرٌّ وَ
عَبْدٌ يَعْنِيْ اَبَا بكر و بلال۔

(الامامۃ والرد علی الرفضۃ ص ۲۳۱)

ترجمہ:۔ عمر بن عتبہ کہتے ہیں۔ کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
بعثت مبارکہ کے ابتدائی دور میں حاضر ہوا۔ جبکہ آپ چھپے تھے۔ میں
نے عرض کیا آپ کے ساتھ کون کون اس وقت ہیں؟ فرمایا۔ ایک
آزاد اور ایک غلام۔ یعنی ابوبکر اور بلال رضی اللہ عنہما۔

۳: الامامۃ:۔

عن طلحۃ بن مصرف قال سألت عبد اللہ بن ابی
اوفی هَلْ كَانَ رسول اللہ صلی اللہ تعالی والہ واصحابہ
وسلم اَوْصٰى؟ قَالَ لَا۔ فَكَيْفَ كَتَبَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَوْ اُمِرَ الْمُسْلِمِيْنَ
بِالْوَصِيَّةِ وَلَمْ يُوْصِ۔ قَالَ اَوْصٰى بِكِتَابِ اللہ

(الامامۃ ص ۲۳۳)

ترجمہ:۔ طلحہ بن مصرف کہتے ہیں۔ کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی
رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری

وقت کوئی وصیت فرمائی تھی؟ فرمایا نہیں۔ آپ نے مسلمانوں کو تو وصیت کرنے کا حکم دیا۔ خود وصیت نہ فرمائی۔ فرمایا۔ اپنے کتاب اللہ وصیت فرمائی تھی۔

۴: الامامۃ:۔

عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن اَبِیْھَا وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ بَعْلِھَا وَ نَبِیِّھَا قَالَتْ دَخَلَ رَسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ واصحابہٖ وسلم فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ بَدَئَ فِیْہِ فَقَالَ اُدْعِیْ لِیْ اَبَاکِ وَ اَخَاکِ (حَتّٰی) اَکْتُبُ لِاَبِیْ بَکْرٍ کِتَابًا فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّقُوْلَ قَائِلٌ وَ (یَتَمَنّٰی) مُتَمَنٍّ وَیَاْبَی اللہُ وَالمؤمنون اِلَّا ابابکر رضی اللہ عنہ۔ (الامامۃ والرد علی الرفضۃ ص ۲۴۹ تا ۲۵۰) خلافت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکتبہ مدینۃ المنورہ)

ترجمہ:۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جناب عروۃ بیان کرتے ہیں فرماتی ہیں۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے لمحات قریب آئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اپنے والد اور بھائی کو بلاؤ۔ حتیٰ کہ میں ابوبکر کے لیے کچھ تحریر لکھوں۔ مجھے خوف ہے۔ کہ کوئی کہنے والا کہے گا۔ اور کوئی آرزو رکھنے والا آرزو کرے گا۔ اور اللہ اور تمام مومن اس کا انکار کریں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ اور تمام مومن ابوبکر کا انکار نہیں کرتے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شان میں احادیث

۱: الامامة:-

عن عمرو بن میمون عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اذا ذکرت الصالحین فحی ھل لعمر کنا نعد ان السکینۃ تنطق علی لسان عمر۔ (احادیث فی تفضیل عمر) (الامامہ ص ۲۸۱)

ترجمہ:- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے جناب عمرو بن میمون روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: جب تو صالحین کا ذکر کرے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اہل پر تحیت و سلام بھیجا کر۔ ہم یہ سمجھتے تھے کہ سکینہ (وحی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر بولتی ہے۔

۲: الامامة:-

عن عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابیہ قال کنت عند عمر رضی اللہ عنہ وھو مسجی بثوبہ وقد قضی نحبہ فجاء علی رضی اللہ عنہ وکشف الثوب وقال رحمۃ اللہ علیک اباحفص فواللہ ما بقی احد بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ واصحابہ وسلم احب الی ان القی اللہ

بصحیفتہ منک رواہ ابوالمعتمر المدینی عن نافع
عن ابن عمر۔ (احادیث فی تفضیل عمرؓ) (الامامۃ ص ۲۸۲)

ترجمہ:۔

عون بن ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جب وہ وصال کے بعد کفن میں لپیٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اور منہ سے کپڑا ہٹا کر فرمانے لگے۔ اے ابا حفص! اللہ کی تجھ پر رحمت ہو۔ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم سے بڑھ کر مجھے کوئی محبوب نہیں کہ جس کے اعمال کے ساتھ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ اسے ابو معتمر مدینی نے نافع سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔

۳۔ الامامۃ:۔

عن ابی اسحاق قَالَ ذَهَبَ بِیْ اَبِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَقَالَ لِیْ هَلْ لَکَ یَا بُنَیَّ اَنْ تَنْظُرَ اِلٰی عَلِیٍّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ قُمْ فَقُمْتُ فَاِذَا اَنَا بِشَیْخٍ اَبْیَضَ الرَّاْسِ وَاللِّحْیَۃِ قَائِمٍ عَلَی الْمِنْبَرِ لَہٗ صَلْعَۃٌ فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ خَیْرُ هٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّهَا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (الامامۃ ص ۲۸۳)
(احادیث فی تفضیل عمرؓ)

ترجمہ:۔

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں۔ کہ مجھے میرے والد ...

مسجد میں لے گئے۔ فرمانے لگے۔ کیا تم حضرت علی کے ساتھ کوئی خواہش رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا۔ اٹھو۔ میں کھڑا ہو گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک بزرگ سفید ریش اور سر کے سفید بالوں والا منبر پر کھڑا تھا۔ میں نے انہیں یہ فرماتے سنا۔ اس امت میں اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی ابوبکر پھر عمر ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان میں چند روایات

۱: الامامة:

عن عثمان بن عبد الله بن موهب قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ مِصْرَ لِحَجِّ البيت فَقَالَ يَا ابْنَ عُمَرَ اِنِّي سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِيْ اُنْشِدُكَ اللهَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَيْتِ هَلْ تَعْلَمُ اَنَّ عُثْمَانَ تَغَيَّبَ عَنْ بَدْرٍ فَلَمْ يَشْهَدْهَا؟ فَقَالَ نَعَمْ وَلٰكِنْ اَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَدْرٍ فَاِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رسول الله صلى الله عليه وسلم فَمَرِضَتْ فَقَالَ له رسول الله صلى الله عليه وسلم لَكَ اَجْرُ رَجُلٍ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمُهُ (الامامة ص ۳۰۳)

ترجمہ:۔ عثمان بن عبداللہ موہب کہتے ہیں۔ کہ مصر سے ایک شخص حج بیت اللہ کے لیے آیا۔ اس نے ابن عمر سے کہا۔ میں تم سے ایک بات پوچھنے والا ہوں۔ تمہیں اس بیت اللہ کی حرمت [illegible] کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے اس کا صحیح جواب

دینا۔کیا تمہیں علم ہے۔کہ حضرت عثمان غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوئے تھے۔اس کی کیا وجہ تھی؟ابن عمر نے فرمایا۔وہ واقعی غزوۂ بدر سے غیر حاضر تھے۔لیکن ان کی غیر حاضری کی وجہ یہ تھی۔کہ ان کے عقد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی تھی۔جو بیمار تھیں تو انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔تمہارے لیے بدر میں موجود صحابی کا اجر بھی ہے اور اس کا حصہ بھی مال غنیمت میں سے ہے۔

۲: الامامة:

عن انس قَالَ لَمَّا اَمَرَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ واصحابہ وسلم بِبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ كَانَ عُثْمَانُ رَسُوْلَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی اھل مَكَّةَ فَبَايَعَ النَّاسُ فَقَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ عثمان فِي حَاجَةِ اللّٰهِ وَحَاجَةِ رَسُوْلِهٖ فَضَرَبَ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى فَكَانَ يَدُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لِعُثْمَانَ خَيْرًا مِّنْ اَيْدِيْهِمْ لِاَنْفُسِهِمْ (الامامة ص۳۰۵)

(خلافۃ الامام امیر المؤمنین عثمان بن عفان رض)

ترجمہ:-

حضرت انس بیان کرتے ہیں۔کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کا ارشاد فرمایا۔تو اس وقت حضرت عثمان جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اہل مکہ کی طرف پیغام لے جانے والے تھے۔تمام لوگوں نے بیعت کی۔پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔عثمان،اللہ کی حاجت اور اس کے رسول کی حاجت

میں معروف ہے۔ پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا یس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ جو عثمان کی طرف سے تھا۔ وہ دوسرے صحابہ کرام کے ہاتھوں سے کہیں بہتر تھا۔

۳: الامامة:۔

فَإِنْ نَزْعَمْ أَنَّ عثمان رضی الله عنه أَعْطَى مِنْ بَيْتِ مَالِهِمْ مَا لَمْ يَكُنْ لَهُ فِيهِ حَقٌّ قِيلَ لَهُ لَمْ يَثْبُتْ ذٰلِكَ مِنْ وَجْهِ الصَّحِيحِ بَلْ قَالَهُ مَنْ قَالَ ظَنًّا وَكَيْفَ يُقْبَلُ عَلَى عثمان رضی الله عنه وَهُوَ مِنْ أَكْثَرِ النَّاسِ مَالًا وَأَبْدَ لَهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ عَطِيَّةً وَمَعْرُوفًا مَعَ أَنَّ الْأَيَّامَ لَا تَخْلُو مِنْ جُهَّالٍ يَقُولُونَ مَا لَا يَعْلَمُونَ۔ (الامامة ص۲۱)

(فلالة الامام امیر المومنین عثمان بن عفان رض)

ترجمہ:۔

اگر کوئی زعم کرے۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے ایسے لوگوں کو دیا جن کا کوئی حق نہ تھا۔ تو اسے جواباً کہا جائے گا۔ کہ تیرا یہ کہنا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے۔ بلکہ یہ کسی کا اپنے ظن کے مطابق کہنا ہے۔ حضرت عثمان غنی کے بارے میں یہ بات کیسے مانی جاسکتی ہے۔ حالانکہ آپ تمام لوگوں سے مال میں اس کے خرچ کرنے میں اور بھلائی کے کاموں میں صرف کرنے کے اعتبار سے بڑھ کر تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ ہر دور میں جہلاء بکثرت ہوتے ہیں۔ اور ایسی باتیں کہتے رہتے ہیں۔ جن کا انہیں کوئی صحیح علم نہیں ہوتا۔

خلاصہ کلام:

حافظ ابونعیم کی کتاب سے خلفاء ثلاثہ کی شان میں چند روایات جو ہم نے درج کیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابونعیم کے دل میں خلفاء ثلاثہ کی بے پناہ محبت تھی۔ اور پھر اسی اخبار میں انہوں نے شیعوں کے خلفاء ثلاثہ پر کیے گئے اعتراضات کا جواب بھی دیا۔ یہ بھی ان کے اہل سنت ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ انہیں ان کی اولاد نے خواہ مخواہ اپنی بناوٹی عزت بچانے کے لیے شیعہ بنایا ہے۔ ورنہ در حقیقت اہل سنت کے عظیم محدث ہیں۔ رہا ان کی کتاب "حلیۃ الاولیاء" میں مناقب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں بعض روایات جو اہل سنت کے عظیم مسلک کے خلاف ہیں۔ اور اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں واقعہ کہ جب انہوں نے اپنی بیٹی حفصہ کی طلاق کا سنا تو سر پر خاک ڈال کر پیٹنے لگے۔ وغیرہ وغیرہ باتیں ان کی دو وجوہات سامنے آتی ہیں۔ پہلی یہ کہ حافظ ابونعیم کے سامنے اپنے مقرر کردہ موضوع پر احادیث جمع کرنا مقصود و مطلوب تھا۔ رہا یہ کونسی حدیث و روایت ضعیف، موضوع، متروک وغیرہ ہے۔ اور کون سی قابل عمل؟ اسے انہوں نے پیش نظر نہ رکھا۔ جس طرح علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ ہے کہ وہ کسی موضوع پر جس قدر ذخیرہ احادیث ملتا ہے۔ اسے جمع کر دیتے ہیں۔ پھر ان کی صحت وغیرہ صحت کا تعین کرنے کے لیے انہوں نے "اللآلی المصنوعہ" نامی کتاب تصنیف فرمائی۔ کہ جس میں انہوں نے اپنی روایات کے صحت سقم کو واضح کر دیا۔ اسی طرح حافظ ابونعیم نے فقط احادیث و روایات جمع کر دیں۔ ان کے مقام و مرتبہ کو علماء حدیث پر چھوڑ دیا۔ دوسری وجہ یہ کہ ان کی کتب میں ان کی اولاد (جو شیعہ تھی) نے ایسی روایات داخل کر دیں جو شیعیت کی مؤید تھی۔ یہ وجہ قوی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ شیعوں سے اپنے جد اعلیٰ کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے ایسی حرکت کرنا کوئی بعید نہیں۔ بلکہ یہ ان کی دیرینہ عادت ہے،

بہر حال ابونعیم کی طرف منسوب شدہ عبارات اہل سنت پر قطعاً حجت نہیں بن سکتیں۔ کیونکہ حافظ ابونعیم کے نزدیک ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الخلق بعد الانبیاء اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان کے بعد اعلیٰ درجہ کے مالک ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی اور حافظ ابونعیم محدث کے بارے میں جو میں نے تاویل ذکر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کثرت درود شریف کی برکت سے مجھ پر ان کا القاء کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی، اپنے محبوب کی اور محبوب کے محبوبوں کی محبت میں ہی زندہ رکھے۔ اسی حال میں موت آئے۔ اور کل قیامت میں اسی کیفیت کے ساتھ میدان حشر میں جائیں۔ آمین۔ بجاہ نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب سیزدھم ۱۳

کتاب الفتوح اعثم کوفی مصنفہ احمد ابن اعثم کوفی

"کتاب الفتوح" کے مصنف کا نام ابو محمد احمد بن اعثم کوفی ہے۔ عام کتب شیعہ کی طرح اس میں بھی حضرات صحابہ کرام کے بارے میں نازیبا اور زہریلا مواد موجود ہے۔ جن روایات میں اس قسم کی باتیں ہیں۔ غلام حسین نجفی وغیرہ اسے اہل سنت کی معتبر کتاب کہہ کر ان روایات کو بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ایک دو اقتباس ملاحظہ ہوں۔

ماتم اور صحابہ: اہل سنت کی معتبر کتاب اعثم کوفی ص ۱۵۹ چھاپہ قدیم فارسی

"و سگاں یک پایش را بریدہ بردند۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۴۵)

ترجمہ: کسی کی لاش پر کتے آئے اور ایک ٹانگ گھسیٹ کر لے گئے۔ نصیب اپنا اپنا۔

نوٹ:

یہ روایت اعثم کوفی نے حضرت عثمان غنی کے بارے میں لکھی۔ ان کی شہادت پر ان کی لاش تین دن تک بے گور و کفن پڑی رہی اور کوئی پرسان حال نہ تھا۔ حتیٰ کہ لاش کی ایک ٹانگ کتے کاٹ کر لے گئے

ماتم اور صحابہ ؛ اعثم کوفی۔

ترجمہ : ابن جریر نے ذکر کیا ہے۔ کہ جب قاتلوں نے حضرت عثمان رضی کے سر قلم کرنے کا ارادہ کیا۔ تو عورتوں نے چیخ و پکار کی۔ اور اپنے منہ پیٹے۔ منہ پیٹنے والی عورتوں میں دو حضرت عثمان غنی رض کی بیویاں تھیں۔ ایک نائلہ اور دوسری ام البنین۔ اور منہ پیٹنے والی عورتوں میں حضرت عثمان رض کی بیٹیاں تھیں۔ (ماتم اور صحابہ ص ۱۱۶)

جواب :

غلام حسین نجفی نے اس حوالہ سے ثابت یہ کرنا چاہا۔ کہ حضرت عثمان غنی رض چونکہ بدکردار خلیفہ تھے۔ معاذ اللہ۔ اس لیے انہیں اپنی قسمت کا لکھا دیکھنا پڑا۔ لاش تک کو کسی نے نہ پوچھا۔ اور کتے عام مردار کی طرح اس کی ٹانگ لے اڑے۔ اس گستاخی اور توہین عثمان کا جواب تو ہم فقہ جعفریہ جلد چہارم میں تفصیل سے تحریر کر چکے ہیں۔ جو چھپ کر بازار میں آگئی ہے۔ یہاں ہمیں اس بارے میں کچھ کہنا ہے۔ کتاب الفتوح المعروف اعثم کوفی اہل سنت کی معتبر کتاب ہے؟ اس بارے میں حقیقت یہ ہے۔ کہ اس کے مصنف اور اس کی اس تصنیف کے شیعہ ہونے میں غلام حسین نجفی وغیرہ کو بھی یقین ہے۔ لیکن حضرات صحابہ کرام خصوصاً خلفائے ثلاثہ کی شان میں جہاں کہیں کوئی اِدھر اُدھر روایت نظر آتی ہے۔ اُسے اہل سنت کی معتبر کتاب کی روایت کہہ کر عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اعثم کوفی آٹھ جلدوں پر محیط ہے۔ اور اس میں بہت سے مقامات پر اہل تشیع کے مخصوص عقائد کا ڈھنڈورا پیٹا گیا ہے۔ تمام کتاب سے

اکتفا کیا جاتا ہے۔

اعثم کوفی کے چند حوالہ جات

حوالہ نمبر (۱):

اَلَمْ تَكُوْنِيْ تُحَرِّضِيْنَ النَّاسَ عَلٰى قَتْلِهٖ ثُمَّ اِنَّكِ اَظْهَرْتِ عَيْبَهٗ وَ قُلْتِ اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا فَقَدْ كَفَرَ

(کتاب الفتوح جلد دوم صفحہ ۲۴۹ ذکر قدوم عائشہ من مکہ)

ترجمہ: (عبید بن ام کلاب سے جب حضرت عائشہ صدیقہ رض نے دم عثمان کا مطالبہ کیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ تو حضرت علی المرتضٰے رض کی ولایت کو برا سمجھتی ہے۔ اور حضرت عثمان رض کی طرفدار بن کر اُن کے خون کا مطالبہ کر رہی ہے۔ کیا تم نے لوگوں کو قتل عثمان رض پر ابھارا نہ تھا؟ اور پھر اُن کے عیب بھی گنوائے۔ اور یہاں تک کہا تھا۔ اس نعثل (لمبی داڑھی والے) کو قتل کر دو۔ یہ کافر ہو گیا ہے۔

حوالہ نمبر (۲)

اما ام المومنین عائشہ صدیقہ رض چنانکہ بداں اشارت شد چندانکہ توانست ودانست مردم را در قتل تحریص می کرد۔ ناگاہی کر سفر مکہ در پیش داشت در مکہ او را آگہی دادند کہ عثمان بدست حنادید اصحاب مقتول گشت نیک شاد شد۔ فَقَالَتْ اَبْعَدَهُ اللّٰهُ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ قَتَلَهٗ۔ عائشہ در قتل عثمان

شکر خداوند بگذاشت۔ و برا و لعن و نفریں فرستاد۔ ہمانا عثمان در او اخر روز گار خود مانند کسی کہ از کردہ خود پشیمان باشد گاہے شعری انشا کردی و ایں دو شعر از وی روایت کردہ اند۔

تَفْنِيَ اللَّذَاذَةُ مِمَّنْ قَالَ صَفْوَتُهَا
مِنَ الْحَرَامِ وَ يَبْقَى الْاِثْمُ وَ الْعَارُ

تَبْقَى عَوَاقِبُ سُوْءٍ مِنْ مَغَبَّتِهَا
لَا خَيْرَ فِيْ لَذَّةٍ مِنْ بَعْدِهَا النَّارُ

(کتاب الفتوح اعثم کوفی جلد دوم ص ۲۴۳
مطبوعہ مدینہ منورہ طبع جدید)

ترجمہ: جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے جس قدر ہو سکا۔ لوگوں کو قتلِ عثمان پر ابھارا۔ اتفاقاً انہیں مکہ شریف جانا پڑ گیا۔ جب مکہ پہنچ گئیں۔ تو لوگوں نے انہیں عثمان رضی کے قتل ہونے کی اطلاع کی۔ کہ وہ اکابر صحابہ کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئیں۔ اور کہا۔ اس نے جو کچھ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا نتیجہ دے دیا۔ جس اللہ نے اسے قتل کروایا۔ اس کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ حضرت عثمان رضی پر لعنت اور نفرت کا اظہار کیا۔ خود حضرت عثمان غنی رضی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے کیے پر پشیمان نظر آتے تھے۔ اور کبھی کبھار شعر بھی پڑھا کرتے تھے۔ یہ دو شعر ان سے روایت کیے گئے ہیں۔

گناہ اور شرم باقی رہ جائے گی۔ برائی کرنے والے کے لیے اس کی برائی کے بُرے نتائج ہی باقی رہیں گے۔ ایسی خوشی کا کیا فائدہ جس کے انجام پر روز شرملے۔

نوٹ:

"نعثل کا فر کو قتل کر دو" سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف جملہ کی نسبت کی حقیقت ہم اسی جلد میں تحریر کر چکے ہیں۔ یہاں صرف اعثم کوفی کے عالات و نظریات کی روشنی میں اسے پیش کیا گیا ہے کیا کوئی اہل سنت کا فرد ام المؤمنین کی طرف حضرت عثمان غنی رض کے بارے میں ایسے نظریات رکھتا ہے؟ اسی طرح حضرت عثمان غنی رض کی شہادت کا سن کر خوشی کا اظہار وہی کیا کرتے ہیں۔ اور ان پر لعنت و نفرت کا ثبوت وہی پیش کیا کرتے ہیں۔ جنھیں جناب عثمان غنی رض کی خلافت حقہ پر یقین و ایمان نہیں۔ یہ دونوں خبیث خیالات و نظریات رافضیوں کے ہیں۔ اس لیے اعثم کوفی نہ خود سنی ہے۔ اور نہ ہی اس کی کتاب الفتوح اہل سنت کی تصانیف میں سے ہے۔

حوالہ نمبر(۳)

بَعَثَ مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِی سفیان اِلَی جَعْدَةَ بِنْتِ الْاَشْعَثِ بن قَیس زَوْجَةِ الْحَسَنِ رضی اللہ عنہ سَمًّا لِلْحَسَنِ وَ لَكِ مِائَةُ اَلْفِ دِرْهَمٍ وَ اُزَوِّجُكِ بِيَزِيْدَ فَسَقَتْهُ فَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بَعَثَتْ اِلَيْهِ لِتَنْجِزَ وَعْدَهٗ فَبَعَثَ اِلَيْهَا الْمَالَ۔ (تاریخ اعثم کوفی جلد چہارم ص ۲۰۶ وفات الحسن مذکرہ بن علی)

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رض کی بیوی جعدہ کی طرف پیغام بھیجا کہ اگر تو اپنے خاوند حسن رض کو زہر دے کر ہلاک کر دے۔ تو میں تجھے ایک لاکھ درہم دوں گا۔ اور اپنے بیٹے یزید سے تیری شادی بھی کر دوں گا۔ اس لالچ پر جعدۃ نے امام حسن رض کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ جب یہ کر چکی تو معاویہ رض کی طرف پیغام بھیجا۔ کہ اپنا وعدہ پورا کرو۔ اس پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مشروطہ مال جعدہ کی طرف بھیج دیا۔

نوٹ:

امام حسن رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی جعدۃ کا زہر دینے کا واقعہ جو در اصل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض ہے۔ اس کا تفصیل کے ساتھ جواب اسی جلد میں تحریر کر چکے ہیں۔ اور دلائل سے یہ بھی ثابت کر چکے ہیں۔ کہ خود امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے قاتل کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ لہٰذا اس عبارت سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر قتل حسن کا الزام دھرنا کسی سنی کا عقیدہ نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی مخالفِ امیر معاویہ ہی کر سکتا ہے۔ اور دنیا جانتی ہے۔ کہ امیر معاویہ رض کا بدخواہ کون ہے۔؟

حوالہ نمبر (۴)

ذِكْرُ كَلَامٍ مَا جَرٰى بَيْنَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَ بَيْنَ أُمِّ كُلْثُوْمٍ بِنْتِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ وَ بَلَغَ ذَالِكَ حَفْصَةَ بِنْتِ عمر بن الخطاب فَارْسَلَتْ إِلٰى أُمِّ كُلْثُوْمٍ قَدْ عَتَبَمَا ثُمَّ اَخْبَرَتْهَا

بِاجْتِمَاعِ النَّاسِ اِلَى النَّاسِ اِلٰى عَائِشَةَ كُلُّ
ذَالِكَ لِيَغْتَمَّهَا بِكَثْرَةِ الْجُمُوْعِ اِلٰى عَائِشَةَ
قَالَ فَقَالَتْ لَهَا اُمُّ كُلْثُوْمٍ عَلٰى رِسْلِكِ يَا
حَفْصَةُ فَاِنَّكُمْ اِنْ تَظَاهَرْتُمْ عَلٰى اَبِيْ
فَقَدْ تَظَاهَرْتُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله
عليه وسلم فَكَانَ اللّٰهُ مَوْلَاهُ وَجِبْرَئِيْلُ وَ
صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰئِكَةُ بَعْدَ ذَالِكَ
ظَهِيْرٌ فَقَالَتْ حَفْصَةُ يَا هٰذِهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ
مِنْ شَرِّكِ فَقَالَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ وَكَيْفَ
يُعِيْذُكِ اللّٰهُ مِنْ شَرِّيْ وَقَدْ ظَلَمْتِنِيْ
حَقِّيْ مَرَّتَيْنِ الْاَوَّلُ مِيْرَاثِيْ مِنْ اُمِّيْ فَاطِمَةَ
بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم
وَالثَّانِيْ مِيْرَاثِيْ مِنْ اَبِيْكِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
قَالَ وَلَامَتِ النِّسَاءُ حَفْصَةَ عَلٰى ذَالِكَ
لَوْمًا شَدِيْدًا۔

(تاریخ اعثم کوفی جلد دوم ص ۲۹۹ تا ۳۰۰
مطبوعہ حیدر آباد دکن طبع جدید۔)

ترجمہ:

اس گفتگو کا تذکرہ جو حفصہ بنت عمر بن الخطاب اور ام کلثوم بنت
علی المرتضٰے رض کے مابین ہوئی۔ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
کے ساتھ بہت سے لوگوں کا قافلہ کی شکل میں بصرہ جانے کا ارادہ

حضرت حفصہ کو پہنچا۔ تو اس نے (حفصہ) ام کلثوم کو بلوایا۔ اور پھر ام کلثوم کو حضرت عائشہ کے ساتھ لوگوں کے اجتماع کی خبر دی۔ یہ اس لیے کیا۔ تاکہ ام کلثوم رض کو عائشہ رض کے پاس سے جا کر بہت سے لوگوں کی موجودگی میں پریشان کیا جائے۔ سیدہ ام کلثوم نے کہا۔ اے حفصہ! رک جاؤ۔ اگر تم نے میرے باپ پر غلبہ کیا ہے تو تم رسول اللہ پر بھی غلبہ کر چکے ہو لیکن اس وقت رسول اللہ کا ساتھی اللہ، جبرئیل، نیک مومن اور فرشتے بنے۔ (اور تم ان کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکے) یہ سن کر حفصہ کہنے لگی اے لڑکی! میں تیری شر سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ ام کلثوم نے کہا میری شر سے تو پناہ کیسے مانگ سکتی ہے۔ حالانکہ تو مجھ پر دو مرتبہ زیادتی کر چکی ہے پہلی زیادتی یہ کہ تو نے میری والدہ سیدہ فاطمہ کی میراث مجھ سے غصب کی۔ اور دوسری یہ کہ تیرے باپ سے میرا ورثہ غصب ہوا۔ اس پر موجود عورتوں نے حفصہ پر خوب ملامت کی۔

حوالہ نمبر (۵)

قَالَتْ اُمُّ سَلَمہ...... عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ حَيٌّ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَةٍ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَا سَمِعْنَا هٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم سَاعَةً قَطُّ فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ رحمة الله عليها اِنْ لَمْ تَكُنْ اَنْتَ سَمِعْتَهُ فَقَدْ سَمِعَتْهُ خَالَتُكَ عَائِشَةُ وَ هَا هِيَ فَاسْئَلْهَا فَقَدْ سَمِعَتْهُ صلى الله عليه وسلم يَقُوْلُ عَلِيٌّ خَلِيْفَتِيْ عَلَيْكُمْ فِيْ حَيَاتِيْ

وَ مَعَاتِیْ فَمَنْ عَصَاهُ فَقَدْ عَصَانِیْ اَتَشْهَدِیْنَ یَا عَائِشَةُ بِهٰذَا اَمْ لَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَللّٰهُمَّ نَعَمْ ۔ (تاریخ اعثم کوفی جلد دوم ص ۲۸۲ تا ۲۸۳ تذکرہ خبر عائشہ مع ام سلمہ)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بقید حیات ہیں۔ اور وہ ہر مومن مرد و عورت کے ولی ہیں۔ یہ سن کر جناب عبداللہ نے پوچھا کہ یہ بات ہم نے تو کبھی بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی ام سلمہ نے فرمایا۔ اگر تم نے نہیں سنی۔ تو تمہاری خالہ عائشہ نے تو سن رکھی ہے۔ وہ موجود ہیں۔ ان سے دریافت کر لو۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔ "علی میری زندگی اور موت دونوں صورتوں میں تم پر میرا خلیفہ ہے۔ لہٰذا جس نے علی کی نافرمانی کی۔ اس نے درحقیقت میری نافرمانی کی۔ اے عائشہ! کیا تم اس کی گواہی دیتی ہو یا کہ نہیں؟ سیدہ عائشہ نے کہا۔ بخدا میں اس کی گواہی دیتی ہوں۔

نوٹ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے وصال کے بعد خلافت کا حقدار صرف اور صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بتلانا، "خلافت بلافصل" کہلاتا ہے۔ اور اس سے خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو غاصبانہ اور ناجائز ثابت کرنا نظر آتا ہے۔ کیا اس عقیدہ کا معتقد اہل سنت ہو سکتا ہے۔

حوالہ نمبر۶:-

بعدازاں چوں مرض آں امام عالی مقام زیادت شد- ودانست کہ وقت ارتحال است- امام حسین راوصیتہا کردہ کہ امر امامت را بداں جناب تفویض نمود- (تاریخ اعثم کوفی جلد چہارم ص ۲۰۰ تذکرہ وفات حسن)

ترجمہ: اس کے بعد جب امام حسن رضی اللہ عنہ کا مرض بڑھ گیا- اور آپ کو یقین ہو چلا- کہ اب دنیا سے میرے کوچ کا وقت آن پہنچا ہے تو آپ نے اپنے برادر خورد جناب امام حسین رضی اللہ عنہ کو بہت سی وصیتیں فرمائیں- اور یہ بھی فرمایا- کہ اب میرے بعد امامت کا معاملہ تمہارے سپرد ہے-

نوٹ:-

امامت کے بارے شیعوں کا یہ نظریہ ہے- کہ یہ "منصوص من اللہ" ہوتی ہے- اس کی وضاحت عقائد جعفریہ جلد اول میں ملاحظہ کریں- اسی عقیدہ کی ترجمانی کرتے ہوئے اعثم کوفی نے یہ روایت بلا سند ذکر کی- کہ امام حسن رض نے بوقت وصال امام حسین رض کی امامت کی نص فرمادی-

حوالہ نمبر۷:-

اعثم کوفی ایک واقعہ یوں نقل کرتا ہے- کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک راہب کے عبادت خانہ کے پاس سے گزر ہوا- تو وہ راہب آپ کو دیکھ کر نیچے اترا اور آپ پر ایمان لے آیا- پھر کہنے لگا- کہ میرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لکھی ہوئی ایک کتاب ہے- میں وہ پیش کرتا ہوں- چنانچہ وہ کتاب لایا اور حضرت علی المرتضیٰ کو پڑھ کر سنائی- اس میں لکھا تھا- کہ

اللہ تعالیٰ امی لوگوں میں ایک رسول بھیجے گا- جو انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا-

دے گا پھر جب اس پیغمبر کا انتقال ہو جائے گا۔ تو اس کے امتی اختلاف کا شکار ہو جائیں گے اختلاف خدا ہی بہتر جانتا ہے کب تک رہے گا۔ پھر ایک شخص اسی امت میں سے اس نہر کے کنارے سے گزرے گا۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا ہو گا۔ لہٰذا جس کسی کو اس مردِ صالح کی زیارت نصیب ہو۔ اُسے اُس کی مدد کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ خاتم الانبیاء (جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا وصی ہو گا۔ اور جو بھی اس کے ساتھ مرے گا۔ وہ درجۂ شہادت پائے گا۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضےٰ رض رو دیئے۔ اور کہنے لگے۔ تمام تعریفیں اس اللہ کو زیب جس نے ابرار کی کتابوں میں میرا ذکر کیا ہے۔

نوٹ:

اس بے سروپا اور بے سند واقعہ سے اعثم کوفی نے یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ رسولِ خدا کے وصی تھے۔ اور یہ بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت میں اختلاف کی صورت میں لوگوں کو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینا چاہیئے۔ نہ کہ ابوبکر و عمر و عثمان وغیرہ کا۔ علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی ماننا کس کا عقیدہ ہے؟ کون اپنی اذان و کلمہ میں اس کا اظہار کرتا ہے؟

حوالہ نمبر ۸:۔

ثُمَّ اَمَرَ عَلِيٌّ بِرَفْعِ عُثْمَانَ فَحُمِلَ وَقَدْ كَانَ مَطْرُوحًا
عَلٰى مَزْبَلَةٍ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ حَتّٰى ذَهَبَتِ الْكِلَابُ
بِفَرْدِ رِجْلَيْهِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمِصْرِيِّيْنَ
وَ اَمَّةٌ لَا تُدْفِنُهُ اِلَّا فِيْ مَقَابِرِ الْيَهُوْدِ۔

ترجمہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد تین دن تک اس کی نعش کوڑے کرکٹ کے ایک ڈھیر پر پڑی رہی۔ حتیٰ کہ آپ کی ایک ٹانگ کتے کاٹ کر لے گئے۔ پھر کہیں جا کر حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے انہیں دفن کرنے کا حکم دیا۔ ایک مصری شخص اور دوسرے بہت سے لوگوں نے کہا۔ کہ انہیں یہودیوں کے قبرستان میں ہی دفنایا جائے

نوٹ:-

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعش کا تین دن تک بے گور وکفن ایک کوڑے کے ڈھیر پر پڑا رہنا اور پھر اس دوران کتوں کا ان کی ٹانگ لے اڑنا ہم ان دونوں گستاخیوں کا مسکت جواب تحفہ جعفریہ جلد چہارم ص ۵۰۶ پر تحریر کر چکے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت عثمان کی شہادت بروز جمعہ ہوئی۔ اور ہفتہ کی رات آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا تھا۔ حش کوکب (جس کا ترجمہ کوڑا کرکٹ کا ڈھیر کیا گیا۔) دراصل ایک کوکب نامی صحابی کے باغ کا نام تھا۔ جو یہودیوں کے قبرستان کے قریب تھا۔ اور دوسری طرف اس کی جنت البقیع سے ملتی تھی۔ یہ واقعہ اگرچہ ناسخ التواریخ میں بھی مذکور ہے۔ لیکن اس نے اسے اعثم کوفی سے لیا۔ جس سے پتہ چلا۔ کہ اس بے سند اور بے اصل واقعہ کا وضع کرنے والا اعثم کوفی ہے۔ اور اسے جس مقصد کے لیے تراشا گیا۔ وہ آپ کے سامنے ہے۔ کیا ایسے واقعات گھڑنے والا سنی عالم کہلا سکتا ہے۔؟ بغض عثمان غنی رضی اللہ عنہ کن کی فطرت میں رچا ہوتا ہے؟

حوالہ نمبر ۹:-

[illegible]

حَصْبَاء فَنَاوَلُوْهَا فَحَصَبَتْ بِهَا اَصْحَابَ عَلِيٍّ وَ قَالَتْ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فَصَاحَ بِهَا رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ وَ قَالَ يَا عَائِشَةُ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ الشَّيْطٰنَ رَمٰى ثُمَّ جَعَلَ يَقُوْلُ شِعْرًا۔

قَدْ جِئْتِ يَا عَيْشُ لِتَعْلَمِيْنَا
وَ تَنْشُرُ الْبُرْدَ لِتَهْزَ مِيْنَا
وَ تَقْذِفِي الْحَصْبَاءَ جَهْلًا فِيْنَا
فَعَنْ قَلِيْلٍ سَوْفَ تَعْلَمِيْنَا

(تاریخ اعثم کوفی جلد دوم ص ۳۲۵ تا ۳۲۶)

ترجمہ: خبر الفتی الذی حمل المصحف

جنگ جمل کے دوران سیدہ عائشہ صدیقہ نے غصہ میں آکر کہا۔ مجھے کنکریاں پکڑاؤ۔ لوگوں نے کنکریاں دیں۔ آپ نے وہ کنکریاں علی المرتضیٰ کے ساتھیوں کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں۔ یہ سُن کر علی المرتضےٰ رض کے ایک طرفدار نے کہا۔ اسے عائشہ! یہ کنکریاں جب تو نے پھینکیں تھیں تو تُو نے نہیں بلکہ شیطان نے پھینکی تھیں۔ پھر یہ شعر بھی کہے۔

اسے عائشہ! تو نے یہ کنکریاں اس لیے پھینکیں ہا کہ تو ہمیں یہ بتلائے کہ ہم شکست کھانے والے ہیں۔ تمہیں ہمارے بارے میں یہ علم ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں۔ بہت جلد تجھے اس کا بھی پتہ چل جائے گا۔

نوٹ:

کیا گیا۔ اور پھر ایک فرضی طرفدار علی کا قول پیش کر کے اعثم کوفی نے دراصل اپنے خبث باطنی کی غذا بہم کی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کنکریاں مارنا اور پھر علی رض کے ایک شیعہ کا اسے شیطان کی کنکریاں مارنا قرار دینا کس سنی کے ذہن میں یہ خبیث مضمون آسکتا ہے۔ ان حوالہ جات سے اعثم کوفی کے نظریات وعقائد خود اس کی تحریروں سے واضح ہوئے۔ اور ان کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر بآسانی پہنچ گئے۔ کہ اعثم کوفی پکا اور کٹر رافضی ہے۔ اور اس کی تصانیف اسی کے نظریات کی پرچار ہیں۔ ہیں انہی نظریات کی روشنی میں خود شیعہ محقق اسے کیا کہتے ہیں۔ یہ بھی سنئے۔

الذریعہ:

فُتُوْحُ الْإِسْلَامِ لِاَحْمَدَ بْنِ اَعْثَمَ اَبِی مُحَمَّد الکوفی الْاَخْبَارِی الْمُؤَرِّخِ الْمُتَوَفّٰی حدود ۳۱۴ عَبَّرَ عَنْهُ یَاقُوْت کِتَابَ الْفُتُوْحِ۔

(الذریعہ الی تصانیف الشیعہ جلد سولہ ص ۱۱۵)

ترجمہ:۔ ابو محمد اعثم احمد بن اعثم کوفی جو کہ قصہ کہانیاں بیان کرنے والا اور تاریخ دان تھا۔ فتوح الاسلام اس کی تصنیف ہے۔ اور ۳۱۴ھ میں اس کا انتقال ہوا صاحب یاقوت نے اس کی کتاب کو "کتاب الفتوح" لکھا ہے۔

اعیان الشیعہ:۔

ابو محمد احمد بن اعثم الکوفی الاخباری فی معجم الادباء کَانَ شِیْعِیًّا لَهٗ کِتَابُ الفتوح ذَکَرَ فِیْهِ اِلٰی اَیَّامِ الرَّشِیْدِ و کتاب التاریخ الی ایام

ترجمہ:

ابو محمد احمد بن اعثم الکوفی اخباری معجم الادباء میں ہے۔ کہ یہ شیعہ تھا۔ اس کی ایک کتاب کا نام "کتاب الفتوح" ہے۔ اس میں اس نے ہارون الرشید کے دور تک کی باتیں درج کیں۔ اور کتاب التاریخ میں "مقتدر" کے زمانہ تک کے حالات درج کیے۔

الکنی والالقاب:

ابو محمد احمد بن اعثم الکوفی المورخ المتوفی ۳۱۴ھ عَنْ معجم الادباء لیاقوت قَالَ اِنَّہٗ کَانَ شِیْعِیًّا وَ ھُوَ عِنْدَ اَصْحَابِ الْحَدِیْثِ ضَعِیْفٌ وَ لَہٗ کِتَابُ الفتوح مَعْرُوْفٌ ذَکَرَ فِیْہِ اِلٰی اَیَّامِ الرشید الخ۔

(الکنی والالقاب جلد اول ص ۲۱۵ مطبوعہ تہران طبع جدید۔ تذکرہ ابن عاصم الکوفی)

ترجمہ: ۔ ابو محمد احمد بن اعثم کوفی مورخ کا ۳۱۴ھ میں انتقال ہوا۔ یاقوت کی معجم الادباء میں ہے۔ کہ شیعہ تھا۔ اور علماء حدیث کے نزدیک یہ ضعیف ہے۔ اس کی تصنیف "کتاب الفتوح" معروف و مشہور ہے۔ جس میں ہارون الرشید کے دور تک حالات درج ہیں۔

لمحہ فکریہ:

"الذریعہ" نامی کتاب محض اس موضوع پر لکھی گئی۔ تاکہ اس میں شیعہ مصنفین کی تصانیف اور اس کے بارے میں معلومات اکٹھی کی جائیں۔ اس میں "فتوح الاسلام" کا تذکرہ یہ گواہی دیتا ہے کہ اعثم کوفی [illegible]

کتاب اسی لیے اس کے امامی شیعی ہونے کی تصریح موجود ہے۔ تو دونوں طریقوں سے اعثم کوفی کا امامی شیعہ ہونا ثابت ہو گیا۔

کتاب چہار دہم ۱۴

روضۃ الصفاء مصنفہ محمد میر خواند

محمد میر خواند بن خاوند شاہ کی تصنیف روضۃ الصفاء بھی اُن کتابوں میں سے ایک ہے۔ جن میں اہل سنت کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کیا گیا ہے۔ اس کا مصنف پکا امامی شیعہ ہے۔ جیسا کہ ہم حوالہ جات سے ثابت کریں گے۔ لیکن اس کے باوجود کچھ اہل تشیع اسے سنی کے طور پیش کر کے اس کی کتب سے حوالہ دے کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی قسم کی ایک بھونڈی کوشش غلام حسین نجفی نے بھی کی۔ حضرت عثمان غنی کے بارے یوں زہر اگلتے ہوئے وہ لکھتا ہے۔

"جناب عائشہ کا فتوای کہ عثمان نعثل کو قتل کرو اللہ اس کو قتل کرے"

ثبوت ملاحظہ ہو۔ اہل سنت کی معتبر کتاب روضۃ الصفا، ذکر عثمان الخ

(قول مقبول ص ۳۹۰)

جواب:

حسب سابق ہم اس سلسلہ میں وہی دو طریقے اختیار کرتے ہیں۔ اول یہ کہ اس کی چند عبارات پیش کریں۔ جو اس کے نظریات و معتقدات پر روشنی ڈالتی ہوں۔

کرنے والے محمد میر خواند صاحب روضۃ الصفا کو کس گروہ کا آدمی کہتے ہیں۔ آیئے! صاحب روضۃ الصفاء سے چند اقتباسات دیکھیں۔

روضۃ الصفائے سے چند شیعہ نواز اقتباسات

اقتباس نمبر(۱)!

عبید بن سلمہ کہ از اخوان عائشہ بود بعد از مشاہدہ ایں افعال واقوال ترک انتساط از عائشہ کردہ باو گفت۔ عجب حالتی است کہ نخستین کسیکہ زبان بتعرض و تشنیع عثمان کشود تو بودی و پیوستہ می گفتی کہ اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا فَإِنَّهُ قَدْ كَفَرَ۔ و نعثل اسم شخصے طویل اللحیۃ بود کہ با عثمان از روئے صورت مشابہت داشت و ہر گاہ معترضان در مقام بدگوئی و عیب جوئی عثمان می آمدند۔ ایں اسم بروے اطلاق می کردند۔ چوں عبید بن سلمہ عائشہ را بسخن مذکور منسوب کرد عائشہ جواب داد کہ بعد از آنکہ قوم عثمان را از افعالی کہ پسندیدہ ایشاں نہ بود توبہ دادند اجتماع بر قتل او نمودند ایں ہر دو قول است اما حدیث اخیر بہتر است از حدیث اول عبید بن سلمہ دراں باب بیتے چند گفتہ کہ ایں دو بیت از جملہ ابیات است۔

فَمِنْكِ الْبَدَاءُ وَ مِنْكِ الْغِيَرُ
وَ مِنْكِ الرِّيَاحُ وَ مِنْكِ الْمَطَرُ
وَ أَنْتِ أَمَرْتِ بِقَتْلِ الْإِمَامِ
وَقَاتِلُهُ عِنْدَنَا مَنْ أَمَرَ

ترجمہ: (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید ہو جانے کے بعد جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے خون کا مطالبہ کرنے لگیں) تو ان کے بھائی عبید بن سلمہ نے جب ان تمام افعال و اقوال کا مشاہدہ کیا۔ تو اپنی بہن عائشہ سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ اور ان سے کہا عجیب حالت ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی کے بارے میں سب سے پہلے اعتراض کرنے والی تم خود ہو۔ اور کئی مرتبہ یہ کہہ چکی ہو۔ کہ اس نعثل کو قتل کر دو۔ یہ کافر ہو گیا ہے: "نعثل" ایک لمبی داڑھی والے شخص کا نام تھا۔ جس کی شکل و صورت حضرت عثمان غنی رض سے ملتی جلتی تھی۔ اور جب کسی کی عیب جوئی اور برا بھلا کہنے کا موقعہ آتا ہے تو نعثل کا لفظ اس وقت استعمال کرتے ہیں۔ جب عبید بن سلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات کہی۔ تو انہوں نے جواباً کہا۔ کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان غنی رض سے کچھ ایسے افعال سرزد ہوتے دیکھے جو ناپسندیدہ تھے۔ تو انہوں نے توبہ کرنے کو کہا۔ اور ان (عثمان رض) کے قتل کے لیے اکٹھے ہو گئے۔ یہ دو قول ہیں۔ لیکن آخری بات پہلی بات سے بہتر ہے۔ عبید بن سلمہ کے اس موقعہ پر کہے گئے اشعار میں سے دو شعر یہ ہیں۔

"اے عائشہ! تو نے اس کام کی ابتداء کی۔ اور تجھ پر ہی اس کا اختتام ہوتا ہے۔ اور ہوا بھی تیری طرف سے تھی اور بارش بھی۔ تو نے ہی تو قتل امام (عثمان رض) کا حکم دیا تھا۔ ہمارے فیصلہ کے مطابق اُن کا قاتل وہی ہے۔ جس نے قتل کا حکم دیا تھا"

نوٹ:۔

پر قتل عثمان کا الزام لگایا۔ گویا جنگ جمل کی بنیاد سیدہ عائشہ بنیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کافر نعثل ایسے بیہودہ الفاظ کی نسبت مائی صاحبہ کی طرف کی گئی۔ اور کمال چالاکی سے شیعہ معتقدات کو جناب عبید بن سلمہ کی زبانی بیان کر کے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر کتنا بڑا بہتان قائم کرنے کی کوشش کی۔

اقتباس نمبر (۲):

عمران وابو الاسود نزد طلحہ وزبیر رفتہ۔ ہمیں سوال کردند از ایشاں ہمیں جواب شنیدند۔ از عائشہ استماع نمودہ بودند۔ رسولان گفتند چگونہ با علی مخالفت تو انید کرد کہ بیعت او در گردن شما است طلحہ وزبیر جواب دادند کہ ما از بیم شمشیر مالک اشتر بر بیعت او اقدام نمودیم مشروط با آنکہ قاتلان عثمان را سیاست فرماید۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۴۶۹)

ترجمہ: عمران اور ابو الاسود جب حضرت طلحہ اور زبیر کے پاس پہنچے۔ توان سے آنے کی وجہ پوچھی۔ ان دونوں نے وہی جواب دیا۔ جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پہلے پہل سن چکے تھے۔ (ان دونوں نے حضرت علی کے قاصد ہونے کی حیثیت سے بصرہ کے قریب جا کر مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کا ایک لشکر کے ہمراہ تشریف لانا۔ اس کی وجہ پوچھی۔ تو مائی صاحبہ نے جواباً کہا تھا۔ ہم قاتلانِ عثمان کو سزا دینے کے لیے آئے ہیں) اس کے بعد ان دونوں قاصدوں نے حضرت طلحہ و زبیر سے پوچھا۔ کہ تم نے جب حضرت علی المرتضیٰ کی بیعت کر لی ہے۔ تو پھر ان کی مخالفت پر کیوں اتر آئے ہوئے۔ دونوں نے جواب دیا۔ کہ ہم نے حضرت علی المرتضیٰ کی بیعت مالک اشتر کی تلوار کے خوف سے اس شرط پر کی تھی۔

تھی۔ وحضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ قاتلان عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو
سلوک ہونا چاہیے وہ کریں گے۔ اور انہیں مناسب سزا دیں گے۔

نوٹ

اس عبارت میں صاحب روضۃ الصفاء نے حضرت طلحہ و زبیر کی بیعت کو مشروط اور ڈر کی بیعت ثابت کیا۔ اس طرح ان کی توہین کا ارتکاب کیا گیا۔ اس بارے میں مروج الذہب جلد دوم ص ۳۶۲ کا حوالہ یاد داشت کے قابل ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ جنگ جمل کے دوران جب حضرت علی المرتضٰی کی ملاقات حضرت زبیر سے ہوئی۔ تو انہوں نے انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد یاد دلایا۔ کہ ایک دفعہ زبیر تم نے مجھے از راہ محبت گلے سے لگایا۔ تو حضور نے فرمایا تھا۔ آج گلے لگا رہے ہو۔ اور کل ان سے جنگ کرو گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشاد سنتے ہی حضرت زبیرؓ نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ اسی طرح حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں۔ جنہوں نے ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں ثابت قدمی دکھائی۔ جس کی مثال ملنا مشکل ہے انہیں یہ ثابت کرنا کہ مالک بن اشتر سے ڈر کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی۔ کیا یہ شیعیت کا پرچار نہیں۔؟

اقتباس نمبر ۳:۔

عائشہ ام سلمہ را در ایں قول تصدیق نمود و گفت من از ایں عزیمت تقاعد نمودم کہ ہیچ نصیحتی بہ از کنج سلامت نیست چوں عبداللہ زبیر کہ خواہر زادہ عائشہ بود ازاں معنی آگاہ شد باو گفت کہ اگر تو دریں سفر موافقت نمی نمائی مرا خود را ہلاک می سازم و با سر و پا بے برہنہ روئے بصحرا می نہم عائشہ از جہت مبالغہ ابن زبیر تمکس او را مبذول نفرمود عاقبت ارباب مکر و حیلہ بسمع عائشہ رسانیدند کہ عبداللہ زبیر بے زاد و راحلہ بجانب بصرہ

رفت اگر بتدارک مہم وے نپردازی غالباً درراہ ہلاک خواہ شد۔ وچوں عائشہ با و محبتی مفرط داشت ناچار با مخالفان امام زماں موافقت نمودہ عزیمت بصرہ نمود۔ (روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۴۷۹)

ترجمہ: جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بصرہ جانے کا ارادہ کیا۔ تو چاہا کہ حضرت ام سلمہ بھی ساتھ چلیں۔ لیکن ام سلمہ نے کہا۔ میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت نہیں کروں گی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ میری ایک بیوی باغیوں کے ساتھ ہو گی۔ اور مقام حوأب کے کتے اس پر بھونکیں گے۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ وہ عائشہ ہو گی۔ ام حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ام سلمہ کی اس بات کی تصدیق کی۔ اور کہا۔ کہ میں بصرہ جانے کا ارادہ ملتوی کرتی ہوں۔ اور یہ سمجھتی ہوں۔ کہ تنہائی کی ایک کونہ کے اندر بیٹھ جانے سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہے۔ جب عبد اللہ بن زبیر کو حضرت عائشہ کے اس ارادے کا علم ہوا جو مائی صاحبہ کا بھانجا بھی تھا۔ تو اس نے اپنی خالہ سے کہا۔ اگر آپ بصرہ کی طرف سفر کرنے میں میرے موافقت نہیں کریں گی۔ تو اپنے آپ کو ہلاک کر دوں گا۔ اور سر پاؤں سے ننگا بیابان کی طرف نکل کھڑا ہو جاؤں گا۔ لیکن اس کے باوجود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ جانے کے لیے آمادہ نہ ہوئیں۔ بالآخر کچھ حیلہ بازوں اور مکار لوگوں نے حضرت عائشہ تک یہ بات پہنچائی۔ کہ آپ کا بھانجا بغیر سواری اور خرچہ کے بصرہ کی طرف چل نکلا ہے۔ اگر تم نے اس کی پروقت مدد نہ کی۔ تو شائد وہ راستہ میں ہی ہلاک ہو جائے۔ چونکہ سیدہ عائشہ صدیقہ کو عبد اللہ کے ساتھ بے پناہ پیار تھا۔ لہذا مجبوراً امام زمان علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے مخالفین ساتھ بصرہ جانے کا پکا ارادہ کر لیا۔

نوٹ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بصرہ تشریف لے جانا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا گیا۔ کہ ان کی بھانجے کی محبت نے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ گویا مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا ایمان واتقاء کی اتنی کمزور تھیں۔ کہ رشتہ داری کی ان کی نظر میں زیادہ اہمیت تھی۔ یہ واقعہ صاحب روضۃ الصفا نے نہ جانے کہاں سے لیا ہے۔ کسی دوسری کتاب میں اس بے سروپا اور بے سند واقعہ کا تذکرہ نہیں ملتا۔ جس سے صاف ظاہر ہے میر محمد خواند شاہ نے محض سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اعتراض کی فضا ہموار کرنے کے لیے اسے گھڑا ہے۔ محبوبۂ محبوب رب العالمین کی توہین کون کیا کرتے ہیں؟

اقتباس نمبر (۴):

از امام محمد باقر روایت کردہ اند کہ چوں علی کرم اللہ وجہہ در حصن را گرفتہ بجنبانید تمامت حصار چناں بجنبید کہ صفیہ دختر حی از تخت بیفتاد روئے او مجروح شد۔
(روضۃ الصفا، جلد دوم ص ۲۷۵)

ترجمہ: حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قلعہ خیبر کا دروازہ پکڑ کر اسے ہلایا۔ تو قلعہ کی پوری دیوار کانپ اٹھی اور صفیہ دختر حی تخت پر سے نیچے گر گئی۔ اور زخمی ہو گئی۔

نوٹ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت کا کون منکر ہے۔ وہ اسد اللہ الغالب ہیں۔ قلعہ خیبر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا۔ لیکن جس انداز سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت اس واقعہ میں بیان کی گئی۔ یہ ان واقعات میں سے ایک ہے جن کو اہل تشیع نے خود گھڑا۔ اہل تشیع کے خود ساختہ واقعات کو بڑے شد و مد سے نقل کرنے والا آپ جان چکے ہوں گے کون ہے؟

اقتباس نمبر ۵،

دراعلام الوریٰ مذکوراست کہ علیؓ دراہ باابوبکر رسید ابوبکر پرسید کہ اے علی چہ واقع شدہ مگر درشانِ من چیزے نازل گشتہ۔ علی گفت نہ ولیکن رسول خدا مرا فرمود کہ سورۃ براۃ از تو بستانم و من بر مشرکان خوانم ابوبکر از راہ برگشتہ بنزد رسول اللہ آمد۔ و بعرض رسانید کہ اِنَّكَ اسْتَنْتَنِي لِأَمْرٍ كَالَبَ الْأَعْنَاقَ فِيهِ إِلَيَّ فَلَمَّا تَوَجَّهْتُ تَرَدَّدْتَنِي عَنْهُ مَالِي أُنْزِلَ فِيَّ الْقُرْآنُ فَقَالَ النَّبِيُّ لَا وَلٰكِنَّ الْأَمِينَ هَبَطَ إِلَيَّ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ لِأَنَّهُ لَا يُؤَدِّي إِلَيْكَ إِلَّا أَنْتَ أَوْ رَجُلٌ مِنْكَ وَعَلِيٌّ مِنِّي وَهُوَ أَخِي وَوَصِيِّي وَوَارِثِي وَخَلِيفَتِي فِي أَهْلِي وَأُمَّتِي مِنْ بَعْدِي يَقْضِي دَيْنِي يُنْجِزُ وَعْدِي لَا يُؤَدِّي إِلَّا عَلِيٌّ۔ (تاریخ روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۴۰۸ تا ۴۰۹)

ترجمہ: ۱۔ اعلام الوریٰ میں مذکور ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو راستہ میں جا لیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کیا ہوا۔ کیا میرے بارے میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ نہیں۔ لیکن مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا۔ تاکہ تم سے سورۃ برأت لے لوں۔ اور میں اُسے مشرکین کے سامنے جا کر پڑھوں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ حضور! آپ نے مجھے ایک کام سرانجام دینے کی ذمہ داری سونپی۔ جب میں آپ کے سامنے چلا آیا

ے لی۔ کیا میرے بارے میں کوئی حکم الٰہی نازل ہوا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ لیکن ابھی جبرئیل امین آئے تھے۔ اور یہ پیغام دے گئے کہ وہ کام (سورۃ برأۃ کی تبلیغ) یا تو آپ خود کریں۔ یا کسی اپنے آدمی سے کروائیں دیکھو۔ علی مجھ سے ہی ہے۔ وہ میرا بھائی اور وصی و وارث ہے۔ میرے اہل اور میری امت میں وہ میرا خلیفہ ہے۔ میرے بعد وہی میرے قرضے اتارے گا۔ اور میرے وعدے پورے کرے گا۔ لہٰذا یہ کام صرف اور صرف علیؓ ہی کر سکتا ہے۔

نوٹ

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس عبارت میں کس قدر واضح طور پر شیعہ نظریات بیان کیے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کو وصی اور خلیفہ انہیں کہا گیا۔ یعنی تین خلفاء کرام معاذ اللہ غاصب تھے۔ پھر حوالہ اس کتاب کا دیا جو از اول تا آخر مسلک شیعہ کی ترجمانی ہے۔ اعلام الوریٰ علامہ طبرسی شیعی کی تصنیف ہے اس کتاب کے حوالے سے حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل ثابت کرنے والا خود کٹر شیعہ ہے۔

اقتباس نمبر ۶:-

روایت ہے۔ کہ محمد بن حنفیہ اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں اکٹھے ہوئے تھے۔ اور مسئلہ امامت کے بارے میں گفتگو چل نکلی۔ محمد بن حنفیہ نے کہا۔ کہ امامت کا زیادہ حق دار میں ہوں۔ کیونکہ میں امیر المومنین حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کا نسبی بیٹا ہوں۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ کے جنگی ہتھیار مجھے ملنے چاہئیں۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اے چچا خدا سے ڈر۔ اور جس دعوے کا مستحق نہیں وہ نہ کر۔ محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بات پر اصرار کیا۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

کہ اسے چچا جس کی امامت کی گواہی حجر اسود دے گا خلیفۂ وقت اور امام زمان وہ ہے۔
اور اس بات کو قائم رکھتے ہوئے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے چچا پہلے
تو خدا قادر مختار کی بارگاہ میں دعا کر کہ حجر اسود تیری امامت کی گواہی دے۔ اور جب
محمد بن حنفیہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اور حجر اسود سے گواہی کا مطالبہ کیا۔
تو کوئی جواب نہ ملا۔ پھر محمد بن حنفیہ نے امام زین العابدین سے کہا۔ کہ تم بھی یہی عمل کرو۔
امام زین العابدین نے دعا کے بعد فرمایا۔ اے حجر اسود اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اوصیاء
کے جس عہد و میثاق کو تیرے اندر رکھ کر تجھے مشرف فرمایا ہے۔ اس کے واسطے سے فصیح
عربی زبان میں مجھے خبر دے۔ کہ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے بعد امیر المومنین کون ہے؟
جب امام زین العابدین نے یہ بات کہی۔ تو حجر اسود حرکت میں آیا۔ چنانچہ قریب تھا کہ
اپنی جگہ سے باہر آجائے۔ خدا قادر و مختار نے اس میں قوت گویائی پیدا فرما دی۔ اور آواز آئی
اے خدائے سزائے پرستش تحقیق کہ امامت بعد از حسین بعلی بن حسین رسیدہ است و امام
اوست۔ یعنی اے خدائے لائق عبادت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد امامت بالتحقیق
علی بن حسین (زین العابدین) کو پہنچ چکی ہے۔ اور امام وہ ہے۔ (تاریخ روضۃ الصفا
جلد سوم ص ۳۴۵)

نوٹ:

حوالہ بالا میں امامت کا منصوص من اللہ ہونا نظر آتا ہے۔ اور عہد میثاق کی تشریح و
تفسیر پھر اس کی وجہ سے حجر اسود کا مشرف ہونا یہ وہ عقائد ہیں۔ جن پر اہل تشیع کے مسلک
کی بنیاد قائم ہے۔ ان چند حوالہ جات سے صاحب روضۃ الصفا کے نظریات و معتقدات
کھل کر سامنے آگئے۔ جن سے یہ فیصلہ کرنا کوئی مشکل نہیں۔ کہ یہ شخص ہرگز ہرگز اہل سنت میں
سے نہیں ہے۔ بلکہ امامی شیعہ ہے۔ اب ہم دوسرے طریقہ کی طرف قلم اٹھاتے ہیں۔ یعنی
کتب شیعہ میں صاحب روضۃ الصفا کو کن لوگوں میں سے شمار کیا گیا

صاحب روضۃ الصفاء کا تشیّع کتب شیعہ سے

الذریعۃ:

رر وضۃ الصفاء فی سیرۃ الانبیاء والملوک
و الخلفاء) فارسی لمحمد میرخواند بن خاوند
شاہ بن محمد السید برہان الدین۔ وفی بعض
النسخ محمد بن خواوند شاہ ابن محمود
خاوند شاہ بن کمال الدین الخوارزمی الحسینی
من نسل زید بن علی بن الحسین المتوفی ثانی
ذی القعدہ ۹۰۳ عن ست و ستین سنۃ تَارِیْخٌ
کَبِیْرٌ فی مُجَلَّدَاتٍ سِتَّۃٍ وَ کَانَ بِنَاؤُہُ التَّکْمِیْلُ
بِالسَّبْعِ لٰکِنَّہٗ اِبْتَلٰی بِالْمَرَضِ وَ مَا تَمَکَّنَ مِنْہُ
بَ اَلْحَقَ بِہِ السَّابِعَ وَلَدُہٗ صَاحِبُ حَبِیْبِ السِّیَرِ
نْذُ بِیَدَ وَ تَکْمِیْلًا لَہٗ وَ بِالْجُمْلَۃِ ھُوَ مُشْتَمِلٌ
عَلٰی اَحْوَالِ الْاَئِمَّۃِ الْاِثْنٰی عَشَرَ اَیْضًا وَلِذَا
اُحْتُسِنَ فِی الرِّیَاضِ کَوْنُہٗ شِیْعِیًّا وَاسْتَظْہَرَ
کَوْنَہٗ مِنْ عُلَمَاءِ الْاِمَامِیَّۃِ وَ قَدْ طُبِعَ فِیْ
بمبئی ۱۲۷۰ وَ کَتَبَہٗ فِیْ خانقاہ خُلَاصَۃُ الَّتِیْ
بَنَ ھَا لَہُ الوزیر الامیر علی شیر فِیْ اَیَّامِ

مَصَاحَبَتِهِ لَهُ..... وَقَدْ اَخَذَ مِنْهُ وَلَدُهُ
غیاث الدین تَارِیْخَهُ الفَارِسِیَّ الْمَوْسُوْمَ
(حبیب السیر) اَلَّذِیْ اَلَّفَهُ للخواجة
حبیب الله مِنْ رِجَالِ دَوْلَةِ الشاہ اسماعیل
الصفوی فی ۹۲۷)

الذریعہ الی تصانیف الشیعہ ۔جلد ۱۱ ص ۲۹۶
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

(روضۃ الصفاء فارسی زبان میں لکھی گئی ہے۔ اور اس کے مصنف کا نام محمد میر خواند بن خاوند شاہ یا محمد بن خاوند شاہ خوارزمی حسینی ہے۔ جو امام زین العابدین کی نسل میں سے تھا۔ ۶۶ برس کی عمر میں ۹۰۳ھ مطابق دو ذی القعدہ میں اس نے انتقال کیا۔ اس کی یہ تاریخ چھ جلدوں پر مشتمل ہے ارادہ یہ تھا۔ کہ اسے سات جلدوں میں مکمل کرے گا۔ لیکن ساتویں جلد بیماری کی وجہ سے نہ لکھ سکا۔ یہ جلد اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے غیاث الدین نے لکھ کر مکمل کی۔ مختصر یہ کہ یہ کتاب بارہ اماموں کے حالات بھی بیان کرتی ہے۔ اسی لیے ریاض العلماء میں اس کے مصنف کے شیعہ ہونے کا احتمال بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۲۷۰ھ بمبئی میں چھپی مصنف نے اس کا خلاصہ اس خانقاہ میں بیٹھ کر لکھی تھی۔ جو اس کے لیے وزیر امیر علی شیر نے تعمیر کروائی تھی۔ اس کے بیٹے غیاث الدین نے بھی ایک فارسی تاریخ بنام حبیب السیر لکھی۔ اور اس میں اپنے والد کی کتاب روضۃ الصفا

کے حکم پر لکھی تھی۔ جو شاہ اسماعیل صفوی کی حکومت ۹۲۰ھ کا ایک رکن تھا۔

الکنی و الالقاب:۔

المیرخواند محمد بن خاوند شاہ بن محمود المورخ المطلع الماھر صاحب کتاب روضۃ الصفا فی سیرۃ الانبیاء و الملوک والخلفاء توفی سنۃ ۹۰۳ھ و اختصرہ ابنہ غیاث الدین خواند میر و سماہ حبیب السیر فی اخبار افراد البشر قال صاحب کشف الظنون وھی فی ثلاث مجلدات کبار من الکتب الممتعۃ المعتبرۃ الا انہ اطال فی وصف ابن حیدر ای شاہ اسماعیل الصفری ابن السلطان حیدر الموسوی کما ھو مقتضی حال عصرہ و ھو معذور فیہ تجاوز اللہ سبحانہ و تعالی عنہ۔

(الکنی و الالقاب جلد سوم ص ۲۲۰ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:۔

میرخواند محمد بن شاہ وند شاہ مؤرخ اور ماہر علم تھا۔ روضۃ الصفا اسی کی تصنیف ہے۔ جو ۹۰۳ھ میں اس نے لکھی۔ پھر اس نے لکھی۔ پھر اس کے بیٹے غیاث الدین خواند میر نے اس کا حبیب السیر کے نام سے

اور اس کا بہت نافع اور معتبر کتابوں میں شمار ہوتا ہے۔ ہاں اس نے اس کتاب میں ابن حیدر یعنی شاہ اسماعیل صفوی ابن سلطان حیدر موسوی کی بہت تعریف کی۔ لیکن یہ اس دُور کا تقاضا تھا۔ اس لیے اللہ سے دعا ہے۔ کہ وہ اسے معاف کر دے۔

نوٹ:۔

شاہ اسماعیل صفوی کے ایک خاص درباری حبیب اللہ کے ایماء پر صاحب روضۃ الصفاء کے بیٹے غیاث الدین نے حبیب السیر نامی خلاصہ تالیف کیا جس کے بارے میں ہم گزشتہ صفحات میں تحقیق پیش کر چکے ہیں۔ کہ یہ کتاب اہل تشیع کی ہے یہی وجہ ہے۔ کہ اس الذریعہ، میں اسے اور اس کی اصل یعنی روضۃ الصفاء دونوں کو اپنے مسلک کی کتب کے طور پر متعارف کرایا۔ اور مزید یہ کہ اس کتاب میں جس شخص کی بے پناہ تعریف کی گئی۔ وہ یعنی ابن حیدر موسوی ایسا شخص ہے۔ جس نے شیعیت کا اپنے دور میں بہت پرچار کیا۔ کیونکہ وہ خود امامی شیعہ تھا۔ اس بارے میں حوالہ ملاحظہ ہو۔

الکنی والالقاب:

صفی الدین اردبیلی...... تُوُفِّیَ ۷۳۵ھ فِیْ اَرْدبیل وَ دُفِنَ بِهَا وَدُفِنَ عِنْدَهُ جَمَاعَةٌ كَثِيْرَةٌ مِنْ اَوْلَادِهٖ وَ اَحْفَادِهٖ كَالشَّيْخِ صَدْرِ الدِّيْن والشيخ جنيد و السُّلْطَان حَيْدر وابنِهِ الشَّاه اسماعيل...... يُنْسَبُ اِلَيْهِ السَّلَاطِيْنُ الصفوية الَّذِيْنَ اِهْتَمُّوْا بِنَشْرِ اَعْلَامِ الدِّيْن

اَوَّلُهُمُ الشَّاهُ اِسْمَاعِیْل۔ اَلْوَلَدُ ابن السلطان حیدر۔

(الکنی والالقاب جلد دوم ص ۴۲۴)

ترجمہ: شاہ صفی الدین اردبیل ۷۳۵ھ میں فوت ہوا۔ اردبیل میں ہی دفنایا گیا۔ اور اس کے ساتھ اس کی اولاد اور خدام کثیر تعداد میں مدفون ہیں۔ جیسا کہ شیخ صدرالدین، شیخ جنید اور سلطان حیدر اور اس کا بیٹا شاہ اسماعیل۔ اسی صفی الدین کی طرف صفوی بادشاہ منسوب ہیں۔ یہی وہ بادشاہ ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے دور میں دین شیعہ کی تبلیغ و نشر و اشاعت کا اہتمام کیا۔ ان میں سے سب سے پہلا سلطان حیدر کا بیٹا شاہ اسماعیل ہے۔

لمحہ فکریہ:

جس طرح صاحب روضۃ الصفاء اپنی تحریرات کے آئینے میں امامی شیعہ ثابت ہوا تھا۔ اسی طرح کتب شیعہ جو صرف شیعہ مصنفین اور مؤرخین وغیرہ کی تاریخ بیان کرتی ہیں۔ ان سے بھی یہی ثابت ہوا کہ یہ شیعہ ہے۔ اور اس نے ان بادشاہوں کے دور میں اس کتاب کی تصنیف و تالیف کی۔ جس میں شیعیت کا بول بالا چار سو پرچار ہوتا تھا۔ ان حالات و واقعات کی روشنی میں کوئی عقل سے عاری ہی ہے سنی اور اس کی کتاب کو اہل سنت کی معتبر کتاب کہہ سکتا ہے۔ شیعہ ہونے کی وجہ سے اس کی تحریرات ہم اہل سنت پر حجت ہرگز ہرگز نہیں بن سکتیں۔ غلام حسین نجفی وغیرہ نے خواہ مخواہ بیچارے کے مرنے کے بعد سنی کہہ دیا۔ اور اپنا الو سیدھا کرنے کی حماقت کی۔ لیکن فراڈ اور فریب پر قائم عمارت تحقیق کی ایک ضرب کی برداشت نہ کر

۱۵ کتاب پانزدہم

الاخبار الطوال مصنفہ ابوحنیفہ دینوری

"الاخبار الطوال" کے مصنف کا نام ابوحنیفہ دینوری ہے۔ اور اس کے شیعہ ہونے پر تمام کتب اہل تشیع متفق ہیں۔ لیکن تعصب اور عناد کا مارا غلام حسین نجفی اس کو شیعہ ماننے پر تیار نظر نہیں آتا تعصب کی پٹی اگر اتار دی جائے۔ تو حقیقت نظر آنے کی امید کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ غلام حسین نجفی اسے سُنّی کہہ کر اور پھر اس کے حوالے پر ثابت کرتا ہے۔ کہ دیکھو اہل سنت بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ شیعوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے پوری پوری وفاداری کی ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

ماتم اور صحابہ:

بنی ہاشم کے علاوہ کربلا میں کون شہید ہوا

(اہل سنت کی معتبر کتاب الاخبار الطوال لابی حنیفہ الدینوری ص ۲۶۰)

الاخبار الطوال:-

وَرَدَ عَلَيْنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِمْ وَسِتُّوْنَ رَجُلًا مِنْ شِيْعَتِهِ۔

ترجمہ: [illegible]

(عراق میں) حسین بن علی وارد ہوئے۔ اٹھارہ آدمی اُن کے اپنے اہل بیت بنی ہاشم میں سے تھے۔ اور ساٹھ مرد ان کے ساتھ ان کے شیعوں میں سے تھے (ہم نے ان پر تیری بیعت کو پیش کیا۔ سب نے انکار کیا۔ ہم نے ان سب کو قتل کر دیا۔ اور ان کے جسم بغیر کفن کے کربلا میں چھوڑ آئے۔

قارئین کرام اس روایت سے معلوم ہوا کہ شیعہ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ پر جاں نثار کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ چار یاری قاضی اور اس کا رفیق قادری شیعہ کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ شیعہ تو پھر بھی امام کے ساتھ شہید ہوئے۔ آپ کسی کتاب کا حوالہ دیں۔ کہ چار یاری مذہب کا کوئی آدمی بھی یعنی سنی عقیدہ رکھنے والا اولاد نبی پر جاں نثاری کرتے ہوئے کربلا میں شہید ہوا ہو۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۲۷، ۲۲۸)

جواب:

"الاخبار الطوال" کی مذکورہ روایت کے بارے میں مفصل تحقیق ہم اسی کتاب میں تحریر کر چکے ہیں جس میں ماتم اور صحابہ نامی نجفی کی کتاب کے ایک ایک استدلال کو ہم نے اکھاڑ پھینکا ہے۔ اس لیے اس بحث میں ہم اب نہیں پڑتے۔ بلکہ اپنے موضوع پر چلتے ہوئے ہمیں یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ "الاخبار الطوال" کیسی اور کس مسلک کی کتاب ہے؟

صاحب الاخبار الطوال ابوحنیفہ دینوری امامی شیعہ ہے

آقا بزرگ شیعہ

الذریعہ:

الاخبار الطوال المطبوع لابی حنیفۃ الدینوری احمد بن داؤد من اہل دینور ...... ومن تصریح ابن الندیم بتوثیقہ وانّ اکثر اخذہ

الشهيد لِتَشَيُّعِهٖ وهو من ابناء الفرس يَسْتَظْهِرُ اِمَامِيَّتَهٗ

(الذريعه الى تصانيف الشيعة جلد اول ص۳۳۸ مطبوعه بيروت)

ترجمہ: "الاخبار الطوال" احمد بن داؤد ابو حنیفہ دینوری کی تصنیف ہے۔ جو دینور کا باشندہ تھا۔ اور ابن الندیم کی تصریح کے مطابق وہ ثقہ آدمی ہے۔ اور یہ بوجہ شیعہ ہونے کے اکثر و بیشتر یعقوب بن اسحاق سکیت نحوی سے استفادہ کرتا ہے۔ ابو حنیفہ ایرانی (فارسی) تھا۔ اور اپنا امامی شیعہ ہونا ظاہر کرتا تھا۔

ابو حنیفہ دینوری کے شیعہ ہونے پر شیعہ علماء کے مزید فیصلے

تنقیح المقال:

احمد بن داؤد الدینوری ابوحنيفة كَانَ مِنْ اَهْلِ دِيْنَور...... وَقَدْ عَنْوَنَهٗ ابنُ النَّدِيم وَقَالَ اَخَذَ عَنِ الْبَصْرِيِّيْنَ وَالْكُوْفِيِّيْنَ وَكَانَ مُغْنِيًا فِيْ عُلُوْمٍ كَثِيْرَةٍ وَثِقَةً فِيْمَا يَرْوِيْهِ مَعْرُوْفٌ بِالصِّدْقِ وَعَدَّ لَهٗ سِتَّةَ عَشَرَ كِتَابًا وَاَقُوْلُ اِنْ كَانَ اِمَامِيًّا كَانَ مِنَ الثِّقَاتِ لِتَوْثِيْقِ ابْنِ النَّدِيْم۔

(تنقیح المقال جلد اول ...

ترجمہ:

ابوحنیفہ احمد بن داؤد دینور کا باشندہ تھا۔ اس کے بارے میں ابن ندیم نے کہا۔ کہ اس نے بصری اور کوفی لوگوں سے علم حاصل کیا۔ اور بہت سے علوم میں مہارت تھی۔ روایات میں ثقہ ہے۔ اور صدق میں معروف ہے۔ تقریباً سو کتب کا مصنف ہے۔ اور میں (صاحب تنقیح المقال علامہ مامقانی) کہتا ہوں۔ کہ ابوحنیفہ دینوری امامی شیعہ ہے۔ تو ابن ندیم کی توثیق سے وہ واقعی ثقہ ثابت ہوتا ہے۔

نوٹ:

صاحب تنقیح المقال علامہ مامقانی نے ابن ندیم کے ثقہ کہنے کی وجہ سے ابوحنیفہ کو ثقہ کہا۔ اور صاحب الذریعہ نے کئی اور طریقوں سے اس کے تشیع کو ثابت کیا ہے۔ یہ انداز تحریر ظاہر کرتا ہے۔ کہ ابوحنیفہ دینوری امامی شیعہ تھا باقی رہا ابن ندیم کا اس کی توثیق کرنا تو لگتے ہاتھوں ابن الندیم کے مسلک پر بھی بات ہو جائے۔ لہٰذا سنیے۔

الکنی والالقاب:

اِبْنُ النَّدِیْمِ۔ اَبُو الْفَرَجِ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاق اَلنَّدِیْمُ الْمَعْرُوْفُ بِابْنِ اَبِیْ یَعْقُوْبَ الْوَرَّاق النَّدِیْمُ الْبَغْدَادِیُّ الْکَاتِبُ الْفَاضِلُ الْخَبِیْرُ الْمُتَبَحِّرُ الْمَاهِرُ الشِّیْعِیُّ الْاِمَامِیُّ مُصَنِّفُ کِتَابَ الْفِهْرِسْتِ۔

(الکنی والالقاب جلد اول صفحہ ۴۴۰)

ترجمہ: ابن ندیم - ابوالفرج محمد بن اسحاق الندیم جو ابن ابی یعقوب الوراق ندیم بغدادی کے نام سے مشہور ہے۔ کاتب، فاضل، عالم، ماہر اور امامی شیعہ تھا۔ فہرست نامی کتاب اسی کی تصنیف ہے۔

لمحہ فکریہ:

"ابن ندیم" نے ابو حنیفہ دینوری کی توثیق کی تھی۔ اور اسی کی توثیق کا سہارا لیتے ہوئے علامہ مامقانی نے اسے ثقہ کہا۔ اب جبکہ یہ بات واضح ہوگئی۔ کہ ابن ندیم خود امامی شیعہ ہے۔ تو یہ بھلا کسی سنی کی توثیق کیونکر کرتا۔ اگر پھر مامقانی اس کی گردن پر بوجھ ڈال کر توثیق کا اقرار کیوں کرتا۔ مامقانی نے کہا تھا "اگر ابوحنیفہ شیعہ ہے" اب اگر مگر کی بات ختم ہوگئی۔ لہذا ثابت ہوا کہ صاحب اخبار الطوال امامی شیعہ ہے۔ اسے سنی کہنا فریب ہے۔ اور اس سے بڑھ کر جل اور فراڈ یہ کہ اس کی کتاب کو اہل سنت کی معتبر کتاب کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس کتاب کے مندرجات سے شیعہ اگر اپنے عقائد ثابت کرتے ہیں۔ تو کون سی تعجب کی بات ہے۔ یہ تو یوں ہی ہوگا۔ کہ دیکھو! الصافی یا الکافی میں مسلک شیعہ کی یوں تائید موجود ہے۔ آخر ان میں شیعیت کا ثبوت نہ ہوگا۔ تو اور کن کتابوں سے پیش کیا جائے گا۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِى الْاَبْصَارْ

کتاب شانزدھم [16]

روضۃ الشہداء مصنفہ ملا حسین کاشفی

شیعہ مسلک کی تصانیف میں سے روضۃ الشہداء بھی ایک ہے۔ اس کے مصنف کا نام ملا حسین بن علی واعظ کاشفی ہے۔ اس میں بھی اہل سنت کے اکابر اوران کے مسلک پر گھناؤنے انداز میں اعتراض کیے گئے۔ غلام حسین نجفی نے دریشہ مکاری سے کام لیتے ہوئے اسے بھی اہل سنت کی معتبر کتاب کہا۔ اور پھر اس کتاب کے ذریعہ اہل سنت پر کافی اعتراضات کیے۔ حوالہ کے لیے نجفی کی کتاب قول مقبول کا اقتباس پیش خدمت ہے۔

قول مقبول: حضرت علی علیہ السلام کا نکاح اللہ تعالیٰ نے عرش اعظم پر بھی فرمایا تھا

روضۃ الشہداء:

در کتب خوارزمی درایں باب حدیث طویل واقعہ شدہ خلاصہ ہمہ آنکہ جبریل بنزدیک حضرت رسالت آمد۔ وقدرے از سنبل وقرنفل بہشت بیاورد۔ نبی کریم فرمود کہ جبریل سبب آوردن

[illegible]

ترجمہ:

ایک روز جبریل نبی کریم کے پاس آئے۔ سنبل اور لونگ بہشت سے لائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہ یہ چیزیں آپ کیوں لائے ہیں۔؟ جبریل نے عرض کی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت کو آرائش اور زیبائش کا حکم دیا ہے۔ اور درخت طوبےٰ کو بھی اور حوران جنت کو بھی طرح طرح کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور فرشتوں کو فرمایا ہے۔ کہ وہ بیت المعمور کے اطراف میں جمع ہوں۔ اور وہاں نور کا ایک منبر ہے۔ جس پر حضرت آدمؑ نے پیدائش کے بعد فرشتوں کے سامنے خطبہ پڑھا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے راحیل فرشتے کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ اس منبر پر جا کر خطبہ پڑھے۔ اور اس سے زیادہ میٹھی آواز والا فرشتوں میں سے اور کوئی بھی نہیں۔ پس راحیل نے میٹھی آواز سے اللہ کی حمد و ثناء کا اس شان سے خطبہ پڑھا۔ کہ تمام اہل آسمان خوشی سے جھومنے لگے۔ پھر راحیل کو حکم ہوا۔ کہ میرے حبیب کی بیٹی، حضرت فاطمۃ زہرا کا جناب علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح پڑھے۔ راحیل نے نکاح پڑھا۔ فرشتے گواہ بنے۔ اور دیوانِ قضا کے کلرک اس نکاح کے کاتب بنے۔ پھر جبریل نے ایک ٹکڑا ریشم کا جناب رسالتمآب کو دکھایا۔ اور عرض کی۔ نکاح کی پوری روئیداد اس میں تحریر ہے۔ اور میں حکم پروردگار سے آپ کو دکھاتا ہوں۔ اور میں نے اس پر کستوری کی مہر لگائی ہے۔ اور میں نے یہ تحریر رضوان خادم بہشت کے سپرد کر دی ہے۔ (اہل سنت کی معتبر کتاب روضۃ الشہداء ص ۱۳۹ باب چہارم۔)

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول تصنیف غلام حسین نجفی ص ۲۱۷، ۲۱۸)

جواب:

"روضۃ الشہداء" کے حوالہ مذکورہ سے غلام حسین نجفی نے جہاں اہل بیت کرام کے بارے غلو سے کام لیا۔ وہاں اس نے یہ بھی خرافات کہیں۔ دیکھو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے علاوہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی اور بھی ہوتی تو ان کے نکاح بھی اسی شان و شوکت سے ہوتے۔ لہٰذا انہوں نے ام کلثوم اور رقیہ نامی جن دو لڑکیوں کا ذکر کیا۔ اور جن کی یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شادی ہوئی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹیاں ہرگز نہ تھیں۔ دیکھو اگر یہی سگی بیٹیاں ہوتیں۔ تو روضۃ الشہداء میں ان کے بارے میں بھی مذکور ہوتا۔ کہ ان کا نکاح بھی آسمانوں پر ہوا۔ اور راحیل فرشتے نے پڑھا وغیرہ وغیرہ حالانکہ روضۃ الشہداء اہل سنت کی معتبر کتاب ہے۔ تو جب اس معتبر سنی کتاب میں ان کا تذکرہ اس انداز سے نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ سنی بھی ان دونوں کو حضور کی حقیقی بیٹیاں تسلیم نہیں کرتے آیئے ذرا غلام حسین نجفی کی اس مکاری کی بھی خبر لیں اور تحقیق پیش کریں کہ روضۃ الشہداء کس کی کتاب ہے۔ اور اس کے مصنف کا مسلک کیا تھا؟

صاحب روضۃ الشہداء ملاں حسین کاشفی شیعہ ہے
شیعہ علماء کا فیصلہ

الذریعہ:

روضۃ الشہداء فارسی مُکَمَّعٌ للمولی الواعظ الحسین بن علی الکاشفی البیہقی المتوفی حدود ۹۱۰ مُرَتَّبٌ علیٰ عَشَرَۃِ ابوابٍ وَخاتمۃٍ

فِيْهَا ذِكْرُ اَوْلَادِ السِّبْطَيْنِ وَجُمْلَةٍ مِنَ السَّادَاتِ...
وَقَدْ طُبِعَ روضة الشهداء فی لاهور ۱۲۸۲
و بمبئی ۱۳۳۱ و طهران ۱۳۳۳۔
(الذريعة الى تصانيف الشيعه جلد نمبرا
ص ۲۹۴ تا ۲۹۵)

ترجمہ: روضۃ الشہداء فارسی میں ہے۔ اور اس کے مصنف کا نام حسین بن علی کاشفی واعظ ہے۔ جس کا ۹۱۰ میں انتقال ہوا۔ یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے۔ اور ایک خاتمہ بھی۔ ان میں حسن و حسین کی اولاد اور دیگر سادات کا تذکرہ ہے۔ یہ کتاب لاہور میں ۱۲۸۲، بمبئی میں ۱۳۳۱ اور طہران میں ۱۳۳۳ میں چھپی۔

توضیح:

جیسا کہ بارہا ذکر کیا جا چکا ہے۔ کہ الذریعہ نامی شیعہ تصنیف کا مقصد تالیف یہی تھا۔ کہ تمام شیعہ مصنفین کی کتابوں کو یک جا جمع کر دیا جائے۔ اور ان کے مصنفین کے حالات و واقعات درج ہوں۔ اس لیے اس میں کسی ایسی کتاب کا تذکرہ ہرگز نہ ملے گا۔ جو اہل تشیع کے نظریات و معتقدات پر مشتمل نہ ہو۔ الذریعہ میں جب روضۃ الشہداء کا تذکرہ موجود ہے۔ تو اس سے صاف ظاہر کہ یہ کتاب اہل سنت کی نہیں بلکہ اہل تشیع کی ہے۔

الکنی والالقاب:

الكاشفی العالم الفاضل المولى حسين بن علی
البيهقی السبزواری واعظ جامع للعلوم الدينية
مفسر محدث متبحر خبير كان ذو بم اخى المولى

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ جَامِیْ لَہٗ مُصَنَّفَاتٌ کَثِیْرَۃٌ مِنْھَا جَوَاھِرُ التَّفْسِیْرِ وَمُخْتَصَرُہٗ......وروضۃ الشہداء وَغَیْرُ ذَالِکَ وَمِنْ اَشْعَارِہٖ قَصِیْدَۃٌ فِیْ مَنَاقِبِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ علیہ السلام مِنْھَا ھٰذَانِ الْبَیْتَانِ

ذریتی سوال خلیل خدا بخواں — وازلاینال عہد جوابش بجن ادا
گردد ترا عیاں کہ امامت لائق است — آنرا کہ بردہ بیشتر عمر در خطا

وَھٰذَا یَدُلُّ عَلٰی تَشَیُّعِہٖ تُوُفِّیَ بِسَبْزَوَارَ فی حدود سنۃ ۹۱۰۔

(الکنی والالقاب جلد سوم ص ۱۰۵ مطبوعہ تہران طبع جدید۔)

ترجمہ: ملا حسین بن علی بیہقی سبزواری الکاشفی بہت بڑا عالم فاضل تھا۔ دینی علوم کا جامع، مفسر، محدث اور باخبر عالم تھا۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی کا بہنوئی ہے۔ اس کی بہت سی تصانیف ہیں ان میں سے جواہر التفسیر اور اس کا خلاصہ ہے۔ اور روضۃ الشہداء بھی اسی کی تصنیف ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب میں اس نے قصیدہ کہا۔ جس کے دو شعر یہ ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی اولاد میں امامت کا سوال کیا۔ تو جواب ملا کہ یہ منصب ظالموں کو نہیں مل سکتا۔ اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ منصب امامت ان لوگوں کو نہیں مل سکتا جن کی عمر کا اکثر حصہ اسلام میں نہ گزرا ہو۔ یہ اشعار

میں بمقام ہرات انتقال ہوا۔

لمحہ فکریہ :-

الذریعہ اور الکنی والالقاب کے حوالہ جات سے صاحب روضۃ الشہداء کا شیعہ ہونا ظاہر و باہر ہو گیا خصوصاً شیخ عباس قمی نے اس کی شیعیت کی تصریح جس عقیدے اور نظریئے پر کی۔ وہ اہل تشیع کا متفق علیہ عقیدہ ہے۔ یعنی حضرات ائمہ اہل بیت کا معصوم عن الخطاء ہونا۔ اور اس کے ساتھ قرآنی آیات سے حضرت ابراہیم کے واقعہ کے ضمن میں اس نے یہ بھی ثابت کیا۔ کہ ظالم اور خطاء کار اور کفر کی زندگی گزار کر مسلمان ہونے والے منصب امامت کے ہرگز لائق نہیں ہو سکتے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت برحق نہ تھی کیونکہ اہل تشیع کے نزدیک ان کا قبل از اسلام زمانہ بت پرستی میں گزرا۔ اگرچہ ان کا یہ کہنا غلط ہے لیکن ان کے نزدیک جب ان تین خلفاء کا زمانہ قبل از اسلام شرک و بت پرستی میں کا دور تھا۔ تو ایمان لانے کے بعد یہ معصوم ہرگز نہ ہوئے۔ اور امام بنص قرآنی معصوم ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ تینوں حضرات منصب امامت پر زبردستی متمکن رہے اور انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حق خلافت و امامت غصب کر رکھا تھا۔ اس عقیدہ کی بنا پر جو صاحب روضۃ الشہداء کے اشعار سے ظاہر ہے اہل تشیع کے ایک بڑے جگادری نے اس کی شیعیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ ان تصریحات و شواہد کے ہوتے ہوئے نجفی حجتی وغیرہ کا اسے سنی اور اس کی تالیف روضۃ الشہداء کو" اہل سنت کی معتبر کتاب،، کے عنوان سے پیش کرنا کس قدر فریب ہے۔ دراصل نجفی نے شیعہ لوگوں کو خوش کرنے کے لیے یہاں تک قسم اٹھا کر کہہ دی کہ جو یہ ...

کو ثابت کر کے چھوڑوں گا۔ چاہے مجھے بے ایمان ہی کیوں نہ بننا پڑے۔ اور چاہے مجھے اگلے بڑوں کو کتا اور خنزیر ہی کیوں نہ کہنا پڑے۔ کیونکہ شیعہ مسلک میں سنی معاذ اللہ کتے اور سور سے بھی بُرا ہوتا ہے۔ اور آپ نے اس سے پہلے معتبر کتب شیعہ کے شواہد سے بھی پڑھ لیا ہے۔ کہ ملاں حسین کاشفی شیعہ ہے اور شیعہ علماء نے اسے تسلیم کیا ہے۔ کہ ہمارا پکا شیعہ اور مستند عالم ہے اسی لیے بڑے بڑے علماء شیعہ نے صاحب ناسخ التواریخ علماء نے اس کی کتاب شواہد النبوۃ کو مستند سمجھتے ہوئے اس کے حوالہ جات دیئے لہٰذا ثابت ہوا کہ روضۃ الشہداء کا مصنف ملا حسین کاشفی وہ شخص ہے۔ جو واقعہ کربلا کے متعلق من گھڑت واقعات و روایات لکھنے والا پہلا مصنف ہے۔ بعد میں جس قدر شیعہ سنی کتب میں رونے رلانے والے واقعات اور واقعہ کربلا کو رنگین بنانے کے لیے جو روایات موجود ہیں۔ ان سب نے اسے کاشفی سے نقل کیں جہاں تک اس کے شیعہ ہونے کا معاملہ ہے۔ وہ تو ہم نے شیعوں کی ان مستند کتابوں سے ثابت کر دیا ہے۔ جن کا موضوع ہی یہ تھا۔ کہ کون کون سے مصنف شیعہ ہیں ان کی کون کون سی کتابیں ہیں۔ امام مسلم کے بچوں کا واقعہ جب صاحب ناسخ التواریخ شیعہ نے لکھا۔ تو اس بات کا صاف اقرار کیا۔ کہ یہ واقعہ "روضۃ الشہداء" کے علاوہ کسی اور مستند کتاب میں مجھے نہ ملا۔ میں اسے اسی کتاب سے نقل کر رہا ہوں۔ اسی طرح دور حاضر کے ایک سنی مصنف مفتی حبیب اللہ سیالکوٹی نے "فاطمہ کالال" نامی اپنی تصنیف میں بعض جگہ "روضۃ الشہداء" کا حوالہ دیا ہے۔ کاشفی کے شیعہ ہونے کے بعد اب ہم اس کی کتاب روضۃ الشہداء سے اس کے کذاب ہونے اور غم اہل بیت کے بارے میں واقعات و روایات میں چند من گھڑت واقعات کو نقل کر رہے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام یہ جان سکیں۔ کہ یہ مصنف کیسا تھا۔

نوٹ:۔

روضۃ الشہداء اصل فارسی بھی اگرچہ ہمارے پاس ہے۔ اور اس کی اصل عبارت بمعہ ترجمہ نقل کی جا سکتی تھی۔ لیکن ہم نے اس کا صرف وہی ترجمہ پیش کیا ہے جو صائم نعت خواں نے کیا ہے۔ یہ اس لیے مناسب سمجھا کہ ملا حسین کاشفی اور صائم نعت خواں دونوں ایک ہی مسلک کے پیرو ہیں۔ اس سے دونوں کا مسلک بھی معلوم ہو جائے گا۔ اور ہم اپنی بات بھی کر سکیں گے۔ اور طوالت سے بھی بچ جائیں گے۔

لہٰذا درج ذیل روضۃ الشہداء کی فوٹو کاپی لف کی جا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

غمِ اہلبیت کی ایک تصویر

واقعہ اوّل:

: روضۃ الشہداء فارسی باب ہشتم ص ۲۰۳ روضۃ الشہداء مترجم جلد دوم ص ۴۶۴۔ پر یوں موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ نے اہلبیت کی مظلومی و محرومی اور رنجوری و مجبوری کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک وقت میں حرم کی حاضری کیلئے توکل بخدا اکیلا ہی صحرا میں جا رہا تھا کہ اچانک میں نے بارہ تیرہ سال کی عمر کے ایک شہزادے کو دیکھا کہ وہ تنہا اور پاپیادہ چلا جا رہا ہے اس شہزادے کے گیسو سیاہ اور چہرہ چاند کی طرح تھا۔ میں نے کہا سبحان اللہ اس صحرا میں یہ کون شخص ہے۔

این کیست این این کیست این این یوسف ثانیست این
یا خود کھا نیست این یا فیض سبحانیست این!
این نقطہ در رحمت را نگار در ساخت این بادیہ
خضر است در الیاس زین گم یا آب حیوانیست این

میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا تو انہوں نے جواب عطا فرمایا۔

میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟

فرمایا: میں عبداللہ یعنی خدا کا بندہ ہوں۔

میں نے کہا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟

فرمایا: من اللہ یعنی اللہ کی طرف سے آیا ہوں

میں نے کہا: آپ کو کہاں جانا ہے؟

فرمایا: الی اللہ یعنی خدا کی طرف جانا ہے

میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟

فرمایا: رضاء اللہ، یعنی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتا ہوں۔

میں نے کہا: آپ کا زاد راہ اور سواری کہاں ہے؟

فرمایا: میرا زاد راہ توشہ تقویٰ ہے، اور میری سواری میرے دونوں پاؤں ہیں،

میں نے کہا: یہ خونخوار بیابان ہے، اور آپ نورسیدہ اور چھوٹی عمر کے ہیں آپ کیا کریں گے؟

فرمایا: تو نے کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے جو کسی کی زیارت کی طرف متوجہ ہو اور وہ شخص اس سے بے بہرہ اور محروم کردے۔

میں نے کہا: اگرچہ آپ کی عمر چھوٹی ہے، مگر بات بہت بڑی کی ہے، آپ کا نام کیا ہے؟

فرمایا: اے ابن مبارکؒ مصیبت زدگان مردزدگان کا کیا پوچھتے ہو، اور ان کے

منم در عشق بیدلے ناتوانے ‏ نراسے سرسے نہ جسے نہ جانے

ضعیفے، نحیفے، عشق را حریفے ‏ بصورت ضیغے بمعنے گرانے

میں نے کہا! اگر آپ نام نہیں بتانا چاہتے تو خدا کے لئے یہی بتا دیں کہ آپ کس قوم اور قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں؟

اُنہوں نے دل پُردرد سے آہ سرد کھینچی اور فرمایا: نَحْنُ قَوْمٌ مَظْلُوْمٌ۔ یعنی ہم ستم رسیدہ لوگ ہیں۔

نَحْنُ قَوْمٌ مَطْرُوْدِیْن۔ یعنی ہم بے وطن اور غریب الدیار قوم سے ہیں،

نَحْنُ قَوْمٌ مَقْهُوْرُوْن۔ یعنی ہم اس قوم سے ہیں جس پر قہر و غضب توڑا گیا۔

میں نے کہا! میں کچھ نہیں جان سکا، آپ اپنے بیان میں اضافہ فرمائیں۔

اُنہوں نے چند شعر پڑھے، جن کا مضمون یہ ہے،

ہم آنے والوں کو حوض کوثر سے پانی پلانے والے ہیں۔

نجات پانے والا شخص ہمارے وسیلہ کے بغیر مراد کو نہیں پہنچے گا، جو شخص ہم سے دوستی رکھے گا ہر گز بے بہرہ نہیں رہے گا، اور جو ہمارا حق غصب کرے گا قیامت کے دن ہمارے لئے اور اُس کے لئے محکمہ جزا کی وعدہ گاہ ہوگی اُنہوں نے یہ بات کی اور میری نگاہوں سے غائب ہوگئے، میں نے بہت تاسف کیا، کہ میں اُنہیں نہ جان سکا کہ وہ کون تھے۔

جب میں مکہ معظمہ میں پہنچا تو ایک دن طواف میں لوگوں کا ایک گروہ دیکھا جس

نے ایک شخص کو حلقے میں لے رکھا تھا، اور بہت سے لوگ اُس کے قدموں میں کھڑے تھے، میں جب اُن کے سامنے ہوا تو دیکھا کہ یہ وہی صاحبزادے ہیں اور لوگ اُن کے اردگرد جمع ہو کر حلال و حرام کے مسائل اور قرآن و حدیث کے دقائق پوچھ رہے ہیں، اور وہ زبان فصیح اور بیان بلیغ سے اُن کی مشکلات کی گرہیں کھول رہے ہیں، میں نے کہا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا افسوس ہے تو انہیں نہیں جانتا، یہ وہ ہیں جنہیں وادی مکہ کے سنگریزے بھی پہچانتے ہیں، یہ آلِ عبائے آدم، شہید کربلا کے قرۃ العین، علی بن حسین امام زین العابدین علیہما السلام ہیں عبداللہ بن مبارک نے یہ بات سنی تو آگے بڑھ کر امام عالی مقام کے مبارک ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا، اور روتے ہوئے کہا، اے رسول اللہ کے بیٹے آپ نے مظلومی و مقہوری اہلبیت کی مہجوری کے بارے میں جو فرمایا ہے وہ درست ہے اس اُمت میں کسی جماعت کو وہ مصیبت نہیں پہنچی جو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلبیت کو پہنچی ہے، ہر رات اور دن کو رنج و تعب اُن کے قریب ہوتے اور ہر دم کے ساتھ وہ درد و الم کے ہم نشین ہوتے اگر قبا پہنتے تو اُس میں قہر کا بخیہ ہوتا اگر لقمہ کھاتے تو اُس میں مصیبتوں کا زہر ہوتا۔

عبداللہ بن مبارک کی امام زین العابدین سے ملاقات
اور پھر غم کی تصویر

[illegible] نے ذکر دہ واقعہ پڑھا جس کا تانا بانا اس پر رکھا گیا کہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ اور امام زین العابدین کی کسی جنگل میں ملاقات ہوئی اس وقت امام زین العابدین کی عمر بارہ تیرہ سال کے لگ بھگ تھی۔ عبداللہ بن مبارک نے ہر طریقے سے معلوم کرنا چاہا۔ کہ یہ لڑکا کون ہے لیکن اس کی مظلومیت کے سوا اور کچھ نہ جان سکے۔ اور اس کی مظلومیت نے آپ کو حیران پریشان کر دیا۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ جن کی مظلومیت پر عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ ایسے شخص پریشان ہو گئے۔ اُن کی مظلومیت پر آنسو بہانا اور غم و پریشانی کا اظہار ایک مستحسن امر ہے۔ اور اہل بیت سے محبت کی ایک علامت ہے۔

اس واقعہ سے ہٹ کر ہم اہل سنت سیدنا امام عالی مقام اور خاندانِ اہل بیت سے محبت کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ اگر امام عالی مقام کے مبارک قدموں سے لگی مٹی آنکھوں میں ڈالنے کا موقعہ میسر آجائے۔ تو یہ ہمارے لیے باعث فخر ہو گا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس پر چڑھنے والی شخصیت کی طرف منسوب کوئی چیز مل جائے۔ تو اُسے حرزِ جان و ایمان سمجھتے ہوئے قبر میں اپنے ساتھ لے جائیں۔ خارجیوں کی طرح ہم دشمنانِ اہل بیت نہیں ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی ایمان رکھتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کے مطابق اگر کوئی غلط بات آپ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ تو وہ جہنمی ہے۔ فقیر اپنی تصنیف فقہ جعفریہ جلد سوم میں شیعوں کے ایک بہت بڑے عالم شیخ عباس قمی کی عبارت نقل کر چکا ہے۔ کہ مجالس حسین میں اکثر جھوٹے واقعات و روایات بیان کی جاتی ہیں۔ ان بابرکت محافل میں جھوٹا واقعہ بیان کرنا اپنی حقیقی ماں سے ستر بار زنا کرنے سے بدتر ہے۔ اب آیئے ملا حسین کاشفی کے ذکر کردہ واقعہ کی طرف کہ اس میں کتنی صداقت ہے؟

کیا عبداللہ بن مبارک اور حضرت امام زین العابدین کی ملاقات ہوئی؟

شیعہ سنی دونوں کی طرف کتب اس بات کی شاہد ہیں۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۳۸ھ میں اور وصال ۹۵ھ میں ہوا۔ اور حضرت عبداللہ بن مبارک کی پیدائش ۱۱۸ھ میں اور انتقال ۱۸۱ھ میں ہوا۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی کل عمر ستاون برس ہوئی۔ دونوں حضرات کی پیدائش و وصال شیعہ سنی دونوں طرف کی کتب متداولہ مشہورہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

الکنی والالقاب:۔

ابن المبارک ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن المبارک المروزی العالم الزاہد العارف المحدث...... مولودہ بمرو ۱۱۸ھ و وفاتہ بہیت ۱۸۱ھ۔

(الکنی والالقاب جلد اول ص ۴۰۰ تذکرہ ابن المبارک)

ترجمہ: ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک مروزی رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم، زاہد اور محدث تھے۔ ان کی پیدائش مقام مرو میں ۱۱۸ھ میں اور ان کا وصال ۱۸۱ھ میں مقام ہیت ہوا۔

تاریخ الائمہ:

آپ حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادے اور شیعوں کے چوتھے امام ہیں۔ بنا بر قول جناب شیخ مفید و شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ ... آپ کی ولادت باسعادت ہوئی

دو سال چند ماہ تک جد بزرگوار حضرت امیر المؤمنین کی آغوش عاطفت میں پرورش پائی۔ پھر ۵۰ ہجری تک عم معظم اور بزرگوار کے ہمراہ اور ۱۰ محرم ۶۱ھ تک محض والد ماجد کے ساتھ رہے۔ اور واقعہ کربلا کے بعد خاندان رسالت کے سردار اور شیعوں کے ظاہری امام قرار پائے ۳۴ سال مشغول ہدایت وارشاد ناس رہ کر ۲۵ محرم ۹۵ھ اور عیسوی ۷۱۴ء طرف عالم جاودانی کے رحلت فرمائی۔ (تاریخ الائمہ باب چہارم ص ۲۸۲ حالات امام زین العابدین)

کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ:

فَاَمَّا وِلَادَتُهُ فَبِالْمَدِيْنَةِ فِي الْخَمِيْسِ الْخَامِسِ مِنْ شَعْبَانَ سَنَةَ ثَمَانٍ وَثَلَاثِيْنَ .... وَاَمَّا عُمْرُهُ فَاِنَّهُ مَاتَ فِي ثَامِنِ عَشَرَةَ الْمُحَرَّمِ مِنْ سَنَةِ اَرْبَعٍ وَتِسْعِيْنَ وَقِيْلَ خَمْسٍ وَتِسْعِيْنَ وَقَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُ وِلَادَتِهِ فِي سَنَتِهِ ثَمَانٍ وَثَلَاثِيْنَ فَيَكُوْنُ عُمْرُهُ سَبْعٌ وَخَمْسُوْنَ سَنَةً۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوم ص ۲۸۷ ذکر الامام الرابع ابو الحسن علی بن حسین مطبوعہ تبریز)

ترجمہ: امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ولادت مدینہ منورہ میں جمعرات پانچ شعبان المعظم ۳۸ھ کو ہوئی۔ آپ ... نے ... محرم

۹۴ھ یا ۹۵ھ میں وصال فرمایا۔ اس لیے آپ کی کل عمر ستاون برس ہوئی۔

البدایۃ والنہایہ :-

وَقَدْ اِخْتَلَفَ اَهْلُ التَّارِيْخِ فِي السَّنَةِ الَّتِيْ فِيْهَا عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ. فَالْمَشْهُوْرُ عَنِ الْجَمْهُوْرِ اَنَّهُ تُوُفِّيَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ اَعْنِيْ سَنَةَ اَرْبَعٍ وَتِسْعِيْنَ فِيْ اَوَّلِهَا عَنْ ثَمَانٍ وَخَمْسِيْنَ سَنَةً وَصلى عليه بالبقيع ودفن به۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۹ ص ۱۱۲ ذکر علی بن حسین مطبوعہ بیروت)

ترجمہ :- مؤرخین کا اختلاف ہے۔ کہ امام زین العابدین کس سال فوت ہوئے۔ جمہور سے مشہور یہ ہے۔ کہ آپ نے ۹۴ھ میں انتقال فرمایا آپ کی کل عمر اٹھاون برس ہوئی۔ نماز جنازہ جنت البقیع میں ادا کی گئی۔ اور وہیں دفنائے گئے۔

تذکرۃ الحفاظ : عبد اللہ بن المبارک بن واضح الامام الحافظ العلامۃ شیخ الاسلام وفخر المجاہدین قدوۃ الزاہدین .... ولد سنۃ ثمانی عشرۃ ومائۃ .... ومات ابن المبارک

و مائۃ رحمۃ اللہ علیہ۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد اول ص ۲۵۶ تذکرۃ عبداللہ بن المبارک۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ بہت بڑے امام، حافظ اور علام ہونے کے علاوہ شیخ الاسلام، فخر المجاہدین اور قدوۃ الزاہدین تھے۔ آپ ایک سو اٹھارہ ہجری ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے......... اور مقام ہیت پر رمضان شریف ۱۸۱ھ میں انتقال فرمایا۔

قارئین کرام! دونوں طرف کی کتب سے آپ نے امام زین العابدین اور عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہما کی تاریخ ولادت و انتقال ملاحظہ فرمائی۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی وفات میں ایک سال کا اختلاف ہے۔ کہ وہ ۹۴ھ میں یا ۹۵ھ میں ہوئی۔ ہم ۹۵ھ میں تسلیم کر لیتے ہیں لیکن حضرت عبداللہ بن مبارک کے بارے میں ولادت و انتقال کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اب دونوں حضرات کی دونوں تاریخوں کا موازنہ کریں۔

امام زین العابدین کی ولادت ۳۸ھ ، عبداللہ بن المبارک کی ولادت ۱۱۸ھ
امام زین العابدین کی وفات ۹۵ھ ، عبداللہ بن المبارک کی وفات ۱۸۱ھ

گویا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے وصال کے ۲۳ سال بعد حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوتی ہے۔ اور جب امام زین العابدین کی عمر شریف بارہ تیرہ برس ہوگی۔ تو اس وقت ابھی عبداللہ بن مبارک کی پیدائش کو ۶۸ سال پڑے ستھے۔ لہٰذا ۶۸ سال بعد میں پیدا ہونے والا بوڑھا نظر آرہا ہے اور ۶۸ سال پہلے پیدا ہونے والا تیرہ سال کا لڑکا نظر آرہا ہے۔ اب آپ

حضرت نے بخوبی جان لیا ہوگا، کہ واقعہ مذکورہ کی کیا حقیقت ہے۔ حضرت عبداللہ بن المبارک رضی اللہ عنہ "امیر المؤمنین فی الحدیث" کے بارے میں ایسا واقعہ گھڑا گیا کہ ایک تاریخی جھوٹ بن گیا۔ اس واقعہ کو یقینی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ اور غم اہل بیت سے لوگوں کو گرما کر آنسو بہائے جاتے ہیں۔ کس قدر یہ فریب ہے؟ اور افسوس ان جیسوں پر ہے جو ایسی انہونی باتوں کو اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں۔ اور ان واعظین پر حیف جو مزے لے لے کر یہ جھوٹ بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سچ اور جھوٹ کے مابین امتیاز کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

واقعہ دوم:-

امام حسین رضؓ کی چار سالہ بچی کا غم اور الم کی حالت میں دربار یزید میں وفات پانا

روضۃ الشہداء فارسی ص ۲۶۷ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔ روضۃ الشہداء مترجم ص ۳۲۷۔

شہزادی حسینؑ کا وصال:

کنز الغرائب میں روایت آئی ہے کہ جب یزید نے اہلبیت کو محل کے اندر جگہ دے رکھی تھی اہلبیت کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی ایک چار سالہ صاحبزادی تھی، جس کے متعلق آپ بہت زیادہ محبت فرماتے تھے، اور وہ بھی اپنے ابا جان سے انتہائی محبت کرتی تھیں جب آپ کے ابا جان شہید ہو گئے تو آپ پوچھا کرتیں میرے بابا کہاں ہیں؟ اہلبیت انہیں کہا کرتے وہ ایک جگہ تشریف لے گئے ہیں، علاوہ ازیں انہیں مختلف

فریقوں سے تسلی دیا کرتے تھے انہیں اپنے بابا جان کی زیارت کا بے حد شوق تھا چونکہ دونوں اہلبیت کرام یزید کے محل میں قیام پذیر تھے ایک رات اس صاحبزادی نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے انہیں گود میں اٹھا رکھا ہے۔ وہ انتہائی مسرت کی وجہ سے بیدار ہو گئیں مگر جب ان کو نہ دیکھا تو آپ کا شوق اور بڑھ گیا اور مضطرب ہو کر فریاد و فغاں کرنے لگیں ان سے پوچھا گیا تو فرمایا میں نے ابھی ابھی خواب میں خود کو اپنے بابا کی آغوش میں بیٹھے ہوئے دیکھا تھا مگر جب آنکھ کھولی تو وہ مجھے نظر نہیں آئے بتائیں میرے بابا کہاں ہیں کیونکہ مجھ میں ان کا فراق برداشت کرنے کی طاقت نہیں

اہلبیت کرام نے جب ننھی بی بی سے صبر و شکیبائی سے کام لینے کو کہا تو انہوں نے جواب دیا

دل شدہ مرا تاب شکیبائی نیست

طاقت روز فراق و شب تنہائی نیست

آپ بابا تو میرے بابا کو میرے پاس بلا دیں یا مجھے میرے بابا کے پاس بھیج دیں۔ اہلبیت نے یہ بات سنی تو ایک دم فریاد و فغاں کرنے لگے ان کی چیخ و پکار کی آواز یزید کی خوابگاہ میں پہنچی تو اس نے ایک شخص کو بھیج کر معلوم کرایا کہ اہلبیت کو کیا افتاد پیش آئی ہے؟

اس شخص نے یزید کو واپس آکر بتایا کہ امام حسین علیہ السلام کی صاحبزادی نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا تو آپ کی زیارت کیلئے بیقرار ہو گئی ہیں۔

یزید نے کہا! جا کر اس کے باپ کا سر اسے دکھاؤ شائد اسے کچھ اطمینان حاصل ہو جائے۔

یزید نے امام حسین علیہ السلام کے سر کو اپنے خاص کمرے میں اپنی نگاہ

جا سے۔ حاصل ہوا تھا۔ خادمان یزید پلید نے سر مبارک کو چاندی کے تھال میں رکھا اور
اوپر ریشمی رومال ڈال کر اہلبیت کرام کے پاس لے گئے، اور کہا یزید نے بھیجا ہے۔ یہ
مدعی کو دکھا دیں شاید اُسے اطمینان حاصل ہو جائے۔

جب بچی کے سامنے تھال رکھا گیا تو اُس نے پوچھا یہ کیا ہے ؟

اُنہوں نے کہا جو کچھ تو طلب کر رہی ہے وہی ہے۔

بچی نے رومال اُٹھا کر سر کو دیکھا تو اُس سر کو اُٹھا کر دیکھنے لگی پھر جب اُس نے
پہچانا کہ یہ میرے بابا کا سر ہے، تو سینے سے لگا لیا اور اپنے چہرے کو باپ کے چہرے
سے ملنے لگی اور آپ کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھ کر اُسی وقت رحلت فرما گئیں

قارئین کرام! امام عالی مقام کی ایک صاحبزادی جس کی چار سال عمر لکھی گئی۔ اور دربار یزید
میں اس کی موت کا جو نقشہ ملا حسین کاشفی نے کھینچا۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اس واقعہ
کا مقصد محض نوحہ خوانی اور اپنی دوکان چمکانا ہے، ورنہ حقیقت کچھ اور ہے۔
ان نام نہاد "محبان اہل بیت" کو ذرا شرم نہیں آتی۔ کہ حضرات ائمہ کرام کے نسب
میں کذب بیانی اور بہتان طرازی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش
کرتے ہیں۔ یہ تیسری صاحبزادی کہاں سے لے آئے ؟ گزشتہ اوراق میں ہم
امام عالی مقام کی اولاد امجاد کے بارے میں تفصیل گفتگو کر چکے ہیں۔ آپ کی
دو صاحبزادیاں تھیں۔

(۱) سیدہ سکینہ (۲) سیدہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہما۔ دو ہی صاحبزادیوں
کے ہونے کی توثیق شیخ مفید، اعلام الوریٰ کے حوالہ سے تاریخ الائمہ میں ص ۸۰ پر
مذکور ہے۔ امام عالی مقام کی پانچ بیویوں سے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔
ان میں سیدہ فاطمہ بڑی تھیں۔ جن کی شادی امام حسن کے بیٹے حسن مثنیٰ سے
اور سیدہ سکینہ کی شادی امام حسن کے دوسرے بیٹے عبداللہ سے ہوئی تھی۔

واقعہ کربلا کے وقت دونوں شادی شدہ تھیں۔ اور دونوں کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا اگر تیسری صاحبزادی ہوتی۔ تو اس کا ذکر امام عالی مقام کی اولاد میں ہوتا۔ پھر ان کے وصال کے بارے میں گفتگو ہوتی۔ لیکن کہیں اتہ پتہ نہیں ملتا۔ خود ملا حسین کاشفی یہاں تو چار سالہ تیسری صاحبزادی کا ذکر عجیب مظلومانہ انداز میں کر رہا ہے۔ اور جب خود ہی اسی کتاب کے ص ۔۔۔ میں امام عالی مقام کی اولاد کا ذکر کرتا ہے۔ تو اس چار سالہ صاحبزادی کا ذکر تک نہ کیا۔ سچ کہتے ہیں: "دروغ گو را حافظہ نہ باشد" جھوٹے کی یادداشت ختم ہو جاتی ہے۔ صرف دو صاحبزادیاں تھیں۔ ان کے وصال کے بارے میں ملاحظہ ہو۔

منتهى الآمال:

وفاطمہ در تقویٰ وکمال وفضائل وجمال نظیر وعدیل نہ داشت واو را حور عین می نامند در سال یک صد وہفدہم ہجری در مدینہ وفات یافت وخواہرش جناب سکینہ ہم دراں سال در مدینہ برحمت ایزدی پیوست۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۔۔۔ در بیان اولاد امام حسین)

ترجمہ: سیدہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا۔ نہایت پرہیزگار، صاحب کمال فضائل اور خوبصورتی میں بے مثل تھیں۔ ان کو "حور عین" کہتے تھے ۱۱۷ھ کو مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ ان کی ہمشیرہ سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا بھی اسی سال مدینہ منورہ میں اللہ سے جا ملیں۔

فَاعْتَبِرُوْا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

واقعہ سوم :

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے گھوڑے کا عجیب واقعہ

(روضۃ الشہداء فارسی باب نہم ص ۳۳۵ در وقائع اہل بیت) روضۃ الشہداء
مترجم ص ۱۶۱ ۳ ذوالجناح کی واپسی) مطبوعہ چشتی کتب خانہ لائل پور۔ پاکستان

ذوالجناح کی واپسی :

امام عالی مقام سید نا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ کا گھوڑا بے قرار ہو کر چاروں طرف بھاگنے لگا پھر کچھ دیر بعد واپس آ کر اس نے اپنی پیشانی کے بال آپ کے خون میں تر کئے اور اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتا ہوا امام حسین علیہ السلام کے خیمہ کی طرف لوٹ آیا۔ جب اہلبیت کرام نے دیکھا کہ امام عالی مقام کا گھوڑا خون آلود چہرے کے ساتھ واپس آگیا ہے، اور اس پر سوار موجود نہیں تو انہوں نے فریاد کرتے ہوئے گھوڑے کو مخاطب کیا اور فرمایا:

اے ذُوالجناح تو نے امام کے ساتھ کیا کیا ؟ تو انہیں ساتھ لے کر گیا تھا واپس کیوں نہیں لایا آخر تو کس دل کے ساتھ انہیں دشمنوں کے درمیان چھوڑ آیا ہے اور انکے بغیر ان خیموں کی طرف لوٹ آیا ہے ، ؟

چہ کردی خداوند اسلام را
چہ کردی شہنشاہ ایام را
چہ حال است اے اسپ بر روئے تو
زخوں کہ سرخ است ایں موئے تو

اہلبیت کرام نوحہ کر رہے تھے اور ذوالجناح گردن جھکائے رو رہا تھا اور اپنے چہرے کو امام زین العابدین علیہ السلام کے پاؤں پر مل رہا تھا۔

ابو المؤید خوارزمی روایت لاتے ہیں کہ اس گھوڑے نے تھوڑی دیر زمین پر سر مارا اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی جبکہ ابو المفاخر نے کہا ہے کہ وہ گھوڑا صحرا کی طرف نکل گیا، اور کسی شخص کو اس کا کوئی نشان نہ مل سکا۔

قارئین کرام! ملا حسین کاشفی نے امام عالی مقام کے گھوڑے "ذوالجناح" کا جو فرضی اور من گھڑت واقعہ لکھا۔ گھوڑے کا خون حسین سے اپنا چہرہ رنگین کرنا اور دیوانہ وار پھرتے ہوئے امام زین العابدین کے قدموں میں جان دے دینا یہ تمام باتیں بے اصل اور کسی سند کے بغیر ہیں۔ پھر ملا کاشفی نے اس واقعہ کے ثبوت کے لیے ابو المؤید خوارزمی کی کتاب مقتل حسین کا حوالہ دیا ہے۔ اس واقعہ سے کاشفی صرف نوحہ خوانی کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ میں نے اس واقعہ کے بارے میں شیعوں کی مختلف کتابیں دیکھیں۔ مثلاً ناسخ التواریخ مقتل حسین اور مقتل ابی مخنف وغیرہ۔ اس واقعہ کو گھڑنے والا لوط بن یحییٰ ابو مخنف ہی ہے جس کے متعلق میری کتب تحفہ جعفریہ عقائد جعفریہ اور فقہ جعفریہ کی مجلدات دیکھی جا سکتی ہیں۔ اور اس سے چند صفحات پہلے بھی بحوالہ میزان الاعتدال اور البدایۃ والنہایۃ کے حوالہ جات سے اس کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ یہ شخص کٹر شیعہ تھا۔ اور کذاب، اخباری غیر معتبر تھا۔ محدثین نے اس کی روایات کو متروک کہا۔ ایسے شخص کی روایات ہم اہل سنت کے لیے کب قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ اس لیے کوئی واعظ (سنی) اس واقعہ کو اہل سنت کی کسی معتبر روایت کے حوالہ سے پیش نہیں کر سکتا۔ اور جو نوحہ خوانی اور رونے رلانے کے لیے اس کو بیان کرتا ہے۔ اور اہل سنت کی معتبر کتاب کی طرف نسب کرتا ہے۔ تو یہ اس کی نادانی ہے۔ یہ واقعہ من گھڑت اور بے اصل ہے۔ اس کا

اصل موجد ابو مخنف لوط بن یحییٰ ہے۔ اس کو ناقل خوارزمی ہے جس کو حوالہ کاشفی نے دیا۔ ہم خوارزمی کی کتاب مقتل حسین سے صرف متعلقہ عبارت ہی نقل کریں گے خوارزمی نے یہ روایت ابو مخنف سے نقل کی۔ روضۃ الشہداء سے بھی کچھ زید عبارت کے ساتھ خوارزمی نے اسے نقل کیا۔ پھر اس کا خلاصہ کاشفی نے لکھا۔ ہم ان تینوں کتب کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ روضۃ الشہداء کی عبارت جو خوارزمی سے نقل کی گئی تھی۔ وہ آپ نے پڑھ لی۔ اب اس کا ماخذ یعنی مقتل حسین للخوارزمی کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

مقتل حسین:

وَقَالَ: وَاَقْبَلَ فَرَسُ الْحُسَيْنِ قَدْ عَدَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ اَنْ لَا يُؤْخَذَ فَوَضَعَ نَاصِيَتَهُ فِيْ دَمِ الْحُسَيْنِ وَذَهَبَ يَرْكُضُ اِلٰى خَيْمَةِ النِّسَاءِ وَهُوَ يَصْهَلُ وَيَضْرِبُ بِرَأْسِهِ الْاَرْضَ عِنْدَ الْخَيْمَةِ فَلَمَّا نَظَرَتْ اَخَوَاتُ الْحُسَيْنِ وَبَنَاتُهُ وَاَهْلُهُ اِلَى الْفَرَسِ لَيْسَ عَلَيْهِ اَحَدٌ رَفَعْنَ اَصْوَاتَهُنَّ بِالصُّرَاخِ وَالْبُكَاءِ وَوَضَعَتْ اُمُّ كَلْثُوْمٍ يَدَهَا عَلٰى اُمِّ رَأْسِهَا وَنَادَتْ وَا مُحَمَّدَاهُ وَا جَدَّاهُ وَا نَبِيَّاهُ وَا اَبَا الْقَاسِمَاهُ وَا عَلِيَّاهُ وَا جَعْفَرَاهُ وَا حَمْزَتَاهُ وَا حَسَنَاهُ هٰذَا الْحُسَيْنُ بِالْعَرَاءِ صَرِيْعٌ بِكَرْبَلَا۔

(مقتل حسین جلد ثانی ذکر مقتل حسین جلد ۲ ص ۳۷ مصنفہ ابو مؤید خوارزمی۔ مطبوعہ ایران قم طبع جدید)

ترجمہ :

ابومخنف نے کہا۔ امام حسین کا گھوڑا اُن کے سامنے دوڑتا ہوا آیا۔ کہ پکڑا نہ جا سکتا تھا۔ تو اس نے اپنا ماتھا امام حسین کے خون سے رنگین کیا۔ اور پھر اُچھلتا کودتا عورتوں کے خیمہ کی طرف آیا۔ ہنہناتا تھا۔ اور اپنے سر کو خیمہ کے قریب زمین پر مارتا تھا۔ پھر جب امام حسین کی ہمشیرگان ، بیٹیوں اور دوسرے اشخاص خانہ نے گھوڑے کو دیکھا۔ کہ وہ سوار سے خالی تھا۔ تو سب نے چیخ و پکار سے اپنی آوازیں بلند کیں۔ اور ام کلثوم نے گھوڑے کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور پکارنے لگیں۔ ہائے نانا جان ہائے اللہ کے پیغمبر ہائے ابوالقاسم ، ہائے علی ، ہائے جعفر ، ہائے حمزہ ، ہائے حسن یہ ہیں امام حسین جو کربلا کے جنگل میں شہید پڑے ہوئے ہیں۔

قارئین کرام ! مقتل حسین للخوارزمی کی عبارت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس روایت کی کوئی اصل نہیں۔ امام حسین کے گھوڑے کی بحث ہم لکھ چکے ہیں۔ تقریباً تمام شیعہ مصنفین نے اس کا انکار کیا ہے۔ بلکہ شیعہ تاریخ کے امام ، لسان الملک مرزا محمد تقی صاحب ناسخ التواریخ نے اس کی تردید کی ہے۔ لیکن واعظ کاشفی کذاب اور روایات گھڑنے کا ماہر ہے۔ اس نے گھوڑے کو نام ،، ذوالجناح ،، بھی اپنی طرف سے گھڑا۔ اور ایسا گھڑا کہ شیعوں نے اسے اپنے شعائر میں داخل کر لیا ہے۔ اور اس پر جانیں قربان کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تلقین فرمائی تھی۔ کہ بیٹی صبر کرنا اس بارے میں بکثرت احادیث و آیات ہم نے فقہ جعفریہ جلد سوم میں درج کر

طلب کرو۔ قرآن کریم اور احادیث مقدسہ ان واضح تعلیمات صبر کے ہوتے ہوئے یہ کیونکر متصور کہ اس گھرانے کی صاحبزادیاں بے صبری اور ہائے ہائے کا مظاہرہ کریں گی۔ اہل بیت کے افراد کے بارے میں ہائے ہائے ثابت کرنا در اصل محبت اہل بیت نہیں بلکہ عداوت اہل بیت ہے۔ اور ان کی توہین ہے۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا۔ بحوالہ نہج البلاغہ آپ کا قول منقول ہے۔ فرمایا۔ "اے میرے محبوب! اگر آپ کا ارشاد صبر کرنے کا نہ ہوتا۔ تو میں اپنا سینہ چاک کر لیتا، خوارزمی کی مذکورہ کتاب کا ہم نے میزان الکتب میں ذکر کیا ہے کہ یہ شخص حقیقت میں کٹر شیعہ تھا۔ مقتل حسین کے چند مختصر حوالہ جات ہم ذکر کرتے ہیں۔ ان سے آپ خوارزمی کی حقیقت معلوم کر سکیں گے۔

۱۔ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی المرتضٰے کی لغت میں کلام کیا۔ (مقتل حسین ص ۴۲ جلد اول)

۲۔ تمام انبیاء کرام کے کمالات علی المرتضٰے میں موجود تھے۔ (ص ۴۴ جلد اول)

۳۔ زمین و آسمان پر نبی علیہ السلام اور علی المرتضٰے رض کی ولایت پیش کی تو انہوں نے قبول کر لی۔ ص [illegible]

۴۔ نبی علیہ السلام کی نبوت اور علی کی ولائیت پر دین مکمل ہوا۔ [illegible] ص ۴۰

۵۔ اللہ تعالیٰ نے سیدہ فاطمہ کے حق مہر میں پوری دنیا لکھ دی۔ لہٰذا بغض کرنے والوں کے لیے زمین پر چلنا حرام ہے ص ۶۶

۶۔ جنت کے تمام دروازوں پر لکھا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد حبیب اللہ، علی ولی اللہ فاطمۃ امۃ اللہ۔ ص ۱۰۸

[illegible] ص ۲۹

۸ ۔ قیامت کے دن شیعہ لوگ ابلق گھوڑوں پر سوار ہو کر جنت میں جائیں گے۔

ص ۴۰، ۴۱

۹ ۔ حضرت علی المرتضےٰ، فاطمہ اور ائمہ اہل بیت کی امامت زمین و آسمان پر پیش کی گئی۔ جنہوں نے قبول کی وہ مومن اور منکرین کافر بن گئے۔ ص ۹۶

ان چند حوالہ جات سے آپ خوارزمی کے نظریات سے بخوبی واقف ہو چکے ہوں گے۔ کیونکہ مذکورہ نظریات کسی سنی کے نہیں ہو سکتے۔ "مقتل حسین" کے پہلے لفظ "قال" کا فاعل جو ہم نے لوط بن یحییٰ ابو مخنف لکھا۔ یہ وضاحت خود خوارزمی نے دوسری جگہ پر کی ہے "مقتل حسین" ص ۹ پر لکھا۔ قال ابو مخنف ... اس لیے قال کا فاعل یہی ابو مخنف ہی ہے۔ آئیے ابو مخنف سے یہ واقعہ دیکھیں۔

مقتل ابی مخنف:

اِنَّ فَرَسَ الْحُسَیْنِ جَعَلَ یُحَمْحِمُ وَ یَتَخَطَّاءُ الْقَتْلَی فِی الْمَعْرَکَۃِ قَتِیْلًا بَعْدَ قَتِیْلٍ بَعْدَ قَتِیْلٍ حَتّٰی وَقَفَ عَلٰی جُثَّۃِ الْحُسَیْنِ فَجَعَلَ یُمَرِّغُ نَاصِیَۃَ بِالدَّمِّ وَ یَلْثِمُ الْاَرْضَ بِیَدِہٖ وَ یَصْھَلُ صُھَیْلًا حَتّٰی مَلَأَ الْبَیْدَاءَ فَتَعَجَّبَ الْقَوْمُ مِنْ فِعَالِہٖ الخ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۹۳ فی مقتل الحسین ومصرعہ مطبوعہ نجف)

ترجمہ: امام حسین کا گھوڑا ہنہنانے لگا۔ اور معرکہ کربلا میں ایک ایک شہید کے پاس گراتے ہوئے امام حسین کے جسم پاک کے پاس جا کھڑا ہو گیا۔ اور اپنی پیشانی کو خون حسین سے رنگین ...

گھوڑوں سے مارنے لگا۔ اور اس قدر زوردار چیخ ماری۔ کہ پورا جنگل لرز اٹھا۔ اس گھوڑے کے ان افعال سے لوگ تعجب میں پڑ گئے

قارئین کرام! روضۃ الشہداء کی مذکورہ عبارت اور مقتل ابی مخنف کی تحریر جب ہم دونوں کا موازنہ کرتے ہیں۔ تو یہی نتیجہ سامنے آتا ہے۔ کہ ملا حسین کاشفی نے مذکورہ واقعہ لوط بن یحیٰی سے لیا۔ اور اس میں اپنے انداز سے نوحہ خوانی کا مواد جمع کر دیا۔ اس واقعہ کا موجد و بانی لوط بن یحیٰی ہے۔ یہ وہ شخص ہے۔ جو شیعہ ہے اور اس کی روایات کو متروک قرار دیا گیا ہے۔ روضۃ الشہداء کی اکثر حکایات و روایات کا یہی اصل ہے۔ علاوہ ازیں روضۃ الشہداء میں جن دوسری کتب شیعہ سے روایات لی گئی ہیں۔ اُن میں ان لوگوں کی کتابیں بھی ہیں۔ جو شیعہ مذہب کے بانی کہلاتے ہیں۔ ماتم کے بارے میں صاحب روضۃ الشہداء نے شیخ صدوق کی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ سے کچھ باتیں نقل کی ہیں۔ شیخ صدوق وہ شخص ہے۔ جو مذہب شیعہ کی صحاح اربعہ میں سے ایک کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" کا مصنف ہے۔ گویا ماتم کو ثابت کیا۔ اور اس کے ثبوت کے لیے ایسے شیعہ مصنف کی کتب کا حوالہ دیا۔ جو کٹر بلکہ شیعہ مسلک کا بانی کہلاتا ہے۔ آیئے ذرا روضۃ الشہداء میں غم حسین کے بارے میں کچھ سطور ملاحظہ کریں۔

واقعہ چہارم: روضۃ الشہداء:

غم حسین رضی اللہ عنہ میں رونے کا ثواب از عیون الرضا

روضۃ الشہداء فارسی ص ۱۰۳۱ باب دہم در عقوبت قاتلان حسین مطبوعہ لکھنؤ

روضۃ الشہداء مترجم اردو جلد دوم ص ۴۹۰ مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد پاکستان

اثر ۲ غمِ حسین میں رونے کا ثواب

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اہل بیت کرام کو بہت تسلی دی اور امام حسین علیہ السلام کے غم میں رونے والے لوگوں سے بہت زیادہ ثواب کا وعدہ فرمایا۔

امام حسین علیہ السلام کے غم میں رونے کا ثواب بے انتہا ہے۔

چنانچہ پیش ازیں بیان ہو چکا ہے کہ غم حسین میں رونا اور رُلانا بہشت میں داخلے کا سبب ہے۔

عیون الرضا میں مذکور ہے کہ ابن دعبل خزاعی نے روایت بیان کی کہ جب میرا باپ فوت ہوا تو اس کی زبان بند ہو گئی تھی اور اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا تھا، میں اس واقعے سے خوف زدہ تھا اور اس صورت کو لوگوں سے چھپائے رکھا یہاں تک کہ اسے پوشیدہ طور پر غسل دینے کے بعد دفن کر دیا۔ میں اس بنا پر بہت زیادہ ملول محزون رہا کرتا تھا ایک رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کا چہرہ درخشاں ہے، اور اس نے سفید پوشاک پہن رکھی ہے۔

میں نے پوچھا ابا جان! اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

انہوں نے کہا میری بخشش فرما دی ہے۔

میں نے کہا موت کے وقت آپ پر عجیب نشان نمودار ہوئے تھے۔

انہوں نے کہا، ہاں میرا منہ کالا اور زبان بندی اس لئے ہوئی تھی کہ میں شراب پیا کرتا تھا جب میں مر گیا اور قبر میں اتارا گیا تو میں اسی طرح رُو سیاہ تھا اور میری زبان گنگ تھی۔

اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور
مجھے فرمایا تو ہی دعبل ہے
میں نے عرض کی، ہاں، یا رسول اللہ
آپؐ نے فرمایا! وہ مرثیہ پڑھ جو تو نے میرے اہل بیت کے شہیدوں کے حق میں کہا ہے
میں نے پڑھا!

لا اضحک اللہ سن الدھر ان ضحکت
وآل احمد مظلومون قد قھروا

میں نے یہ مرثیہ آخری شعر تک پڑھ ڈالا اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
روتے رہے جب میں نے شعر پورے کر لئے تو آپ نے فرمایا تو نے بہت اچھا کہا ہے اور
پھر میری شفاعت فرمائی یہاں تک کہ میں بخش دیا گیا اور یہ لباس جو میں نے پہنا ہوا
ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عطا فرمودہ ہے
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام مظلوم امام حسین علیہ السلام پر رونا اجر جمیل
اور جزائے جزیل کا باعث ہے۔

دیدہ کز بہر شہید کربلا شد اشکبار
یابد از نور سعادت روشنی روز شمار
از عقیق تشنہ شاہ شہیداں یاد کن
گوہر اشکے ز ہر دیدۂ خونیں ببار
ہر کہ او امروز گریانست از بہر حسینؑ
با لب خنداں بود فردا بصدر لاصدار

قارئین کرام! روضۃ الشہداء کی مذکورہ عبارت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ ماتم امام عالی مقام اور نوحہ خوانی کے اثبات اور اس پر ثواب ملنے کے بارے میں شیخ صدوق کی کتاب عیون الرضا کا حوالہ پیش کیا۔ واقعہ ذکر کرنے کے بعد لکھا" ازیں خبر معلوم شد کہ گریہ بر حسین مظلوم موجب اجر جمیل وجزائے جزیل است"۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ امام حسین پر رونا اور نوحہ گری کرنا بہت بڑے اجر اور عظیم جزا کا سبب ہے آخر ماتم حسین اور ان کی یاد میں نوحہ کرنا اگر ثابت کرنا تھا۔ تو کسی حدیث پاک سے ثابت کیا جاتا۔ یا کسی دوسرے معتبر طریقہ سے اس کا ثبوت ذکر ہوتا لیکن یہ کاشفی کیسا سنی ہے۔ جو شیعوں کے نظریات کو ثابت کرتا ہے تو وہ بھی شیعوں کے علماء سے جن کے کندھوں پر شیعیت قائم ہے۔ بہرحال معلوم ہو گیا۔ کہ صاحب روضۃ الشہداء کے پیش نظر اکثر شیعوں کی کتابوں کے واقعات وحکایات فرضیہ ہیں۔ اور ان کی روشنی میں ان کے ہی معتقدات بیان کیے جا رہے ہیں۔

واقعہ پنجم:۔

میدان کربلا میں امام قاسم کی شادی

روضۃ الشہداء فارسی ص ۳۰۵، ۳۰۶ باب نہم در ذکر محاربت حسین با اعداء۔
روضۃ الشہداء مترجم اردو، ص ۳۲۹، ۲۹۹ ذکر دوسری وصیت اور اس کو پورا کرنا۔

دوسری وصیت اور اس کا پورا کرنا۔

حضرت قاسم علیہ السلام نے اس وصیت نامہ کو پڑھا تو بہت جاتے تھے کہ وہ خوشی میں کیا کر رہے ہیں تیزی سے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی اور امام حسین علیہ السلام ...

خدمت میں حاضر ہو گئے اور اس بوسیدہ خط کو آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ جب شاہِ شہیداں نے اس مکتوب گرامی کو دیکھا تو جگر سے آہِ سوزناک کھینچی اور زار و قطار روتے ہوئے فرمایا، اے جانِ عم یہ تیرے لیے تیرے آباجان کی وصیت ہے اور تو چاہتا ہے کہ اس پر عمل کرے، جبکہ انہوں نے تیرے بارے میں مجھے دو صندوق کی وصیت کی ہے اور میں بھی اسے جانے کا ارادہ رکھتا ہوں (۳) ایک ساعت خیمے میں جا کر وصیت کو پوری کر دوں۔ پس آپ حضرت قاسم کا ہاتھ پکڑ کر خیمے کے اندر گئے، اور اپنے بھائیوں حضرت عباسؑ اور حضرت عون کو بلا کر جناب قاسم کی والدہ مکرمہ کو فرمایا کہ وہ قاسم کو نئے کپڑے پہنائیں اور اپنی بہن جناب زینب خاتونؑ کو فرمایا، میرے بھائی حضرت امام حسن علیہ السلام کے کپڑوں کا صندوق لائیں آپ کی خدمت میں وہ صندوق اسی وقت پیش کر دیا گیا تو آپ نے اس صندوق کو کھولا اور اس میں سے حضرت امام حسن علیہ السلام کی زرہ نکالی اور اپنا بیش قیمتی لباس نکال کر حضرت قاسم کو پہنایا، اور خوبصورت دستار نکال کر اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر باندھی اور اپنی صاحبزادی جو حسب الامر منسوب تھیں کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے قاسم یہ تیرے باپ کی امانت ہے جس نے تیرے لئے وصیت کی ہے۔ پس آپ نے اپنی صاحبزادی کا عقد اُن کے ساتھ باندھا اور ان کا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دے کر خیمے سے باہر تشریف لے آئے۔

جناب قاسم نے مخدومہ کا ہاتھ تھام کر اُن کی طرف دیکھا اور رو دیا اسی اثنا میں

۱؎ اگر یہ عقد ہوا تو وہ امام حسینؑ نے اس وقت اپنے بھائی کی وصیت پر عمل کیا
ورنہ ان حالات میں نکاح وغیرہ کا سلسلہ انتہائی نامناسب اور غیر موزوں ہے۔
واللہ اعلم۔ مترجم

ابن سعد کے لشکر سے آواز آئی کیا کوئی اور مقابلہ کرنے والا ہے؟

جناب قاسم نے دلہن کا ہاتھ چھوڑ کر خیمہ سے باہر آنا چاہا تو انہوں نے اُن کا دامن پکڑ کر کہا کہ اے قاسم آپ کا کیا خیال ہے اور کہاں کا ارادہ ہے؟

مگو کز بر من چرا می روی
مرا می گذاری کجا می روی

جناب قاسم نے فرمایا اے میری دونوں آنکھوں کا نور میں میدان میں جانے کا عزم رکھتا ہوں اور دشمنوں کو دفع کرنا چاہتا ہوں مجھے چھوڑ دیں اور دلہا اور دلہن کا رشتہ قیامت کے دن تک اُٹھا رکھیں۔

غبارے بر دمید از راہ میداد   شبیخون کرد بر نسرین و شمشاد
بر آمد ابرے از دریائے اندوہ   فرو بارید سیلے کوہ تا کوہ
منزگئے دشت بادے تند برخاست   ہوا را کرد با خاک زمیں راست
رسید از عالم غیبی ندائے   ندائے نامہ اے آشنائے
کہ احسنت اے زمان و اے زمیں زو   عروساں را بدامان چنیں دہ

عروس نے کہا اے قاسم آپ نے فرمایا ہے کہ میری عروسی قیامت کے دن پر ڈال دی ہے یہ فرمائیں کہ آپ کو قیامت کے دن کہاں تلاش کروں اور کس نشانی سے پہچانوں،

جناب قاسم نے فرمایا مجھے میرے باپ اور دادا کے پاس تلاش کرنا اور اس پھٹی ہوئی آستین کی پہچان رکھنا پس آپ نے ہاتھ بڑھا کر آستین کو پھاڑ لیا، اہلبیت کے خیموں سے شور اٹھا۔

قاسما ایں چہ ظلم و بے داد یست
ایں نہ آئین و رسم داماد یست

حضرت امام قاسم کی شادی کا قصہ" اوراق غم" کے ضمن میں ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ اب اسے دوبارہ لکھنا باعث طوالت ہوگا۔ امام حسین کو قاسم کا خط پیش کرنا امام حسین کا اسے پڑھ کر اپنی بیٹی کا قاسم سے عقد کرنا، امام حسن کا صندوق منگوا کر اس سے دستار نکال کر قاسم کو پہنانا اور پھر منسوب شدہ لڑکی کو ان کے عقد میں دے دینا یہ تمام باتیں من گھڑت اور اہل بیت پر بہتان عظیم ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی دو ہی صاحبزادیاں تھیں۔ واقعہ کربلا پیش آنے سے قبل دونوں کی شادی امام حسن کے دو صاحبزدوں سے ہو چکی تھی۔ اب جناب قاسم (جو امام حسن کے تیسرے صاحبزادے ہیں) کے ساتھ شادی ہونا دو ہی طریقوں سے ممکن ہے۔ ایک یہ کہ ان کے پہلے خاوند نے طلاق دے دی ہو۔ اور عدت گزر چکی ہو۔ یا پھر خاوند فوت ہو گیا ہو اور تو بیدگی کی عدت گزر جائے۔ لیکن ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بات کسی بھی کتاب سے ثابت نہیں۔ لہٰذا پھر تیسری صورت ہی باقی رہ جاتی ہے۔ کہ ایک ہی صاحبزادی کو دو بھائیوں کے عقد میں دے دیا جائے اور ایسا کرنے والے امام حسن رضی اللہ عنہ ہوں۔ جن کی پاکدامنی کا قرآن گواہ ان کے بارے میں من گھڑت واقعات سے لوگوں کو بالکل الٹ تاثر دینا کیس مسلمان کو گوارا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ منتہی الآمال جلد اول کے آخری صفحات میں شیخ عباس قمی نے اس واقعہ کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے واقعات گھڑنے والوں پر لعنت بھیجے۔ کہ جن سے پاک نسب والے شہزادوں اور شہزادیوں کی توہین نکلتی ہو۔ ملا حسین کوشفی ہی وہ پہلا شخص ہے۔ جس نے یہ شادی کا قصہ گھڑا۔ پھر اس کے بعد اس دور کے مصنفین نے آنکھیں بند کر کے یہ واقعہ لکھ دیا۔ ان تمام کتب کا ماخذ در اصل "روضۃ الشہداء" ہی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ملا حسین کاشفی "سیدالکاذبین" ہے ایسے اشخاص کی کتب ... کے مطالعہ کرنے کے بارے میں ہم انشاءاللہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی

کے فتاوی رضویہ جلد دہم کے کچھ اقتباسات پیش کریں گے۔

واقعہ ششم:۔

میدان کربلا میں شہر بانو کی امام حسین رضی اللہ عنہ سے گزارش

روضۃ الشہداء فارسی ص ۳۲۰ باب نہم در ذکر محاربت حسین با عداء۔
روضۃ الشہداء مترجم ص ۲۵۱ باب نہم۔

زوجہ امام عالی مقام کی گزارش

آپ کی زوجہ محترمہ حضرت شہر بانو نے عرض کی اے میرے سردار و سرور میں اس ملک میں غریب الدیار ہوں، اور یہاں پر میرا کوئی غمگسار و غمخوار نہیں، آپ کی جس قدر صاحبزادیاں حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں، کوئی شخص ان پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا اور ان کی حرمت کا خیال رکھے گا۔

میں یزدجرد کی بیٹی ہوں اور آپ کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں، ممکن ہے آپ کے بعد لوگ میری طرف قصد کریں اور آپ کے حرم محترم کی حرمت کا خیال نہ کریں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے شہر بانو آپ غم نہ کریں آپ پر کوئی شخص ہاتھ نہیں اٹھا سکتا، اور آپ ہمیشہ محترم و مکرم رہیں گی۔

ایک روایت میں آیا ہے امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جب میں گھوڑے کی پشت سے گر جاؤں گا تو میرا گھوڑا آپ کے پاس آئے گا آپ اس پر سوار ہو کر اس کی لگام چھوڑ دینا وہ آپ کو جہاں اللہ تعالے چاہے گا ان لوگوں سے بچا کر لے جائے گا۔

مگر درست روایت یہ ہے کہ آپکی زوجہ محترمہ اہلبیت کے ہمراہ شام کو گئی تھیں۔

القصہ امام حسینؓ نے اپنی اولاد سے ایک ایک کو رخصت کیا اور سوار ہو گئے۔ یہ آخری

زیارت اور آخری وداع تھا پس آپ دوسری مرتبہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور زبان حال سے گویا

لا اُبالی وار دستے بر جہاں خواہم فشاند

ہر چہ دامن گیرم دامن از آں خواہم فشاند

دامن آخر زماں دارد غبار حادثہ

آستیں بر دامن آخر زماں خواہم فشاند

پائے غیرت بر سر کون و مکاں خواہم نہاد

دست ہمت بر گنج جان و جہاں خواہم فشاند

از سر صدق و صفا چوں صبح دم خواہم زدہ

وند آں دم در ہوائے دوست جاں خواہم فشاند"

شہر بانو نے جن الفاظ میں امام عالی مقام سے گزارش کی۔ اور اس میں جو درد ناک اور بے بسی کا انداز اپنایا گیا۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یہ واقعہ دیگر واقعات کی طرح من گھڑت اور بے اصل ہے۔ ایسے واقعات سے کاشفی کا مقصد صرف یہ ہے کہ کسی طرح امام حسین کے لیے نوحہ خوانی اور رونا رلانا ثابت کیا جائے۔ علاوہ ازیں، روضۃ الشہداء کے مترجم صائم چشتی باوجود اس کے کہ دونوں ہم مشرب و ہم پیالہ ہیں۔ یہ لکھنے سے نہ رہ سکا۔ کہ یہ واقعہ تاریخی غلطی ہے۔ لفظ شہر بانو پر اس کا حاشیہ ان الفاظ سے موجود ہے۔ "علامہ کاشفی نے جہاں کہیں بھی حرم امام عالی مقام کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت شہر بانو کے نام سے کیا ہے۔ حالانکہ شہر بانو بہت عرصہ پہلے رحلت فرما چکی تھیں اور یہ ایک تاریخی غلطی ہے"۔ واللہ اعلم صائم چشتی۔ اپنے مقتداء کی جھوٹی بات کو معمولی ثابت کرنے کے لیے صائم چشتی نے اسے "تاریخی غلطی" قرار دیا۔ تاریخی غلطی تو تب ہو کر واقعہ

درست ہو لیکن اس کی تاریخ میں غلطی ہو گئی۔ حالانکہ یہ واقعہ ہی اصل جھوٹ کا پلندہ ہے اسے محض تاریخی غلطی کہنا شیعہ نوازی ہے۔ شہر بانو کا وصال کب ہوا؟ اس بارے میں اکثر کتب خاموش ہیں لیکن شیعوں کی معتبر کتاب منتخب التواریخ نے اس بارے میں لکھا۔

منتخب التواریخ:

مخفی نماند کہ از روایات معتبرہ استفادہ می شود کہ جناب شہر بانو والدہ ماجدہ حضرت زین العابدین در مرض نفاس از ولادت آں بزرگوار از دُنیا رحلت فرمود۔

(منتخب التواریخ ص ۲۴۸ باب ششم)

ترجمہ:۔ واضح ہو کہ معتبر روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ شہر بانو کا انتقال اس نفاس کے مرض سے ہوا تھا۔ جو امام زین العابدین کی پیدائش کے بعد آیا تھا۔

لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ ملا حسین کاشفی نے جیسے ہو سکا۔ من گھڑت واقعات و روایات سے یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ امام عالی مقام کی یاد میں نوحہ کرنا اور رونا رلانا بہت مفید اور آخرت میں کار آمد بات ہے۔ اسی موضوع پر اس کے کچھ واقعات ملاحظہ ہوں۔

واقعہ ہفتم:

عاشورہ کے روز روایات موضوعہ سے ماتم کا اثبات

روضۃ الشہداء فارسی ص ۳۳۶ باب دہم در وقائع اہل بیت۔
روضۃ الشہداء مترجم ص ۴۲۶۔

یومِ عاشورا کس طرح منائیں:

عاشورہ کے دن اہلبیت فریاد و فغاں کرتے ہیں اور اس دن کی طرح رخسار و لغزار کو خون سے رنگین کرتے ہیں اور اس ساعت کو یاد کرتے ہیں جس کی صاحبِ اقبال نے بنیاد رکھی تھی۔

یہ ایسا عجیب دن ہے کہ انبیاء و مرسلین کی روحیں اور ملائکۂ مقربین کا گروہ اس روز حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موافقت میں اس داغ سے گریہ کناں ہو جاتا ہے، بہشت کی حوریں اور پاکیزہ سرشت غلمان اس مصیبت و غم اور تعزیت والم میں سیدہ بتول عذرا سلام اللہ علیہا کے ساتھ شریکِ حال ہو جاتی ہیں اس دن پرچمِ عشرت اور خیل و حشم سرنگوں ہو جاتے ہیں شدت و تکلیف سے زمین روتی ہے کہ آج روزِ عاشور ہے اور زمانہ فریاد کرتا ہے کہ یہ روزِ فتنہ و شور ہے۔

بیا بگری کہ عاشورا ست امروز
جہاں تاریک و بے نور است امروز
حسینؑ کو نبیؐ را نورِ دیدہ است
بدستِ خصم مقہور است امروز
بریدہ حلق و تشنہ لب جگر خوں
سر از تن از سر دور است امروز
رخِ چوں آفتابش اے دریغا
بہ تیغِ تیغ مستور است امروز

اس روز شمر لعین نے کینے کا خنجر اس بزرگ دین کے حلقِ نازنین پر رکھا تھا اس روز

اُن معطر گیسوؤں کو خاک و خون میں تھڑوا گیا تھا جنہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھوں سے سنوارا کرتے تھے۔

اس روز ملتِ ضلالت کے گلے اور بادیۂ جہالت کے منگر سیراب ہوگئے تھے، اور بیشۂ جلالت و کرامت کے شیر بچے شدتِ پیاس سے مضطرب ہوگئے تھے۔

اس روز اُس شہنشاہ کا سر اٹھایا گیا تھا اور اُس کا جسم زمین پر پھینک دیا گیا تھا۔

روزِ عاشوراست بر دار سپاہ از سر تاج کبر
وندریں ماتم پلاسِ عجز در گردن کنید

چاک سازید از غم شاہِ شہیداں جیبِ جاں
قطرہ ہائے خوں ز چشمِ دیدہ بر داماں کنید

محبانِ اہلبیت اس روز شادی و عشرت سے کنارہ کر لیتے ہیں اور دلِ سوختہ پر اندوہِ غم کے دروازے کھول دیتے ہیں، کبھی آنکھوں سے اشکِ ماتم برساتے ہیں اور کبھی آہِ سوزناک کو سینے سے باہر لاتے ہیں۔

عیون الرضا میں مذکور ہے کہ عاشورہ کے دن رونا چاہیے اس دن کو اپنی مصیبت کا دن جانتے ہوئے دنیا کے کاموں کو چھوڑ کر درد و مصیبت کے لئے کھڑے ہو جائیں، اس لئے کہ عاشورا کے دن جو شخص دنیاوی کاروبار چھوڑ دیتا ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ اُس کی دنیا و آخرت کی حاجتیں پوری فرما دیتا ہے۔ جو شخص اس دن کو اپنے غم و الم کا دن شمار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے لئے قیامت کے دن کو فرحت و سرور کا دن بنا دے گا اور باغِ جنت میں اُس کی آنکھیں زیارتِ اہلبیت سے روشن ہو جائیں گی۔

غمِ حسین کیلئے فرمانِ رسول

عیون الرضا ہی میں ریان بن شبیب کی حدیث میں فرمایا کہ اے ابن شبیب اگر تو

چاہتا ہے کہ جنت اعلیٰ میں درجات علی پر ہمارا ہم جلیس ہو تو میرے اندوہ سے اندوہناک اور میرے غم سے غمگین ہو جا۔

عیون الرضا میں روایت آئی ہے کہ جو شخص ہماری مصیبت یعنی واقعۂ کربلا کو یاد کر کے روئے گا یا کسی کو اس واقعہ سے رلائے گا اُس کی آنکھ اُس روز نہیں روئے گی جب تمام آنکھیں رو رہی ہوں گی اور جو شخص مجلس قائم کر کے ہمارے ذکر کو زندہ کرے گا اُس کا دل اُس وقت نہیں مرے گا جب تمام دل ہَول سے مُردہ ہو جائیں گے۔ پس اے عزیز کوشش کر کہ ان ایام غم انجام میں تیری آنکھوں سے قطرات اشک جاری ہو جائیں یہ قطرۂ اشک ضائع اور بے حاصل نہیں ہو گا کیونکہ یوم لاینفع مال ولا بنون[1] میں تیرا تحفہ آنکھوں کا پانی اور سینے کا سوز ہو گا۔

اشکے بدہ آلودہ دگنجے بردار
آہے بزن آہستہ دملکے بستان

خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ نور الائمہ میں روایت لائے ہیں کہ اے مشتاقان اہلبیت گویا کرو اور اے محبان خاندان نبوت نالہ وزاری کیا کرو کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی مقدس روح ہو رج قدس سے تمہارے اشکوں کو دیکھ رہی ہے اور آپ اپنا غم کرنے والوں پر نگاہ شفقت ڈالتے ہیں جس روز امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کمر شفاعت باندھیں گے اُس روز اُس کی اُمیدوں کے ہونٹ خوشی کی مراد حاصل کر کے مسکراتے ہوں گے جو آج اُن کیلئے روتا ہے۔

آخر ہر گریہ ما خندہ ایست
مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

[1] اُس روز نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد نفع دے گی

قارئین کرام! نوحہ خوانی کے اثبات میں کاشفی نے کس قدر بہتان تراشا کریم عاشورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت میں تمام انبیاء کرام اور ملائکہ گریہ کناں ہوتے ہیں اسے ایسے واقعات لکھتے وقت قطعاً خوفِ خدا نہ آیا۔ کہ حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر کیا بہتان لگا رہا ہے۔ خدا کو کیا جواب دے گا۔ اس واقعہ کو جس کتاب سے نقل کیا گیا۔ اس کے مصنف کا نام تو شیخ صدوق ہے جو کٹر قسم کا شیعہ ہے۔ یہ شیعوں کی صحاح اربعہ میں سے من لا یحضرہ الفقیہ کا مصنف ہے۔ جزع و فزع اور گریہ وزاری تعلیمات قرآن و حدیث کے بھی سراسر خلاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ پریشانی اور مصیبت میں صبر کی تلقین فرماتا ہے۔ بلکہ شیعہ کتب بھی مصیبت کے وقت جزع اور فزع کو جہنمیوں کا فعل قرار دیتی ہیں۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب فقہ جعفریہ جلد سوم بیان ماتم میں موجود ہے۔ وہاں مطالعہ کر لیجئے۔

واقعہ ہشتم: دنیا میں واقعہ کربلا بیان کرنے والا جو روئے گا اور رولائے گا وہ قیامت میں نہیں روئے گا

ملا حسین کاشفی نے یہ روایت بحوالہ عیون الرضا از شیخ صدوق نقل کی ہے جس میں رونے اور رُلانے کا ثواب اور اجر ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ من گھڑت اور بے اصل ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کاشفی نے ایسی جھوٹی روایات ذکر کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ جن سے نوحہ کرنے اور رونے رُلانے پر فرضی ثواب بتایا جائے۔ میں دعوٰی سے کہتا ہوں۔ کہ اگر کسی سنی واعظ یا شیعہ ذاکر کو میری مذکورہ جرح پر اعتراض ہو۔ تو وہ کسی امام کی حدیث صحیح یا اثر صحیح سے یہ واقعہ ثابت کر کے منہ مانگا انعام پائے۔

مختصر یہ کہ ملا حسین کاشفی اگرچہ بظاہر سنی علماء میں سے شمار ہوتا ہے لیکن حقیقت

اسے شیعہ کہا ہے۔ پھر ہم نے آٹھ عدد واقعات نقل کیے۔ جن سے اس کی شیعیت کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔ اس لیے اس کی کسی کتاب کے حوالہ کو ہم پر بطور حجت پیش کرنا درست نہیں۔ اس کی کتب قطعاً اہل سنت کی کتب میں شامل نہیں ہیں۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

کتاب ہفدہم

مقاتل الطالبین مصنفہ علی بن حسین اصفہانی

مقاتل الطالبین کے مصنف کے شیعہ ہونے کے بارے میں کسی حقیقت پسند کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شیعہ محققین نے اسے بالاتفاق اہل تشیع میں شمار کیا ہے۔ دوسری کتابوں کی طرح اس کے کچھ حوالہ جات سے غلام حسین نجفی نے اپنا مسلک ثابت کیا۔ اور پھر اس کے حوالہ جات کو اہل سنت کی معتبر کتاب کا حوالہ لکھ کر قارئین کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی۔ کہ اہل تشیع کے نظریات و معتقدات کتب اہل سنت سے ثابت ہیں۔ لیکن اس کتاب کا حوالہ دیتے وقت نجفی سے ایک غلطی ہو گئی۔ وہ یہ کہ اسے "معتبر" نہیں لکھا۔ بلکہ اس کی جگہ "عالم اسلام کی مایہ ناز کتاب" کا عنوان دیا یعنی دنیائے اسلام کے تمام باشندے اس کتاب کو اپنے لیے تحقیق کی دولت سمجھتے ہیں۔ ان تمام عیاریوں اور مکاریوں کے باوجود اس کا مصنف ابوالفرج علی بن حسین اصفہانی اپنے مسلک پکا اور اپنے نظریات میں اہل تشیع کا ہم خیال و ہم عقیدہ ہے۔ غلام حسین نجفی نے جس انداز سے اس کتاب کو پیش کیا۔ ذرا اس پر ایک نظر دوڑائیے۔ پھر اس بارے میں حقیقت حال پیش خدمت ہو گی۔

رسالہ کردار یزید

"بیعت یزید کے وقت امام حسن رضی اللہ عنہ کی موجودگی سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی سخت پریشانی اور امام پاک کو زہر دلوا کر راستے سے معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہٹانا"

عالم اسلام کی مایۂ ناز کتاب مقاتل الطالبین ص ۲۹ ذکر حسن......

مقاتل الطالبین :-

لَمَّا اَرَادَ الْمُعَاوِيَةُ الْبَيْعَةَ لِاِبْنِهِ يَزِيْدَ فَلَمْ يَكُنْ شَيْئٌ اَثْقَلَ عَلَيْهِ مِنْ اَمْرِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَسَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ فَدَسَّ اِلَيْهِمَا سَمًّا فَمَاتَا مِنْهُ۔

ترجمہ: جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ نامزد کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ تو امام حسن رضی اللہ عنہ کی موجودگی سے اس کے لیے کوئی چیز زیادہ پریشان کرنے والی نہیں تھی۔ اور سعد بن وقاص کا وجود بھی اس کے لیے گراں تھا۔ پس معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ اور سعد کو زہر دلوایا۔ اور وہ دونوں بزرگ وفات پا گئے۔

(رسالہ کردار یزید تصنیف غلام حسین نجفی ص ۴۵ تا ۴۶)

جواب:

امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلوا کر یزید کا انہیں اپنے راستہ سے ہٹانا یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف زہر کی نسبت کرنا اس کا آسان اور مختصر جواب تو یہی ہے۔ کہ ایسی روایات چونکہ ان کتابوں سے نقل کی گئی ہیں۔ جن کا تعلق اہل تشیع کے ساتھ ہے۔ لہٰذا ان کی عبارات سے اہل سنت پر حجت قائم کرنا ہرگز کام نہ

دے گا۔ روایت بالا مقاتل الطالبین کے حوالہ سے ذکر ہوئی۔ اس کتاب کے مصنف علی بن حسین اصفہانی کے متعلق کتب شیعہ سے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔ کہ یہ شخص مسلک کے اعتبار سے کون تھا؟

صاحب مقاتل الطالبین کا تشیع اہل سنت کے نزدیک

میزان الاعتدال:

علی بن الحسین ابو الفرج الاصبہانی الاموی صَاحِبُ كِتَابِ الْاَغَانِی شِيْعِیٌّ وَهٰذَا نَادِرٌ فِیْ اُمَوِیٍّ...... وَقَالَ الْخَطِيْبُ حَدَّثَنِیْ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ الحسین بن محمد بن طبا طبا العلوی سَمِعْتُ اَبَ الْحَسَنِ محمد بن الحسین البولجی یَقُوْلُ كَانَ اَبُوْ الْفَرَجِ الاصبہانی اَكْذَبَ النَّاسِ كَانَ يَشْتَرِیْ شَيْئًا كَثِيْرًا مِنَ الصُّحُفِ۔

(۱۔ میزان الاعتدال۔ جلد دوم ص ۲۲۳ مطبوعہ مصر قدیم)

(۲۔ لسان المیزان جلد چہارم ص ۲۲۱ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: (کتاب الاغانی کا مصنف) علی بن حسین ابو الفرج اصفہانی

اموی شیعہ تھا۔ اور خاندان اموی سے تعلق رکھتے ہوئے کسی کا شیعہ ہونا بہت کم واقع ہوا۔ خطیب کا کہنا ہے۔ کہ مجھے ابوعبداللہ حسین محمد طبا طبا علوی نے بتلایا۔ کہ میں نے ابوالحسن محمد بن حسین بوبجی سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ ابوالفرج اصفہانی پرلے درجے کا جھوٹا شخص تھا وہ دوسرے لوگوں کی کتب سے مضامین چوری کر کے اپنے کہنے پر پرواہ نہ کرتا تھا۔

صاحب مقاتل الطالبیین اصفہانی کا تشیع شیعہ علماء کے نزدیک

الکنی والالقاب:

ابو الفرج الاصفہانی علی بن حسین بن محمد المروانی الاموی الزیدی صَاحِبُ کِتَابِ الْاَغَانی .... وَکَانَ عَالِمًا رَوٰی عَنْ کَثِیْرٍ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَکَانَ شِیْعِیًّا.... وَمِنْ کُتُبِہٖ کِتَابُ مَقَاتِلِ الطَّالِبِیِّیْنَ (الکنی والالقاب جلد اول ص ۱۳۸ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

ابوالفرج علی بن حسین مروانی اموی زیدی کتاب الاغانی کا مصنف ہے۔ عالم تھا۔ اور بہت سے علماء سے اس نے روایت کی اور وہ

بڑا شیعہ تھا۔ اور اس کی تصنیفات میں سے "مقاتل الطالبین" بھی ہے

اعیان الشیعہ :

مُؤَلِّفُو الشِّيعَةِ فِي التَّارِيخِ وَالسِّيَرِ الْمَغَازِي
.........ابو الفرج الاصبهانی علی بن حسین
المروانی الزیدی صاحب الاغانی لم
يُؤَلَّفْ مِثْلُهُ......وَلَهُ مقاتل الطالبین
(اعیان الشیعہ۔ جلد اول ص ۱۵۲ تا ۱۵۴ طبع
بیروت)

ترجمہ: تاریخ، سیرت اور مغازی کے موضوع پر لکھنے والے شیعہ لوگوں میں سے ابو الفرج اصفہانی علی بن حسین مروانی زیدی بھی ہے۔ جس کی ایک کتاب "الاغانی" ہے۔ جو انی مثل آپ ہے۔ اور مقاتل الطالبین بھی اسی کی تصنیف ہے۔

مقدمہ مقاتل الطالبین :

كَانَ اَبُو الْفَرَجِ اَمَوِيًّا وَ شِيْعِيًّا وَ شِيْعِيًّا
اَمَوِيًّا يَتَعَطَّفُ عَلَى الدَّوْلَةِ الْاَمَوِيَّةِ
بِالْاَنْدَلُسِ۔ مقدمہ حرف م

ترجمہ: ابو الفرج اصفہانی اموی شیعہ تھا۔ "اور شیعہ اموی" اموی حکومت کے زمانہ میں اندلس کی طرف مقیم تھے۔

لمحہ فکریہ :

بنانے کا جو حوالہ پیش کیا تھا۔ وہ عالم اسلام کی مایہ ناز کتاب ''مقاتل الطالبین'' تھی۔ ''عالم اسلام'' سے مراد اگر ''دنیائے شیعیت'' ہو۔ تو پھر تسلیم کر ان کی کتاب ان کے ہاں واقعی یہی مقام و مرتبہ رکھتی ہوگی۔ اور ہے بھی یہی۔ کیونکہ اموی خاندان سے خدا خدا کرکے انہیں ایک ماتمی اور عزادار ملا۔ اب اس کی تصنیف مایۂ ناز ہونی چاہیئے تھی۔ اور اگر ''عالم اسلام'' سے مراد تمام مکاتبِ فکر کے مسلمانوں کے نزدیک مایۂ ناز مراد ہے۔ تو یہ صاف بہتان ہے۔ اور دھوکہ و فریب ہے دنیائے سنیت اِسے کوئی اہمیت ہی نہیں دیتی۔ کیونکہ جب اس نے اہل سنت سے ناطہ توڑ کر اہل تشیع سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ تو ہمارے لیے جائے بھاڑ میں۔

بہر حال غلام حسین نجفی نے پینترا بدلا تھا۔ شائد کوئی دھوکہ میں آجائے۔ لیکن ہم مداری کی ہر چال سے بخوبی واقف ہیں۔ خود کتب شیعہ سے شیعہ کہتی ہیں۔ ویسے غلطی سے ''مایۂ ناز'' لکھا گیا۔ کاتب کی غلطی ہو سکتی ہے۔ اصل لفظ ''مایۂ نار'' تھا۔ یعنی دوزخ کی آگ کی دولت ہے جو اس کتاب کے ذریعہ بانٹی جارہی ہے بس ایک نقطہ بھول کر لکھ دیا گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

۱۸
کتاب ہشدہم

مودۃ القربیٰ مصنفہ سید علی ہمدانی

"مودۃ القربیٰ" اصل تو عربی میں تصنیف ہوئی۔ پھر اس کی شروحات اور حواشی بھی لکھے گئے۔ بالآخر خیر خواہوں نے مفید عام بنانے کے لیے اس کا ترجمہ بھی کیا۔ اس کے مطالعہ سے ہر صاحب مطالعہ بآسانی سمجھ جاتا ہے۔ کہ اس کا مصنف شیعہ ہے۔ کیونکہ عقائد شیعہ سے یہ کتاب بھری پڑی ہے۔ لیکن "تقیہ" کا کارنامہ دیکھیے۔ ایسے کٹر شیعہ کی کتاب کا ترجمہ جب شائع کیا گیا۔ تو اس کے ٹائیٹل پر یہ الفاظ لکھ کر دھوکہ دینے کی قبیح کوشش کی گئی۔

"زاد العقبیٰ ترجمہ مودۃ القربیٰ مؤلفہ حضرت سید علی ہمدانی شافعی سنی المذہب"۔ یہ انداز حرف بحرف اس لیے اختیار کیا گیا۔ تاکہ اسے پڑھنے والا اسے اہل سنت کی کتاب سمجھے۔ اور اس میں درج نظریات کو بھی سنیوں کے عقائد جان کران پر کاربند ہونے کی کوشش کرے۔ اس کے ترجمہ کرنے والے کا نام مولوی سید شریف حسین شیعی ہے۔ بھلا اس "شریف" آدمی سے کوئی پوچھے۔ کہ اگر صاحب مودۃ القربیٰ اہل سنت کا عالم ہے۔ تو تمہیں کس کتے نے کاٹا تھا۔ کہ اپنے مخالف کی کتاب کا ترجمہ کرنے بیٹھ گئے۔ اور ایک کریلا دوسرا نیم چڑھا کے مصداق اسے چھاپنے کی "سعادت" امامیہ کتب خانہ لاہور نے حاصل کی۔ ان آثار و علامات سے جاننے

اس کتاب سے ایک حوالہ کہ جس کے ذریعہ اسے اہل سنت کی معتبر کتاب کہا گیا ملاحظہ ہو۔ پھر اس بارے میں تحقیق پیش خدمت ہوگی۔

قول مقبول:

"جناب فاطمہ زہرا کے حق مہر کا بیان"

اہل سنت کی معتبر کتاب مودۃ القربےٰ،

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لِعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ زَوَّجَکَ فَاطِمَۃَ وَجَعَلَ صُدَاقَھَا الْاَرْضَ فَمَنْ مَشٰی عَلَیْھَا مُبْغِضًا لَّکَ مَشٰی حَرَامًا۔

(مودۃ القربیٰ صفحہ نمبر ۱۰۸)

ترجمہ: ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ نبی پاک نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تیری شادی میری بیٹی فاطمہ رضی سے کی ہے اور میری بچی کا حق مہر خدا نے تمام زمین کو قرار دیا۔ جو آپ سے بغض رکھتے ہوئے زمین پر چلے گا۔ تو اس کے لیے زمین پر چلنا حرام ہے۔

(قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت الرسول ص ۹۲، ۹۵)

جواب:

مودۃ القربیٰ اور اس کے مصنف کے بارے میں تحقیق کہ وہ کس مذہب سے متعلق ہیں۔ ہم وہی دو طریقے اپنا رہے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کتاب کے چند اقتباسات پیش کریں گے۔ اور دوسرا طریقہ یہ کہ اس کے مصنف کے بارے میں خود شیعہ علماء کی زبانی چند حوالہ جات پیش کر کے قارئین کرام کو حقیقت سے آگاہ کریں

ہیں۔ لیجئے پہلے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

صاحب مودۃ القربیٰ ہمدانی کا تشیع اسکی تحریرات کے آئینہ میں

اقتباس ۱:

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرِ الباقر علیہ السلام فِیْ قَوْلِہٖ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً الایۃ یَعْنِیْ وِلَایَۃَ عَلِیٍّ وَالاَوْصِیَاءِ مِنْ بَعْدِہٖ

(زاد العقبیٰ اردو ترجمہ مودۃ القربیٰ ص ۵۴) میر اید کتب خانہ ہور گوٹھ)

ترجمہ: اور امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ آیت کریمہ یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ (اے ایمان والو سب سلم میں داخل ہو جاؤ) یہ سلم سے مراد علی اور ان کے اوصیاء علیہم السلام کی ولائیت ہے۔ جو علی کے بعد ہوئے۔

(زاد العقبیٰ اردو ترجمہ مودۃ القربیٰ ص ۵۴)

اقتباس ۲:

عن علی بن حسین علیہما السلام عن ابن عمر قَالَ مَرَّ سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ وَھُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَّعُوْدَ رَجُلًا وَ نَحْنُ جُلُوْسٌ فِیْ حَلْقَۃٍ وَ فِیْنَا رَجُلٌ

بَعْدَ نَبِیِّنَا وَ اَفْضَلِ مِنْ هٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ فَقَامَ سَلْمَانُ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰہِ لَوْ شِئْتُ لَاَ نَبَّاتُکُمْ الخ ص ۹۷

ترجمہ: امام علی بن حسین علیہما السلام نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ سلمان فارسی کسی شخص کی عیادت کے ارادے سے جا رہے تھے کہ ان کا گزر ہم پر سے ہوا۔ اور ہم آدمیوں کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ہم میں سے ایک شخص کہہ رہا تھا۔ کہ اگر میں چاہوں تو تم کو ایسے شخص کے حال سے خبر دوں۔ جو ہمارے پیغمبر کے بعد اس ساری امت سے افضل ہے۔ اور ان دونوں شخصوں ابوبکر و عمر سے برتر اور بہتر ہے۔ پھر اس نے سلمان سے درخواست کی۔ تب سلمان نے کہا آگاہ ہو۔ خدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو بے شک میں تم کو ایسے شخص کے حال سے آگاہ کروں۔ جو رسول خدا کے بعد اس تمام امت سے افضل ہے۔ اور ان دونوں شخصوں ابوبکر و عمر سے بہتر ہے۔ یہ کہہ کر سلمان روانہ ہو گئے۔ تب لوگوں نے ان سے کہا۔ اے ابوعبداللہ! تم نے بیان نہ کیا۔ سلمان بولے۔ کہ میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ نزع کی حالت میں تھے۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آیا آپ نے کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کر دیا ہے۔ فرمایا اے سلمان آیا تم اوصیاء کو جانتے ہو میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا آدم کے وصی شیث تھے۔ اور وہ تمام اولاد آدم سے جو ان کے

بعد باقی رہی بہتر تھے۔ اور نوح کے وصی سام تھے جو ان سب سے افضل تھے۔ جن کو حضرت نوح نے اپنے بعد چھوڑا اور

حضرت موسیٰ کے وصی یوشع تھے۔ اور وہ ان سب سے افضل تھے۔ جو حضرت موسیٰ کے بعد باقی رہے۔ اور سلیمان کے وصی آصف بن برخیا تھا اور وہ ان تمام لوگوں سے جن کو حضرت سلیمان نے اپنے بعد چھوڑا بہتر تھے۔ اور حضرت عیسیٰ کے وصی شمعون بن فرخیا تھے۔ جو ان لوگوں سے بہتر تھے۔ جو حضرت عیسیٰ کے بعد باقی رہے۔ اور میں نے علی بن ابی طالب کو اپنا وصی کیا ہے۔ اور وہ سب لوگوں سے جن کو میں اپنے بعد چھوڑتا ہوں بہتر اور افضل ہیں۔

(زاد العقبیٰ ترجمہ مودۃ القربیٰ ص ۶۲، ۶۳)

توضیح :-

آیت کریمہ میں "وسیلہ" سے مراد ولائت علی اور ولایت ائمہ اہل بیت کہ مصنف نے اپنی شیعیت کا اظہار کر دیا۔ اور اس کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کو "وصی رسول اللہ" کا عقیدہ بلکہ تمام ائمہ اہل بیت کو "وصی" کون کہتا ہے؟ تو معلوم ہوا۔ کہ ولایت علی افضلیت علی مطلق، وصی رسول وغیرہ کے عقائد صاحب مودۃ القربیٰ نے اپنے بیان کیے۔ اور سبھی جانتے ہیں۔ کہ مذکورہ عقائد اہل تشیع کے ہیں۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت علی المرتضیٰ کی افضلیت بھی عقائد شیعہ میں سے ہے۔ ان عقائد سے علی ہمدانی صاحب مودۃ القربیٰ کا اہل تشیع میں سے ہونا واضح ہو گیا۔

اقتباس ۳ :

عن ابی ذر قال قَالَ رَسُوْلُ اللہ عَلِیٌّ بَابُ عِلْمِیْ وَ مُبَیِّنٌ لِاُمَّتِیْ مَا اُرْسِلْتُ بِہٖ بَعْدِیْ مُحَبَّۃُ

وَمَوَدَّتُهُ عِبَادَةٌ رواه ابونعیم باسنادہ۔
(زاد العقبیٰ ص ۶۹)

ترجمہ: ابوذر غفاری سے مروی ہے۔ کہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ علی میرے علم کا دروازہ ہے۔ اور میرے بعد میری امت کے لیے اس شریعت کا بیان کرنے والا ہے۔ جس کے ساتھ خدا نے مجھ کو بھیجا ہے۔ اس کی محبت ایمان ہے۔ اور اس کی دشمنی نفاق ہے۔ اور اس کی طرف نظر کرنا رأفت و مہربانی ہے۔ اور اس کی دوستی عبادت ہے حافظ ابونعیم نے اپنے اسناد سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

اقتباس نمبر ۴:

عن ابن عباس قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ اِنَّهٗ عَلِیٌّ وَشِیْعَتُهٗ هُمُ الْفَائِزُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ (زاد العقبیٰ ص ۸۵)

ترجمہ: اور ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے دن علی اور اس کے شیعہ ہی نجات و رستگاری پائیں گے۔

اقتباس نمبر ۵:

وعن عبابه ابن ربیعی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ اَنَا سَیِّدُ النَّبِیِّیْنَ وَعَلِیٌّ سَیِّدُ الْوَصِیِّیْنَ وَاِنَّ الْاَوْصِیَاءَ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ اَوَّلُهُمْ عَلِیٌّ وَاٰخِرُهُمْ قَائِمُ الْمَهْدِیْ۔ (زاد العقبیٰ ص ۹۰)

ترجمہ: اور عباس ابن ربعیا سے روایت کہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے۔ کہ میں تمام پیغمبروں کا سردار ہوں اور علی تمام اوصیاء کا سردار ہے

ان میں سے اول علیؑ ہے۔ اور آخری قائم آلِ محمد مہدی آخرالزمان علیہ السلام ہے

اقتباس نمبر۶ :

وعن اصبغ بن نباته عن عبد الله بن عباس قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ یَقُوْلُ اَنَا وَعَلِیٌّ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَتِسْعَةٌ مِنْ وُلْدِ الْحُسَیْنِ مُطَهَّرُوْنَ مَعْصُوْمُوْنَ۔ (زاد العقبیٰ ص ۱۹۰)

ترجمہ:

اور اصبغ بن نباتہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے رسولِ خدا سے سنا ہے۔ کہ فرماتے تھے۔ کہ میں اور علی اور حسن و حسین اور نو امام جو اولادِ حسینؑ ہوں گے۔ پاک و پاکیزہ اور گناہوں سے معصوم و محفوظ ہیں۔

اقتباس نمبر۷ :

وعن عبد الله جودشقه بن مرة العابری عن جده قَالَ اَتیٰ عُمَرَ بْنَ خَطَّابِ رَجُلَانِ فَسَئَلَاهُ عَنْ طَلَاقِ الْاَمَةِ فَانْتَهیٰ اِلیٰ حَلْقَةٍ فِیْهَا رَجُلٌ اَصْلَعُ فَقَالَ یَا اَصْلَعُ مَا تَریٰ فِیْ طَلَاقِ الْاَمَةِ الخ

ترجمہ :

عبداللہ جودشقہ بن مرة عیری نے اپنے دادا سے روایت کی ہے۔ کہ عمر بن خطاب کے پاس دو شخص طلاق کنیز کا مسئلہ پوچھنے آئے۔ تب عمر آدمیوں کے ایک حلقہ کے پاس گئے۔ جس میں ایک اصلع شخص موجود

اس نے انگلیوں سے جواب دیا۔ اور کھڑی کی انگلی سے اشارہ کیا۔ اس وقت عمر ابن خطاب ان دونوں شخصوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان میں سے ایک بولا۔ سبحان اللہ ہم تیرے پاس آئے تھے۔ کہ تو امیرالمومنین ہے۔ اور تجھ سے ایک مسئلہ پوچھا تھا۔ اور تو ایک ایسے شخص کے پاس آیا جس نے خدا کی قسم تجھ سے بات تک بھی نہ کی۔ یہ سن کر عمر نے اُس سے کہا۔ تو جانتا ہے۔ کہ یہ شخص کون ہے۔ وہ دونوں بولے نہیں۔ عمر نے کہا کہ یہ علی ابن ابیطالب ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے۔ کہ وہ حضرت فرماتے تھے۔ کہ اگر آسمان اور زمین کے رہنے والوں کے ایمان کے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے۔ اور علی ؓ کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھ کر دونوں کو تولا جائے۔ تو علی بن ابی طالب کا ایمان ہی سب سے بھاری ہوگا۔

(زاد العقبیٰ ص ٦۸،٦۹)

توضیح:

مندرجہ بالا حوالہ جات میں صاحب مودۃ القربیٰ کے عقیدہ کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علم کے برابر کوئی دوسرا نہیں ہے۔ ان کی موجودگی میں کسی کو امامت زیب نہیں دیتی۔ بروز حشر کامیابی صرف شیعانِ علی کو ہوگی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد تمام ائمہ اہل بیت معصوم ہیں۔ اس لیے ہم انہی کی اتباع کرتے ہیں۔ قارئین کرام! یہ عقائد و نظریات رکھنے والا یقیناً اہل تشیع میں سے ہو سکتا ہے۔ کسی سُنّی کو یہ عقائد زیب نہیں دیتے۔ ان حوالہ جات کے ہوتے ہوئے نجفی کا صاحب مودۃ القربیٰ کو اہل سنت میں سے گردا ننا یا تو اس کے پرلے درجے کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے اگر یہی وجہ ہے۔ تو حقیقت آشکارا ہو جانے پر نجفی کو اپنے لکھے اور کئے پر معافی مانگنی چاہیئے۔ اور اگر یہ نہیں تو پھر یہ سب کچھ ان کو سمجھنے کے متعادن [illegible]

کو دھوکا اور فریب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق وَمَا یَخْدَعُوْنَ إِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ۔ خود ہی اس فریب کا شکار ہو گیا۔

اب صاحب مودۃ القربیٰ کے بارے میں دوسرا طریقہ اپناتے ہیں یعنی شیعہ محققین کی کتب سے اس کے عقائد و نظریات کے بارے میں حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

صاحب مودۃ القربیٰ کے شیعہ ہونے پر شیعہ علماء کی نصوص قطعیہ

الذریعہ:

المودۃ فی القربیٰ للسید علی الہمدانی المتوفی سنۃ ست وثمانین وسبعمائۃ ۷۸۶ طُبِعَتْ مَعَ یَنَابِیْعِ الْمَوَدَّةِ وَاَیْضًا مُسْتَقِلًا فِیْ سَنَۃ ۱۳۱۰ وَاَفْرَدَ الْقَاضِی نُوْرُ اللهِ المرعشی رِسَالَةً فِیْ اِثْبَاتِ تَشَیُّعِهٖ کَمَا مَرَّ فِی ۱۱=۹ وَتَرْجَمَهٗ فِی الْمَجَالِسِ۔

(الذریعہ الی تصانیف الشیعہ جلد ۲۳ ص ۲۵۵ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: سید علی ہمدانی متوفی ۷۸۶ھ کی کتاب مودۃ فی القربیٰ ۱۳۱۰ھ میں ینابیع المودۃ کے ساتھ ایک جلد میں چھپی۔ اور قاضی نور اللہ مرعشی نے اس کے شیعہ ہونے پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے مجالس المؤمنین

الذریعۃ:

اخلاق محرم للسید علی بن شہاب الدین بن محمد الحسینی الھمدانی المتوفی ۷۸۶ نسبۃ الیہ فی کشف الظنون ترجمۃ تلمیذہ السید نور الدین جعفر البدخشی فی کتابہ خلاصۃ المناقب الذی اورد شطراً منہ القاضی نور اللہ فی مجالس المومنین۔ (الذریعہ جلد ۱ ص ۳۷۰)

ترجمہ: "اخلاق محرم" سید علی بن شہاب الدین ہمدانی کی تصنیف ہے۔ جو ۷۸۶ھ میں فوت ہوا کشف الظنون میں اس کتاب کی نسبت اسی مصنف کی طرف کی گئی ہے۔ ہمدانی کے شاگرد سید نور الدین جعفر بدخشی نے خلاصۃ المناقب میں بھی اس کے حالات لکھے۔ اس سے کچھ باتیں قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں بھی درج کیں۔

الذریعہ:

دیوان سید علی ھمدانی او شعرہ ھو ابن شہاب العارف الشہیر السیاح فی الربع المسکون ثلاث مرات وتوفی ۷۸۶ھ۔ (الذریعہ جلد ۹/۴ ص ۷۰۵)

ترجمہ سید علی ہمدانی کا دیوان یا شعروں کا مجموعہ۔ ہمدانی مذکور ابن شہاب الدین ہے۔ اور مشہور سیاح تھا۔ تین مرتبہ پوری دنیا کی سیاحت کی۔ آخر ۷۸۶ھ میں فوت ہوگیا۔

الذریعہ:

رِسَالَۃٌ فِی اِثْبَاتِ تَشَیُّعِ السَّیِّدِ علی بن شہاب الدین محمد الھمدانی للقاضی نوراللہ التستری ذَکَرَھَا بَعْضُ الْمُوَثِّقِیْنَ (الذریعہ جلد ۱۱ ص ۹)

ترجمہ: سید علی بن شہاب الدین ہمدانی کا مذہب شیعہ ثابت کرنے کے لیے نوراللہ شستری نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ بعض موثقین نے اس کا ذکر کیا ہے۔

مجالس المؤمنین:

الامیر النحریر الموحد الرب فی السید علی الھمدانی۔ وی سہ نوبت ربع مسکون را سیر کردہ.... مولانا نورالدین جعفر بدخشی کہ از افاضل تلامذہ اوست در کتاب خلاصۃ المناقب ذکر نمودہ...... فرمودہ اند کہ خدائی تعالیٰ مرا توفیق محبت و متابعت آل طہٰ ویٰس کرامت نمودہ ورخصت موافقت غیر ایشان نفرمودہ قال صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اللہَ عزّ وجل عَرَضَ حُبَّ عَلِیٍّ وفاطمۃ وَ ذُرِّیَّتِہِمَا عَلَی الْبَرِیَّۃِ فَمَنْ بَادَرَ مِنْھُمْ بِالْاِجَابَۃِ جَعَلَ مِنْھُمُ الرُّسُلَ وَمَنْ اَجَابَ بَعْدَ ذَالِکَ جَعَلَ مِنْھُمُ الشِّیْعَۃَ...... قال (ص) مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّحْیٰی حَیٰوتِیْ وَیَمُوْتَ مَوْتِیْ وَیَدْخُلَ الْجَنَّۃَ الَّتِیْ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ فَلْیَتَوَلَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَذُرِّیَّتَہُ الطَّاھِرِیْنَ اَئِمَّۃَ الْھُدٰی.....

بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوْبًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ محمد رسول الله وَعَلِيٌّ حَبِيْبُ اللّٰهِ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ صِفْوَةُ اللّٰهِ وَفَاطِمَةُ اَمَةُ اللّٰهِ عَلٰى مُحِبِّيْهِمْ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَعَلٰى مُبْغِضِيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ...... وَقَالَ (ص) اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يَقْعُدُ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَى الْفِرْدَوْسِ وَهُوَ جَبَلٌ قَدْ عَلَا عَلَى الْجَنَّةِ وَفَوْقَ عَرْشِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَمِنْ سَفْحِهِ يَنْفَجِرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ وَيَتَفَرَّقُ فِي الْجِنَانِ وَهُوَ جَالِسٌ عَلٰى كُرْسِيٍّ مِنْ نُوْرٍ يَجْرِيْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ التَّسْنِيْمُ لَا يَجُوْزُ اَحَدٌ عَلَى الصِّرَاطِ اِلَّا مَعَهٗ بَرَاةٌ لِوِلَايَتِهٖ وَوِلَايَةِ اَهْلِ بَيْتِهٖ يُشْرِفُ عَلَى الْجَنَّةِ فَيُدْخِلُ مُحِبِّيْهِ الْجَنَّةَ ـ وَمُبْغِضِيْهِ النَّارَ ـ

مصنف کی ایک رباعی ۔

گر حب علی وآل بتولت نبود | امید شفاعت از رسولت نبود
گر طاعت حق جملہ بجا آری تو | بے مہر علی ہیچ قبولت نبود

(مجالس المومنین تالیف قاضی نور اللہ شوستری جلد دوم ص ۱۳۸ تا ۱۴۰ ذکر سید علی ہمدانی مطبوعہ تہران)

ترجمہ:- سید علی ہمدانی نے تین مرتبہ چوتھے حصے زمین کی سیر کی ۔ مولانا نور الدین جعفر بدخشی نے جو اس کے لائق شاگردوں میں سے ہیں اپنی کتاب خلاصۃ المناقب میں ان کا ذکر کیا ہے ۔ ہمدانی کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد جعفر...

عطا فرمائی ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور سے مجھے کوئی پیار نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے علی، فاطمہ اور ان دونوں کی اولاد کی محبت تمام لوگوں پر پیش کی جن آدمیوں نے سب سے پہلے اسے قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیغمبر بنا دیا۔ اور جنہوں نے ان کے بعد قبول کیا۔ ان میں سے شیعہ پیدا کیے ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے۔ جو شخص میری زندگی کی طرح زندگی اور میری موت کی طرح مرنے کا خواہشمند ہے۔ اور جنت میں جانے کا متمنی ہے۔ جس کا مجھ سے میرے رب نے وعدہ کر رکھا ہے۔ تو اُسے چاہیے کہ علی بن ابی طالب اور ان کی ذریت سے پیار کرے۔ جو کہ آئمہ طاہرین ہیں۔ ...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مجھے معراج کرایا گیا۔ تو میں نے جنت کے دروازے پر یہ کلمہ لکھا دیکھا "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ علی اللہ کے حبیب ہیں۔ حسن و حسین اللہ کے برگزیدہ ہیں۔ فاطمہ اللہ کی بندی ہے۔ ان سے محبت رکھنے والے پر اللہ کی رحمت اور ان سے بغض رکھنے والے پر اللہ کی لعنت" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ قیامت کے دن حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ فردوس پر بیٹھے ہوں گے۔ جو جنت کے تمام طبقات سے بلند ہے۔ اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ اس کے نیچے جنت کی نہریں جاری ہیں۔ اور جنت کے مختلف درجات میں بہتی ہیں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ وہاں ایک نور کی کرسی پر تشریف فرما ہیں۔ سامنے سے تسنیم گزرتی ہے۔ پلصراط سے کوئی شخص اس وقت

ولایت کی پرچی نہ ہوگی۔ اور آپ کے اہل بیت کا پروانہ نہ ہوگا جناب علی المرتضےٰ جنت کے اوپر سے دیکھ رہے ہوں گے۔ سو آپ کے چاہنے والے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اور آپ سے بغض رکھنے والے دوزخ میں گر پڑیں گے۔ ۔ مصنف کی ایک رباعی:

اگر تیرے دل میں علی المرتضےٰ اور ان کی آل کی محبت نہیں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید مت رکھنا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی تمام عبادات تو بجا لا چکا ہے۔ پھر بھی یہ سب کچھ حضرت علی المرتضےٰ رض کی محبت کے بغیر ہرگز تجھ سے قبول نہیں کیا جائے گا۔

توضیح: صاحب الذریعہ نے سید علی ہمدانی کو ان مصنفین میں سے شمار کیا جو شیعہ ہو گئے۔ نور اللہ شستری نے اس کے تشیع پر ایک مستقل رسالہ تحریر کیا جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ لوگوں کو اس کے شیعہ ہونے میں تردد تھا۔ کیونکہ یہ لوگ اکثر تقیہ باز ہوتے ہیں۔ اس لیے علامہ شوستری کو مجالس المؤمنین میں اس کے شیعہ ہونے کی تصریح کی۔ اور پھر مستقل رسالہ بھی تحریر کیا۔ علی ہمدانی نے جو احادیث ذکر کیں۔ جن میں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور آپ کی آل کی ولایت کا اقرار اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے کرایا۔ جو پہل کر گئے وہ پیغمبر بن گئے۔ دوسرے نمبر پر آنے والے شیعہ ہو گئے۔ جنت کے دروازے پر لکھا گیا کلمہ تمام احادیث کہاں سے اسے ملیں بہرحال ان احادیث میں اس نے شیعیت کو کھل کر بیان کیا۔ اور جو کسر باقی تھی وہ تاجی میں نکال دی۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے اسے اہل سنت کا فرد اور اس کی کتاب مودۃ القربیٰ کو اہل سنت کی معتبر کتاب قرار دینا العنقیوں کا کام ہے۔ تبرائی آبا ایسا کرتے چلے آئے ہیں۔ یہ تھی حقیقت جو ہم نے آپ قارئین کرام کے سامنے پیش کردی۔ اس کے بعد مودۃ القربےٰ اور اس کے مصنف کے بارے میں کوئی خفا نہیں رہتا۔

اور صراحت کے ساتھ یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ کہ وہ کٹر شیعہ تھا۔ اور اس پر اسے فخر تھا۔ اس کے شاگردوں کو اس پر ناز تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب نوزدہم ۱۹

الامامۃ والسیاسۃ مصنفہ ابن قتیبہ عبداللہ بن مسلم

الامامۃ والسیاست کا مصنف عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ ہے۔ اس کتاب میں اور اس کی ایک اور کتاب المعارف میں اس شخص نے حضرات صحابہ کرام کے بارے میں بڑا زہر اگلا ہے۔ حضرات صحابہ کرام سے بڑھ کر اس مردود اللسان نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ کو اپنی تحریرات میں نشانہ بنایا۔ ایسے شخص کو کون "معتبر" کہہ سکتا ہے۔ بہرحال غلام حسین نجفی کی کتاب "ماتم اور صحابہ" کا ایک اقتباس پیش کر کے ہم ابن قتیبہ کے بارے میں اپنے انداز سے تحقیق پیش کریں گے۔

ملاحظہ ہو۔

ماتم اور صحابہ:

ثُمَّ جَاءَ إِلَى أُمِّ خَالِدٍ فَرَقَدَ عِنْدَهَا فَأَمَرَتْ جَوَارِيَهَا وَطَرَحْنَ عَلَيْهِ الشَّرَا ذٰلِكَ ثُمَّ غَطَّتْهُ حَتّٰى قَتَلَتْهُ ثُمَّ خَرَجْنَ فَصِحْنَ وَشَقَقْنَ ثِيَابَهُنَّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ثُمَّ قَامَ عَبْدُ الْمَلِكِ بِالْأَمْرِ بَعْدَهُ ۔

ترجمہ: (مروان نے یزید کی زوجہ سے شادی کی تھی۔ پھر کسی بات پر یزید کے بیٹے خالد سے ان بن ہو گئی۔ خالد نے ماں سے شکائت کی۔ اس نے کہا میں اس کا بندوبست کرتی ہوں) پھر جب مروان رات کو گھر آکر خالد کی ماں کے پاس آکر سویا تو ام خالد نے کنیزوں کو حکم دیا۔ اور کنیزوں نے اس پر لحاف ڈال کر اس کو مار ڈالا۔ اور پھر ان عورتوں نے گریبان چاک کیے۔ اور چلاتی ہوئی نکلیں اور کہتی تھیں۔ یا امیر المومنین یا امیر المومنین

قارئین کرام! مروان ملاؤں کے چھ خلیفوں کا باپ ہے۔ اور اس کی موت پر بنو امیہ کی عورتوں نے گریبان چاک کیے۔ اگر یہ بدعت ہوتا تو چھ خلیفوں کے باپ پر اس بدعت کو ہرگز نہ کیا جاتا۔ (ماتم اور صحابہ ص ۲۴۷)

جوابِ اوّل

اولاً الامامۃ والسیاسۃ کی ابن قتیبہ کی طرف نسبت ہی غلط ہے

"الامامۃ والسیاسۃ" نامی کتاب کیا ابن قتیبہ کی تصنیف ہے؟ المعارف لابن قتیبہ میں جن تصانیفِ ابن قتیبہ کا تذکرہ ہے۔ اُن میں اس نام کی اُن کی کوئی تصنیف نہیں لکھی گئی۔ بلکہ المعارف کے مقدمہ میں اس امر کی تردید موجود ہے۔ الفاظ یہ ہیں۔

مقدمۃ المعارف لابن قتیبہ:

قُتَیْبَہ وَلَیْسَ لَہٗ وَھُوَ کِتَابُ الْإِمَامَۃِ وَالسِّیَاسَۃِ وَالْأَدِلَّۃُ عَلٰی بُطْلَانِ نِسْبَۃِ ھٰذَا الْکِتَابِ إِلَی ابْنِ قُتَیْبَہ کَثِیْرَۃٌ مِنْھَا۔

(۱) إِنَّ الَّذِیْنَ تَرْجَمُوْا لِابْنِ قُتَیْبَہ لَمْ یَذْکُرُوْا ھٰذَا الْکِتَابَ بَیْنَ مَا ذَکَرُوْہُ لَہٗ۔

(۲) إِنَّ الْکِتَابَ یَذْکُرُ أَنَّ مُؤَلِّفَہٗ کَانَ بِدِمَشْقَ وَابْنُ قُتَیْبَہ لَمْ یَخْرُجْ مِنْ بَغْدَادَ إِلَّا إِلَی الدِّیْنَوَرِ۔

(۳) أَنَّ الْکِتَابَ یَرْوِیْ عَنْ لَیْلٰی وَأَبُوْ لَیْلٰی کَانَ قَاضِیًا بِالْکُوْفَۃِ سنہ ۱۴۸ھ أَیْ قَبْلَ مَوْلِدِ ابْنِ قُتَیْبَہ بِخَمْسٍ وَسِتِّیْنَ سَنَۃً۔

(۴) أَنَّ الْمُؤَلِّفَ نَقَلَ خَبَرَ فَتْحِ الْأَنْدَلُس عَنْ امْرَأَۃٍ شَھِدَتْہٗ وَفَتْحُ الْأَنْدَلُس کَانَ قَبْلَ مَوْلِدِ ابْنِ قُتَیْبَہ بِنَحْوِ مِأَتَیْنِ وَعِشْرِیْنَ سَنَۃً۔

(۵) أَنَّ مُؤَلِّفَ الْکِتَابِ یَذْکُرُ فَتْحَ مُوْسٰی بْن نُصَیْرٍ لِمَرَاکُش مَعَ أَنَّ ھٰذِہِ الْمَدِیْنَۃَ شَیَّدَھَا یُوْسُفُ بْنُ تَاشَفِیْنَ سُلْطَانُ الْمُرَابِطِیْنَ سنہ ۴۵۵ھ وَابْنُ قُتَیْبَہ تُوُفِّیَ سنہ ۲۷۶ھ۔

(مقدمۃ المعارف لابن قتیبہ (مقدمہ از ڈاکٹر ثروت عکاشہ

ترجمہ: باقی رہی یہ بات کہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ جو ابن قتیبہ کی طرف منسوب ہے۔ وہ ہرگز اس کی تصنیف نہیں۔

۔اور اس بارے میں کہ یہ اس کی تصنیف نہیں بہت سے دلائل ہیں۔

(۱) جن لوگوں نے ابن قتیبہ کے حالات لکھے۔ انہوں نے اس کی تصنیفات میں اس کتاب کا ذکر تک نہیں کیا۔

(۲) کتاب سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس کا مصنف دمشق کا رہنے والا تھا۔ حالانکہ ابن قتیبہ بغداد میں رہائش پذیر تھا۔ اور یہاں سے وہ دینور کے علاوہ کسی اور شہر میں ہرگز نہیں گیا۔

(۳) کتاب میں ابولیلی کی روایات درج ہیں۔ ابولیلی سنہ ۱۴۸ھ میں کوفہ کا قاضی تھا۔ یعنی ابن قتیبہ کی پیدائش سے ۶۵ سال قبل۔

(۴) کتاب کے مصنف نے اندلس کی فتح کا واقعہ ایک عورت کی زبانی بیان کیا۔ جو اس واقعہ میں موجود تھی۔ اور فتح اندلس ۱۲۰ سال قبل پیدائش ابن قتیبہ ہوئی تھی۔

(۵) اس کتاب کے مؤلف نے مراکش کی فتح موسے بن نصیر کے حوالے سے بیان کی ہے۔ حالانکہ مراکش کو یوسف بن تاشقین نے ۴۵۵ھ میں آباد کیا تھا۔ اور ابن قتیبہ کا انتقال سنہ ۲۷۶ھ میں ہو چکا تھا۔

لمحہ فکریہ:

"الامامۃ والسیاسۃ" کا مصنف کون تھا؟ صاحب مقدمۃ المعارف نے پانچ مضبوط دلائل سے اس امر کی تردید کی۔ کہ اس کا مصنف مسلم بن قتیبہ نہیں۔ اب مسلم بن قتیبہ کو اہل سنت کا امام کہہ کر پھر الامامۃ والسیاسۃ کو اس کی تصنیف لکھنا

کہاں کی دانش مندی ہے۔ ذرا انصاف سے کہیئے؟

جواب دوم

ابن قتیبہ کی بعض غلیظ تحریرات

اگر بفرض محال الامامۃ والسیاسۃ کو مسلم بن قتیبہ کی تصنیف تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر ہم ابن قتیبہ کی شخصیت کی تحقیق کریں گے۔ کہ کیا اس کے عقائد وہی ہیں۔ جو اہل سنت کے معتمد اور مقبول ہیں۔ اگر ایسا ہی ہو۔ تو پھر کسی حد تک "اہل سنت کی معتبر کتاب" کے عنوان سے "الامامۃ والسیاسۃ" کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ابن قتیبہ نظریاتی طور پر اہل تشیع کا ہمنوا نکلے۔ تو پھر اس کی تصانیف کو "اہل سنت کی معتبر کتاب" کہنا نری حماقت اور پرلے درجے کی جہالت ہو گی۔ آیئے ابن قتیبہ کی تصنیف الامامۃ والسیاسۃ اور المعارف سے چند اقتباسات ملاحظہ کریں۔ تاکہ اس کی اپنی زبانی اس کے عقائد کا اندازہ ہو سکے۔

اقتباس نمبر (۱)

اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رضی اللہ عنہ تَفَقَّدَ قَوْمًا تَخَلَّفُوْا عَنْ بَيْعَتِهٖ عِنْدَ عَلِيٍّ کرم اللہ وجہہ فَبَعَثَ اِلَيْهِمْ عُمَرَ فَجَاءَ فَنَادَاهُمْ وَهُمْ فِيْ دَارِ عَلِيٍّ فَاَبَوْا اَنْ يَخْرُجُوْا فَدَعَا بِالْحَطَبِ وَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسُ عُمَرَ بِيَدِهٖ لَتَخْرُجُنَّ اَوْ لَاُحْرِقَنَّهَا عَلٰى مَنْ فِيْهَا فَقِيْلَ لَهٗ يَا اَبَا حَفْصٍ اِنَّ فِيْهَا فَاطِمَةَ فَقَالَ وَاِنْ فَخَرَجُوْا فَبَايَعُوْا

إِلَّا عَلِيًّا فَإِنَّهُ زَعَمُوا أَنَّهُ قَالَ حَلَفْتُ أَنْ لَا أَخْرُجَ وَلَا أَضَعَ ثَوْبِي عَلَى عَاتِقِي حَتَّى أَجْمَعَ الْقُرْآنَ فَوَقَفَتْ فَاطِمَةُ رضی اللہ عنہا عَلَى بَابِهَا فَقَالَتْ لَا عَهْدَ لِي بِقَوْمٍ حَضَرُوا أَسْوَأَ مَحْضَرٍ مِنْكُمْ تَرَكْتُمْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنَازَةً بَيْنَ أَيْدِينَا وَقَطَعْتُمْ أَمْرَكُمْ بَيْنَكُمْ لَمْ تَسْتَأْمِرُونَا وَلَمْ تَرُدُّوا لَنَا حَقًّا۔

(الامامۃ والسیاسۃ جزء اول ص ۱۲ تا ۱۳ کیف کانت بیعت علی بن ابی طالب)

ترجمہ :۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ان کی بیعت نہیں کرنے آئے۔ اور وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہیں۔ تو ان کے پاس ابوبکر نے عمر بن خطاب کو بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اور انہیں آواز دی۔ لیکن انہوں نے باہر آنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایندھن منگوایا۔ اور خدا کی قسم کھا کر کہا تمہیں نکلنا ہوگا۔ ورنہ میں تمہیں جلا دوں گا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا گیا۔ اے ابو حفص! گھر میں فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی تشریف فرما ہیں۔ فرمایا۔ ہوتی رہیں۔ یہ سن کر وہ باہر آئے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا سب نے بیعت کر لی۔ کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ یہ عہد کیا ہوا تھا۔ کہ وہ اس

وقت گھر سے باہر نہ نکلیں گے۔ اور نہ ہی اپنے کندھے پر کہیں جانے کے لیے کپڑا رکھیں گے۔ جب تک قرآن مجید جمع کر لیں۔ حضرت فاطمہ بھی رک گئیں۔ اور دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ کیا تم لوگوں کے ہاں میرے لیے کوئی عہد نہیں جو بُری نیت سے آئے ہو۔ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ہمارے سامنے چھوڑ رکھا ہے۔ اور امارت کا فیصلہ اپنے لیے خود ہی کر لیا۔ تم ہمیں امارت کیوں نہیں دیتے۔ اور ہمیں ہمارا حق واپس کیوں نہیں کرتے ؎

اقتباس نمبر(۲)

جب کچھ لوگ حضرت ابو بکر صدیق کے حکم سے حضرت علی المرتضٰے کو پکڑ کر لا رہے تھے۔ تو انہوں نے کہا۔ آپ ابو بکر صدیق کی بیعت کیوں نہیں کرتے ؟ علی المرتضٰے نے کہا۔ اگر میں بیعت نہ کروں تو تم کیا کرو گے ؟ انہوں نے کہا۔ ہم تمہاری گردن اڑا دیں گے۔ حضرت علی رضی بولے۔ کیا تم اللہ کے بندے اور اس کے رسول کے بھائی کو قتل کرو گے ؟ اس پر عمر رض بولے۔ تو عبد اللہ تو ہے۔ لیکن حضور کا بھائی ہونا یہ تو کوئی بات نہیں ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خاموش کھڑے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ابو بکر سے کہا۔ آپ اس کو اپنی بیعت کا کیوں نہیں کہتے ؟ ابو بکر رض نے کہا۔ جب تک سیدہ فاطمہ ان کے پاس ہیں۔ میں انہیں کچھ بھی مجبور نہیں کروں گا۔ علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے جب محسوس کیا۔ کہ عمر مجھے چھوڑتے نہیں۔ تو حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہو کر رو کر عرض کرنے لگے ۔ اے بھائی! لوگوں نے مجھے بے بس کر دیا ہے اور میرے قتل

کے درپے ہو گئے ہیں۔ (الامامۃ والسیاسۃ ص ۳ اجزاول)

نوٹ:-

ان دونوں اقتباسات میں حضرات صحابہ کرام کے بارے میں اور خصوصاً حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ کہا گیا۔ ہم اس کا تفصیلی جواب عقائد جعفریہ جلد اوّل اور تحفہ جعفریہ میں پیش کر چکے ہیں۔ یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا جبراً ابو بکر صدیق کی بیعت کرنا اور قبر رسول پر گریہ زاری کرنا ہرگز اہل سنت کے عقائد میں سے نہیں۔ بلکہ کتب شیعہ میں ان عقائد کی بھرمار ہے۔ لہٰذا ان کا قائل اہل سنت کا فرد ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی الامامۃ والسیاستہ اہل سنت کی کتاب ہے۔

اقتباس نمبر ۳:

حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما بیعت سے فارغ ہونے پر جناب علی المرتضےٰ کے ہاں آئے اور کہنے لگے۔ کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ ہم نے آپ کی کیوں بیعت کی ہے؟ فرمایا میری اطاعت کے لیے۔ اور اسی غرض کے لیے جو ابو بکر و عمر و عثمان کی بیعت کرتے وقت تمہارے پیش نظر تھی۔ دونوں نے کہا۔ وہ ہم نے بیعت اس لیے کی ہے۔ کہ امر خلافت میں ہم دونوں بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ بولے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ (جزء اول ص ۵۱)

اقتباس نمبر ۴:

ابو الحسین احمد بن فارسی اپنی تصنیف "الصاحبی" میں ابن قتیبہ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔ کہ ابن قتیبہ منکر باتیں اور میری ناپسند باتیں درج کرتا ہے ...

روایت نقل کی ہے۔ ابوبکر، عمر اور علی المرتضٰے فوت ہو گئے۔ لیکن قرآن جمع نہ کر سکے۔ اور علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ اپنی قبر میں پہنچ گئے لیکن وہ قرآن حفظ نہ کر سکے" کس قدر قبیح کلام ہے۔ (مقدمۃ التحقیق علی المعارف ص ۵۹)

اقتباس نمبر۵:

كَانَ الْخَطَّابُ بن نفيل مِنْ رِجَالِ قُرَيْشٍ وَاُمُّهُ لامْرَاۃٌ مِنْ فَهْمٍ وَكَانَتْ تَحْتَ نفيل فَتَزَوَّجَهَا عَمْرُو بن نفيل بَعْدَ اَبِيْهِ فَوَلَدَتْ لَهُ زَيْدًا فَاُمُّهُ اُمُّ الْخَطَّاب - (المعارف لابن قتيبه ص ۷۹، مطبوعه مصر طبع جديد)

ترجمہ: خطاب بن نفیل ایک قریشی آدمی تھا۔ اور اس کی ماں فہم قبیلہ سے تھی۔ اور نفیل کے نکاح میں تھی۔ نفیل کے انتقال کے بعد عمر بن نفیل نے (یعنی بیٹے نے ماں سے) شادی کر لی۔ پھر اس سے "زید" پیدا ہوا۔

نوٹ:

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نسب پر کس قدر غلیظ ذہنیت استعمال کی گئی۔ یہی تو شیعیت ہے۔

اقتباس نمبر۶:

كانت برة بنت مر اخت تميم بن مر تحت خزيمة ابن مدركة بن الياس بن مضر

لہ النضر بن کنانۃ۔ (المعارف ص ۱۱۲)

ترجمہ:

تیم بن مرکی بہن برہ بنت مرکی شادی خزیمہ ابن مدرکہ کے ساتھ ہوئی۔ جب خزیمہ کا انتقال ہوا۔ تو اس کے بیٹے کنانہ نے اس سے (یعنی اپنی والدہ سے) شادی کر لی۔ تو اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا۔

نوٹ:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب شریف پر یہ اعتراض کس امتی کی جرأت ہو سکتی ہے۔

اقتباس نمبر ۷:

و کانت واقدۃ من بنی مازن بن صعصعۃ عند عبد مناف فَوَلَدَتْ لَهُ نَوْفَلًا وَأَبَاعَمْرٍو فَهَلَكَ عَنْهَا وَخَلَفَ عَلَيْهَا ابْنُهُ هَاشِمُ بْنُ عَبْدِ مَنَافٍ۔ (المعارف ص ۱۱۲)

ترجمہ:-

واقدۃ نامی عورت قبیلہ بنی مازن سے تھیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا عبد مناف کا انتقال ہو گیا۔ تو ان کے بیٹے ہاشم نے ان سے شادی کر لی۔ (یعنی بیٹے نے ماں سے شادی کر لی۔)

لمحۂ فکریہ:

حضرات صحابہ کرام کی شان میں بکواس کرنا تو کتب شیعہ میں بھرپور طریقہ سے موجود ہے۔ اگر ابن قتیبہ کی تحریرات یہیں رک جاتیں۔ تو ہم اسے شیعہ کہہ دیتے لیکن اس خبیث التحریر اور گندی زبان

آباؤ اجداد کو بھی معاف نہ کیا، اور کمال ڈھٹائی اور بے حیائی سے بلا سند اور بے اصل دو آیات کا معنی الیاہم سنی کس طرح تسلیم کریں۔ جب کہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد آدم سے تا حضرت عبداللہ تمام طیب و طاہر ہیں۔ جواہر البحار میں علامہ یوسف نبہانی مواہب لدنیہ میں امام قسطلانی اور مختلف تصانیف میں علامہ السیوطی نے اس کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔ صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو۔

الحاوی للفتاوی:

اِنَّ اللّٰهَ اسْتَخْلَصَ رَسُوْلَهٗ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ اَطْيَبِ الْمَنَاكِحِ وَ نَقَلَهٗ مِنْ اَصْلَابٍ طَاهِرَةٍ اِلٰى اَرْحَامٍ مُنَزَّهَةٍ وَقَدْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فِىْ تَاوِيْلِ قَوْلِ اللّٰهِ وَ تَقَلُّبَكَ فِى السَّاجِدِيْنَ اَىْ تَقَلُّبَكَ مِنْ اَصْلَابٍ طَاهِرَةٍ مِنْ اَبٍ اِلٰى اَنْ جَعَلَكَ نَبِيًّا۔

(الحاوی للفتاوی جلد دوم ص ۲۳۱ للسیوطی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو باہمی نکاح میں بھی خاص مقام عطا فرمایا۔ اور آپ کو طاہر مردوں سے پاکیزہ عورتوں کی طرف مختلف پشتوں سے منتقل فرمایا۔ حضرت ابن عباس نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد "و تقلبک فی الساجدین" کے معنی یہ بیان کیے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم سے حضرت عبداللہ تک پاک و طاہر پشتوں سے منتقل کیا۔ اور آپ تشریف لائے۔ تو پیغمبر بن کر آئے۔

جوابِ سوم

"ابن قتیبہ" کی سیرت اور حالات کا آئینہ

لسان المیزان:

وَرَاَیْتُ فِیْ مِرْاَۃِ الزَّمَانِ اَنَّ الدارقطنی قَالَ کَانَ ابْنُ قُتَیْبَہ یَمِیْلُ اِلَی التَّشْبِیْہِ مُنْحَرِفٌ عَنِ الْعِتْرَۃِ وَکَلَامُہٗ یَدُلُّ عَلَیْہِ وَقَالَ البیھقی کَانَ یَرٰی رَأْیَ الْکَرَامِیَّۃِ...... وَذَکَرَ الْمَسْعُوْدِیْ فی المروج ان ابن قتیبہ اِسْتَمَدَّ فِیْ کُتُبِہٖ مِنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ الدینوری وَسَمِعْتُ شَیْخِی العراقی یَقُوْلُ کَانَ ابْنُ قتیبۃ کَثِیْرَ الْغَلَطِ۔

(لسان المیزان جلد سوم ص ۳۵۷ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: مراۃ الزمان میں میں نے دیکھا۔ کہ ابن قتیبہ کے بارے میں دارقطنی کا کہنا ہے۔ کہ اس کا شیعیت کی طرف میلان تھا اور اہل بیت سے منحرف تھا۔ اس پر اس کا کلام بھی دلالت کرتا ہے۔ بیہقی نے اسے کرامیہ کہا۔ مروج میں مسعودی نے کہا۔ کہ اس نے اپنی کتابوں میں ابو حنیفہ دینوری کے مضامین سے مدد لی۔ میں نے اپنے شیخ عراقی سے سنا۔ کہ [illegible]

مقدمۃ التحقیق:

وَ غَیْرُ ابْنِ الْاَنْبَارِی وَ اَبِی الطَّیِّبِ نَجِدُ الحَاکِمَ اَبَا عَبْدِ اللہِ مُحَمَّدُ النِّیْسَابُوْرِی (۴۰۵ھ) اَلَّذِی یَقُوْلُ اَجْمَعَتِ الْاُمَّۃُ عَلٰی اَنَّ الْقُتَیْبِیَّ کَذَّابٌ کَمَا نَجِدُ ابْنَ تَغْرِی بَرْدِی (۸۷۴ھ) وَکَانَ ابْنُ قُتَیْبَۃَ خَبِیْثَ اللِّسَانِ یَقَعُ فِیْ حَقِّ کِبَارِ الْعُلَمَاءِ

(مقدمۃ التحقیق للمعارف ص ۶۱ مطبوعہ مصر جدید)

ترجمہ: ابن انباری اور ابوالطیب کے علاوہ حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری نے کہا۔ کہ تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے۔ کہ قتیبی (ابن قتیبہ) پرلے درجے کا جھوٹا شخص ہے۔ اسی طرح ابن تغری بردی نے کہا۔ کہ ابن قتیبہ گندی اور ناپاک زبان والا تھا۔ بڑے بڑے اکابر علماء کو بھی اس اپنی زبان کے خبث سے معاف نہ کیا۔

المختصر یہ:

"ابن قتیبہ" کی سیرت اور اس کی تحریر کے بارے میں ہم نے ایک دو حوالہ جات سے روشنی ڈالی۔ اس پر اہل تشیع ہونے کا فتویٰ، اہل بیت سے منحرف ہونے کا الزام، کرامیہ عقائد پر قائم اور ابوحنیفہ دینوری ایسے کٹر ائمہ شیعہ کی کتابوں سے استفادہ کرنے والا۔ علطیوں کو پکڑ، تمام علماء کے اِن متفقہ طور پر کذاب، خبیث اللسان، حضرات صحابہ کرام پر گند اچھالنے والا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

باوجود وہ اہل سنت میں سے ؟ غلام حسین نجفی وغیرہ کی آنکھیں ان عبارات سے بند تھیں۔؟ بڑی بے حیائی کے ساتھ اس خبیث اللسان کی پیروی کرتے ہوئے "خباثتِ لسانی" کا مظاہرہ کیا گیا۔ اور کذاب ابن قتیبہ کے نقش قدم پر چل کر نجفی نے مسیلہ کذاب کو مات کر دیا۔ کیوں نہ ایسا ہوتا۔ وہ بھی تشیع کا دلدادہ یہ بھی اسی کا پہرہ دار۔ وہ بھی ادھر اُدھر کی ہانکنے والا اور یہ بھی فٹ بال۔ ؎

کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر باکبوتر باز با باز

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَار

کتاب بست ۲۰

الملل والنحل مصنفہ محمد بن عبد الکریم شہرستانی

محمد بن عبد الکریم شہرستانی صاحب الملل والنحل ایک فلسفی صاحب قلم تھا۔ دین سے اسے کوئی خاص واسطہ نہ تھا۔ اور اسی لیے اسے کوئی بھی قابل اعتبار نہیں کہتا۔ لیکن غلام حسین نجفی نے دیرینہ عادت کے مطابق اس کی مذکورہ کتاب کو بھی اہل سنت کی معتبر کتاب کے طور پر پیش کر کے اہل سنت پر الزام تراشی کی۔ صرف ایک نمونہ ملاحظہ ہو۔

"عمر کے ظلم سے سیدہ زہرا کے شکم کا بچہ بھی شہید ہوا۔"

سھم مسموم:

محمد بن عبدالکریم شہرستانی ...... الملل والنحل کی عبارت ملاحظہ ہو۔

الملل و النحل:

فَقَالَ اِنَّ عُمَرَ ضَرَبَ بَطْنَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ يَوْمَ الْبَيْعَةِ حَتَّى اَلْقَتِ **المحسن** من بطنها وَكَانَ يَصِيْحُ اَحْرِقُوْا الدَّارَ بِمَنْ فِيْهَا وَمَا كَانَ فِي الدَّارِ غَيْرُ عَلِيٍّ وَ فَاطِمَة والحسن والحسين

ترجمہ:-

نظام کہتا ہے۔ کہ روز بیعت نبی کی بیٹی فاطمۃ زہرا کے شکم پر عمر نے دُرّہ مارا حتی کہ رسیدہ کا بچہ شہید ہو کر گرا۔ اور نیز عمر چیخ رہے تھے۔ کہ اس گھر کو مع ان لوگوں کے جو اس میں ہیں جلا دو۔ اور گھر میں سوائے علی و فاطمہ اور حسن و حسین کے اور کوئی نہ تھا۔

نوٹ:-

جناب عمر رضی اللہ عنہ کا سیدہ کے دروازہ پر آگ اور لکڑیاں لے کر آنا اور بی بی کے بچہ کا شہید ہونا ہم نے کتب اہل سنت سے ثابت کر دیا ہے۔ لہٰذا شاہ عبدالعزیز کا یہ سفید جھوٹ ہے۔ کہ مذکورہ دونوں باتیں کتابوں میں مذکور نہیں ہیں۔ اب آپ خود انصاف کریں۔

(سہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم۔ مصنفہ غلام حسین نجفی شیعی ص ۲۴۶، ۲۴۷)

جواب:-

کتاب الملل والنحل کے مصنف محمد بن عبدالکریم شہرستانی کا مذہب و مسلک کیا تھا؟ نجفی نے اگرچہ اس کی کتاب کے عنوان سے اس کی صراحت کر دی ہے۔

لیکن نجفی نامعتبر کی بات کون تسلیم کرے گا۔ جبکہ اس کے آقائے بزرگ طہرانی علیہ ما علیہ نے اسے "اپنے مصنفین" میں درج کیا ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

الذریعہ:-

الملل و النحل لمحمد بن عبد الکریم الشہر ستانی و ترجمۃ الفارسیۃ "تنقیح الادلۃ والعلل" المشہود تان۔

(الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ جلد ۲۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: محمد بن عبدالکریم شہرستانی کی تصنیف الملل والنحل اور اس کا فارسی ترجمہ تنقیح الادلہ والعلل (مذہب شیعہ کی کتب کے طور پر) مشہور ہیں۔ اگر اس مختصر تصدیق پر دل ٹھنڈا نہ ہوتا ہو۔ تو ذرا تفصیل سے ملاحظہ ہو۔

الکنی والالقاب:

ابو الفتح محمد بن عبد الکریم بن احمد المتکلم الفیلسوف الاشعری صَاحِبُ کِتَابِ الملل والنحل وَهُوَ کِتَابٌ مَشْهُوْرٌ وَ مِمَّا فِیْهِ اَنَّ الْاِثْنٰی عَشَرِیَّۃَ الَّذِیْنَ قَطَعُوْا بِمَوْتِ مُوْسٰی بْنِ جَعْفَرِ الْکَاظِمِ وَ سَمُّوْا قَطْعِیَّۃً وَ سَاقُوْا الْاِمَامَۃَ بَعْدَہٗ فِیْ اَوْلَادِہٖ فَقَالُوْا اَلْاِمَامُ بَعْدَ مُوْسٰی عَلِیٌّ الرضا (ع) وَ مَشْهَدُہٗ بِطُوسٍ ثُمَّ بَعْدَہٗ محمد

التقی (ع) وَهُوَ فِي مَقَابِرِ قُرَيْشٍ ثُمَّ بَعْدَهُ
علی بن محمد التقی (ع) وَمَشْهَدُهُ بِقُمْ
وَبَعْدَهُ الْحَسَنُ الْعَسْكَرِی الزکی وَ بَعْدَهُ
ابنه م ح م د القائم المنتظر (ع) الَّذِی هُوَ
بِسُرَّ مَنْ رَأَى وَهُوَ الثَّانِی عَشَرَ هٰذَا هُوَ طَرِيقُ
الإِثْنَیٰ عَشَرِيَّةً انتهى۔
وَفِيهِ مِنَ الْخَبْطِ وَالْجَهْلِ مَا لَا يَخْفٰى قَالَ
الحموی فِي مُعْجَمِ الْبُلْدَانِ فِي حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ
مَا هٰذَا لَفْظُهُ وَلَوْ لَا تَخَبُّطُ فِي الْاِعْتِقَادِ وَ
مَيْلُهُ إِلٰى هٰذَا الْإِلْحَادِ لَكَانَ هُوَ الْإِمَامُ وَكَثِيرًا
مَا كُنَّا نَتَعَجَّبُ مِنْ وُفُورِ فَضْلِهِ وَ كَمَالِ عَقْلِهِ
كَيْفَ مَالَ إِلَى الشَّيْءِ لَا أَصْلَ لَهُ وَاخْتَارَ أَمْرًا لَا دَلِيلَ
عَلَيْهِ لَا مَعْقُولًا وَلَا مَنْقُولًا وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ
الْخِذْلَانِ وَالْحِرْمَانِ مِنْ نُورِ الْإِيْمَانِ وَلَيْسَ
ذٰلِكَ إِلَّا لِإِعْرَاضِهِ عَنْ نُورِ الشَّرِيعَةِ وَاشْتِغَالِهِ
بِظُلُمَاتِ الْفَلْسَفَةِ۔
وَقَدْ كَانَ بَيْنَنَا مُحَاوَرَاتٌ وَمُفَاوَضَاتٌ
فَكَانَ يُبَالِغُ فِي نُصْرَةِ مَذَاهِبِ الْفَلَاسِفَةِ
وَالذَّبِّ عَنْهُمْ وَقَدْ حَضَرْتُ عِدَّةَ مَجَالِسَ
مِنْ وَعْظِهِ فَلَمْ يَكُنْ فِيهَا قَالَ اللّٰهُ وَلَا
قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ (ص) ... وَلَا جَوَابٌ عَنِ الْمَسَائِلِ

الشَّرِيعَةِ۔

(الکنی و الالقاب جلد دوم ص ۳۰۴ ، ۱۳۰۵ لات الشہرستانی۔ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن احمد ایک متکلم فلسفی اور اشعری عالم ہے۔ الملل و النحل کا مصنف ہے۔ جس کی ایک عبارت (کا ترجمہ) یہ ہے۔ اثنا عشری شیعہ وہ بھی ہیں۔ جو موسے بن جعفر کاظم کی موت پر یقین رکھتے ہیں۔ انہیں ”قطعیہ“ کہا جاتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ موسیٰ بن جعفر کاظم کی وفات کے بعد امامت ان کی اولاد میں چلی آتی ہے۔ چنانچہ ترتیب امامت یوں ہے۔ موسیٰ بن جعفر کے بعد امام جناب علی رضا ہوئے۔ جن کی جائے شہادت طوس میں ہے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے محمد تقی ہیں۔ جو قریش کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ ان کے بعد ان کے بیٹے علی بن محمد تقی ہیں۔ جن کی شہادت گاہ قم میں ہے۔ ان کے بعد حسن عسکری ان کے بعد ان کے بیٹے محمد القائم المنتظر ہیں۔ جو سر من رائے میں (چھپے ہوئے) ہیں۔ یہ بارہویں امام ہیں۔ اثنا عشریہ کا یہی طریقہ ہے۔ انتہیٰ۔

شہرستانی کی اس تحریر میں جو خبط اور بدحواسی ہے۔ وہ بالکل ظاہر ہے۔ معجم البلدان میں حموی کا کہنا ہے۔ کہ اگر یہ شخص اعتقادیات میں خبطی نہ ہوتا۔ اور بے دینی کی طرف اس کا میلان نہ ہوتا۔ تو امام وقت ہوتا۔ ہمیں بہت مرتبہ تعجب ہوتا ہے۔ کہ اس قدر صاحب فضل و عقل کس طرح بے اصل باتوں اور بے دلیل امور کی طرف مائل

ہو گیا۔ جن پر نہ کوئی عقلی دلیل اور نہ ہی نقلی موجود ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس ذلت اور محرومی کی پناہ، چاہتے ہیں۔ جو نور ایمان کے چھن جانے سے ہوتی ہے۔ شہرستانی کا یہ سب کچھ ایسا اس لیے ہوا۔ کہ اس نے نور شریعت سے منہ موڑ لیا تھا۔ اور فلسفیانہ ظلمتوں میں مشغول و مصروف ہو چکا تھا۔

شہرستانی ہم سے محاورات و مفاوضات بیان کیا کرتا تھا۔ اور فلسفیوں کے نظریات و مذاہب کی مدد کے لیے بہت آگے بڑھ جایا کرتا تھا۔ اور ان پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دینے میں دور نکل جاتا تھا۔ میں اس کی متعدد مجالس وعظ میں شریک ہوا۔ کسی مجلس میں اس نے اللہ اور اس کے رسول کی کوئی بات نہ کی۔ اور نہ ہی کسی شرعی مسئلہ کا جواب دینا گوارا کیا۔

لمحہ فکریہ:

کتاب الملل والنحل کے حوالہ سے نجفی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دشمن ثابت کیا۔ اور دُرّہ مار کر ان کا ہونے والا بچہ شہید کرنے کا ڈرامہ پیش کیا۔ اور پھر یہ سب کچھ "اہل سنت کی معتبر کتاب" کے حوالے سے لکھا۔ اب آپ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ یہ کتاب اور اس کا مصنف جس کو شیعہ (بحوالہ الذریعہ) اپنا آدمی کہتے ہیں۔ اور پھر بے دین، خبطی اور فلسفہ کا غلام بھی کہہ رہے ہیں اس کی کتاب کے حوالہ سے تو سرے سے کوئی دلیل و حجت بن ہی نہیں سکتی۔ اور اگر نجفی وغیرہ اُسے حجت قرار دیں۔ تو ہمیں کیا نقصان۔ کیونکہ وہ جیب ہے ہی تمہارا۔ تو پھر تمہاری طرح ہی بڑھ مارے گا۔ یہ تو خود شیعہ مصنفین نے اس کی

کہ وہ صاحب الملل والنحل محمد بن عبدالکریم شہرستانی کے عقیدہ کے بارے میں کیا لکھتی ہیں۔

علماء اہل سنّت کے نزدیک صاحب الملل والنحل شہرستانی غالی شیعہ ہے

طَبَقَاتُ الشَّافِعِيَه:

فِيْ تَارِيْخِ شَيْخِنَا الذَّهَبِيِّ اَنَّ ابْنَ السَّمْعَانِيِّ ذَكَرَ اَنَّهٗ كَانَ مُتَّهِمًا بِالْمَيْلِ اِلٰى اَهْلِ الْقِلَاعِ يَعْنِيْ الْاِسْمَاعِيْلِيَّةَ وَالدَّعْوَةِ اِلَيْهِمْ وَالنُّصْرَةِ لِطَامَّاتِهِمْ وَ اَنَّهٗ قَالَ فِي التَّحْبِيْرِ اِنَّهٗ مُتَّهِمٌ بِالْاِلْحَادِ وَالْمَيْلِ اِلَيْهِمْ غَالٍ فِي التَّشَيُّعِ۔

(طبقات شافعیہ الکبریٰ جزء رابع ص ۷۹)

ترجمہ:

شیخ ذہبی متوفی ۷۴۸ھ کی تاریخ میں تحریر ہے۔ کہ ابن سمعانی نے شہرستانی کے متعلق ذکر کیا۔ کہ وہ فرقہ اسماعیلیہ کی طرف مائل تھا۔ (جو شیعہ ہے) اور ان کے نظریات کی دعوت دیا کرتا تھا۔ اور ان لوگوں کی مدد کرتا اور حامی ہوتے تھے۔ انہوں نے "تحبیر" نامی کتاب میں کہا ہے۔ کہ شہرستانی بے دینی کی وجہ سے بدنام تھا۔ اور بے دینوں کی طرف اس کا میلان تھا۔ شیعیت میں بہت غالی تھا۔ (یعنی عام شیعوں کی بہ نسبت متعصب اور پرلے درجے کا ضدی شیعہ تھا)

منهاج السنة:

مَا يَنْقُلُهُ الشهرستانی وَ اَمْثَالُهُ مِنَ الْمُصَنِّفِيْنَ
فی الملل و النحل عامته مِمَّا يَنْقُلُهُ بَعْضُهُمْ
عَنْ بَعْضٍ وَ كَثِيْرٌ مِنْ ذَالِكَ لَمْ يَحْرِزْ فِيْهِ
اَقْوَالَ الْمَنْقُوْلِ عَنْهُمْ وَ لَمْ يَذْكُرِ الْاِسْنَادَ
فِيْ عَامَةِ مَا يَنْقُلُهُ بَلْ هُوَ يَنْقُلُ مِنْ كُتُبِ مَنْ
صَنَّفَ الْمَقَالَاتِ قَبْلَهُ مِثْلَ اَبِيْ عِيْسٰى الوراق
وَ هُوَ مِنَ الْمُصَنِّفِيْنَ لِلرَّافِضَةِ الْمُتَّهِمِيْنَ فِيْ
كَثِيْرٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَ بِالْجُمْلَةِ فَالشهر
ستانی يَظْهَرُ الْمَيْلَ اِلَى الشِّيْعَةِ

اِمَّا بِبَاطِنِهٖ وَ اِمَّا مُدَاهَنَةً لَهُمْ
فَاِنَّ هٰذَا الْكِتَابَ الملل وَ النحل صَنَّفَهٗ
لِرَئِيْسٍ مِنْ رُؤُسَائِهِمْ وَ كَانَتْ لَهٗ وِلَايَةٌ
دِيْوَانِيَةٌ وَ كَانَ للشهرستانی مَقْصُوْدٌ
فِي اسْتِعْطَافِهٖ لَهٗ وَ كَذَالِكَ صَنَّفَ لَهٗ كِتَابَ
الْمُصَارَعَةِ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ ابْنِ سِيْنَا لِمَيْلِهٖ
اِلَى التَّشَيُّعِ وَ الْفَلْسَفَةِ وَ اَحْسَنُ اَحْوَالِهٖ اَنْ يَكُوْنَ مِنَ الشِّيْعَةِ اِنْ
لَمْ يَكُنْ مِنَ الْاِسْمَاعِيْلِيَّةِ اَعْنِي الْمُصَنِّفَ لَهٗ
وَ لِهٰذَا تَحَامَلَ فِيْهِ لِلشِّيْعَةِ تَحَامُلًا بَيِّنًا
وَ اِذَا كَانَ فِيْ غَيْرِ ذَالِكَ مِنْ كُتُبِهٖ يَبْطُلُ

لعمر فی هذا الکتاب لاجل من صنف له۔

(منهاج السنة لابن تیمیه جزء ثالث صفحه ۲۰۹،۲۰۸)

ترجمہ: شہرستانی اور اس جیسے دوسرے مصنفین الملل والنحل میں جو ذکر کرتے ہیں۔ اس میں سے عام باتیں وہ ایک دوسرے سے نقل کرتے ہیں۔ اور بہت سا حصہ ایسا بھی ہے۔ کہ جس میں منقول عنہم کے اقوال نہیں لکھے۔ اور نقل کرنے میں عام طور پر اسناد کو چھوڑ دیا۔ بلکہ وہ اپنے سے پہلے مصنفین کی کتابوں سے نقل کرتا ہے۔ جیسا کہ ابن الوراق جو کہ شیعہ مصنفین میں سے تھا۔ اور اپنی بہت سی تحریرات میں متہم تھا۔ اور ابو یحییٰ وغیرہ شیعہ مصنفین کے علاوہ زیدیہ کی کتابوں سے بھی نقل کرتا ہے۔ اور کچھ باتیں معتزلہ کی درج کیں۔ جنہوں نے حضرات صحابہ کرام میں سے بہت سے صحابہ پر طعن کئے ہیں۔ مختصر یہ کہ شہرستانی کا شیعیت کی طرف میلان تھا۔ اس کی وجہ یا تو یہ تھی۔ کہ وہ حقیقت میں شیعہ تھا۔ یا پھر ان کی خوشامد کرنے کی وجہ سے شیعہ بن گیا تھا۔ اس نے الملل والنحل ایک رئیس کے حکم پر لکھی تھی۔ جو شیعہ تھا۔ اور حکومت کا آدمی تھا۔ شہرستانی کا مقصد یہ تھا۔ کہ کسی بہانے اس رئیس کا دل موہ لے۔ کتاب المصارعہ بھی شہرستانی نے اسی کے کہنے پر لکھی۔ جو شہرستانی اور ابن سینا کے مابین کچھ باتوں پر مشتمل ہے۔ اس رئیس کا شیعیت کی طرف اور فلسفہ کی میلان تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شہرستانی نے شیعیت کی طرفداری میں بہت کچھ برداشت کیا ہے۔ اگرچہ دوسری کتابوں میں مذہب امامیہ کی تردید بھی کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہرستانی کی شیعیت

بطور خوشامد تھی۔

قارئین کرام! اہل سنت کی دو کتابوں کے حوالہ جات سے شہرستانی کے بارے میں یہ بات کھل کر سامنے آئی۔ اس آدمی کی وجہ سے کہ جس کے لیے اس بدعقیدہ ازلی بدبخت نے یہ کتاب تصنیف کی۔ کہ وہ غالی شیعہ ہے۔ اور الملل والنحل کی تصنیف بھی ایک شیعہ وزیر کے حکم سے ہوئی۔ اسے خوش کرنے یا اپنے عقائد کے مطابق شہرستانی نے اس کتاب میں شیعیت کا تذکرہ کیا۔ اور بے سند روایات ذکر کرنے کا عادی ہوتے ہوئے محض وزیر کو خوش کرنے پر اپنا دین بیچ ڈالنے والا کب اس قابل ہو سکتا ہے۔ کہ اس کی بے سروپا باتوں کو حجت مانا جائے۔ روایات کی اسناد بھی ذکر کرتا۔ اور نقل کرنے میں بہت محتاط ہوتا۔ تو بھی شیعہ ہونے کی وجہ سے ہم اہل سنت پر اس کی وہ عبارات جن میں شیعیت ٹپک رہی ہو۔ قطعاً حجت نہیں بن سکتیں۔

رہی یہ بات کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ کے لشکر سے پیچھے رہنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ تو اس کی وضاحت ہم نے تحفہ جعفریہ جلد سوم میں کر دی ہے۔ مختصر یہ کہ شہرستانی کے بارے میں اہل سنت اور اہل تشیع دونوں طرف کے علماء کا یہی فیصلہ ہے۔ کہ یہ نامعتبر و نامقبول ہے۔ ایسے کے حوالہ جات کس کام کے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب بست و یکم ۲۱

عقد الفرید مصنفہ احمد بن محمد المعروف ابن عبد ربہ

سھو مسموم:

> "جناب عمر فاروق رض کا دروازۂ زہرا پر آگ لے کر آنا اور ان کا گھر جلانے کی دھمکی دینا۔"

ثبوت ملاحظہ ہو۔ اہل سنت کی معتبر کتاب عقد الفرید جلد دوم ص ۲۰۵ ذکر خلافت ابی بکر

عقد الفرید:۔

اَمَّا عَلِيٌّ وَعَبَّاسٌ وَالزُّبَيْرُ فَقَعَدُوْا فِيْ بَيْتِ فَاطِمَةَ حَتّٰى بَعَثَ اِلَيْهِمْ اَبُوْ بَكْرٍ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ لِيُخْرِجَهُمْ مِنْ بَيْتِ فَاطِمَةَ وَقَالَ لَهٗ اِنْ اَبَوْا فَقَاتِلْهُمْ فَاَقْبَلَ بِقَبَسٍ مِنَ النَّارِ عَلٰى اَنْ يُضْرِمَ عَلَيْهِمُ الدَّارَ فَلَقِيَتْهُ فَاطِمَةُ فَقَالَتْ يَا بْنَ الْخَطَّابِ اَجِئْتَ لِتُحْرِقَ دَارَنَا قَالَ نَعَمْ اَوْ تَدْخُلُوْا فِيْمَا دَخَلَتْ فِيْهِ الْاُمَّةُ۔

ترجمہ:۔ ملخص۔ جناب علی اور عباس نیز زبیر ابی بکر کی بیعت سے انکار کر کے سیدہ زہرا کے گھر میں بیٹھ گئے۔ ابو بکر نے عمر کو بھیجا کہ

ان کو لاؤ۔ اگر انکار کریں۔ تو ان سے جنگ کرو۔ جناب عمر آگ کا شعلہ لے کر آگئے تاکہ اس گھر کو جلا دیں۔ پس سیدہ زہرا آئیں۔ اور فرمایا۔ اے خطاب کے بیٹے کیا تو میرا گھر جلانے آیا ہے۔ عمر نے کہا ہاں جب تک تم بیعت نہ کرو۔ (دہم مسموم فی جواب نکاح ام کلثوم ص ۶۷ تا ۶۹)

عبارت بالا غلام حسین نجفی نے سہم مسموم میں ذکر کی۔ اور حوالہ دیتے ہوئے "اہل سنت کی معتبر کتاب عقد الفرید" لکھا۔ عقد الفرید کے مصنف کا نام احمد بن محمد بن عبد ربہ ہے پہلے اس کا مقام علمی پیش خدمت ہے۔ پھر اس کے مسلک پر گفتگو ہو گی۔

ترجمۃ المؤلف:

وَلَا يُعْرَفُ شَيْءٌ مِنْ تَارِيْخِ ابْنِ عَبْدِ رَبِّهٖ فِيْمَا عَدَا اَنَّهٗ كَانَ فِيْ شَبَابِهٖ لَاهِيًا وَلُوْعًا بِالْغِنَاءِ .... لَمْ يَذْكُرْ لَنَا الْمُؤَرِّخُوْنَ شَيْئًا مِنْ سِيْرَةِ ابْنِ عَبْدِ رَبِّهٖ تَدُلُّ عَلٰى خُلُقِهٖ وَصِفَتِهٖ اِلَّا مَا قَدَّمْنَا مِنْ حَدِيْثِ لَهْوِهٖ وَصَبْوَتِهٖ فِيْ شَبَابِهٖ ...... اِنَّ ابْنَ عَبْدِ رَبِّهٖ لَمْ يَنْظُرْ فِيْمَا جَمَعَ بِكِتَابِهٖ مِنَ الْفُنُوْنِ نَظَرَ الْمُخْتَصِّ بِحَيْثُ يَخْتَارُ بِكُلِّ فَرْعٍ مِنْ فُرُوْعِ الْمَعْرِفَةِ بَعْدَ نَقْدٍ وَتَمْحِيْصٍ وَاِخْتِبَارٍ فَلَا يَقَعُ مِنْهُ فِيْ بَابٍ مِنْ اَبْوَابِ الْفَنِّ اِلَّا مَا يَجْتَمِعُ عَلَيْهِ صَوَابُ الرَّاْيِ عِنْدَ اَهْلِهٖ لَا وَلٰكِنَّهٗ نَظَرَ اِلٰى جُمْلَةِ مَا جَمَعَ نَظَرَ الْاَدِيْبِ الَّذِيْ يَرْوِيْ

فِيْمَا وَ يَخْتَارُ الْخَبَرَ لِتَمَامِ مَعْنَاهُ لَا لِصَوَابِ مَوْقِعِهِ عِنْدَ اَهْلِ الرَّأْيِ وَ النَّظَرِ وَ الْاِخْتِصَاصِ اَنْظُرْ اِلَيْهِ فِيْمَا رَوٰى مِنْ حَدِيْثِ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ و سلم مَثَلًا تَجِدُ الصَّحِيْحَ وَ الْمَرْدُوْدَ وَ الضَّعِيْفَ وَ الْمُتَوَاتِرَ وَ الْمَوْضُوْعَ وَ اَقْوَالُهُ مَا نَقَلَ مِنْ حَوَادِثِ التَّارِيْخِ وَ اَخْبَارِ الْاُمَمِ وَ الْمُلُوْكِ تَجِدُ مِنْهُ مَا تَعْرِفُ وَ مَا تُنْكِرُ وَ مَا تُصَدِّقُ وَ مَا تُكَذِّبُ وَ مَا يَتَنَاقَضُ اٰخِرُهُ وَ اَوَّلُهُ وَ لَمْ يَكُنْ ابْنُ عبد ربه مِنَ الْغَفْلَةِ بِحَيْثُ يَجُوْزُ عَلَيْهِ مَا لَا يَجُوْزُ وَ لٰكِنَّهُ جَامِعُ اَخْبَارٍ وَ مُؤَلِّفُ نَوَادِرَ جَمَعَ مَا جَمَعَ وَ اَلَّفَ مَا اَلَّفَ۔

(تعریف بالکتاب و مولفہ بقلم محمد سعید العریان علی عقد الفرید (س)

ترجمہ:۔ ابن عبدربہ کی تاریخ معلوم نہ ہو سکی۔ صرف اتنا پتہ چلا ہے کہ وہ جوانی میں لہو و لعب کا رسیا اور گانے بجانے کا شائق تھا۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ مؤرخین نے ابن عبدربہ کے بارے میں ہمارے لیے کوئی تاریخی مواد نہیں ذکر کیا۔ جو اس کی اچھی عادات اور صفات پر دلالت کرتا ہو۔ ہاں اس قدر موجود ہے۔ کہ جوانی میں اس کے بارے میں لہو و لعب کی بہت سی باتیں مذکور ہیں۔ اور مزاح کے علاوہ لغویات

اس پر ایک اچھی نظر اور مخصوص تحقیق کو روا نہیں رکھا، اسے جس طرح کی جو بات معلوم ہوئی۔ وہ اپنی کتاب میں لے آیا، اس نے اپنی کتاب میں جو روایات واقعات جمع کیے ہیں۔ وہ اصحاب رائے کی متفقہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک ادیب کی طرح واقعہ کو رنگین بنانے کے لیے عجیب وغریب باتیں ہیں اور اپنے مقصد کو مکمل کرنے کی خواہش میں سب کچھ درج کیا۔ یہ نہیں دیکھا، کہ اس روایات و واقعہ کے بارے میں اہل رائے اور صاحبان تحقیق کیا کہتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث اس نے لکھیں۔ ان کو لیجئے۔ ان میں صحیح، مردود، ضعیف، متواتر اور موضوع تک درج ہیں۔ اور تاریخی واقعات، امتوں کے حالات اور بادشاہوں کی باتوں میں ایسی بہت سے روایات مذکور ہیں جو معروف منکر، سچی اور جھوٹی سب خلط ملط ہیں۔ اور ایسی بھی کہ ان کے اول حصہ آخری کی تردید کرتا ہے۔ بہر حال ابن عبدربہ اس غفلت میں نہیں تھا کہ اس پر وہ تنقید جائز ہو۔ جو جائز نہیں۔ لیکن اتنی بات ضرور ہے۔ کہ وہ ادھر ادھر کی خبریں جمع کرنے والا اور نادر روا قعات لکھنے والا ہے جو ملا لکھ دیا۔ اور جو سمجھا اُسے درج کر دیا۔

نوٹ:

عبارات بالا میں ابن عبدربہ کو ایک مجہول شخص قرار دیا گیا۔ اور اگر اس کے سوانح حیات کچھ ملتے بھی ہیں۔ تو وہ بالکل اس پر اعتبار نہ کرنے والے ہیں۔ واقعات و روایات میں سخت غیر محتاط شخص ہے۔ حتی کہ احادیث کے بارے میں حد درجہ غفلت برتنے والا ہے۔ ایسے شخص کی کتاب کو شیعی "اہل سنت کی معتبر کتاب"

عبارات مذکورہ میں تو اس کی عادات و اطوار اور علمی مقام پر ہم نے روشنی ڈال دی۔ اب اس کے مسلک و مشرب کی طرف آیئے۔ کہ یہ لہو و لعب کا رسیا اور ادھر اُدھر کی بے تکی ہانکنے والا "اہل سنت" تھا۔؟

صاحب عقد الفرید کا تشیع

الذریعہ:

اَلْعَقْدُ لابی عمر احمد بن محمد المعروف بابن عبد ربه القرطبی المتوفی سنة ثمان وعشرین و ثلاثمائة اَوَّلُهٗ (الحمد لله الاول بلا ابتداء) کَانَ فِیْ خَزَانَةِ الْحَاج معتمد الدولة فرهاد میرزا حکی فی کشف الظنون) عَنْ اِبْنِ خَلْکَان اَنَّهٗ مِنَ الْمُمْتِعَةِ حَوٰی مِنْ کُلِّ شَیْئٍ وَحَکٰی ابن کَثِیْر اَیْضًا اَنَّهٗ یَدُلُّ کَلَامُهٗ عَلٰی تَشَیُّعٍ مِنْهُ۔

(الذریعه الی تصانیف الشیعه جلد ۱۵ ص ۲۸۶)

ترجمہ:

ابو عمر احمد بن محمد المعروف ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸ھ کی تصنیف عقد الفرید ہے۔ جو "الحمد للہ الاول بلا ابتداء" کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے کتاب مذکور الحاج معتمد الدولہ فرہاد مرزا کے خزانہ (کتب خانہ) میں تھی۔ ابن خلکان سے کشف الظنون میں روایت ہے۔ کہ یہ کتاب معمولی سے معمولی نفع کی باتوں پر مشتمل ہے اور ابن کثیر نے

کہ شخص اہل تشیع میں سے تھا۔

لمحہ فکریہ:

صاحب الذریعہ نے اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہ عقد الفرید کا مصنف ابن عبدربہ شیعہ ہے۔ تب جا کر اس کا تذکرہ الذریعہ میں کیا ہے۔ اور پھر ابن کثیر کی تحقیق کا حوالہ بھی دیا کہ یہ واقعی شیعہ ہے۔ ایک ایسا شخص جس کی سوانح ناپید ہوں۔ اور گانے بجانے اور گیتیں لکھنے کے علاوہ اس کی زندگی کی کوئی اچھی صفت صفحات تاریخ پر ناپید ہوں۔ اور غلط سلط باتیں محض اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ذکر کرنے سے نہ کتراتا ہو جبکہ اسے شیعوں سے نکال کر سنی اور گیتیوں سے نکال کر "معتبر عالم" لکھ کر اپنے یار کی تعریف کر رہا ہے۔ ایسے مصنف کی تحریر کب حجت بننے کی صلاحیت رکھتی ہے؟

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

کتاب بست ودوم ۲۲

تاریخ الطبری مصنفہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری

تاریخ طبری تصنیف ابوجعفر محمد بن جریر طبری بھی ایسے مواد پر مشتمل ہے۔ جو اہل سنت کے معتقدات کے خلاف ہیں۔ انہیں باتوں کو کچھ ناسمجھ شیعہ پیش کر کے عوام اہل سنت کو گمراہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

تاریخ آئمہ:

آنحضرت کے انتقال کے بعد جن لوگوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے انکار کیا۔ وہ جناب سیدہ کے گھر پر تھے۔ تو حضرت ابوبکر نے حضرت عمرؓ کو بھیجا۔ کہ جو لوگ خانۂ سیدہ میں ہیں۔ ان کو وہاں نہ رہنے دیں۔ اور وہ نکلنے سے انکار کریں تو بزور شمشیر وہاں سے نکالیں۔ اس پر حضرت عمرؓ آگ لکڑی لے کر وہاں اس قصد سے پہنچے۔ کہ گھر میں آگ لگا دیں۔ یہ سن کر جناب سیدہ نے کہا۔ اے پسر خطاب کیا تو میرا گھر جلانے آیا ہے۔؟ حضرت نے کہا بے شک اسی ارادے سے آیا ہوں۔ ورنہ جو لوگ اس گھر میں ہیں۔ وہ سب چل کر ابوبکر کی بیعت کریں۔ دوسری روایت میں ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ نے گھر میں آگ لگنے کی قسم کھائی تو لوگوں نے کہا کہ اس گھر میں تو فاطمہ بھی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا ہوا کریں۔ (تاریخ طبری جلد سوم ص ۱۹۸)

(تاریخ ائمہ مصنفہ سید علی حیدر نقوی ص ۱۵۱ تا ۱۵۲)

نوٹ :

یہ عبارات اور ایسی ہی دوسری عبارات سے اہل تشیع یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ کہ ہمارا مسلک صحیح ہے۔ کیونکہ خود سنیوں کی کتابوں میں ایسی کئی شہادتیں موجود ہیں۔ کہ ابوبکر اور عمر فاروق، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دشمن تھے۔ اور دخترِ رسول کی دشمنی دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی ہے۔ لہٰذا دشمنانِ رسول و آلِ رسول منصب خلافت کے مستحق کیونکر ہو سکتے ہیں۔

جواب :

"تاریخ طبری"، کے مصنف "محمد بن جریر طبری" کا مختصر سوانحی خاکہ پہلے پیشِ خدمت ہے۔

ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب ۲۲۴ھ میں طبرستان کے شہر آمل میں پیدا ہوئے۔ آمل شہر کی نسبت سے آملی بھی کہلائے۔ اور طبرستان کی طرف نسبت سے طبری بھی کہلائے۔ دونوں میں سے مشہور "طبری"، ہے۔ علم وفضل میں اپنے وقت کے بے مثل شخص تھے۔ اور مسلمان علماء میں ان کا بہت اونچا مقام تھا۔ اہل سنت اور اہل تشیع کی کتابوں میں انہیں "اہل سنت کا امام"، لکھا گیا ہے لیکن ان کے بارے میں بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں۔ کہ ان میں تشیع پایا جاتا تھا۔ ان قائلین کے چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اوّل

ابن جریر طبری میں تشیع تھا۔ دلائل ملاحظہ ہوں

[illegible] غلو رکھتا تھا۔ ان کا

حقیقی بھانجا ابوبکر محمد بن عباس خوارزمی جو ایک بلند پایہ ادیب اور ہجوگر شاعر تھا۔ غالی رافضی تھا۔ اس کا باپ علاقہ طبرا کے مقام خوارزم کا رہنے والا تھا۔ اور ماں مؤرخ طبری کی بہن جریر کے گھرانے کی تھی۔

وَهُوَ ابْنُ اُخْتِ اَبِيْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ جَرِيْرِ الطَّبَرِیْ صاحب تاریخ (ابن خلکان ص ۴۰۰) اس نے اپنے ننھیال میں پرورش پائی۔ اور آخر میں بویہ ایسے نامی غالی شیعہ امراء کی سرپرستی میں رہا۔ وہ اپنے ماموں (ابن جریر طبری) کے رافضی مسلک ہونے کا اظہار درج ذیل اشعار میں فخریہ بیان کرتا ہے۔ یہی اشعار شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب الکنیٰ والالقاب میں بھی درج کیے ہیں۔

الکنی والالقاب:

بِآمُلَ مَوْلِدِيْ وَبَنُوْ جَرِيْرٍ
فَاَخْوَالِيْ وَيَحْكِي الْمَرْءُ خَالَهُ
فَهَا اَنَا رَافِضِيٌّ عَنْ تُرَاثٍ
وَغَيْرِيْ رَافِضِيٌّ عَنْ كَلَالَهْ

(الکنی والالقاب جلد اول ص ۲۲ مطبوعہ تہران طبع جدید بحث ابوبکر)

ترجمہ: مقام آمل میری جائے پیدائش ہے۔ اور جریر کے بیٹے میرے ماموں ہیں۔ اور آدمی اپنے ماموؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔ ہاں ہاں میں جدی پشتی شیعہ ہوں۔ اور میرے سوا شیعہ کہلانے والا جدی پشتی نہیں بلکہ دور کا شیعہ ہے۔

دلیل دوم

ابن جریر اپنی تصنیف تاریخ الامم والملوک (المعروف تاریخ طبری) میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یوں کہتا ہے۔

تاریخ طبری:۔

كَانَ جَعْفَرُ بْنُ اَبِي سفيان مِمَّنْ ثَبَتَ يَوْمَ حُنَيْنٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم مِنْ اَصْحَابِهٖ وَلَمْ يَزَلْ مَعَ اَبِيْهِ مُلَازِمًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى قُبِضَ وَتُوُفِّيَ جَعْفَرُ فِيْ وَسْطِ خِلَافَةِ مُعَاوِيَةَ لَعَنَهُ اللّٰهُ۔

(تاریخ طبری جلد ۱۳ ص ۳۴ ذکر من مات او قتل سنہ ۸۰ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

جعفر بن ابی سفیان ان صحابہ کرام میں سے ایک ہیں۔ جو غزوۂ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اور زندگی بھر اپنے والد ابوسفیان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر رہے۔ یہ جعفر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے درمیان میں فوت ہوئے

تاریخ طبری:۔

وَحَدَّثَ رَوٰى نَوْفَل بن معاويه عن النبى صلى الله عليه وسلم ثُمَّ تُوُفِّيَ نَوْفَل بالمدينة

ترجمہ:

زفل بن معاویہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت حدیث کی ہے اور یہ زفل مدینہ منورہ میں یزید بن معاویہ (ان دونوں پر لعنت ہو) کی خلافت کے دوران فوت ہوا۔ (تاریخ طبری جلد ۱۳ ص ۲۸)

نوٹ:

ان دونوں حوالہ جات میں ابن جریر طبری نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجی۔ اور یہ فعل یا عقیدہ کسی سنی کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس فعل کی وجہ سے بھی اس کی شیعیت ثابت ہوتی ہے۔

دلیل سوم

البدایۃ والنہایہ:۔ ابن جریر طبری کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا۔

ابو جعفر بن جریر الطبری........ وَقَدْ كَانَتْ وَفَاتُهُ وَقْتَ الْمَغْرِبِ عَشِيَّةَ يَوْمِ الْأَحَدِ لِيَوْمَيْنِ بَقِيَا مِنْ شَوَّالٍ مِنْ سَنَةِ عَشْرٍ وَثَلَاثِمِائَةٍ وَقَدْ جَاوَزَ الثَّمَانِيْنَ بِخَمْسِ سِنِيْنَ اَوْ سِتِّ سِنِيْنَ وَفِيْ شَعْرِ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ سَوَادٌ كَثِيْرٌ وَدُفِنَ فِيْ دَارِهِ لِاَنَّ بَعْضَ عَوَامِ الْحَنَابِلَةِ وَرَعَاعِهِمْ مَنَعُوْا مِنْ دَفْنِهِ نَهَارًا وَنَسَبُوْهُ اِلَى الرَّفْضِ.......... وَلَمَّا تُوُفِّيَ اِجْتَمَعَ النَّاسُ مِنْ سَائِرِ الْاَقْطَارِ بَغْدَادَ وَصَلَّوْا عَلَيْهِ

ترجمہ: ابوجعفر جریر طبری کی وفات بوقت مغرب ہفتہ کے دن ہوئی جبکہ ۳۱۰ ہجری مکمل ہونے کو صرف دُو دن باقی تھے۔ بوقت انتقال ابن جریر کی عمر پچاسی یا چھیاسی برس تھی۔ اور اس کے سر اور داڑھی کے بال اکثر سیاہ تھے۔ اپنے گھر میں ہی دفن کیے گئے۔ کیونکہ کچھ حنبلی حضرات نے دن کے وقت انہیں دفن کرنے سے روک دیا تھا۔ اور انہیں رافضیوں کی طرف منسوب کیا تھا ...... جب فوت ہوئے۔ تو تمام اطراف کے لوگ بغداد جمع ہو گئے۔ اور اسی گھر میں ان کی نماز جنازہ پڑھی جس میں انہیں دفن کیا گیا تھا۔

(البدایۃ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۶ - ۱۴۷ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

دلیل چہارم

تذکرۃ الحفاظ:

حدیث خم غدیر جو کہ اہل تشیع کے ہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اس حدیث کو ابن جریر نے کئی طریقوں سے صحیح ثابت کیا ہے۔ چونکہ اس کی صحت شیعیت کی تقویت ہے۔ لہذا اس وجہ سے بھی ابن جریر کے تشیع ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں رقم طراز ہیں۔

تذکرۃ الحفاظ:

وَلَمَّا بَلَغَهُ اِنَّ ابْنَ اَبِيْ دَاوُدَ تَكَلَّمَ فِيْ حَدِيْثِ غَدِيْرِ خُمٍّ عَمَلَ كِتَابَ الْفَضَائِلِ

مُجَلَّدًا مِنْ طُرُقِ الْحَدِيْثِ لابن جرير فَانْدَهَشْتُ لَهٗ وَلِكَثْرَةِ تِلْكَ الطُّرُقِ۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد دوم ص ۷۱۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: جب ابن جریر کو یہ علم ہوا کہ ابن ابی داؤد نے غدیر خم کی حدیث پر اعتراض کیا ہے۔ تو اس نے اس کی تردید اور حدیث کی صحت کے موضوع پر کتاب الفضائل لکھی۔ میں (ذہبی) نے ابن جریر کی مذکور کتاب کی ایک جلد دیکھی ہے۔ میں اسے پڑھ کر حیران ہوگیا۔ اور اس کے کثرتِ طرق نے مجھے ششدر کر دیا۔

نوٹ:

ابن جریر کی ایک کتاب الخصائص نامی کا تذکرہ الذریعہ جلد ۷ ص ۱۶۳ پر بھی ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل پر لکھی گئی ہے۔

دلیل پنجم

لسان المیزان:

اَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ السُّلَيْمَانِيُّ الْحَافِظُ فَقَالَ كَانَ يَضَعُ لِلرَّوَافِضِ۔

(لسان المیزان جلد پنجم ص ۱۰۰ مطبوعہ بیروت)

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۳۵)

ترجمہ: حافظ احمد بن علی سلیمانی کہتے ہیں۔ کہ ابن جریر رافضیوں کے لیے حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔

دلیل ششم

البدایۃ والنہایہ:۔

إِنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ بِجَوَازِ مَسْحِ الْقَدَمَيْنِ فِي الْوُضُوْءِ وَإِنَّهٗ لَا يُوْجِبُ غَسْلَهُمَا وَقَدْ اشْتَهَرَ عَنْهُ هٰذَا۔

(البدایۃ و النہایۃ جلد ۱۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: ابن جریر وضو کے دوران پاؤں کے مسح کا قول کیا کرتا تھا اور ان کا دھونا واجب نہیں سمجھتا تھا۔ اور یہ بات اس کی بہت مشہور تھی۔

تفسیر طبری:۔

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ لَيْسَ عَلَى الرِّجْلَيْنِ غَسْلٌ إِنَّمَا نَزَلَ فِيْهِمَا الْمَسْحُ۔ عَنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ اِمْسَحْ عَلٰى رَأْسِكَ وَقَدَمَيْكَ...... وَالصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ عِنْدَنَا فِيْ ذٰلِكَ إِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ بِعُمُوْمِ مَسْحِ الرِّجْلَيْنِ بِالْمَاءِ فِي الْوُضُوْءِ كَمَا أَمَرَ بِعُمُوْمِ مَسْحِ الْوَجْهِ بِالتُّرَابِ فِي التَّيَمُّمِ

(تفسیر طبری جلد ۶ ص ۸۲۔ ۸۳ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: حضرت عکرمہ سے روایت ہے۔ کہ پاؤں کا دوران وضو دھونے کا حکم نہیں بلکہ ان کا مسح کرنا نازل ہوا ہے۔ امام ابو جعفر [illegible]

ـ مگاریہ ہے۔ کہ پاؤں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے عام مسح کرنے کا حکم دیا ہے۔ جس طرح تیمم میں چہرہ کے عموم کا مسح کرنا فرمایا ہے۔

نوٹ :۔

شیعہ سنی فقہ کے مابین مختلف مسائل میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے۔ کہ اہل سنت وضوء کے دوران پاؤں کے دھونے کے قائل ہیں۔ اور اہل تشیع ان پر مسح کے قائل۔ ابن جریر نے شیعہ مسلک کو صواب قرار دے کر اپنی شیعیت بیان کردی۔

دلیل ہفتم

ابن جریر کی تاریخ الامم والملوک بہت مشہور تصنیف ہے۔ اس کتاب کا تقریباً ایک چوتھائی حصہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہے۔ گزشتہ اوراق میں کتاب یازدہم کے عنوان کے تحت ہم مقتل ابی مخنف کی روشنی میں اس کا امامی شیعی ہونا ثابت کر چکے ہیں۔ علاوہ ازیں ابن جریر نے وہ روایات جو اہل سنت کے عقائد کے مخالف ہیں۔ انہیں واقدی سے بھی روایت کیا ہے۔ واقدی یعنی محمد بن عمر کو اگرچہ اہل سنت کی کتب اسماء رجال میں سنی بھی لکھا گیا ہے۔ اور تنقید بھی کی گئی ہے۔ یہ بہت بڑا کذاب ہے۔ لیکن کتب شیعہ میں اسے تقیہ باز شیعہ کہا گیا ہے۔ اہل سنت تو بس ظاہر پر چلتے ہیں۔ لیکن گھر کے بھیدی خوب ہی جانتے ہیں۔ کہ یہ ہمارا آدمی ہے۔ اور گھر حاشیر کی کھال پہن کر شیر بنا ہوا تھا۔ واقدی کو شیعہ تسلیم کرنے کا کتب شیعہ سے حوالہ ملاحظہ ہو۔

الذریعہ:

قَالَ ابْنُ النَّدِيْمِ اَنَّهٗ كَانَ يَتَشَيَّعُ حَسَنَ الْمَذْهَبِ يَلْزِمُ التَّقِيَّةَ ۔

(الذریعہ جلد ۱۶ ص ۱۲۰)

ترجمہ: ابن ندیم نے کہا۔ کہ واقدی مذہب شیعہ رکھتا تھا۔ اور وہ اس میں اچھے مذہب پر تھا۔ اور اپنے لیے تقیہ لازم کیے ہوئے تھا۔

الکنی والالقاب:

وَقَالَ ابْنُ النَّدِيمِ إِنَّ الْوَاقِدِي كَانَ يَتَشَيَّعُ حَسَنَ الْمَذْهَبِ يَلْزِمُ التَّقِيَّةَ وَهُوَ الَّذِي رَوَى أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ مِنْ مُعْجِزَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم كَالْعَصَا لِمُوسىٰ عليه السلام وَإِحْيَاءِ الْمَوْتىٰ لِعِيْسىٰ بْنِ مَرْيَمَ عليه السلام وَغَيْرِ ذَالِكَ مِنَ الْاَخْبَارِ۔ (الکنی والالقاب جلد سوم ص ۲۸۰ تذکرۃ الواقدی)

ترجمہ: ابن ندیم نے کہا۔ کہ واقدی مذہب شیعہ میں بہت اچھا تھا۔ اور تقیہ کا خوگر تھا۔ یہ وہی ہے۔ کہ جس نے روایت کی۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے تھے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے عصا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مردے زندہ کرنا۔ وغیرذالک

تاریخ طبری:

قال محمد وحدثني عبد الله بن موسى المخزومي قَالَ لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ رضي الله عنه أَرَادُوْا حَزَّ رَأْسِهِ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِ نَائِلَةُ وَامُّ الْبَنِيْنَ فَمَنَعْنَهُمْ وَصَحْنَ وَضَرَبْنَ الْوُجُوْهَ وَخَرَقْنَ ثِيَابَهُنَّ۔

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۴۴ ۳۵ھ)

ترجمہ: کہا محمد (واقدی) نے مجھے عبداللہ بن موسیٰ مخزومی نے روایت بیان کی۔ کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ اور قاتلوں نے آپ کا سر انور جدا کرنے کی کوشش کی۔ تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیویاں نائلہ اور ام البنین آپ پر گر پڑیں۔ اور ان کو اس سے روک دیا۔ اور خوب چیخیں چلائیں۔ اور اپنے چہرے پیٹے۔ اور کپڑے بھی پھاڑے۔

تاریخ طبری:۔

قَالَ اَبُوْ مخنف فَحَدَّثَنِیْ ابو زھیر العبسی عن قرۃ بن قیس التمیمی قَالَ نَظَرْتُ اِلٰی تِلْکَ النِّسْوَۃِ لَمَّا مَرَرْنَ بِحُسَیْنٍ وَ اَھْلِہٖ وَ وَلَدِہٖ صَحْنَ وَ لَطَمْنَ وُجُوْھَھُنَّ قَالَ فَاعْتَرَضْتُھُنَّ عَلٰی فَرَسٍ فَمَا رَاَیْتُ مَنْظَرًا مِنْ نِسْوَۃٍ قَطُّ کَانَ اَحْسَنَ مِنْ مَنْظَرٍ رَاَیْتُہٗ مِنْھُنَّ ذَالِکَ۔ (تاریخ طبری جلد ششم ص ۲۶۲ ۶۱ھ)

ترجمہ: ابو مخنف نے کہا۔ مجھے ابو زہیر عبسی نے قرہ بن قیس تمیمی سے روایت بیان کی۔ کہ میں نے ان عورتوں کو دیکھا۔ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی نعش کے قریب سے گزریں۔ ان کے اہل اور ان کی اولاد کے پاس سے گزریں تو چیخیں اور اپنے چہروں کو پیٹا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں جب گھوڑے پر سوار ان کے پاس آیا۔ تو ان عورتوں کا ایسا منظر دیکھا جیسا زندگی بھر میں نے نہ دیکھا۔

نوٹ:۔

مذکورہ دونوں روایات ثبوت ماتم اور کپڑے پھاڑنے پر دلالت کرتی ہیں۔

ان دونوں میں اول الذکر کا راوی "واقدی" اور موخر الذکر کا راوی "ابومخنف" ہے۔ یہ دونوں مسلک و مذہب کے اعتبار سے امامی شیعہ ہیں۔ ان کا گزشتہ اوراق میں تفصیلی ذکر ہو چکا ہے۔ ایک سنی العقیدہ شخص کو بھلا کیا ضرورت تھی۔ کہ ایک مسلک کے لیے روایات شیعہ ذکر کرتا پھرے۔ جو اہل سنت کے نزدیک سرے سے ہی غلط ہیں اس سے معلوم ہوا۔ کہ محمد بن جریر کا تشیع کی طرف میلان تھا۔ یہ تھیں وہ سات عدد دلیلیں جو ابن جریر کے تشیع اپنانے کے ثبوت میں تھیں۔ ان دلائل میں سے دلیل چہارم اگرچہ امام ذہبی نے جرح کی۔ اور لکھا کہ جو لوگ ابن جریر پر رافضیوں کی خاطر احادیث وضع کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ یہ ابن جریر نہیں بلکہ ایک ایسے نام کا رافضی یعنی محمد بن جریر بن رستم تھا۔ پھر علامہ ذہبی یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ رافضیوں کی خاطر ابن جریر صاحب طبری کا حدیثیں وضع کرنا یقیناً بھی کاذب ہے۔ لہٰذا اس سے اُن کی شخصیت مطعون نہیں ہوتی۔

امام ذہبی نے ابن جریر کی صفائی میں جو کچھ فرمایا۔ وہ اس قدر مضبوط نہیں۔ کہ اس سے بقیہ چھ دلائل بھی ختم ہو جائیں گا۔ حدیث خم غدیر کے بارے میں ابن جریر کا دو ضخیم جلدیں لکھ دینا۔ اور اس کی صحت ثابت کرنا۔ کیا یہ اس امر کی دلیل نہیں۔ ابن جریر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو منصوص من اللہ بواسطہ نبی کریم سمجھتا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اس نے رافضیوں کو خوش کرنے کی خاطر اس حدیث کو اِدھر اُدھر من گھڑت طریقوں سے منسوب کر کے "صحیح" ثابت کرنے کی کوشش کی ہو۔ اسی طرح اگر یہ کٹر سنی تھا۔ تو ابومخنف اور واقدی وغیرہ سے ثبوت ماتم پر روایات جمع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ خود اس کا حقیقی بھانجا محمد بن عباس خوارزمی قسمیہ بیان کرتا ہے۔ کہ میں اور میرا ماموں ابن جریر جدی پشتی شیعہ ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "لعنۃ اللہ علیہ" کے الفاظ سے ذکر کرنا کس سنی کا عقیدہ ہے۔ اور بوقت مرگ حنبلی العقیدہ مسلمانوں نے انہیں قبرستان میں دفن کرنے سے روک کر آخر اس کی

گیا وجہ تھی۔ اور پاؤں پر مسح کو دھونے کی بہ نسبت صحیح کہنا یہ وہ الزام ہیں۔ کہ جن سے براءت ناممکن ہے۔

مختصر یہ کہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ ابن جریر سنی تھا۔ تو پھر اس کی وہ روایات جو اہل تشیع کے حق میں جاتی ہیں۔ وہ صرف اس ایک آدمی کی ہیں۔ اس کے خلاف دیگر تمام علمائے اہل سنت نے اُن کو تسلیم نہ کیا۔ بلکہ ان کے خلاف بکثرت روایات ذکر فرمائیں۔ اس لیے ایسی روایات ہم اہل سنت پر قطعاً حجت نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً: ابو مخنف اور واقدی سے مروی ثبوت ماتم کی روایات اگرچہ بالفرض ابن جریر نے سنی ہوتے ہوئے ذکر کیں۔ اور دیگر سنی تصانیف میں اور عقائد میں ماتم حرام ہے۔ تو ہم ابن جریر کی اس کاوش کو کس طرح تسلیم کریں۔ کہ ایک یہ سچا ہے۔ اور دوسرے تمام سنی حضرات جھوٹے ہیں؟ ایسی روایات سے شیعہ تو خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن اہل سنت پر حجت ہرگز نہیں ہو سکتیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

توضیح:

قارئین کرام! یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ "طبری" نسبت والے تین آدمی مشہور ہوئے ہیں۔ اول محمد بن جریر بن رستم طبری آملی۔ اس شخص کے شیعہ ہونے میں کسی کو انکار نہیں۔ الذریعہ، الکنیٰ والالقاب، اعیان الشیعہ وغیرہ کتب میں اس کے تشیع کی تصریح موجود ہے۔ دوم محمد بن جریر بن یزید طبری۔ یہ وہ ہیں۔ کہ جن کے بارے میں گزشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا۔ تاریخ طبری کے مصنف اور تفسیر طبری کے مؤلف یہی ہیں۔ ان کا بظاہر شمار اگرچہ اہل سنت کے علماء میں ہوتا ہے۔ لیکن ان پر تشیع کا الزام دلائل کے ساتھ ہے۔ کیونکہ ایسے اختلافی مسائل جن میں اہل سنت اور اہل تشیع کا اختلاف ہے۔ اُن میں اُن کی کتابوں میں

اہل تشیع کی طرف جھکاؤ ہے۔ اسی بنا پر ان کی تحریرات ہم اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتیں۔ تیسرا شخص احمد بن عبداللہ محب الدین طبری ہے۔ جس کی مشہور تصنیف ریاض النضرۃ ہے ان کے حالات فی الحال نہ ہمیں لکھنے کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی ہم نے کتب اسمائے رجال میں انہیں تلاش کیا۔

آخر میں ابن جریر طبری کے بارے میں ایک ثبوت پیش خدمت ہے جس میں خود شیعہ بھی اس میں تشیع کے قائل نظر آتے ہیں۔

تنقیح المقال:

وَرَامَ فِیْ رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ اِثْبَاتَ کَوْنِ الرَّجُلِ اِمَامِیًّا لَا عَامِیًّا وَاسْتَدَلَّ بِوُجُوْہٍ قَاصِرَۃٍ عَنْ ذَالِکَ مِثْلَ کَوْنِہٖ بَلْدَۃً کَانُوْا قَدِیْمًا یَعْنِی التَّشَیُّعَ خُصُوْصًا فِیْ زَمَنِ السَّلَاطِیْنِ آلِ بویہ وَعَدَمُ قُبُوْلِہٖ اَحَدًا مِنَ الْمَذَاہِبِ الْاَرْبَعَۃِ الَّتِیْ انْحَصَرَ فِیْہَا اَہْلُ السُّنَّۃِ...... بِاَنَّہٗ ذَکَرَ طُرُقَ خَبْرِ الْغَدِیْرِ وَلَا یَنْفَعُ لَہٗ اِلَّا تَشَیُّعٌ۔ (تنقیح المقال جلد دوم ص ۹۰ مطبوعہ تہران طبع جدید باب میم)

ترجمہ: روضات الجنات کے مصنف نے ابن جریر کے امامی شیعی ثابت کرنے کی ٹھانی۔ اور پھر اس پر چند دلائل پیش کیے۔ وہ اس قدر مضبوط نہیں کہ ان سے اس کا شیعہ ہونا یقینی ثابت ہو جائے۔ مثلاً ایک دلیل یہ کہ ابن جریر اس شہر کا باشندہ تھا۔ جو قدیمی اعتدی تشیع تھا (شیعہ تھے۔ بالخصوص ان بادشاہوں کے دور میں جو آل بویہ کے تھے۔

دوسری دلیل یہ کہ ان مشہور چار مذاہب میں سے ایک کو بھی ابن جریر نے قبول نہ کیا۔ جن میں سنیت کا انحصار ہے۔ اور یہ بھی دلیل کہ اس نے غدیر کی حدیث کو مختلف طریقوں سے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی۔ جو ایک شیعہ ہی کر سکتا ہے۔

نوٹ:

تنقیح المقال کی عبارت سے ہمارا مقصد یہ دکھانا ہے۔ کہ اہل تشیع کے نزدیک بھی ابن جریر کی شخصیت مشکوک ہے۔ کچھ با دلائل اسے اپنا کہتے ہیں۔ اور بعض دوسرے اس کی تردید کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ ابن جریر وہ شخص ہے۔ جو شیعہ سنی دونوں کے مابین متنازع اور مشکوک شخصیت ہے۔ لہٰذا جو اس کی روایات مسلک شیعہ کے مطابق و موافق ہیں۔ وہ ہمیں اسی طرح قبول نہیں۔ جس طرح اس کی وہ روایات جو مسلک اہل سنت کی مؤید ہیں انہیں شیعہ تسلیم نہیں کرتے۔

وباللہ التوفیق

کتاب بست وسوم ۲۳

تذکرۂ غوثیہ مصنفہ سید گل حسن قادری

"تذکرہ غوثیہ" کی عبارات میں سے بعض کو دیوبندی اور بعض کو شیعہ ہم اہل سنت کے معتقدات کے خلاف پیش کرتے ہیں۔ اور دونوں اپنے اپنے نظریہ کے مطابق اہل سنت کے عقائد کو طعن کا نشانہ بناتے ہیں۔ کتاب مذکور میں بکثرت خیالی واقعات اور من گھڑت قصہ جات موجود ہیں اور اس کے مصنف نے اس میں متضاد عبارات بھی لکھ ڈالی ہیں۔ کہیں تو اولیاء کرام و انبیاء کرام کو خدا کی خدائی کا مالک کل حقیقی بنا دیا ہے۔ اور کہیں حضرات انبیاء کرام کی انتہا درجہ کی توہین ہے۔ جو خالص کفر ہے۔ بعض واقعات میں شیعیت بھری ہوئی ہے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو "وصی رسول" ثابت کیا ہے۔ حالانکہ یہ مسئلہ اہل سنت کا ہرگز نہیں۔ چند عبارات "تذکرہ غوثیہ" کی اور پھر اس کتاب کے بارے میں آخر میں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کی رائے ملاحظہ فرمائیں۔

۱ ــــــ حضرت علی المرتضیٰ رضہ کے حق میں گستاخی

تذکرہ غوثیہ:

عمر بارہ برس تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ آپ کے دل میں کس کی محبت ہے؟ فرمایا تمہاری، پھر پوچھا۔ بھائی حسین کی؟ فرمایا ان کی بھی۔ پوچھا اماں جان کی؟ فرمایا ان کی بھی۔ پھر پوچھا نانا جان کی؟ فرمایا ان کی بھی۔ پھر پوچھا اللہ میاں کی؟ فرمایا ہاں ان کی بھی۔ اب امام حسن رضی اللہ عنہ بولے ابا جان آپ کا دل ہے یا مسافر خانہ؟ (تذکرہ غوثیہ ص ۲۳۸ مطبوعہ گنج شکر اکیڈمی لاہور)

قارئین کرام! اس عبارت میں بقول امام حسن رضی اللہ عنہ سیدنا علی المرتضٰے کا دل مسافر خانہ ہے۔ جس میں کسی کی محبت آتی اور کسی کی جاتی ہے کیونکہ مسافر خانہ میں ایسے ہی ہوتا ہے۔ کوئی آتا اور کوئی جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی محبت اگر کسی کے دل سے نکل جائے تو وہ مسلمان کب رہے گا؟ پھر امام حسن کا اپنے والد گرامی سے طرزِ تخاطب بھی ایسے انداز میں پیش کیا گیا۔ جس سے یہ اپنے والد کے گستاخ نظر آتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ واقعہ خود ساختہ ہے۔ اور امام حسن کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

۲ ــــــــــ یحییٰ علیہ السلام کے حق میں گستاخی

تذکرہ غوثیہ:

جب دونوں پیغمبر اس طرح بیدردی سے قتل کیے گئے۔ تو غضب الٰہی نازل ہوا۔ دن تاریک ہو گیا۔ ایک بادشاہ فوج خونخوار لے کر چڑھا اور شہر کے باشندوں کو گرفتار کر لیا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا خون بند نہ ہوتا تھا۔ جب قبریں رکھتے تھے۔ تو قبر خون سے لبریز ہو جاتی تھی بادشاہ لشکرکش نے قسم کھائی کہ جب تک خون بند نہ ہو گا میں قتل سے باز نہ رہوں گا۔ ہزارہا آدمی تہہ تیغ کر دیے۔ لیکن خون بند نہ ہوا [illegible]

شخص حضرت یحییٰ علیہ السلام کی لاش کے قریب آیا اور کہا تم پیغمبر ہو یا ظالم؟ ایک خون کے بدلے میں ہزاروں آدمی قتل ہو چکے اب کیا سارے جہان کو قتل کرائے گا؟ اتنا کہنا تھا کہ ان کا خون بند ہو گیا۔ (تذکرہ غوثیہ ص ۲۵۲ مطبوعہ گنج شکر اکیڈمی لاہور)

قارئین کرام! یہ واقعہ کسی معتبر کتاب میں نہیں پایا گیا۔ حضرت یحییٰ کے بارے میں اگر اس واقعہ کو بالفرض مان بھی لیا جائے۔ تو گویا وہ اپنا خون خود بہا رہے تھے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہہ رہا تھا۔ پھر ایک پیغمبر کو ظالم کے لفظ سے مخاطب کرنا کسی کافر و مرتد کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

۳ ـــــــ دانیال علیہ السلام کے حق میں گستاخی

تذکرہ غوثیہ:

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت دانیال علیہ السلام بسبب عدم اتباع امت کے خفا ہو کر پہاڑ پر جا بیٹھے ملک میں قحط سالی ہوئی۔ لوگوں نے انہیں تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ پیغمبر خدا کو دو روٹی صبح و شام فرشتے پہنچا جاتے۔ اور مخلوق ہلاک ہوتی جاتی تھی۔ نہایت عجز و انکسار ہی سے دعا مانگی کچھ اثر نہ ہوا۔ کیونکہ بارش کا ہونا پیغمبر خدا کی دعا پر منحصر تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کی روٹی موقوف کر دی۔ دو چار روز تو صبر و ثبات سے بیٹھے رہے۔ آخر پہاڑ سے اتر کر کسی بستی میں گئے۔ اور ایک عورت سے روٹی مانگی۔ اس نے جواب دیا۔ ہمارے گھر میں جتنے آدمی ہیں۔ ہر ایک کے حصہ کی ایک ہلکی چپاتی رکھی ہے۔ اگر تمہیں دی جائے تو ہم مر جائیں گے۔ معاف فرمائیے انہوں نے بہت اصرار کیا۔ ناچار اس عورت نے ہر

ایک کی روٹی میں سے ایک ایک ٹکڑا توڑ کر حضرت کو دیا۔ اس کا چھوٹا لڑکا جو آیا تو دیکھا کہ میری روٹی توڑ کر اس فقیر کو دے دی۔ وہ رونے لگا اور پیٹ پٹ کر مر گیا۔ اس کی ماں رونے لگی حضرت پیغمبر صاحب بھی گھبرائے اور لوگوں سے کہا اچھا میں دعا کرتا ہوں۔ آپ نے دعا کی وہ لڑکا زندہ ہو گیا۔ لوگ جان گئے کہ یہ پیغمبر وقت ہیں۔ جو روپوش ہو گئے تھے۔ فوراً پکڑ لیا۔ اور کہا بارش کے واسطے دعا کرو۔ انہوں نے انکار کیا۔ لوگوں نے ایک کوٹھڑی میں بند کر کے بھس کی دھونی کر دی۔ جب دھوئیں کے مارے بہت دم گھبرایا تو فرمایا اچھا مجھے چھوڑ دو۔ اب میں دعا کروں گا۔ لوگوں نے نہ مانا۔ اور کہا پہلے دعا کرو۔ پھر رہائی ہو گی۔ آخر تنگ آ کر دعا کی بارش ہونے لگی۔ (تذکرہ غوثیہ ص ۳۰۵ تا ۳۰۶)

اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر کی کس قدر توہین کی گئی۔ اور انہیں بے صبر ثابت کیا گیا۔ اور لوگوں کو علم ہو جانے کے بعد پھر انہوں نے حضرت دانیال علیہ السلام کو کوٹھڑی میں بند کر کے آگ کا دھواں دیا۔ یوں پیغمبر کو تنگ کر کے ان سے بارش کے لیے دعا کرائی جا رہی ہے۔ استغفر اللہ۔

۴:۔۔۔۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام کے حق میں گستاخی۔

تذکرہ غوثیہ:

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیٹ میں درد ہو گیا۔ جناب باری میں التجا کی۔ حکم ہوا کہ سونف کھاؤ۔ سونف کھائی۔ درد جاتا رہا ہے۔ ایک بار پھر درد ہوا۔ تو پھر التجا کی اس وقت حکم ہوا۔ کہ اب جالینوس حکیم کے پاس جاؤ حسب الحکم اس کے پاس گئے۔

بتلایا کہ نیم بریاں کی ہوئی سونٹ کھاؤ۔ چنانچہ اس کے کھانے سے صحت ہو گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی۔ الہٰی اس کے پاس جو بھیجا تو نے ہی یہ نسخہ کیوں نہ بتلایا حکم ہوا کہ طب کا پیغمبر وہی ہے۔ (تذکرہ غوثیہ ص ۳۶۵)

قارئین کرام اعظیم المرتبت پیغمبر کو ایک بددین کے پاس اللہ بھیج رہا ہے۔ اور پھر اللہ نے فرمایا کہ جالینوس طب کا پیغمبر ہے۔ کیا یہ کلمات کفر۔ کلمات نہیں؟ خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ ایسے من گھڑت اور ارتداد و الحاد سے لبریز واقعات لکھنے سے کیا غرض تھی؟

۵: ـــــــــ شرکیہ واقعہ

تذکرہ غوثیہ:

ایک روز ارشاد ہوا۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پیغمبر خدا کے پاس وحی لائے۔ حضرت نے دریافت فرمایا۔ اے جبرئیل تم جانتے ہو۔ وحی کہاں سے آتی ہے؟ عرض کی حضرت میری رسائی سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہیں۔ اس مقام معلوم سے ایک ندائے غیب وارد ہوتی ہے اس کو آپ تک پہنچا دینا میرا کام ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا۔ اب کی بار ندا ہو تو اس وقت پرواز شروع کردو۔ دیکھو کہ ندا کہاں سے آتی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ اور ایک طویل مسافت طے کرنے کے بعد دیکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ ندا وحی کر رہے ہیں۔ (تذکرہ غوثیہ ص ۲۸۸)

اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت کا اس کتاب کے بارے میں فتویٰ

فتاویٰ رضویہ:

کتاب تذکرہ غوثیہ جس میں غوث علی پانی پتی کا تذکرہ ہے۔ ضلالتوں، گمراہیوں بلکہ صریح کفر پر مشتمل ہے۔ مثلاً غوث علی شاہ جگن ناتھ کی چوکی پر اشنان کرتے ملے۔ کسی نے پہچانا تو بولے اس شخص کے دو باپ تھے۔ ایک مسلمان ان کی طرف سے حج کر آیا ہے۔ دوسرا باپ ایک پنڈت تھا۔ اس کی طرف سے جگن ناتھ تیرتھ کرنے آیا ہے۔ ایسی ناپاک بے دینی کی کتاب دیکھنا حرام جس مسلمان کے پاس ہو جلا کر خاک کر دے۔ واللہ الہادی الی صراط مستقیم (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۱۹۵ مطبوعہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی)

فتاویٰ رضویہ:

(پانچ نمبر کے واقعہ کے بارے میں کسی نے اعلیٰحضرت سے دریافت کیا۔ تو فرمایا) یہ روایت جھوٹ اور کذاب وافتراء ہے۔ اس کا بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ، اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۴۴)

قارئین کرام! ایسی کتاب جس کے بارے میں اہل سنت کے عظیم مجدد کا فتوےٰ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ جس میں صریح کفر موجود ہیں۔ اس کے جلا ڈالنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ کیا ایسی کتاب کو اہل سنت کی معتبر کتاب کہنا درست ہوگا؟

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب بست وچہارم ۲۴

تاریخ ابوالفداء مصنفہ ملک عماد الدین

ملک مؤید ابوالفداء اسماعیل کی یہ تصنیف ہے۔ اس میں بھی کئی ایک جگہ پر حضرات صحابہ کرام کے خلاف گندی روایات اور نازیبا زبان استعمال کی گئی ہے۔ یہ شخص کٹر شیعہ ہے۔ لیکن غلام حسین نجفی وغیرہ اسے سنی بنا کر اس کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں۔ نجفی کی تحریر ملاحظہ ہو۔

"جناب عمر کا دروازہ زہرا پر آگ لے کر آنا اور ان کا گھر جلانے کی دھمکی دینا"

تاریخ ابوالفداء:

ثُمَّ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ بَعَثَ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ إِلَى عَلِيٍّ وَمَنْ مَعَهُ لِيُخْرِجَهُمْ مِنْ بَيْتِ فَاطِمَةَ وَقَالَ إِنْ أَبَوْا عَلَيْكَ فَقَاتِلْهُمْ فَأَقْبَلَ عُمَرُ بِشَيْءٍ مِنْ نَارٍ عَلَى أَنْ يُضْرِمَ الدَّارَ فَلَقِيَتْهُ فَاطِمَةُ وَقَالَتْ إِلَى أَيْنَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أَجِئْتَ لِتُحْرِقَ

فِیْهِ الْاُمَّةُ۔

(اہل سنت کی معتبر کتاب تاریخ ابوالفداء جلد اول ص ۱۵۶ ذکر بیعت ابی بکر)

ترجمہ: پھر ابوبکر نے عمر ابن الخطاب کو علیؓ اور ان کے ساتھیوں کی طرف بھیجا۔ تاکہ ان کو فاطمہ کے گھر سے نکالے۔ اور کہا کہ اگر وہ تیری بات نہ مانیں تو ان سے لڑائی کر۔ لہٰذا عمر آگ لے کر چلا۔ تاکہ فاطمہ کے گھر کو جلا دے لہٰذا جب فاطمہؓ کی عمرؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا۔ اے عمرؓ تو کہاں جا رہا ہے۔ کیا تو اس لیے جا رہا ہے۔ کہ میرا گھر جلائے۔ عمرؓ نے کہا ہاں اس لیے جا رہا ہوں۔ یا تو تم ابوبکرؓ کی بیعت کر لو۔ ورنہ میں تمہارا گھر جلا دوں گا۔

(سہم مسموم ص ۹۶ مصنفہ غلام حسین نجفی مطبوعہ ماڈل ٹاؤن لاہور)

تاریخ ابوالفداء کی شیعہ نواز عبارتیں

جواب:

تاریخ ابوالفداء کے بارے میں اس سے چند عبارات ہم درج کر رہے ہیں۔ تاکہ ان عبارات کے آئینہ میں اس کے مصنف کی اصلی شکل نظر آ سکے۔ پھر دوسرے طریقے یعنی کتب شیعہ سے کا سوانحی و مذہبی خاکہ پیش کیا جائے گا۔ لیجیے چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

عبارت اوّل:

قَالَ اَبُوالْفِدَاءِ ثُمَّ فِی الْحَسَنِ مِنْ سَمٍّ سَقَتْهُ اِمْرَأَتُهُ جَعْدَةُ اِلٰی اَنْ قَالَ وَكَانَ قَدْ اَوْصٰی

اَنْ یُدْفَنَ عِنْدَ جَدِّہٖ رَسُوْلِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ و سلم فَلَمَّا تُوُفِّیَ اَرَادُوْا ذٰلِکَ وَکَانَ عَلَی الْمَدِیْنَۃِ مَرْوَانُ ابْنُ الحکم مِنْ قِبَلِ مُعَاوِیَۃَ فَمَنَعَ مِنْ ذَالِکَ وَ کَانَ یَقَعُ بَیْنَ بَنِیْ اُمَیَّۃَ وَ بَنِیْ هَاشِمٍ بِسَبَبِ ذَالِکَ فِتْنَۃٌ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ اَلْبَیْتُ بَیْتِیْ وَلَا اٰذَنُ اَنْ یُدْفَنَ فِیْہِ فَدُفِنَ بِالْبَقِیْعِ۔

(تاریخ ابو الفداء بحوالہ تاریخ احمدی ص ۲۱۲ مطبوعہ نیو گارڈن لاھور)

ترجمہ:- ابو الفداء کہتا ہے۔ کہ امام حسن کا انتقال اس زہر کی وجہ سے ہوا۔ جو ان کی بیوی جعدہ نے دیا تھا۔ اور یہ بھی کہا۔ امام حسن نے وصیت کی تھی۔ کہ ان کی میت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کی جائے۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ اور لوگوں نے وصیت پوری کرنے کا ارادہ کیا۔ ان دنوں مدینہ کا گورنر مروان بن حکم تھا۔ جو امیر معاویہ رض کی طرف سے مقرر تھا۔ اس نے اس وصیت پر عمل کرنے سے روک دیا۔ اسی وجہ سے بنی ہاشم اور بنی امیہ کے درمیان فتنہ اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ گھر میرا گھر ہے۔ لہذا میں امام حسن رض کو یہاں دفن ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔ پھر بقیع میں آپ کو دفن کیا گیا۔

عبارت دوم:

قَالَ ابو الفداء وَلَمَّا بَلَغَ مُعَاوِیَۃَ مَوْتُ الحَسَنِ ابْنِ عَلِیٍّ خَرَّ سَاجِدًا لِلّٰہِ۔

(تاریخ ابو الفداء بحوالہ تاریخ احمدی ص ۲۱۴)

ترجمہ: ابو الفداء کہتا ہے۔ جب امیر معاویہ رض کو امام حسن رض کے انتقال کی خبر پہنچی۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔

عبارت سوم:

قال ابو الفداء ثُمَّ دَخَلَتْ سَنَةُ ثَلَاثِيْنَ فِيْهَا تَكَلَّمَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الْكُوْفَةِ فِيْ حَقِّ عُثْمَانَ بِاَنَّهُ وَلّٰی جَمَاعَةً مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ لَا يَصْلُحُوْنَ لِلْوِلَايَةِ فَكَتَبَ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ وَالِي الْكُوْفَةِ مِنْ قِبَلِ عُثْمَانَ عَلَيْهِ بِذٰلِكَ فَاَمَرَهٗ عثمان بِتَسْيِيْرِ الَّذِيْنَ تَكَلَّمُوْا بِذٰلِكَ اِلٰی مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ فَاَرْسَلَهُمْ وَفِيْهِمُ الْحَارِثُ بْنُ مَالِكِ الْمَعْرُوْفُ بِالْاَشْتَرِ النخعی وثابت بن قیس النخعی وجمیل ابن زیاد وزید ابن صوحان العبدی واخوه صعصعه وجندب ابن زهیر وعروة ابن الجعد وعمرو بن الحمق فَقَدِمُوْا علی معاویه وَجَرٰی بَيْنَهُمْ كَلَامٌ كَثِيْرٌ فَتَوَثَّبُوْا وَاَخَذُوْا بِلِحْيَةِ مُعَاوِيَةَ فَكَتَبَ بِذٰلِكَ الی عثمان فَكَتَبَ اِلَيْهِ عثمان اَنْ تَرُدَّهُمْ الی سعید بن العاص فَرَدَّهُمْ الی سعید فَاَطْلَقُوْا اَلْسِنَتَهُمْ فِيْ عُثْمَانَ وَاجْتَمَعَ اِلَيْهِمْ اَهْلُ الْكُوْفَةِ۔

(تاریخ ابو الفداء بحواله تاریخ احمدی ص ۱۴۸)

ترجمہ:۔ ابو الفداء کہتا ہے۔ کہ ۳۳ھ میں اہل کوفہ کو حضرت عثمان رض کے بارے میں چہ میگوئیوں کا موقعہ ملا۔ وہ بھی اس بات پر کہ انہوں نے اپنے کچھ رشتہ داروں کو امور مملکت سپرد کر دیئے۔ حالانکہ وہ اس کے اہل نہ تھے۔ حضرت عثمان رض نے سعید بن العاص والی کوفہ کو لکھا۔ کہ ان نکتہ چینی کرنے والوں کو امیر معاویہ رض کے پاس شام بھیج دیا جائے۔ چنانچہ انہیں وہاں بھیج دیا گیا۔ ان لوگوں میں حارث بن مالک المعروف اشتر نخعی، جمیل بن زیاد زید بن صوحان العبدی ان کے بھائی صعصعہ، جندب ابن زہیر، عروۃ ابن جعد اور عمرو بن حمق تھے۔ جب یہ لوگ معاویہ رض کے ہاں پہنچے۔ اور ان کے مابین گفتگو بڑھی۔ تو ان لوگوں نے جوش میں آکر معاویہ رض کی داڑھی پکڑ لی جناب معاویہ رض نے یہ سارا واقعہ حضرت عثمان رض کو لکھ بھیجا۔ جواباً حضرت عثمان رض نے لکھا۔ کہ ان لوگوں کو سعید بن عاص کے ہمراہ واپس بھیج دو۔ چنانچہ وہ سعید بن عاص کے پاس آگئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے حضرت عثمان رض کے بارے میں اور تیز زبانی شروع کر دی۔ اور پھر کوفہ کے بہت سے لوگ ان کے ساتھ جمع ہو گئے۔

عبارت چہارم:۔

وَقَالَ ابو الفداء وَمِمَّا نقمتم الناس عَلَيْهِ رَدُّهُ الحکم بْنَ العاص طَرِيْدَ رَسُوْلِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وَطَرِيْدَ ابو بکر و عمر اَيْضًا وَاعطاه مَرْوان بن الحکم خُمُسَ غَنَائم افريقيه وَهُوَ خُمُسُ مِائَةِ اَلْفِ دِيْنَارٍ الی اَنْ قَالَ وَاَقْطَعَ مَرْوَانَ بْن الحکم

فَدَکَہ (تاریخ ابو الفداء بحوالہ تاریخ احمدی ص ۱۴۹)

ترجمہ: ابو الفداء کہتا ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف جس بات سے لوگ برانگیختہ ہوئے۔ ایک یہ بھی تھی۔ کہ انہوں نے حکم بن عاص کو واپس بلا لیا۔ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکال دیا تھا پھر ابو بکرؓ نے نکالا اور پھر عمرؓ نے بھی نکالا۔ اور مروان بن حکم کو افریقی مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ دیا۔ جو پانچ لاکھ دینار بنتا تھا۔ اور یہ بھی ابو الفداء نے کہا۔ کہ عثمان رضؓ نے مروان بن حکم کو فدک بھی دے دیا تھا۔

عبارت پنجم:

قَالَ ابو الفداء ابن شحنہ اروی بنت الحارث بن عبد المطلب بن ہاشم دَخَلَتْ عَلٰی مُعَاوِیَۃَ وَھِیَ عَجُوْزٌ کَبِیْرَۃٌ فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ مَرْحَبًا بِکِ یَاخَالَۃُ کَیْفَ اَنْتِ فَقَالَتْ بِخَیْرٍ یَا ابْنَ اُخْتِیْ لَقَدْ کَفَرْتَ النِّعْمَۃَ وَاَسَأْتَ لِابْنِ عَمِّکَ الصُّحْبَۃَ وَتَسَمَّیْتَ بِغَیْرِ اِسْمِکَ وَاَخَذْتَ غَیْرَ حَقِّکَ وَکُنَّا اَھْلَ بَیْتٍ اَعْظَمَ النَّاسِ فِیْ ھٰذَا الدِّیْنِ بَلَاءً حَتّٰی قَبَضَ اللّٰہُ نَبِیَّہٗ مَشْکُوْرًا سَعْیُہٗ مَرْفُوْعًا مَنْزِلَتُہٗ وَثَبَتَ عَلَیْنَا بَعْدَہُ الخ۔

(تاریخ احمدی ص ۲۱۸)

ترجمہ: تاریخ ابو الفداء شحنہ میں ہے۔ کہ اروی بن الحارث بن عبد المطلب بہت بڑھیا تھیں۔ تو ایک مرتبہ امیر معاویہ رضؓ کے ہاں گئیں

معاویہ رضہ نے دیکھ کر کہا۔ خوش آمدید خالہ جان! آپ کیسی ہیں۔ کہنے لگیں بھانجے اللہ کی خیر ہے۔ تو نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی۔ اور اپنے بھتیجے کے ساتھ بُرا سلوک کیا۔ اپنے لیے وہ لقب اختیار کیا۔ جس کا تو مستحق نہ تھا۔ ہم اس دین میں تمام لوگوں سے زیادہ پریشان تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو اپنے پاس بُلا لیا۔ اور تم لوگ ہم پر حاکم بن بیٹھے۔ حالانکہ ہمارا مرتبہ تم سب میں ایسا تھا۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کا مرتبہ آلِ فرعون میں تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علی کی وہ منزلت تھی۔ جو موسےٰ کے ساتھ ہارون کی تھی۔ یہ سُن کر عمرو بن العاص نے کہا۔ بڑھیا! خاموش ہو جا۔ تیری عقل جواب دے گئی۔ اور بے ہودہ گوئی پر اتر آئی ہے اروی نے جواباً کہا۔ اے باغیہ کے بیٹے! تو مجھ سے گفتگو کی جرأت کر رہا ہے۔ اپنی حقیقت تجھے یاد نہیں۔ تیری ماں مکہ کی بدکارہ تھی۔ اور معمولی معاوضہ پر اپنی عصمت لٹاتی تھی۔ چنانچہ تجھ پر پانچ مردوں نے اپنا بیٹا ہونے کا دعوےٰ کیا۔ بالآخر تیری ماں سے پوچھا گیا۔ تو اس نے پانچ آدمیوں کے ساتھ تعلق کی تصدیق کی۔ اس لیے ان میں سے جس کی شکل و صورت سے اس بچے کی شکل و صورت ملے۔ اسی کا سمجھو۔ تو عاص بن وائل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تم اس کے بیٹے قرار پائے۔ اروی کی یہ باتیں سُن کر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا پچھلی باتوں کا تذکرہ نہ کرو۔ اللہ نے اُسے معاف کر دیا۔

(تاریخ احمدی ص ۲۱۸ تا ۲۱۹ مصنف خان بہادر نواب احمد حسین مطبوعہ نیو گارڈن لاہور)

ملاحظہ کیجئے ... تاریخ ابوالفداء کے چند اقتباسات ہم نے ذکر کیے۔ ان

ہیں حضرات صحابہ کرام میں سے بعض کی جس بے ہودگی سے تعریف پیش کی ہے۔ وہ ظاہر کرتی ہے۔ کہ تاریخ ابوالفداء کا مصنف گستاخ صحابہ ہونے کی وجہ سے کٹر شیعہ ہے ہم نے ان عبارات کا تفصیلی جواب تحفہ جعفریہ جلد چہارم میں لکھ دیا ہے۔ اب آئیے دوسری طرف کہ شیعہ محققین اس کے مذہب کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ الذریعہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

الذریعہ:

الملك المويد عماد الدين اسماعيل بن الافضل نور الدين على بن الملك المظفر محمود بن الملك المنصور محمد بن المظفر تقى الدين أبي الخطاب عمر بن شهنشاه الايوبي الملك العالم المؤرخ الفلسفي الجغرافي مجالس العلماء و مرتبهم و صاحب حماه و ملكها مستقلا وُلِدَ سنہ ۶۷۲ و مات بحماه سنہ ۷۳۲ و له تقويم البلدان المطبوع كما طبع تاريخه المرتب على اربعة اجزاء في مجلدين مكررا و هو ان عد من الشافعية لكن في مواضع من تاريخه عند ذكر امير المؤمنين عليه السلام و ذكر والده ابي طالب و غيرهما يظهر منه آثار التشيع و قد مر في (ج ۲ ص ۳۰۴) انه اخرج في كتاب امامة امير المؤمنين عليه السلام عن تاريخ المويد هذا جملة وافرة من

مَنَاقِبِہٖ عَلَیْہِ السلام فی الغزوات غَزْوَۃً فَرَاجِعْہُ
(الذریعہ جلد سوم ص ۲۲۷)

ترجمہ:-

ملک حماد الدین ۶۷۲ھ میں پیدا ہوا اور ۷۳۲ھ میں مقام حماۃ میں اس کا انتقال ہوا۔ تقویم البلدان اس کی ایک تصنیف ہے۔ اسے اگرچہ شافعی المسلک کہا گیا ہے۔ لیکن اپنی تاریخ میں بہت سے مقامات پر اس نے حسن انداز سے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے والد ابو طالب کا تذکرہ کیا۔ اس سے اس کا شیعہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اور امامت امیر المومنین جو حسن بن نوح شیعی کی مشہور تصنیف ہے۔ اس نے تاریخ ابو الفداء سے ہی حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے غزوات کے بارے میں مناقب لکھے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

ابو الفداء کے بارے میں خود اس کی تحریرات اور پھر محقق شیعہ علماء کی تصریحات اس کی تائید کرتی ہیں۔ کہ یہ شخص شیعہ تھا۔ اگر اس میں شیعیت نہ ہوتی تو صاحب الذریعہ اس کو ہرگز اپنی کتاب میں جگہ نہ دیتا۔ جگہ دینے کے ساتھ ساتھ اس نے اس کے شیعہ ہونے کی دلیل بھی پیش کر دی۔ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے حنفی وغیرہ کا اسے سنی اور اس کی کتاب کو اہل سنت کی معتبر کتاب لکھنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔ ایسے علماء جو متنازعہ فیہ ہوں۔ کچھ انہیں سنی کہیں اور کچھ انہیں شیعہ۔ ایسے ہی لوگوں کی پہچان کے لیے "الذریعہ" تصنیف ہوئی۔ تاکہ کم از کم وہ اپنوں کی نشاندہی تو کر دیں۔ کیونکہ وہی جانتے ہیں۔ کہ کون سا ہمارا تھا۔ جو تقیہ کر کے سنی [illegible] کی تقیہ والی چادر ہٹا کر رونمائی کر دیتے ہیں

لیکن ہم اہل سنت کے ہاں وہ تقیہ، منافقت کا نام ہے۔ اس لیے اس کی ہرگز اجازت نہیں۔ اس لیے اگر کسی نے اپنے آپ کو سنی کہلایا۔ تو ظاہر اُسے سنی ہی کہنا پڑے گا لیکن جب اس کے ہم خیالوں نے لکھا۔ کہ وہ تقیہ کے طور پر سنی تھا۔ تو ہمارے خلاف اس کی عبارات کیونکر حجت تسلیم ہوں گی۔ اس لیے تاریخ ابوالفداء کی کوئی عبارت ہمارے خلاف حجت ہرگز ہرگز نہیں بن سکتی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب بست وپنجم ۲۵

خصائص نسائی مصنفہ احمد ابن شعیب النسائی

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس کے مصنف حافظ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی ہیں۔ جو صحاح ستہ میں سے ایک قابلِ قدر کتاب نسائی کے مصنف بھی ہیں۔ اس خصائص نامی کتاب میں انہوں نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان کیے۔ لیکن ان میں وہ حد سے آگے بڑھ گئے۔ اس غلو کی وجہ سے ان کے ہم عصر لوگوں نے ان میں تشیع کا احتمال سمجھا۔ اور اس امر کی شیعہ کتابوں میں صراحت بھی موجود ہے۔ اب اس کتاب کے حوالے سے اور اہل تشیع کے خیالات سے امام نسائی کے بارے میں کچھ باتیں درج کی جاتیں ہیں۔ پہلے خصائص کی چند عبارت ملاحظہ ہوں۔

عبارت اول:۔

هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اِنَّکَ لَسْتَ نَبِیٌّ اِنَّہٗ لَا یَنْبَغِیْ اَنْ اَذْھَبَ اِلَّا وَاَنْتَ خَلِیْفَتِیْ قَالَ قَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْتَ وَلِیٌّ عَلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِیْ۔

(خصائص النسائی ص ۱۵ ذکر الاختلاف علی محمد ابن المنکدر فی ھذا الحدیث چشتی کتب خانہ فیصل آباد۔)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ کیا تم اس پر راضی نہیں۔ کہ تمہارا مقام و مرتبہ میرے ہاں وہی ہو۔ جو موسٰے علیہ السلام کے ساتھ ہارون کا تھا۔ مگر تم پیغمبر نہیں ہو۔ اور یہ بھی بات ضروری ہے۔ کہ میرے بعد تم میرے خلیفہ ہو گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو۔

عبارت دوم:-

ثُمَّ قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِہٖ قَالُوْا بَلٰی نَشْھَدُ لَاَنْتَ اَوْلٰی بِکُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِہٖ قَالَ فَاِنِّیْ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا مَوْلَاہُ وَاَخَذَ بِیَدِ عَلِیٍّ۔

(خصائص النسائی ص ۲۲ ذکر قول النبی علیہ السلام من کنت ولیہ فھذا ولیہ

ترجمہ: پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (خم غدیر کے موقعہ پر) لوگوں

قریب ہوں۔ سب نے کہا۔ ہم آپ کی اس قربت کی گواہی دیتے ہیں۔
آپ نے فرمایا۔ میں جس کا مولا ہوں۔ یہ بھی اس کا مولا ہے۔ آپ نے
یہ کہتے ہوئے علی کا ہاتھ پکڑا۔

عبارت سوم:

فَقَالَ مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِيٍّ اِنَّ عَلِيًّا مِنِّيْ وَاَنَا
مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ بَعْدِيْ)

(خصائص النسائی ص ۲۰ ذکر دعاء النبی علیہ
السلام لِمَنْ احبہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد)

ترجمہ:-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم علی کے بارے میں کیا ارادہ رکھتے ہو۔
بے شک علی مجھ سے اور میں اس سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن
کا ولی ہے۔

عبارت چہارم:

يَقُوْلُ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ
وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَاَحِبَّ مَنْ
اَحَبَّهٗ وَاَبْغِضْ مَنْ اَبْغَضَهٗ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهٗ
وَتَفَرَّقَ بَيْنَ الْمُؤْمِنِ وَالْكَافِرِ۔

(تہذیب ص ۶۱)

(خصائص النسائی ص ۲۰ ذکر دعاء النبی
علیہ السلام لِمَنْ احبہ چشتی کتب خانہ
فیصل آباد)

ترجمہ:

آپ فرماتے ہیں۔ جس کا میں مولیٰ اس کا علی بھی مولیٰ ہے۔ اے اللہ جو علی سے دوستی کرے۔ تو بھی اس سے دوستی کر۔ جو اس سے عداوت رکھے۔ تو بھی اُسے دشمن بنا۔ جو اُس سے محبت کرے تو بھی اُس سے پیار کر اور جو اس سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ اور اس کی مدد کر۔ اور کافر و مومن کے ابین اس کے ذریعہ تفریق کر دے۔

عبارت پنجم:

قَالَ اِسْتَاذَنَ اَبُوْ بَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا وَهِيَ تَقُوْلُ لَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّ عَلِيًّا اَحَبُّ اِلَيْكَ مِنِّيْ فَاَهْوٰى لَهَا لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ لَهَا يَابِنْتُ فُلَانٍ اَرَاكِ تَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَاَمْسَكَهُ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وَخَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ مُغْضَبًا۔

(خصائص النسائی ص ۲۸ ذکر منزلة علی)

ترجمہ:

راوی بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ جب ابو بکر اندر آئے۔ تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بلند آواز سنی۔ وہ کہہ رہی تھیں۔ کہ میں جانتی ہوں۔ کہ آپ کو حضرت علی رض سے بہ نسبت میرے زیادہ محبت ہے۔ حضرت ابو بکر رض نے چاہا

کے سامنے آواز بلند کر رہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا اس پر ابوبکر ناراضگی کی حالت میں باہر نکل گئے۔

نوٹ:

مذکورہ حوالہ جات میں امام نسائی نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں غیر محتاط بلکہ حد سے بڑھے ہوئے الفاظ کہے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ہر مومن کا ولی صاف صاف لکھا۔ اور مولا بھی کہا۔ جس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے اولیٰ ہیں۔ اور یہ عقیدہ اہل تشیع کا ہے۔ انہی عبارات کی وجہ سے شیعہ لوگوں نے امام نسائی کی تشیع کا ثبوت لکھا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

الکنی والالقاب:۔

حکی انه لما اتی دمشق وصنف کتاب الخصائص فی مناقب امیر المومنین علیه السلام انکر علیه ذالك وقیل له لم لا صنفت فی فضائل الشیخین فقال دخلت دمشق والمنحرف عن علی بها کثیر فصنفت کتاب الخصائص رجاء ان یهدیهم الله تعالی به فدفعوا فی خصیتیه واخرجوه من المسجد ثم مازالوا به حتی اخرجوه من الدمشق الی الرملة فمات بها۔

(کتاب الکنی والالقاب جلد سوم ص ۲۲۸)

ترجمہ:

بیان کیا گیا ہے کہ جب امام نسائی دمشق آئے ...

کے مناقب میں کتاب الخصائص لکھی تو ان کی اس بات کو ناپسند کیا گیا۔ اور ان سے کہا گیا۔ کہ آپ نے ابوبکر و عمر کے فضائل میں کوئی کتاب کیوں نہیں لکھی۔ کہنے لگے۔ کہ یہاں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھرنے والے بکثرت رہتے ہیں۔ اور میں نے اس لیے کتاب الخصائص لکھی شاید یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ہدایت پا جائیں۔ لوگوں نے جب یہ سنا۔ تو امام نسائی کے خصیتین کو نقصان پہنچایا۔ اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ یہاں تک کہ دمشق سے رملہ جانے پر مجبور کر دیا۔ نسائی رملہ میں ہی فوت ہوئے۔

الکنیٰ والالقاب:

إِنَّ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فَارَقَ مِصْرَ فِيْ آخِرِ عُمْرِهٖ وَخَرَجَ إِلَى دِمَشْقَ فَسُئِلَ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَمَا رُوِيَ مِنْ فَضَائِلِهٖ فَقَالَ أَمَا يَرْضَىٰ مُعَاوِيَةُ أَنْ يَخْرُجَ رَأْسًا بِرَأْسٍ حَتّٰى يُفَضَّلَ وَفِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى مَا أَعْرِفُ لَهٗ فَضِيْلَةً إِلَّا لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَكَ۔

(الکنی والالقاب جلد سوم ص ۲۴۸) (تنقیح المقال جلد اول ص ۷۲)

ترجمہ:

ابو عبدالرحمن نسائی نے آخری عمر میں مصر کو چھوڑ کر دمشق میں سکونت اختیار کی۔ ان سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے فضائل کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو کہنے لگے۔ کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہیں

ایک اور روایت میں ہے۔ کہ امام نسائی نے کہا۔ میں ان میں کوئی فضیلت نہیں جانتا۔ صرف یہ جانتا ہوں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ہما ریا تھا۔ اللہ تعالیٰ تیرا (امیر معاویہ) پیٹ نہ بھرے۔ امام نسائی میں تشیع پایا جاتا تھا۔

الذریعہ:-

اَلْخَصَائِصُ فِیْ فَضَائِلِ عَلِیٍّ (ع) وَقَدْ یُقَالُ لَہٗ الْخَصَائِصُ الْعَلَوِیَّۃُ لِلْاِمَامِ النِّسَائِیِّ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ احمد بن علی بن شعیب بن سنان بن بحر الخراسانی المولود ۲۱۵ و المتوفی بمکۃ ۳۰۳ بَعْدَ اِخْرَاجِہٖ مِنَ الْمَسْجِدِ الْاُمَوِیِّ بِالشَّامِ لِسَبَبِ تَصْنِیْفِ ھٰذَا الْکِتَابِ فَتَعَرَّضَ عَلٰی اٰثَرِ الضَّرْبِ و الرَّفْسِ وَالدَّفْعِ فِیْ خُصْیَتِہٖ فَطَلَبَ حَمْلَہٗ اِلٰی مَکَّۃَ وَھُوَ عَلِیْلٌ فَتُوُفِّیَ بِھَا فِیْ شَعْبَانَ تِلْکَ السَّنَۃِ قَالَ ابن خلکان اِنَّہٗ کَانَ یَتَشَیَّعُ۔

(الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ جلد ، ص ۱۷۲
مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں کتاب الخصائص امام نسائی نے لکھی۔ جسے خصائص العلویہ بھی کہتے ہیں۔ امام نسائی ۲۱۵ میں پیدا ہوئے اور مکہ میں ۳۰۳ میں فوت ہوئے۔

اس کتاب کی تصنیف کی وجہ سے انہیں شام میں واقعہ مسجد اموی سے نکالا گیا۔ اور لوگوں نے ان کو دھکے دیئے اور سینے اور خصیتین پر ضربات لگائیں۔ جن کی وجہ سے بیمار ہو گئے۔ اور مکہ پہنچانے کے لیے لوگوں کو کہا۔ بیماری کی حالت میں مکہ پہنچے۔ اور اسی سال شعبان کے مہینہ میں انتقال کر گئے۔ ابن طلاقا نے کہا کہ ان میں تشیع تھا۔

لمحہ فکریہ:۔

امام نسائی کے بارے میں کتب شیعہ کے حوالہ جات سے یہ بات سامنے آگئی۔ کہ ان میں تشیع پایا جاتا تھا۔ اگرچہ ہم ان کو شیعہ نہیں کہتے۔ لیکن اتنا ضرور ہے۔ کہ ان کی غیر محتاط روش اور غلو کی وجہ سے جن عبارات و روایات پر ان پر تشیع کا پایا جانا ثابت کیا جاتا ہے۔ وہ روایات ہم اہل سنت پر ہرگز حجت نہیں بن سکتیں۔ امام نسائی میں تشیع کا پایا جانا اب جبکہ کتب شیعہ سے حوالہ جات کے ذریعہ ثابت کر چکے۔ اب اہل سنت کی کتب سے بھی اس کا ملاحظہ ہو جائے۔

اہل سنت کی کتب سے امام نسائی کا تعارف

تذکرۃ الحفاظ:۔

ثُمَّ اِنَّهٗ صَنَّفَ بَعْدَ ذَالِكَ فَضَائِلَ الصَّحَابَةِ

فَقَالَ اَیُّ شَیئٍ اُخْرِجُ حَدِیْثَ اَللّٰھُمَّ لَا تُشْبِعْ بَطْنَہٗ فَسَکَتَ السَّائِلُ۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد دوم ص ۶۹۹ تذکرۃ النسائی ۷۱۹ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: فضائل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر کتاب تصنیف کرنے کے بعد امام نسائی نے ایک کتاب فضائل صحابہ پڑھی۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا۔ کہ آپ فضائل معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی حدیث بیان نہیں کرتے کہنے لگے۔ کون سی حدیث لکھوں۔ کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے کیا یہ حدیث نہیں سنی۔ اے اللہ! اس کے پیٹ کو سیر نہ کر۔ یہ سن کر سائل خاموش ہو گیا۔

تھذیب التھذیب:

قَالَ اَبُوْ بَکْرِ الْمَامُوْنِیُّ سَاَلْتُہٗ عَنْ تَصْنِیْفِہٖ کِتَابَ الْخَصَائِصِ فَقَالَ دَخَلْتُ دِمَشْقَ وَالْمُنْحَرِفُ بِھَا عَنْ عَلِیٍّ کَثِیْرٌ وَ صَنَّفَ کِتَابَ الْخَصَائِصِ رَجَاءَ اَنْ یَھْدِیَھُمُ اللّٰہُ ثُمَّ صَنَّفَ بَعْدَ ذَالِکَ کِتَابَ فَضَائِلِ الصَّحَابَۃِ وَ قَرَاَھَا عَلَی النَّاسِ وَقِیْلَ لَہٗ وَ اَنَا حَاضِرٌ اَلَا تُخْرِجُ فَضَائِلَ مُعَاوِیَۃَ فَقَالَ اَیُّ شَیئٍ اُخْرِجُ اَللّٰھُمَّ لَا تُشْبِعْ بَطْنَہٗ فَسَکَتَ السَّائِلُ۔

(تھذیب التھذیب لابن حجر العسقلانی جلد اول ص ۳۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

ابو بکر المامونی کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام نسائی سے ان کی تصنیف، کتاب الخصائص کے بارے میں پوچھا۔ کہنے لگے۔ کہ میں جب دمشق پہنچا تو وہاں مجھے بہت سے لوگ حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ منحرف ملے۔ میں نے یہ کتاب اس امید پر لکھی۔ کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرما دے۔ پھر اس کے بعد امام نسائی نے فضائل صحابہ پر ایک کتاب لکھی۔ اور وہ لوگوں کو سنائی گئی۔ پوچھا گیا۔ اور میں اس وقت موجود تھا۔ کہ آپ حضرت امیر معاویہ رض کے فضائل کے بارے میں کوئی حدیث بیان نہیں کرتے۔ کہنے لگے۔ اس ارشاد نبوی کے بعد کونسی روایت ان کے بارے میں بیان کروں حضور نے ان کے بارے میں فرمایا۔ اللہ تیرے پیٹ کو سیر نہ کرے۔ اس پر نسائی بھی خاموش ہو گیا۔ اور سائل بھی خاموش ہو گیا۔

وفیات الاعیان:۔

قَالَ مُحَمَّدُ ابْنُ اسحاق الاصبهانی سَمِعْتُ مَشَايِخَنَا بِمِصْرَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ اَبَاعَبْدِالرحمٰن فَارَقَ مِصْرَ فِيْ اٰخِرِ عُمْرِهٖ وَخَرَجَ اِلٰى دمشق فَسُئِلَ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَمَارُوِيَ مِنْ فَضَائِلِهٖ فَقَالَ اَمَايَرْضٰى مُعَاوِيَةُ اَنْ يَّخْرُجَ رَأْسًا بِرَأْسٍ حَتّٰى يُفَضَّلَ وَفِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى مَا اَعْرِفُ لَهٗ فَضِيْلَةً اِلَّا لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَكَ ،

خِضَنِیْهِ حَتّٰی اَخْرَجُوْهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَفِیْ رِوَایَةٍ اُخْرٰی یَدُ فَعُوْنَ فِیْ خُصْیَتِهٖ وَدَاسُوْهُ ثُمَّ حُمِلَ اِلَی الرَّمْلَةِ فَمَاتَ بِهَا۔

(وفیات الاعیان لابن خلکان جلد اول ص۷۷ ذکر ابو عبد الرحمٰن نسائی، مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

محمد بن اسحاق اصبہانی کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے مشائخ سے مصر میں سنا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ امام نسائی نے آخری عمر میں مصر سے دمشق چلے گئے وہاں ان سے پوچھا گیا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے فضائل کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔ تو کہنے لگے۔ کیا معاویہ رضی اس پر راضی نہیں۔ کہ سر بر سر نکلیں۔ حتّٰی کہ فضیلت لے جائیں۔ ایک اور روایت میں ہے۔ کہ مجھے ان کی فضیلت کے بارے میں اس کے سوا کوئی حدیث نہیں آتی۔ "اللہ تعالیٰ اس کے پیٹ کو سیر نہ کرے" اور ان میں تشیع تھا۔ لوگ متواتر ان کو ستاتے رہے اور ان کے خصیتین میں مارا۔ بالآخر مسجد سے نکال دیا۔ ایک اور روایت میں ہے۔ کہ ان کے خصیتین کو لوگوں نے بہت تکلیف دی اور انہیں مروڑتے تھے۔ پھر انہیں وہاں سے رملہ لایا گیا۔ اور یہیں ان کا انتقال ہوا۔

مذکورہ روایات جو کتب اہل سنت سے پیش کی گئی ہیں۔ ان کے مطابق بھی امام نسائی میں تشیع کا وجود ملتا ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ امام موصوف کا شمار اہل سنت کے ان علماء میں ہوتا ہے جو ...

متقی اور دیندار تھے۔ لیکن ان کی ان عبارات و روایات پر علمائے تشیع کا ازام لگایا
وہ بہر حال ہمارے خلاف حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

قابلِ توجہ:

اب تک جن کتب کا ہم نے تذکرہ کیا۔ ان میں سے تین کے مصنف ابن حجر مکی
محمد بن جریر طبری اور امام نسائی اہل سنت کے معتبر علماء میں سے ہیں۔ اور ان کی تصانیف بھی اہل السنت کی تصانیف شمار
ہوتی ہیں۔ لیکن ان تصانیف میں وہ روایات و واقعات جو ان کے
تشیع ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ ہرگز ہم اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتیں۔ ان کے
علاوہ عقد الفرید اور معارج النبوۃ ویسے ہی اس درجہ کی نہیں۔ کہ ان پر اعتبار کیا جا سکے
یہ مختصر طور پر ان کتب کا تذکرہ تھا۔ جو اہل سنت کے علماء نے لکھیں۔ ان کے بغیر جن
کتب کا ہم نے تذکرہ کیا۔ وہ تمام کی تمام اہل تشیع کے علماء کی ہیں۔ جنہیں آئے
دن کچھ بے وقوف قسم کے شیعہ مولوی "اہل سنت کی معتبر کتاب" کے طور پر
اپنی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں۔ اور پھر ان کی عبارات سے اپنے مذہب کی تائید
چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ دراصل مذہب شیعہ کی ترویج و اشاعت کے لیے ہی
لکھی گئیں۔

ہم سے جس قدر ہو سکا۔ ان کتب کے بارے میں حقائق سے پردہ اٹھایا
ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں۔ کہ ہماری یہ کوشش علماء اہل سنت کے لیے باعث نفع
ہو گی۔ اور ہم قارئین کرام سے خلوصِ دل کے ساتھ اس امر کے متمنی ہیں کہ وہ
ہماری ان معروضات سے جب مستفید ہوں۔ تو اپنی مخصوص دعاؤں میں ضرور
یاد فرمائیں۔ اور اللہ کریم سے بتوسل نبی کریم بخشش کی دعا فرمائیں

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین الخ

۲۶
کتاب بست و ششم

المستدرک للحاکم مصنفہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری

یہ کتاب علم حدیث کی ہے۔ اور مشہور ہے۔ کہ مسلم اور بخاری کی شرائط پر اسے حاکم نے لکھا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے۔ کہ اس کتاب میں بعض روایات ایسی بھی درج ہیں۔ جو عقائد اہل سنت کے صراحۃً خلاف ہیں۔ اور اجماع اہل سنت کی مخالفت ہے۔ مثلاً یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام سے افضل ہیں۔ بلکہ پہلی امتوں کے تمام افراد سے افضل ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی ایک رات جو انہوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے غار ثور میں گزاری اس کے بدلے تمام نیکیاں ہیچ سمجھیں۔ اب اس اجماعی عقیدہ کو دیکھئے اور المستدرک کی ایک روایت پر نظر ڈالئے۔

المستدرک:

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لِمُبَارَزَۃِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ لِعَمْرِو بْنِ عَبْدُوَدٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

(المستدرک جلد سوم ص ۳۲ کتاب المغازی مطبوعہ بیروت طبع جدید) ذکر مبارزۃ علی

ترجمہ:

غزوۂ خندق کے دن جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے مدمقابل عمر بن عبدود سے لڑائی لڑی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی کا یہ کام تاقیامت میری امت کے کاموں سے افضل ہے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ روایت مذکورہ چونکہ اہل سنت کے اجماعی نظریہ و عقیدہ کے خلاف اور شیعیت کے بڑے مجری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس لیے امام ذہبی نے اس کے تحت یہ الفاظ لکھے۔

قُلْتُ قَبَّحَ اللّٰہُ رَافِضِیًّا اِفْتَرَاہُ۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس رافضی (صاحب مستدرک حاکم) کا برا ہو۔ یہ روایت اس نے خود بنائی ہے (ایسی روایات اور اس کے معتقدات کے پیش نظر اہل تشیع نے اسے اپنا آدمی کہا ہے۔)

اعیان الشیعہ:-

قَالَ الْخَطِیْبُ اَبُوْ بَکْرٍ عَبْدُ اللّٰہِ الْحَاکِمُ کَانَ ثِقَۃً یَمِیْلُ اِلَی التَّشَیُّعِ فَحَدَّثَنِیْ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْاُمُوِیُّ قَالَ جَمَعَ الْحَاکِمُ اَحَادِیْثَ وَزَعَمَ اَنَّھَا صِحَاحٌ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیْ وَمُسْلِمٍ مِنْھَا حَدِیْثُ الطَّیْرِ وَمَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ فَاَنْکَرَھَا عَلَیْہِ اَصْحَابُ الْحَدِیْثِ فَلَمْ یَلْتَفِتُوْا اِلٰی قَوْلِہٖ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الشَّاذِیَارِخِیْ کُنَّا فِیْ مَجْلِسِ السَّیِّدِ اَبِی الْحَسَنِ فَسُئِلَ الْحَاکِمُ

لماکان احد افضل من علی بعد النبی قلت ثم تغیر الحاکم و اخرج حدیث الطیر فی مستدرکه ولا ریب ان فی المستدرک احادیث کثیرۃ لیست علی شرط الصحۃ بل فیه احادیث موضوعۃ...... قال ابن طاھر سألت ابا اسماعیل الانصاری عن الحاکم فقال ثقۃ فی الحدیث رافضی خبیث ثم قال ابن طاھر کان شدید التعصب للشیعۃ فی الباطن۔ (اعیان الشیعہ جلد ۹ ص ۳۹۱)

ترجمہ: (تذکرہ عبداللہ حاکم)

خطیب ابوبکر نے کہا کہ حاکم (صاحب مستدرک) ثقہ تھا اور شیعیت کی طرف اس کا میلان تھا۔ مجھ سے ابراہیم بن محمد اموری نے بیان کیا کہ حاکم نے احادیث جمع کیں۔ اور زعم کیا کہ وہ بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث "الطیر" اور دوسری "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" ہے کہ جس کا میں مولیٰ اس کا علی مولیٰ۔ ان پر محدثین نے انکار کیا۔ اور اس کی بات کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ ابو عبدالرحمٰن شاذ ریاغی نے بیان کیا۔ کہ ہم سید ابوالحسن کی مجلس میں تھے حاکم نے ان سے حدیث طیر کے بارے میں پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اگر صحیح ہوتی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی

مستدرک میں ذکر کیا۔ یقیناً مستدرک میں بہت سی ایسی احادیث ہیں۔ جو صحت کے شرط پر نہیں۔ بلکہ اس میں کئی گھڑت احادیث بھی ہیں۔ ابن طاہر کہتے ہیں۔ میں نے ابو اسمٰعیل انصاری سے حاکم کے بارے میں پوچھا تو فرمایا۔ حدیث میں ثقہ ہے۔ رافضی خبیث ہے۔ پھر ابن طاہر کا کہتے ہیں۔ کہ حاکم سخت متعصب تھا۔ اور اندرون خانہ شیعیت پر پختہ تھا۔

الکنی والالقاب؛

الحاکم وَقَدْ يُقَالُ لَهُ الْحَاكِمُ النیشاپوری هُوَ ابوعبد الله محمد بن عبد الله بن محمد حمدویه الحافظ المعروف بابن البيع .... وَهُوَ مِنْ اَبْطَالِ الشِّیْعَةِ وَسَدَنَتِهٖ لِلشَّرِیْعَةِ .... وَكَانَ ابْنُ الْبَيِّعِ يَمِيْلُ اِلَى التَّشَيُّعِ .... صَرَّحَ جَمْعٌ مِنَ الْفَرِيْقَيْنِ بِتَشَيُّعِهٖ عَنِ الذَّهْبِی عن ابن طاهر قَالَ سَاَلْتُ ابا اسماعیل الانصاری عَنِ الْحَاكِمِ فَقَالَ ثِقَةٌ فِي الْحَدِيْثِ رَافِضِيٌّ خَبِيْثٌ ثُمَّ قَالَ ابن طاهر كَانَ شَدِيْدَ التَّعَصُّبِ لِلشِّيْعَةِ فِي الْبَاطِنِ وَكَانَ يُظْهِرُ التَّسَنُّنَ فِي التَّقْدِيْمِ وَالْخِلَافَةِ وَكَانَ مُنْحَرِفًا عَنْ مُعَاوِيَةَ وَآلِهٖ مُتَظَاهِرًا بِذٰلِكَ وَلَا يَعْتَذِرُ مِنْهُ قَالَ الذهبی اَمَّا انْحِرَافُهٗ عَنْ خُصُوْمِ عَلِیٍّ فَظَاهِرٌ وَاَمَّا اَمْرُ الشَّيْخَيْنِ

فَمُعَظِّمٌ لَهُمَا بِكُلِّ حَالٍ فَهُوَ شِيْعِيٌّ لَا رَافِضِيٌّ؟ وَلَيْتَهُ لَمْ يُصَنِّفِ الْمُسْتَدْرَكَ فَإِنَّهُ غَضَّ عَنْ فَضَائِلِهِ بِسُوْءِ تَصَرُّفِهِ وَذَكَرَ ابن شهر اشوب فی معالم العلماء وصاحب الریاض فی القسم الاول فی عدادِ الاِمامیۃِ علیٰ ما نُقِلَ عَنْهُمَا۔

(الکنیٰ والالقاب جلد دوم ص ۱۷۰-۱۷۱ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: حاکم نیشاپوری ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ معروف ابن بیع۔ یہ بہت بڑے محدثوں میں سے ہے۔ اور ان کی شریعت کے ستون ہیں۔ ابن بیع کا میلان شیعیت کی طرف تھا۔ شیعہ سنی دونوں اس کے تشیع کی تصریح کرتے ہیں ذہبی نے ابن طاہر سے بیان کیا۔ کہ میں نے ابو اسماعیل انصاری سے حاکم کے متعلق پوچھا۔ کہنے لگے حدیث میں ثقہ ہے۔ اور خبیث رافضی ہے۔ پھر ابن طاہر نے کہا۔ باطنی طور پر متعصب شیعہ تھا۔ اور خلافت و تقدیم میں سنی ہونا ظاہر کرتا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی آل سے منحرف تھا۔ اور یہ بات اس کی اعلانیہ تھی۔ اس کا کوئی عذر اس کی طرف سے نہیں کیا گیا۔ ذہبی کہتے ہیں۔ اس کا انحراف جنگ صفین سے وہ تو ظاہر ہے۔ رہا معاملہ شیخین کا تو وہ ان دونوں کی ہر حال میں تعظیم کرتا تھا۔ لہٰذا وہ شیعی ہے رافضی نہیں۔ کاش کہ وہ مستدرک نہ لکھتا کیونکہ اس میں اس نے ان

ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں اس کا ذکر کیا اور صاحب الریاض نے قسم اول میں اس کا تذکرہ کیا۔ جہاں اس نے شیعہ علماء کی تعداد بیان کی ہے۔ یہی ان سے منقول ہے۔

لسان المیزان:

(محمد) بن عبداللہ الضبی النیسابوری الحاکم

ابوعبد اللہ الحافظ صاحب التصانیف......

إِمَامٌ صَدُوقٌ وَلٰكِنَّهُ يُصَحِّحُ فِي مُسْتَدْرَكِهِ

أَحَادِيثَ سَاقِطَةً فَيَكْثُرُ مِنْ ذَالِكَ فَمَا أَدْرِي

هَلْ خَفِيَتْ عَلَيْهِ فَمَا هُوَ مِمَّنْ يَجْهَلُ ذَالِكَ

وَإِنْ عَلِمَ فَهُوَ خِيَانَةٌ عَظِيْمَةٌ - ثُمَّ هُوَ شِيْعِيٌّ

مَشْهُورٌ بِذَالِكَ مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلشَّيْخَيْنِ

وَقَدْ قَالَ ابوطاہر سَأَلْتُ أَبَا اسماعیل عبداللہ

الانصاری عَنِ الْحَاكِمِ ابی عبد اللہ فَقَالَ

إِمَامٌ فِي الْحَدِيثِ رَافِضِيٌّ خَبِيثٌ ....قُلْتُ

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْإِنْصَافَ مَا الرَّجُلُ بِرَافِضِيٍّ

بَلْ شِيْعِيٌّ فَقَطْ -

(لسان المیزان جلد ۵ ص ۲۳۲ حرف المیم)

ترجمہ:

محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری صاحب تصانیف کثیرہ.......

میں نہیں سمجھتا کہ ایسا اس نے جہالت اور ان احادیث سے بے خبری کی بنا پر کیا ہے۔ لیکن ایسا ہو نہیں سکتا۔ اور یا پھر یہ اس کی بہت بڑی خیانت ہے۔ پھر وہ مشہور شیعی ہے۔ ہاں شیخین کے در پے نہیں ہوتا تھا۔ ابو طاہر نے کہا۔ کہ میں نے ابو اسماعیل عبد اللہ انصاری سے حاکم کے متعلق پوچھا۔ تو کہنے لگے۔ حدیث کا امام اور خبیث رافضی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اللہ انصاف کو پسند کرتا ہے۔ حاکم رافضی نہیں شیعی تھا فقط۔

لمحہ فکریہ

حاکم صاحب المستدرک بالاتفاق شیعہ ہے۔ اور اس کا اقرار دونوں مذاہب کی کتب میں موجود ہے۔ جس کے چند حوالہ جات پیش خدمت کیے جا چکے ہیں ہاں اس کے رافضی ہونے کو بالاتفاق تسلیم نہیں کیا گیا۔ جس کی وجہ رافضی کی تعریف ہے۔ اگر رافضی وہ ہے۔ جو شیخین کو غاصب کہے اور بقیہ صحابہ کرام پر تبرا بازی کرے تو اس معنی میں حاکم نیشاپوری رافضی نہیں۔ کیونکہ شیخین کے بارے میں اس کے بارے میں اس کے ظاہری خیالات درست ہیں۔ اور اگر رافضی کی تعریف یہ کی جائے۔ جو کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کرے۔ اور اس کے کچھ مسائل اہل سنت کے معتقدات کے خلاف ہوں۔ تو اس معنی میں حاکم رافضی ہے۔ کیونکہ من جملہ مسائل و معتقدات اہل سنت میں سے ایک مسئلہ افضلیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ جسے حاکم تسلیم نہیں کرتا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ کچھ لوگ حدیث کے امام بن کر بھی شیعیت سے نہیں بچ سکے۔ اس لیے جس محدث پر شیعیت ٹپکتی ہو اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتے۔ حاکم نے مستدرک میں جو حدیث طیر ذکر کی۔ اور جس پر امام ذہبی نے فیہ التشیع لکھا۔ وہ اہل سنت کے خلاف بطور حجت ہرگز تسلیم نہیں ہو سکتی

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب بست و ہفتم [۲۷]

مقتل الحسین الخوارزمی مصنفہ ابوالموید محمد بن احمد

یہ کتاب ابو المؤید الموفق الدین محمد بن احمد کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کو اہل سنت کی معتبر کتاب" کے عنوان سے اہل تشیع پیش کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے مندرجات سے اپنے مذہب و مسلک کی تائید کرتے ہیں۔ غلام حسین نجفی نے بھی "قول مقبول" کے متعدد مقامات پر اس کے حوالہ جات پیش کیے۔ حالانکہ اس کا مصنف اہل سنت کا فرد نہیں۔ لہٰذا اس کی تصنیف کردہ کتاب اہل سنت کی معتبر کتاب کیسے ہو سکتی ہے؟ ہم زبانی جمع خرچ نہیں کرتے بلکہ انشاء اللہ تحقیق سے ثابت کریں گے۔ کہ علامہ خوارزمی اہل سنت نہیں۔ مقتل الحسین کی صرف دو عبارتیں پیش خدمت ہیں۔ جو غلام حسین نجفی کی تصنیف "قول مقبول فی اثبات وحدۃ بنت رسول" میں اس نے اپنے مسلک کی تائید میں لکھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پوری زمین سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق مہر میں دے دی

قول مقبول: (مقتل الحسین للخوارزمی کی عبارت ملاحظہ ہو)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ إِنَّ اللّٰهَ زَوَّجَكَ فَاطِمَةَ وَجَعَلَ صَدَاقَهَا الْأَرْضَ فَمَنْ مَشَى عَلَيْهَا

مُبغِضًا لَهَا مَشٰی حَرَامًا۔

ترجمہ: ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تیری شادی میری بیٹی فاطمہ سے کی ہے۔ اور میری بچی کا حق مہر خدا نے تمام زمین کو قرار دیا۔ جو آپ سے بغض رکھتے ہوئے زمین پر چلے گا۔ تو اس کے لیے زمین پر چلنا حرام ہے

(قول مقبول ص ۹۵)

نوٹ: مذکورہ حوالہ سے شیعہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کا زمین پر چلنا حرام تھا کیونکہ ان دونوں نے باغ فدک کے معاملہ میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو ناراض کیا تھا۔ اور ان کی ناراضگی کے ہوتے ہوئے ان کے حق مہر میں دی گئی زمین پر ان دونوں حضرات کا چلنا ناجائز اور حرام ثابت ہوا۔

قول مقبول: تمام عبارتوں کا ملخص ترجمہ:

ترجمہ: جناب ام سلمیٰ روایت کرتی ہیں۔ کہ نبی کریم نے فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ جناب علی کو پیدا نہ کرتا۔ تو میری بیٹی فاطمہ کا کوئی کفو اور ہمسر نہ تھا۔

(۱۔ اہل سنت کی معتبر کتاب مقتل الحسین للخوارزمی ص ۶۶) (۲۔ اہل سنت کی معتبر کتاب مودۃ القربیٰ ص ۴۶) (۳۔ اہل سنت کی معتبر کتاب ینابیع المودۃ ص ۱۷۷)

لمحہ فکریہ:

"مقتل الحسین" کی دو عبارتیں جو پیش کی گئی۔ آپ ان سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ کسی سنی کا نظریہ بیان نہیں کیا گیا۔ بلکہ اہل تشیع کی طرفداری برتی گئی۔ ہم غلام حسین نجفی کو ان روایات کے ضمن میں صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں۔ کہ مذکورہ روایات سند صحیح

کے ساتھ اگر چہ خبرِ واحد ہی کے درجہ میں ہو دکھا دی جائیں۔ تو منہ مانگا انعام لے گا۔ بہر حال یہ من گھڑت اور موضوع روایات ہیں۔ اور ان کا عقل و نقل کے خلاف ہونا اظہر من الشمس ہے۔ دیکھئے کہ اگر تمام زمین سیدہ خاتون جنت کا حق مہر تھی۔ تو عورت اپنے حق مہر کی بلا شرکت غیرے مکمل مالکہ ہوتی ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر تصرف حرام ہوتا ہے۔ اگر واقعی ایسا تھا تو پھر پوری زمین کی بجائے صرف باغ فدک کا مطالبہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے اور اگر ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) نے ان کی زمین کو ناجائز استعمال کیا۔ تو کیا کوئی شیعہ اپنے زیر تصرف زمین کی کوئی رسید کوئی ثبوت اس امر پر پیش کر سکتا ہے۔ کہ اسے سیدہ رضی اللہ عنہا نے ایسا کرنے کی اجازت عطا کی ہے۔ اگر بلا اجازت سبھی استعمال کر رہے ہیں۔ اس پر نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ اس پر امام باڑے تعمیر کیے جاتے ہیں۔ اس پر مجالس و محافل منعقد کی جاتی ہیں۔ ان سب کے جواز کا حکم کہاں سے ملے گا؟ خلاصہ کلام یہ کہ خوارزمی نے ایسی بہت سی روایات گھڑیں۔ جیسا کہ اہل تشیع کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ اس کے شیعہ ہونے کی خود شیعہ محققین گواہی دیتے ہیں۔ پھر بھی اس کے اہل سنت ہونے کا چرچا کیا جائے تو کس قدر حقائق سے چشم پوشی ہو گی۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

الذریعہ:

واوردہ القمی فی "الکنی والالقاب"، بعنوان اخطب خوارزم ونقل مافی آخر مناقبہ من مدیح علی (ع) بقولہ

اِنَّ النَّبِیَّ مَدِیْنَةٌ لِعُلُوْمِه ۔۔۔ وَعَلِیٌّ الهَادِی لَهَا كَبَابٍ
لَوْ لَا عَلِیٌّ مَا اهْتَدٰی فِیْ مُشْكِلٍ ۔۔۔ عُمَرُ الْاِصَابَةَ وَالْهُدٰی لِلصَّوَابِ
بِالْجُمْلَةِ لَا شُبْهَةَ فِیْ اَنَّهٗ یَفْضُلُ عَلِیًّا عَلٰی غَیْرِهٖ

مِنَ الصَّحَابَةِ وَعَدَّهُ فِی "رِسَالَةِ مَشَائِخِ شِیْعَةٍ" مِّنْهُمْ۔ (الذریعۃ علی تصانیف الشیعہ جلد ۲۲ ص ۳۱۶ م ن الف)

ترجمہ: القمی نے اپنی کتاب "الکنی والالقاب" میں اسے اخطب خوارزم کے عنوان سے ذکر کیا۔ اور اس کے مناقب کے اخیر میں بیان کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں اس کے تعریفی اشعار یہ ہیں۔

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علوم کے شہر ہیں۔ اور علی المرتضیٰ ہادی اس کے دروازہ کی مانند ہیں۔

اگر علی المرتضیٰ نہ ہوتے تو عمر بن الخطاب مشکل میں نہ صواب پاتے اور نہ راہ ملتا۔

مختصر یہ کہ اس بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ خوارزمی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ کرام پر فضیلت دیتا ہے۔ اور علامہ القمی نے اپنے رسالہ مشائخ شیعہ میں اسے شیعہ مشائخ میں سے شمار کیا ہے۔

یہ تھا حقیقتہ کہ خوارزمی سنی نہیں بلکہ شیعہ ہے۔ اس کی ایک کتاب "مناقب اہل بیت" کے بہت سے حوالہ جات پیش کر کے کم علم لوگوں کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اہل سنت کے مشہور عالم نے یہ لکھا وہ لکھا۔ حالانکہ جب خوارزمی کو "قمی" ایسا شخص مشائخ شیعہ میں سے لکھ رہا ہے۔ تو پھر اس کا سنی ہونا اور اس کی کتابوں کا اہل سنت کی معتبر کتابیں ہونا کس قدر بعید از حقیقت ہے۔ مذکورہ دو حوالہ جات تو علام حسین نجفی کی کتاب سے پیش کیے گئے۔ ہم ان کے علاوہ "مقتل الحسین" کے مزید حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی روشنی میں اس کی حقیقت سے بخوبی آگاہ ہو جائیں کہ خوارزمی کون ہے۔ اور اس کی عبارات کس مسلک کی نمائندگی کرتی ہیں۔ درج ذیل ملاحظہ فرمائیں۔

خوارزمی اپنی عبارات کے آئینے میں

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام اعلیٰ سے شیرِ خدا کے نام علی کو مشتق کیا اور علی کی ولایت کو اہل آسمان اور اہل زمیں پر پیش کیا جس نے تسلیم کیا وہ مومن اور جس نے انکار کیا وہ کافر ہوا

عبارت اوّل ـــــــ مقتل الحسین

(وذکر) ابن شاذان هذا احد ثنا احمد بن محمد عبد الله الحافظ حدثنی علی بن سنان الموصلی عن احمد بن محمد بن صالح عن سلمان بن محمد عن زیاد بن مسلم عن عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر عن سلامة عَنْ اَبِی سَلْمٰی رَاعِی اِبِلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ سَمِعْتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یَقُوْلُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ قَالَ لِیَ الْجَلِیْلُ جَلَّ وَعَلَا ،،اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ،، قُلْتُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ قَالَ صَدَقْتَ یَا مُحَمَّدُ مَنْ خَلَّفْتَ فِیْ اُمَّتِكَ قُلْتُ خَیْرَ مَا قَالَ

عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ قُلْتُ نَعَمْ یَارَبِّ قَالَ یَامُحَمَّدُ اِنِّیْ اِطَّلَعْتُ اِلَی الْاَرْضِ اِطِّلَاعَةً فَاخْتَرْتُکَ مِنْهَا فَشَقَقْتُ لَکَ اِسْمًا مِنْ اَسْمَائِیْ فَلَا اُذْکَرُ فِیْ مَوْضِعٍ اِلَّا ذُکِرْتَ مَعِیْ فَاَنَا الْمَحْمُوْدُ وَاَنْتَ مُحَمَّدٌ ثُمَّ اطَّلَعْتُ الثَّانِیَةَ فَاخْتَرْتُ عَلِیًّا وَشَقَقْتُ لَهٗ اِسْمًا مِنْ اَسْمَائِیْ فَاَنَا الْاَعْلٰی وَهُوَ عَلِیٌّ یَامُحَمَّدُ اِنِّیْ خَلَقْتُکَ وَخَلَقْتُ عَلِیًّا وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَالْاَئِمَّةَ مِنْ وُلْدِهٖ مِنْ سَنْخِ نُوْرٍ مِنْ نُوْرِیْ وَعَرَضْتُ وِلَایَتَکُمْ عَلٰی اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَاَهْلِ الْاَرْضِ فَمَنْ قَبِلَهَا کَانَ عِنْدِیْ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ جَحَدَهَا کَانَ عِنْدِیْ مِنَ الْکَافِرِیْنَ یَامُحَمَّدُ لَوْ اَنَّ عَبْدًا مِنْ عِبَادِیْ عَبَدَنِیْ حَتّٰی یَنْقَطِعَ اَوْیَصِیْرَ کَالشَّنِّ الْبَالِیْ ثُمَّ اَتَانِیْ جَاحِدًا لِوِلَایَتِکُمْ مَاغَفَرْتُ لَهٗ حَتّٰی یُقِرَّ لِیْ بِوِلَایَتِکُمْ یَامُحَمَّدُ اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاهُمْ قُلْتُ نَعَمْ یَارَبِّ فَقَالَ لِیَ الْتَفِتْ عَنْ یَمِیْنِ الْعَرْشِ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا اَنَا بِعَلِیٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَعَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ ومحمد بن علی وجعفر بن محمد وموسٰی بن جعفر وعلی بن موسٰی و محمد ابن علی وعلی بن محمد والحسن بن علی والمهدی. (مقتل الحسین جلد اوّل ص ۹۵۔ ۹۶ فی فضائل الحسن والحسین مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کا چرواہا ابوسلمٰی بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور نے فرمایا: جب شب معراج مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا: "امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ"، میں نے عرض کیا والمؤمنون۔ فرمایا: تو نے سچ کہا۔ یا محمد! تو نے اپنی امت میں کسے خلیفہ چھوڑا ہے۔ عرض کی امت کے بہترین آدمی کو۔ پوچھا کون؟ علی بن ابیطالب کو۔ عرض کیا ہاں پھر فرمایا۔ اے محمد! میں زمین کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اہل زمین میں سے تمہیں میں نے منتخب کیا۔ اور پھر تمہارے لیے اپنے ناموں میں سے ایک نام تجویز کیا۔ لہٰذا جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا بھی ذکر ہوگا میں محمود اور تو محمد ہے۔ پھر دوسری مرتبہ میں متوجہ ہوا۔ تو علی بن ابیطالب کو منتخب کرکے انہیں بھی اپنے ناموں میں سے ایک نام دیا۔ میں اعلیٰ اور وہ علی ہے۔ اے محمد! میں نے تمہیں، علی، فاطمہ حسن اور حسین اور ان کی اولاد میں سے تمام ائمہ کو اپنے خالص نور سے پیدا کیا۔ اور تمہاری ولایت تمام آسمانوں اور زمین والوں پر پیش کی جس نے اسے قبول کیا۔ وہ میرے نزدیک مومن ہے اور جس نے انکار کیا وہ کافر ہے۔ اے محمد! اگر میرے بندوں میں سے کوئی بندہ میری تادم آخر عبادت کرتا ہے۔ یا عبادت کرتے کرتے وہ مشکیزہ کی طرح خشک ہو جائے۔ پھر میرے پاس تمہاری ولایت کا منکر ہو کر آئے۔ میں اس کی اس وقت تک بخشش نہیں کروں گا۔ جب تک وہ تمہاری ولایت کا اقرار نہ کرے۔ اے محمد! کیا تم انہیں دیکھنا چاہتے

میں نے دیکھا۔ تو وہاں علی، فاطمہ، حسن اور حسین، علی بن حسن، محمد بن علی، جعفر بن محمد، موسےٰ بن جعفر، علی بن موسےٰ، محمد بن علی، علی بن محمد، حسن بن علی اور مہدی وہاں موجود پائے۔

لمحہ فکریہ:-

مندرجہ بالا اقتباس میں درج ذیل باتیں مذکور ہیں۔

۱- اللہ تعالیٰ نے حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا نام عطا کیا۔ (لہٰذا ان کا کوئی بھی ہمسر نہ ہوا۔ اس سے علی المرتضےٰ کی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق پر افضلیت ثابت ہوئی)

۲- بارہ اماموں کی ولایت کو تسلیم کرنے والے مومن اور منکر کافر ہیں۔

۳- ورثہ اور خلفاء بارہ ہیں۔ جنہیں بارہ امام کہا جاتا ہے۔ ان میں سے پہلے علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ اور آخری امام مہدی ہیں۔

مذکورہ تین نظریات کیا کسی سنّی کے ہیں۔ حضرت علی المرتضےٰ کو خلیفہ بلا فصل کہنا اور صدیق اکبر و فاروق اعظم کی خلافت و امامت کا انکار کرنا کس سنّی کا عقیدہ ہے۔ ائمہ اہل بیت کی ولائت کے تسلیم اور عدم تسلیم پر ایمان و کفر کا حکم، اہل سنّت میں سے کس عالم یا مجتہد و فقیہ کا قول ہے؟ لہٰذا ان نظریات کی روشنی میں صاحب مقتل امیر علامہ خوارزمی کا تشیع بالکل واضح طور پر سامنے آگیا۔

علاوہ ازیں مذکورہ روایت کی سند تک جن راویوں کا نام ذکر کیا گیا۔ ان آٹھ (سلامہ، عبدالرحمٰن بن یزید، زیاد بن مسلم، سلمان بن محمد، احمد بن محمد بن صالح، علی بن سنان، احمد بن محمد بن عبداللہ اور محمد ابن شاذان) کا کتب رجال اہل سنت میں اول تو نام ہی نہیں ملتا۔ اور اگر ملتا ہے۔ تو [illegible]

کیا گیا۔ اسی طرح لقب اور کنیت وغیرہ میں بھی اشتباہ ہے۔ لہٰذا ایسی سند جو اول تا آخر مجہول راویوں پر مشتمل ہو۔ اُسے فرضی اور موضوع ہی کہا جا سکتا ہے۔ شیعہ اسمائے رجال میں ان راویوں میں سے محمد ابن شاذان کا نام ملتا ہے۔ اس کنیت کے دو نام وہاں موجود ہیں۔ اور دونوں ہی شیعہ علماء میں سے ہیں۔ ایک فضل بن شاذان اور دوسرا محمد بن احمد بن علی بن حسن شاذان ہے۔ پہلے ابن شاذان کے متعلق رجال کشی اور جامع الرواۃ میں یوں مذکور ہے۔

جامع الرواۃ:

هٰذا الشَّيْخُ اَجَلُّ مِنْ اَنْ يُغْمَزَ عَلَيْهِ هٰذَا رَئِيسُ طَائِفَتِنَا اَجَلُّ اَصْحَابِنَا الْفُقَهَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِيْنَ۔ (جامع الرواۃ جلد دوم ص ۵)

ترجمہ: فضل ابن شاذان جلیل القدر عالم ہے جس پر انگشت نمائی نہیں ہو سکتی۔ ہمارے گروہ کا سردار، فقہاء اور متکلمین میں سے عظیم المرتبت شخص ہے۔ دوسرے ابن شاذان کے بارے میں شیخ عباس قمی نے یوں لکھا ہے۔

الکنی والالقاب:

ابو الحسن محمد بن احمد بن علی بن الحسن بن شاذان القمی مِنْ اَجَلِّ الْعُلَمَاءِ آدَمِ مَامِيَّةِ
...

عَلِيٍّ صَاحِبِ كِتَابِ زَادِ الْمُسَافِرِ وَالْاَمَالِيْ وَكَانَ ابوالعباس احمد سَمِعَ مِنْ مُحَمَّدِ بن الحسن بن احمد بن الوليد و محمد بن علي ابن تمام الدهقان وَكَانَ شَيْخَ الشِّيْعَةِ فِيْ وَقْتِهِ ۔ (الكنى والالقاب ص ۳۲۳) (لسان الميزان جلد اول ص ۲۳۴) تذکرہ ابن شاذان)

ترجمہ:

ابن شاذان قمی امامی فقہاء علماء میں سے عظیم عالم تھا۔ اپنے والد ابوالعباس احمد بن علی سے روایت کرتا ہے۔ جو زاد المسافر والامالی کتاب کا مصنف ہے۔ اور ابوالعباس نے محمد بن الحسن اور محمد بن علی سے سماع حدیث کیا۔ اور اپنے دور کا شیخ الشیعہ تھا۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خوارزمی نے جس ابن شاذان کا ذکر کیا۔ وہ مؤخر الذکر ہے۔ بہرحال کوئی بھی ہو۔ دونوں اہل تشیع کے جید علماء میں سے ہیں۔ اور ان کی مرویات پھر خاص کر مختلف فیہ مسائل وعقائد میں کب قابل حجت ہو سکتی ہیں۔ اور پھر جب ایسی روایات کے مقاصد کی طرف دیکھا جائے۔ تو ان میں موضوع ہونے کا معاملہ بھی نکھر کر سامنے آ جاتا ہے مثلاً علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی جگہ ابوبکر، عمر خلیفہ پہلے بن گئے۔ جس سے عملی طور پر ان کی امامت وخلافت کا انکار ثابت ہوتا ہے۔ اور خوارزمی کی روایت کے مطابق ان کی ولائت کا انکار کفر ہے۔ لہٰذا انہیں (معاذ اللہ) کافر ٹھہرے۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی صاحبزادیوں کو عثمان غنی کے نکاح میں دینا اور علی المرتضےٰ کا اپنی صاحبزادی ام کلثوم کا عقد عمر فاروق رض سے کرنا دیکھا جائے۔ تو معاملہ اور بھی بگڑ جاتا ہے کہ عمر فاروق ولایت علی پر غاصبانہ قابض ہو گئے۔ اور معاذ اللہ منکر ولائت علی

ہوکر کافر ہو گئے۔ اور علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے ایک کافر کو اپنی صاحبزادی نکاح میں دی۔ ہم نے صرف بطور نمونہ ایسی روایات کے مفاسد میں سے ایک کا تذکرہ کیا۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسی روایات حبِ اہل بیت نہیں بلکہ ان سے دشمنی پر مبنی ہیں۔ اور ان کے پیچھے یہودیت کارفرما ہے۔ اب علامہ خوارزمی کی ہم ایک اور عبارت پیش کرتے ہیں۔ جس سے اس کی مذہبی لگن کا اندازہ ہو جائے گا۔

اگر تمام لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت پر جمع ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

عبارت دوم:

عن یحیی بن طاھر الیربوعی اخبرنی ابو معاویۃ عن لیث بن ابی سلیم عن طاؤس عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لَوِ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰی حُبِّ عَلِیٍّ لَمَا خَلَقَ اللّٰہُ النَّارَ۔

(مقتل الحسین جلد اول ص ۳۸ فی فضائل امیر المومنین مطبوعہ قم ایران تذکرہ فی فضائل امیر المومنین)

ترجمہ: ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تمام لوگ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی محبت پر جمع ہو جاتے۔

عبارت سوم:

اخبرنی ابوالفرج حدثنی الحسن بن علی حدثنی صہیب بن عباد حدثنی ابی عن ابیہ علی بن الحسین عن ابیہ عن علی ابن ابیطالب علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ وَقَدْ نَشَرَ جَنَاحَیْہِ فَاِذَا فِیْھِمَا مَکْتُوْبٌ عَلٰی اَحَدِھِمَا لا الہ الا اللہ مُحَمَّدُ النَّبِیُّ وَعَلَی الاٰخَرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ عَلِیُّ الْوَصِیُّ۔

(مقتل الحسین جلد اول ص ۳۸ فی فضائل امیرالمؤمنین مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس جبرئیل آیا۔ اور اس نے اپنے دونوں پر پھیلا رکھے تھے۔ اُس وقت اس کے ایک پر پر لکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد النبی اور دوسرے پر پر لا الہ الا اللہ علی الوصی لکھا ہوا تھا۔

لمحۂ فکریہ:

مذکورہ دونوں عبارات کو یا ان کے ترجمے کو پڑھنے والا بغیر کسی تامل کے فوراً کہہ اٹھے گا کہ یہ عبارات [illegible]

مقتل الحسین سے نقل کیں جو خوارزمی کی تصنیف ہے۔ لہٰذا واضح ہوا کہ خوارزمی اہل سنت کا فرد نہیں اور نہ ہی اس کی یہ کتاب ""اہل سنت کی کتاب"" ہے محض دھوکا اور فریب دینے کے لیے کچھ لوگ خوارزمی کو سنی اور اس کی کتابوں میں اہل سنت کی کتابیں کہہ کر ان کے اقتباسات کو اپنے مذہب پر حجت لاتے ہیں۔ عبارت دوم میں اگر غور کیا جائے۔ تو اس سے دراصل اہل تشیع کا حضرات صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ نظر آتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کے نزدیک تین صحابہ کرام کے سوا باقی سبھی حضرت علی المرتضیٰ کے دشمن ہونے کی وجہ سے معاذاللہ جہنم میں گئے۔ کیونکہ اگر ان میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پیار ہوتا۔ تو وہ کبھی بھی ابوبکر، عمر اور عثمان کو خلیفہ نہ بننے دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہی دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ معاذاللہ اور دوسری عبارت سے اپنا کلمہ اور الفاظ اذان ثابت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ دیکھو ایک معتبر سُنّی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ کہ ""علی ولی اللہ"" ہیں۔ تو اگر ہم اذان اور کلمہ میں یہ الفاظ زیادہ کرتے ہیں۔ تو اس پر اعتراض کیوں کیا جاتا ہے۔ بلکہ جب یہ الفاظ جبرئیل امین کے پَر پر لکھے موجود ہیں۔ تو پھر اس کے اصل اور صحیح ہونے میں کیا کسر باقی رہ جاتی ہے۔ اسی صفحہ پر مزید یہ بھی ہے۔

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مَكْتُوبٌ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ اَخُوْ رَسُوْلِ اللهِ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِاَلْفَيْ عَامٍ۔

ترجمہ:۔ یعنی جنت کے دروازے پر محمد رسول اللہ علی بن ابی طالب اخو رسول اللہ زمین و آسمان کے پیدا ہونے سے دو ہزار سال پہلے

یہ تھی حقیقت حال جسے دھوکہ دینے کے لیے خوارزمی کو اہل سنت کا عالم بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اور پھر اپنے من گھڑت کلمے اور اذان کے الفاظ کو اس کی کتابوں سے ثابت کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں روایت مذکورہ کے افراد اور سند بھی بالکل جعلی اور من گھڑت ہے۔ اس میں سے کچھ کا تو کتب اسماء الرجال میں اتہ پتہ ہی نہیں۔ اس روایت کا مرکزی راوی ابو الفرج لکھا گیا۔ اور کتب اسماء الرجال میں اس کنیت کے دو آدمی ہیں۔ اور دونوں کٹر شیعہ ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

الکنی والالقاب:۔

علیؒ بن الحسین بن محمد المروانی الاموی الزیدی صاحب کتاب الاغانی اَوْرَدَہٗ شیخنا الحُرُّ الاَمَلِی قُدِّسَ سِرُّہٗ فِی اَمَلِ الاٰمَالِ وَقَالَ ھُوَ اَصْبَہَانِی الاَصْلِ بَغْدَادِیُ المُنْشَاءِ مِنْ اَعْیَانِ الْاُدَبَاءِ وَکَانَ عَالِمًا رَوٰی عن کَثِیْرٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ وَکَانَ شِیْعِیًّا۔

(الکنی والالقاب جلد اول ص ۱۳۸)

ترجمہ:۔

ابو الفرج اصفہانی علی بن الحسین بن محمد المروانی اموی زیدی کتاب اغانی کا مصنف ہے۔ شیخ حر آملی نے امل الآمال میں اس کا تذکرہ کیا۔ اور کہا کہ یہ اصل صفہانی ہے۔ اور بغداد میں نشو ونما پائی۔ مشہور ادیب تھا۔ بہت سے علماء سے روایت کی۔ اور شیعہ تھا۔

دوسرے ابو الفرج کے بارے میں اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۴۰ میں یہ الفاظ لکھے ہیں۔

الشیخ الاقدم محمد بن ابی عمران موسیٰ مِنْ عُلَمَاءِ الْاِمَامِیَّةِ ثِقَةٌ۔

ترجمہ: یعنی ابوالفرج شیخ محمد بن ابی عمران موسیٰ فرقہ امامیہ کے مشہور علماء میں سے تھا۔ اور ثقہ تھا۔

اب خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ خوارزمی نے کس ابوالفرج سے روایت کی لیکن جس سے بھی کی۔ وہ پکا شیعہ ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا۔ کیونکہ خوارزمی اور ابوالفرج دونوں کا خمیر ملتا ہے۔ اس لیے من گھڑت روایات اور بے تکی باتوں کو حدیث بنا کر پیش کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ان کی عبارات اہل سنت پر حجت ہرگز نہیں ہو سکتیں۔

عبارت چہارم:۔

عن ابی سعید الخدری اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ علیه وسلم یَوْمَ دَعَا النَّاسَ اِلٰی عَلِیٍّ فِیْ غَدِیْرِ خُمٍّ اَمَرَ بِمَا کَانَتِ الشَّجَرَةُ مِنْ شَوْكٍ فَقُمَّ وَ ذَالِكَ یَوْمَ الْخَمِیْسِ ثُمَّ دَعَا النَّاسَ اِلٰی عَلِیٍّ فَاَخَذَ بِضَبْعِهٖ ثُمَّ رَفَعَهٗ حَتّٰی نَظَرَ النَّاسُ اِلٰی بَیَاضِ اِبْطَیْهِ صلی الله علیه وسلم ثُمَّ لَمْ یَتَفَرَّقَا حَتّٰی نَزَلَتْ هٰذِهِ الاٰیَةُ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اَللّٰهُ اَکْبَرُ عَلٰی کَمَالِ الدِّیْنِ وَاِتْمَامِ النِّعْمَةِ وَ رِضَا الرَّبِّ بِرِسَالَتِیْ وَ وِلَایَةِ عَلِیٍّ۔

(مقتل الحسین ص ۴۷ جلد اول فی فضائل امیرالمؤمنین
مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:۔

ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن بروز جمعرات لوگوں کو علی المرتضےٰ کی بیعت کے لیے بُلایا۔ اور کانٹے دار درخت کے نیچے سب کو اکٹھا کیا۔ آپ نے علی المرتضےٰ رضہ کے بازو پکڑے اور اوپر اٹھایا۔ حتیٰ کہ لوگوں نے آپ کی بغلوں کی سپیدی دیکھی۔ پھر وہ جُدا نہ ہوئے تھے کہ الیوم اکملت لکم دینکم الخ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دین کے کامل فرمانے، نعمت کے تمام کرنے، میری رسالت پر رب کے راضی ہونے اور علی کی ولایت پر راضی ہونے پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی ہے۔

نوٹ:۔

غدیر خم کا تفصیلی واقعہ اور اس واقعہ میں اہل تشیع کی قلا بازیاں ہم نے تحفہ جعفریہ جلد اول میں واضح کر دی ہیں۔ مختصر یہ کہ اس موقعہ پر اہل تشیع یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ رضہ کی خلافت بلافصل کا اعلان کیا تھا۔ یہی بات خوارزمی بھی کہہ رہا ہے۔ اور دین کی تکمیل کو ولایتِ علی المرتضیٰ رضہ کے ساتھ مشروط کر کے دیکھا جا رہا ہے۔ اس عبارت سے بھی اس کی شیعیت ٹپک رہی ہے۔

عبارت پنجم:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا دَخَلْتُ الْجَنَّۃَ رَأَیْتُ فِیْھَا شَجَرَۃً تَحْمِلُ الْحُلِیَ

وَالْحُلَلَ اَسْفَلُهَا خَيْلٌ بُلْقٌ وَاَوْسَطُهَا حُوْرُ الْعِيْنِ
وَفِيْ اَعْلَاهَا الرِّضْوَانُ فَقُلْتُ يَاجِبْرَئِيْلُ لِمَنْ هٰذِهِ
الشَّجَرَةُ قَالَ هٰذِهٖ لِابْنِ عَمِّكَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيِّ
ابْنِ اَبِيْطَالِبٍ اِذَا اَمَرَ اللّٰهُ الْخَلِيْفَةَ بِالْاَحْوَلِ
اِلَى الْجَنَّةِ يُؤْتٰى بِشِيْعَةِ عَلِيٍّ حَتّٰى يَنْتَهِيْ بِهِمْ
اِلٰى هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَيَلْبِسُوْنَ الْحُلِيَّ وَالْحُلَلَ
وَيَرْكَبُوْنَ الْخَيْلَ الْبُلْقَ وَيُنَادِيْ مُنَادٍ هٰؤُلَاءِ
شِيْعَةُ عَلِيٍّ صَبَرُوْا فِي الدُّنْيَا عَلَى الْاَذٰى
فَحُبِيُّوا الْيَوْمَ۔ (مقتل الحسين جلد اول ص۳۲
فی فضائل امیرالمؤمنین مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں جب جنت میں داخل ہوا تو ایک درخت زیورات اور پوشاکوں سے بھرا ہوا دیکھا۔ اس کے نیچے ابلق گھوڑے اور درمیان میں حورالعین تھیں۔ اور اس کے اوپر رضوان تھا۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا۔ یہ درخت کن کے لیے ہے جبرائیل نے کہا۔ آپ کے چچازاد بھائی علی بن ابیطالب کے لیے ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کے خلیفہ کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دے گا۔ وہ اپنے شیعوں کو لائیں گے۔ اور اس درخت کے قریب اگر اس کے زیورات اور پوشاکیں پہنیں گے۔ اور ابلق گھوڑوں پر سوار ہوں گے آواز دینے والا آواز دے گا۔ یہ ہیں شیعیان علی جنہوں نے دنیا میں تکالیف پر صبر کیا۔ تو آج انہیں اس کا صلہ عطا کیا گیا۔

عبارت ششم:۔

عن ابن عباس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لَیلَۃَ اُسرِیَ بی اِلی السَّمَاءِ اُدخِلتُ الجَنَّۃَ فَرَاَیتُ نُوراً اَضرَبَ بِہٖ وَجہِی فَقُلتُ لِجِبرَئِیلَ مَا ھٰذَا النُّورُ الَّذِی رَاَیتُہٗ قَالَ یَا مُحَمَّدُ لَیسَ ھٰذَا نُورُ الشَّمسِ وَلَا نُورُ القَمَرِ وَ لٰکِن جَارِیَۃٌ مِن جَوَارِی عَلِیِّ ابنِ اَبِیطَالِبٍ عَلَیہِ السَّلَامُ اِطَّلَعَت مِن قُصُورِھَا فَنَظَرَت اِلَیکَ وَضَحِکَت فَھٰذَا النُّورُ خَرَجَ مِن فِیھَا فَھِیَ تَدُورُ فِی الجَنَّۃِ اِلٰی اَن یَدخُلَھَا اَمِیرُ المُؤمِنِینَ۔

(مقتل الحسین ص ۳۹-۴۰ جلد اول۔ فی فضائل امیرالمومنین مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ شب معراج مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔ اور مجھے جنت میں داخل کیا گیا۔ وہاں میں نے دیکھا، کہ ایک نور میرے چہرے پر آن پڑا۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا۔ کہ یہ نور کیسا ہے جو میں نے دیکھا؟ کہا۔ اے محمد! یہ نہ تو سورج کا نور ہے اور نہ ہی چاند کا نور ہے لیکن حضرت علی بن ابیطالب کی ایک لونڈی اپنے محل سے جھانکی ہے اور وہ آپ کو دیکھ کر ہنس پڑی۔ تو یہ نور اس کے منہ سے نکلا ہے۔ اور یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے داخل جنت ہونے تک

اسی طرح پھرتی رہے گی۔

عبارت ھفتم:

عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه و سلم قال مَنِ اتَّخَذَ عَلِيَّ ابْنَ ابِي طَالِبٍ أَخًا مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ إِسْرَافِيلُ ثُمَّ مِيكَائِيلُ ثُمَّ جِبْرَئِيلُ وَأَوَّلُ مَنْ أَحَبَّهُ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ رِضْوَانُ خَازِنُ الْجَنَّةِ ثُمَّ مَلَكُ الْمَوْتِ وَإِنَّ مَلَكَ الْمَوْتِ يَتَرَحَّمُ عَلَى مُحِبِّي عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ كَمَا يَتَرَحَّمُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ

(مقتل الحسین جلد اول ص ۴۰ فی فضائل امیرالمومنین مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آسمان والوں سے سب سے پہلے جس نے علی المرتضےٰ کو بھائی بنایا۔ وہ اسرافیل ہے۔ پھر میکائیل اور پھر جبرئیل۔ اور آسمانوں والوں میں سے سب سے پہلے جس نے محبت کرنے والے وہ فرشتے ہیں۔ جو عرش اٹھائے ہوئے ہیں۔ پھر رضوان خازن جنت اور اس کے بعد ملک الموت۔ اور یقیناً ملک الموت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے محبوں پر دعائے رحمت کرتا ہے۔ جیسا کہ وہ انبیاء کرام کے لیے کرتا ہے۔

شب معراج اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام سے حضرت علیؓ کی لغت پر کلام فرمائی کہ جس سے آپ کو پتہ نہ چلا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کلام فرما رہا ہے یا علی رضؓ سے

عبارت ہشتم:

اخبرنی ابو مخنف لوط بن یحییٰ الازدی عن عبد اللہ بن عمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسُئِلَ بِاَیِّ لُغَۃٍ خَاطَبَکَ رَبُّکَ؟ قَالَ خَاطَبَنِیْ بِلُغَۃِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَاُلْہِمْتُ اَنْ قُلْتُ یَارَبِّ خَاطَبْتَنِیْ اَمْ عَلِیٌّ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ یَا اَحْمَدُ اَنَا شَیْءٌ لَا کَالْاَشْیَاءِ لَا اُقَاسُ بِالنَّاسِ وَلَا اُوْصَفُ بِالشُّبُہَاتِ خَلَقْتُکَ مِنْ نُوْرِیْ وَخَلَقْتُ عَلِیًّا مِنْ نُوْرِکَ فَاطَّلَعْتُ عَلٰی سَرَائِرِ قَلْبِکَ فَلَمْ اَجِدْ فِیْ قَلْبِکَ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ عَلِیِّ بْنِ ابی طالب علیہ السلام فَخَاطَبْتُکَ بِلِسَانِہٖ کَیْمَا

يَطْمَئِنَّ قَلْبُكَ.

(مقتل الحسین جلد اوّل ص ۴۲ فی فضائل امیر المومنین مطبوعہ قم ایران)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمر سے لوطان یحییٰ ازدی بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ شبِ معراج آپ سے اللہ تعالیٰ نے کس لغت سے خطاب کیا فرمایا علی بن ابیطالب کی لغت میں اس نے خطاب کیا۔ مجھے الہام ہوا کہ میں یوں کہوں کہ اے اللہ! تو نے مجھے خطاب کیا یا علی المرتضےٰ نے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے احمد! میں دنیوی چیزوں کی طرح کوئی چیز نہیں ہوں۔ اور نہ ہی مجھے لوگوں پر قیاس کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی شبہات سے مجھے موصوف کیا جا سکتا ہے۔ میں نے تجھے اپنے نور سے بنایا۔ اور پھر تیرے نور سے علی المرتضےٰ کو پیدا کیا میں نے تیرے دل کے رازوں کو دیکھا۔ تو آپ کے دل میں علی بن ابیطالب سے بڑھ کر کوئی محبوب نہ پایا۔ لہٰذا میں نے اُن کی لغت میں تم سے خطاب کیا۔ تاکہ تمہارا دل مطمئن رہے۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام۔ مذکورہ عبارت میں غور فرمائیں کس انداز سے خوارزمی نے اپنے قارئین میں شیعیت کا زہر گھولنے کی کوشش کی حقیقت یہ ہے۔ کہ ان روایات میں سے کوئی ایک بھی صحیح نہیں بلکہ موضوع اور من گھڑت ہیں۔ پانچویں نمبر کی روایت سے دراصل خوارزمی یہ

کہنا چاہتا ہے۔ کہ دنیا میں اگر کوئی شخص کتنا بڑا بدکار، شرابی، زانی اور بدعمل ہو لیکن اگر وہ شیعہ ہے۔ تو پھر اس کی اخروی کامیابی یقینی ہے۔ کیونکہ شیعیانِ علی کے لیے اللہ تعالیٰ سنے زیورات، پوشاک اور ابلق گھوڑے تیار کر رکھے ہیں۔ بس مرنے کی دیر ہے۔ اور پھر اس شیعہ کو ان بہشتی حلّوں میں زیورات پہن کر سید حا جنت پہنچا دیا جائے گا۔ اور منادی ندا کرے گا۔ کہ گویا یہ ہیں شیعیان علی! جو سنیوں کی تکالیف برداشت کرتے رہے۔ تو اس فرضی اور موضوع روایت سے خوارزمی نے شیعہ بننے کی ترغیب دی۔ پھر روایت ششم میں حضرت علی المرتضےٰ رضی کی لونڈی کے چہرہ اور تبسم کرنے کا نور ایسا بیان کیا۔ جسے دیکھ کر سرکار دوعالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حیران ہو گئے۔ اور جبرئیل سے پوچھ لیا۔ کہ کس کا نور ہے؟ گویا ایک لونڈی کو حضرت علی المرتضےٰ کی لونڈی ہونے کی وجہ سے یہ شرف اور کمال ملا۔ تو جو شخص حضرت علی المرتضےٰ کا شیعہ ہو گا۔ اس کے نور کا کیا کہنا۔ خوارزمی نے اس من گھڑت روایت سے یہ کہنا چاہا۔ کہ لوگو! اگر قیامت میں کچھ نور چاہتے ہو۔ تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ یہ کہ شیعیان علی ہو جاؤ۔ اور روایت ہفتم کے مطابق جان کنی کی شدت سے بچنے کا عجیب علاج تجویز کیا۔ وہ یہ کہ اگر تم شیعیان علی بن جاؤ گے۔ تو پھر عزرائیل علیہ السلام تمہاری جان نکالتے وقت اس طرح مہربانی اور رحمت سے پیش آئیں گے۔ جس طرح وہ پیغمبروں سے پیش آتے ہیں یعنی شیعیانِ علی کا مقام حضرات انبیائے کرام کے بالکل قریب ہے۔ آٹھویں روایت میں لوط بن یحییٰ (جو اہل تشیع کا ماخذ و مرکز ہے) کے توسط سے تو خوارزمی نے کمال کر دکھایا۔ کہ علی المرتضےٰ کی شان خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ارفع و اعلیٰ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علی المرتضےٰ کی زبان سے گفتگو فرما کر آپ کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ کہ اس بولنے والے کو علی کہوں یا اللہ تعالیٰ کہوں۔

ان حوالہ جات میں خوارزمی نے وہی نظریات ذکر کیے۔ جو اہل سنت اور اہل تشیع کے مابین متنازع ہیں۔ اور اہل تشیع کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔ ہم نے ایک دو حوالہ جات کی بجائے آٹھ عدد حوالہ جات اس لیے ذکر کیے۔ کیونکہ خوارزمی کی اس کتاب کو بڑے فخر کے ساتھ اہل سنت کی مایہ ناز کتاب کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اور قول مقبول میں غلام حسین نجفی شیعی نے بیسیوں حوالہ جات اس کتاب کے پیش کیے۔ اور اسی عنوان کے ساتھ پیش کیے۔ کہ یہ اہل سنت کی معتبر کتاب ہے۔ ان چند حوالہ جات سے آپ بخوبی جان چکے ہوں گے۔ کہ مقتل الحسین، کس مسلک کے شخص کی تصنیف ہے۔ اور کن نظریات کے پرچار کی مالک ہے۔

نوٹ:

ابو المؤید خوارزمی کی تصانیف بہت سی ہیں۔ ایک کا تذکرہ ہو چکا۔ دوسری مشہور کتاب "مناقب للخوارزمی" کے نام سے مشہور ہے۔ اور غلام حسین نجفی نے قول مقبول میں اس دوسری تصنیف کے بھی بہت سے حوالہ جات "اہل سنت کی معتبر کتاب" کے عنوان سے دیے ہیں۔ جب ان دونوں کا مصنف ایک ہی یعنی خوارزمی ہے۔ تو پھر یہی دوسری کتاب نہیں بلکہ خوارزمی کی تمام تصانیف کے بارے میں قارئین کرام مطلع ہو چکے ہوں گے۔ کہ وہ اہل سنت نہیں بلکہ اہل تشیع کی مؤید کتابیں ہیں۔ مناقب خوارزمی کے بارے میں بطور نمونہ ایک دو پیش خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل اسرائیل اور صرصائیل کو

سیّدہ فاطمہ کے نکاح کا گواہ بنایا

قول مقبول:۔

مناقب خوارزمی ص ۲۴۲ باب ۲۰ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

انا صرصائیل بعثنی اللہ الیک لتزوج النور فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من والی من قال بنتک فاطمۃ من علی فزوج النبی فاطمۃ من علی بشہادۃ میکائیل وجبرائیل و صرصائیل۔ (قول مقبول ص ۹۰)

ترجمہ:۔ ایک فرشتے نے عرض کیا۔ کہ میرا نام صرصائیل ہے۔ اور مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔ کہ آپ کو یہ حکم خداوندی پہنچاؤں کہ آپ نور کی شادی نور سے فرمادیں حضور پاک نے فرمایا کس نور کی شادی کس نور کے ساتھ۔ فرشتہ نے عرض کیا۔ کہ ایک نور آپ کی بیٹی فاطمہ ہے۔ ان کی شادی دوسرے نور کے ساتھ جو کہ علی بن ابیطالب ہیں۔ نبی کریم نے فاطمہ کی شادی دوسرے نور جناب امیر کے ساتھ فرمادی۔ جبرائیل میکائیل اور صرصائیل کو گواہ بنایا۔

مذکورہ حدیث نے جناب فاطمہ زہرا کے شرف کو چار چاند لگادیئے ہیں

کیونکہ کسی نبی کی بیٹی کی شادی کی خاطر قدرت کی طرف سے خصوصی حکم نہیں آیا اور جناب فاطمہ زہرہ بنت رسول کا رشتہ جناب علی علیہ السلام کے ساتھ حکم خدا سے ہوا ہے بقول سنی بھائیوں کے کہ نبی پاک کی تین لڑکیاں اور بھی تھیں اگر تھیں تو ان کی شادی کے لیے وحی کیوں نہ اتری۔ ان کے نکاح کفار کے ساتھ کیوں ہوئے معلوم ہوا کہ بیٹی حضور پاک کی صرف وہی ہے جس کی شادی کے لیے حکم خداوندی آیا اور بلند شان والی صرف فاطمہ ہے۔ اس سے جناب عثمان کی فضیلت ختم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب ان کی کوئی بیوی شان والی نہ تھی۔ تو خود ان کو بلند شان کیسے ملی۔ جناب فاطمہ کی شادی کے لیے حکم خداوندی جو آیا کہ اے حبیب تو خود نور کی نور سے شادی کر معلوم ہوا۔ کہ جناب فاطمہ اور حضرت علی دونوں نور ہیں۔ اور لقب ذوالنورین دراصل جناب امیر کا ہے۔ حضرت علی خود بھی نور اور ان کی بیوی بھی نور پس آنجناب ہوئے ذوالنورین اور جناب عثمان کے خود نور ہونے کا ثبوت بھی نہیں ملتا۔ (قول مقبول ص ۹۰)

فکریہ :-

ہمارا مقصد اس عبارت کے پیش کرنے سے یہ ہے۔ کہ خوارزمی کے عقائد اور پھر اسے شیعہ علماء نے کس ڈھٹائی سے اہل سنت کا عالم بنا کر پیش کیا یہ بات واضح ہو جائے رہا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں کتنی تھیں۔ ہم اس کی مفصل بحث لکھ چکے ہیں مختصر یہ کہ ایک باپ کی اولاد سبھی یکساں درجہ کی نہیں ہوتی۔ کچھ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سیدہ خاتون جنت افضل واعلیٰ ہیں۔ دوسری درجہ میں ان سے کم ہیں۔ لیکن یہ نہیں کہ وہ آپ کی صاحبزادیاں ہی نہیں تھیں۔ کتب شیعہ میں آپ کی چار صاحبزادیوں کا ثبوت موجود ہے۔ مثلاً " ذبح عظیم " میں ہے۔ کہ حسین وہ ہیں۔ جس کے چچا جعفر طیار اور عقیل ہیں اور خالائیں زینب اور ام کلثوم ہیں۔ ان کے چچوں

جیسے کسی کے پیچھے نہیں۔ ان کی خالاؤں جیسی کسی کی خالائیں نہیں تھیں گا۔ ذوالنورین کے بارے میں اپنا خیال ظاہر کرنا نری حماقت اور جہالت ہے۔ کیونکہ اس کا معنی ہے۔ دو نوروں والا۔

اب حضرت علی کو دو نور ملے ہیں۔ ایک فاطمہ زہرا اور دوسرا اپنا نور علاہے کیسی بیتکی سی بات ہے۔ اپنا نور خود اپنے آپ کو ملے۔ کوئی شیعہ اپنی کسی کتاب میں ذوالنورین کا لقب حضرت علی المرتضے رضی کے لیے استعمال کردہ دکھا دے۔ تو ہم مان جائیں گے کہ یہ لقب واقعی علی المرتضے کا تھا۔ اور اگر نہ دکھا سکو۔ تو ہم تمہیں تمہاری کتابوں سے یہی لقب حضرت عثمان رض کے لیے دکھاتے ہیں۔

منتخب التواریخ۔

واما مخدرہ مکرمہ ام کلثوم اسم شریفش، سنہ بود و بعد از جناب رقیہ بعثمان تزویج شد لذا عثمان را ذوالنورین میگویند۔

ترجمہ :- یعنی پردہ نشین محترمہ ام کلثوم کہ جن کا نام آمنہ ہے۔ رقیہ کے بعد حضرت عثمان رض کے عقد میں آئیں جس کی وجہ سے عثمان کو ذوالنورین کہتے ہیں۔

منتخب التواریخ ص ۲۵ مطبوعہ تہران فصل پنجم د ذکر اولاد آنحضرت مطبوعہ طہران ایران

علامہ کہ خوارزمی پکا شیعہ ہے۔ اور مناقب وغیرہ اس کی تصانیف اس کے مذہب کی آئینہ دار ہونے کی وجہ سے اہل سنت کی معتبر کتابیں ہرگز نہیں ہو سکتیں اور ان کتب کی عبارات و روایات بیشتر موضوع اور من گھڑت ہیں۔ جیسا کہ اہل تشیع کا وطیرہ ہے۔ اس لیے خوارزمی کی کسی کتاب کا حوالہ یا روایت ہم اہل سنت پر حجت اور دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

کتاب بست ۲۸ وہشتم

المحاضرات مصنفہ حسین ابن محمد الراغب اصفہانی

امام راغب اصفہانی کا پورا نام حسین ابن محمد ہے۔ شیعوں کا بہت بڑا امام گزرا ہے لیکن کمال چالاکی سے اسے بھی اہل سنت کا بہت بڑا عالم کہہ کر اس کی کتابوں کے حوالہ جات ہم اہل سنت کے خلاف پیش کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ شیعہ عالم نثیر جارودی نے اپنی کتاب "جواز متعہ" کے ص ۸۰ پر محاضرات راغب اصفہانی کا حوالہ ان الفاظ سے لکھا ہے۔ محاضرات راغب اصفہانی جلد دوم ص ۹۴ میں لکھا ہے۔ کہ عظیم صحابی زبیر بن عوام اور جلیل القدر صحابیہ حضرت اسماء بنت حضرت ابی بکر خواہر ام المومنین عائشہ نہ صرف حضرت عمر کی قولی مخالفت کرتے ہیں۔ بلکہ حکم متعہ کی عملی تفسیر کر کے آپس میں متعہ کرتے ہیں جس سے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما جیسا عظیم القدر سپوت جنم لیتا ہے۔"

اسی عبارات لکھ کر پھر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کہ جب اہل سنت کے امام نے متعہ کے جواز کا عملی ثبوت پیش کر دیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ سنی خواہ مخواہ متعہ کی حرمت کو ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ حالانکہ عبارت مذکورہ میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں تھی کیونکہ متعہ "نکاح شرعی" ہرگز نہیں ہوتا۔ اور حضرت زبیر بن عوام اور اسماء بنت ابی بکر کے درمیان نکاح دائمی شرعی تھا۔ لہٰذا نکاح دائمی سے پیدا ہونے والی اولاد کو "اولاد متعہ" کہنا کس قدر بے ایمانی اور شیطنیت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نکاح دائمی کو متعہ کے رنگ میں پیش کر کے خود راغب اصفہانی نے دشمن صحابہ ہونے کی تصدیق کر دی اسی طرح ایک اور شیعہ غلام حسین نجفی نے بھی راغب اصفہانی کو حوالہ اپنی تصنیف قول مقبول میں

ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔

قول مقبول:

اہل سنت کی معتبر کتاب محاضرات مؤلف راغب اصفہانی میں لکھا ہے۔ وعبد الله بن مبارك كان يرمى بالابنة فقال يا امير المؤمنين انا احتاج الى رجال يعينونى فقال قد بلغنى ذالك۔ (حوالہ محاضرات جلد ۲ ص ۱۹۹)

ترجمہ:۔ حاکم طبرستان نے عبداللہ بن مبارک کو قاضی بنایا۔ اور یہ عبداللہ علت ابنۃ کا مریض تھا۔ اس نے حاکم سے کہا کہ سردار مجھے کچھ مردوں کی ضرورت ہے۔ جو میری مدد کریں۔ حاکم نے فرمایا کہ مجھے اس طلب کی وجہ پہلے سے معلوم ہے۔

محاضرات کی عبارت کے تین جوابات

جواب اوّل:

محاضرات کا مصنف " راغب اصفہانی " ایک شیعہ مصنف و عالم ہے۔ جس کے شیعہ ہونے کی تصدیق شیعہ معتبر کتب میں موجود ہے ــــــ اگر اس نے سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ پر لواطت (مفعولیت) کی تہمت لگائی۔ تو اس پر کیا تعجب؟ ایسا کرنا اول تو ان لوگوں کی عادت و وطیرہ ہے۔ دوسرا ان کے مذہب میں جب عورت سے لواطت کرنا محبوب مشغلہ ہے۔ تو اس فعل محبوب کا ذکر بھی محبوب ہوتا ہے۔ اس لیے " راغب اصفہانی "

نے اپنا چسکا پورا کرنے کے لیے عبداللہ بن مبارک پر یہ الزام دھرا ہے مختصر یہ کہ ایک شیعہ مصنف کی تحریر سے ایک سنی شخصیت کی ذات پر الزام دھرنا "حجت" نہیں بن سکتا۔ راغب اصفہانی کے شیعی ہونے کی وجہ سے اس کی کتاب بھی ہمارے نزدیک نامعتبر اور اس کی مذکورہ عبارت بھی ناقابل قبول ہے۔

اصفہانی کے شیعہ ہونے پر کتب شیعہ سے استدلال

الکنی والالقاب:۔

فقال الماھر الخبیر المیرزا عبداللہ (ض) فی ترجمته و نقل الخلاف فی اعتزالہ وتشیعہ ما ھذا لفظہ لکن الشیخ حسن بن علی الطبرسی قد صرح فی آخر کتابہ اسرار الامامۃ انہ ای الراغب کان من حکماء الشیعۃ الامامیۃ لہ مصنفات فائقۃ مثل مفردات فی غریب القران و افانین البلاغۃ والمحاضرات۔ (الکنی و الالقاب جلد دوم ص ۲۶۸ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ: عالم اور بہت بڑے ماہر عبداللہ مرزا نے راغب اصفہانی کے بارے میں کہا کہ اس کے معتزلی اور اہل تشیع ہونے میں اگرچہ اختلاف کیا گیا ہے۔ لیکن شیخ حسن بن علی الطبرسی نے اپنی کتاب اسرار الامامۃ کے آخر میں بالتصریح لکھا کہ راغب اصفہانی شیعہ امامیہ حکماء میں سے تھا۔ اس کے بلند پایہ تصنیفات میں سے مفردات فی غریب القرآن

انا مین البلاغہ اور محاضرات میں۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ:

جامع التفسیر الامام ابو القاسم الحسین بن محمد بن فضل بن محمد الشہیر براغب اصفہانی ذُکِرَ فِی الرِّیَاضِ اَوَّلًا وُقُوْعُ الْخِلَافِ فِیْ تَشَیُّعِہٖ ثُمَّ قَالَ لٰکِنَّ الشیخ حسن بن علی الطبرسی صاحب کامل البہائی صرح فی آخر کتابہ اسرار الامامۃ اَنَّہٗ کَانَ مِنْ حُکَمَاءِ الشیعۃ الامامیۃ

(الذریعۃ فی تصانیف الشیعہ جلد ۵ ص ۴۵)

ترجمہ:۔ جامع التفسیر ابو القاسم حسین بن محمد المعروف راغب اصفہانی کا ذکر الریاض نامی کتاب، میں ہے۔ ابتداءً اس کے تشیع میں اختلاف نقل کرنے کے بعد علامہ حسن بن علی طبرسی کا اسرار الامامۃ کے آخر سے یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ کہ راغب اصفہانی شیعہ حکماء میں سے تھا۔

الذریعہ فی تصانیف الشیعہ:

الحسین بن محمد بن فضل بن محمد المتوفی کما اَرَّخَہٗ فِیْ لُبِّ اَخْبَارِ البشر فی سنۃ اثنتین وخمسمائۃ اَلْمُرَدَّدُ ہُوَ بَیْنَ کَوْنِہٖ مُعْتَزِلِیًّا اَوْشِیْعِیًّا وَجَزَمَ بِالثَّانِیْ حسن ابن علی صاحب کامل البہائی فِیْ آخِرِ کِتَابِہٖ اسرار الامامۃ وَلِذَا تَرْجَمَہٗ صَاحِبُ الرِّیَاضِ فِی الْقِسْمِ الْاَوَّلِ (الذریعہ فی تصانیف الشیعہ جلد ۳ ص ۱۳۰)

ترجمہ :۔ حسین بن علی راغب اصفہانی کی تاریخ وفات بحوالہ اخبار البشر ۵۰۲ھ ہے۔ اگرچہ اس کے معتزلی اور شیعی ہونے میں اختلاف کیا گیا لیکن حسن بن علی نے اسرار الامامہ کے آخر میں اسے شیعہ لکھا ہے۔ اسی لیے صاحب الریاض نے راغب اصفہانی کو قسم اول کے شیعوں میں ذکر کیا ہے۔

اعیان الشیعہ :۔

و فی الریاض اُختُلِفَ فی کونہ شیعیًا فالعامۃ صَرَّحَ بکونہ مُعتزلیًا۔ وبعض الخاصۃ صرّح بذالِكَ و لکنّ الشیخ حسن بن علی الطبرسی قد صَرَّحَ فی اخر کتاب اسرار الامامۃ بِاَنّہٗ کانَ مِنْ حُکماءِ الشّیعۃِ......... فَاِنَّ کَثیرًا مِنَ النّاسِ یَظُنُّوْنَ اَنّہٗ مُعتَزِلِیٌّ اَقولُ تَوَیّدُ تَشَیّعَہٗ قَولُ مَنْ قالَ اَنّہٗ کانَ مُعتَزِلِیٌّ فَاِنّہٗ کَثیرًا مَّا یَخلِطُوْنَ بَیْنَ الشّیعِیّ وَالْمُعتَزِلِیّ یَتَوافَقُ فِیْ بَعْضِ الْاُصُوْلِ وَ تُؤَیِّدُہٗ اَیْضًا کَثْرَۃُ رِوَایَتِہٖ عَنْ اَئِمَّۃِ اَھْلِ الْبَیْتِ وَ تَعْبِیْرُہٗ عَنْ عَلِیٍّ علیہ السلام بامیر المومنین وقولہ فی مُحَاضَرَاتِہٖ کَمَا فِیْ روضات الجنات قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھارُونَ مِنْ مُوْسٰی غَیْرَ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ .... وقال عن انس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّ خَلِیْلِیْ وَ وَزِیْرِیْ وَ خَلِیْفَتِیْ وَ خَیْرَ مَنْ

اَتْرُكُ مِنْ بَعْدُوِّيْ يَقْضِيْ دَيْنِيْ وَيُنْجِزُ مَوْعِدِيْ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْطَالِب
اَتْرُكُهُ فَقَالَ يحيى ابن اقسم للشيخ بالبصرة بِمَنْ
اَفْتَيْتَ فِيْ جَوَازِ الْمُتْعَةِ فَقَالَ بعمر بن الخطاب
فَقَالَ كَيْفَ هٰذَا وَعُمَرُ كَانَ اَشَدَّ النَّاسِ فِيْهَا
قَالَ لِاَنَّ الْخَبَرَ صَحِيْحًا قَدْ اَتَا اَنَّهُ صَعِدَ الْمِنْبَرَ
فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ اَحَلَّ لَكُمْ مُتْعَتَيْنِ وَ اَنَا
اُحَرِّمُهُمَا عَلَيْكُمْ وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا فَقَبِلْنَا شَهَادَتَهُ
وَلَمْ نَقْبَلْ تَحْرِيْمَهُ هذا ما نُقِلَ فی ا سروضات
عن المحاضرات - (اعیان الشیعہ جلد ۲ ص ۲۶۰ تذکرہ الراغب الاصفہانی)

ترجمہ: ”الریاض“ میں راغب اصفہانی کے شیعی ہونے میں اختلاف مذکور ہے۔ عام شیعہ اسے معتزلی کہتے ہیں۔ اور بعض خاص شیعوں نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ لیکن شیخ حسن بن علی طبرسی نے اپنی کتاب اسرار الامامۃ کے آخر میں یہ تصریح کی کہ راغب اصفہانی حکماء الشیعہ میں سے تھا... بہت سے لوگوں کا خیال ہے۔ کہ وہ معتزلی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اس کے تشیع پر قائل کا یہ قول ”تائید کرتا ہے کہ وہ معتزلی تھا“، کیونکہ ایسا بہت مرتبہ ہوا ہے۔ کہ ایک شیعہ اور معتزلی کو باہم ملا دیتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں (شیعیت، اعتزال) کا بعض اصول میں اتفاق ہے۔ اور اس کے تشیع پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے۔ کہ اس کی روایات اہل بیت سے بکثرت ہیں۔ اور جہاں کہیں بھی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام لیتا ہے۔ وہاں آپ کے نام کے ساتھ ”امیر المومنین“ ضرور لکھتا ہے۔ اور یہ قول بھی اس کے تشیع کی تائید کرتا

ہے۔ جیسا کہ روضات الجنان میں اس کی کتاب محاضرات کے حوالے سے منقول ہے۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کو فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں۔ کہ تو میرے نزدیک ایسا ہو جائے۔ جیسا ہارون، موسیٰ کے نزدیک تھا۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں" اور حضرت انس سے ایک روایت یہ بیان کی۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا دوست، میرا وزیر، میرا خلیفہ، اور میرے بعد والوں میں سے سب سے بہتر جو میرا قرض ادا کرے گا، میرا وعدہ پورا کرے گا۔ وہ علی بن ابی طالب ہے۔..."

یحییٰ بن اکثم نے شیخ کو اطرف پوچھا کہ آپ نے متعہ کے جواز کا فتویٰ کس شخص کے مقابلے دیا ہے؟ کہا عمر بن الخطاب کے اقوال کی روشنی میں اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عمر بن الخطاب جواز متعہ کے بارے میں سخت مخالف ہیں۔ جواب دیا کہ صحیح خبر یہ ہے کہ عمر بن الخطاب ایک مرتبہ منبر پر چڑھے۔ اور تقریر کے دوران کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے تمہارے لیے دو متعہ حلال کیے ہیں۔ اور میں انہیں تم پر حرام کرتا ہوں۔ اور اس پر سزا دیتا ہوں۔ تو ہم نے عمر بن الخطاب کی گواہی قبول کی۔ اور ان کی تحریم کو نہ مانا۔ یہ روایت بحوالہ محاضرات الاوت میں منقول ہے۔

لمحہ فکریہ:

شیعہ کتب میں سے ایسی کتابوں کے حوالہ جات پیش کیے۔ جن کا موضوع ہی یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کے کون کون علماء گزرے اور ان کی کیا کیا تصنیفات تھیں۔ ان کتابوں کے حوالہ جات سے خود شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ راغب اصفہانی ہمارا آدمی ہے اور شیعہ حکماء میں سے ایک ہوا ہے۔ اگرچہ اس کو معتزلی بھی کہا گیا۔ لیکن صاحب

اعیان الشیعہ نے اس سے اس کی شیعیت ثابت کر دکھائی۔
اہل تشیع کے عقائد باطلہ خبیثہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اپنی عورتوں سے لواطت کرنی جائز ہے۔ تو اس لیے غلام حسین نجفی نے اپنے اس فعل مرغوب کے تصور سے لذت حاصل کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن مبارک کی ذات پر کیچڑ اچھالا ہے۔ حالانکہ حضرت عبداللہ بن مبارک اپنے دور کی بے مثل شخصیت تھے شیعہ کتب بھی ان کے تقوای اور تبحر علمی کی معترف ہیں۔ ان پر مرض ابنہ کا الزام دھرنا دراصل خود اس مرض کا مریض ہونا بیان کیا گیا ہے۔ ذرا اپنوں کی زبانی حضرت عبداللہ بن مبارک کی شخصیت کو سنیئے۔

الکنیٰ والالقاب:۔

ابوعبد الرحمٰن عبد الله بن المبارك المروزيُّ العالمُ الزاهدُ العارفُ المحدثُ كَانَ مِنْ تَابِعِي التَّابِعِيْنَ ذَكَرَهُ الخطيبُ في تاريخ بغداد واَثْنٰى عَلَيْهِ وروى عن ابى اسامه قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ فِي اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ مِثْلُ امير المؤمنين فِي النَّاسِ وعن ابن مهدى قَالَ كَانَ ابْنُ الْمُبَارَكِ اَعْلَمُ مِنْ سفيان الثورى وعن ابن عُيَيْنَه قَالَ نَظَرْتُ فِي اَمْرِ الصَّحَابَةِ وَاَمْرِ ابن المبارك فَمَا رَاَيْتُ لَهُمْ عَلَيْهِ فَضْلًا اِلَّا بِصُحْبَتِهِمُ النبى صلى الله عليه وسلم وَغَزْوِهِمْ مَعَهُ وعن عمار بن الحسن اَنَّهُ مدح ابن المبارك وقال۔

إِذَا سَارَ عَبْدُ اللّٰهِ مِنْ مَرْوٍ لَيْلَةً
فَقَدْ سَارَ مِنْهَا نُورُهَا وَجَمَالُهَا
إِذَا ذُكِرَ الْأَحْبَارُ فِي كُلِّ بَلْدَةٍ
فَهُمْ أَنْجُمٌ فِيهَا وَأَنْتَ هِلَالُهَا

يُحْكَى أَنَّهُ اِحْتَسَنَ إِلَى عَلَوِيَّةٍ مَلْعُوقَةٍ فَرَأَى فِي الْمَنَامِ أَنَّهُ يَخْلُقُ اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى صُورَتِهِ مَلَكًا يَحُجُّ عَنْهُ كُلَّ عَامٍ۔ وَرَوَى أَنَّهُ قَالَ لِأَبِي جعفر محمد بن على الباقر (ع) قَدْ أَتَيْتُكَ مُسْتَمِرًّا مُسْتَعِيدًا فَقَالَ قَبِلْتُ وَأَعْتَقَهُ وَكَتَبَ لَهُ عَهْدًا حَكَى الْأَمِيرِيُّ أَنَّهُ اسْتَعَارَ قَلَمًا مِنَ الشَّامِ فَعَرَضَ لَهُ سَفَرٌ فَسَارَ إِلَى انطاكيه وَكَانَ قَدْ نَسِيَ الْقَلَمَ مَعَهُ فَذَكَرَهُ هُنَاكَ فَرَجَعَ مِنَ انطاكيه إِلَى الشَّامِ مَاشِيًا حَتَّى رَدَّ الْقَلَمَ إِلَى صَاحِبِهِ وَقَادَ وَرَوَى الْخَطِيبُ أَنَّهُ اسْتَعَارَ قَلَمًا بِأَرْضِ الشَّامِ فَذَهَبَ إِلَيْهِ صَاحِبِهِ فَلَمَّا قَدِمَ مَرْوَ نَظَرَ فَإِذَا هُوَ مَعَهُ فَرَجَعَ إِلَى أَرْضِ الشَّامِ حَتَّى رَدَّهُ عَلَى صَاحِبِهِ۔ (الکنی والالقاب جلد ۲ص)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ بہت بڑے عالم زاہد عارف اور محدث ہو گزرے ہیں۔ آپ تبع تابعین میں سے تھے خطیب نے تاریخ بغداد میں ان کا تذکرہ کیا۔ اور ان کی شان بیان کی۔ ابواسامہ سے مروی ہے۔ کہ ابن مبارک کا مقام محدثین کرام میں یوں جیسا کہ عوام میں امیر المومنین کا ہوتا ہے۔ ابن مہدی سے منقول ہے۔ کہ ابن

مبارک کو انہوں نے سفیان ثوری سے بڑا عالم کہا ہے۔ ابن عیینہ سے منقول ہے کہ میں نے صحابہ کرام اور ابن مبارک کے معاملہ میں غور و فکر کیا۔ تو مجھے یہی نظر آیا کہ حضرات صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ اور آپ کی معیت میں غزوات میں شرکت یہ دو باتیں باعث فضیلت ہیں۔ عمار بن الحسن نے ابن مبارک کی تعریف میں کہا۔ ؎

جب مرو سے جناب عبداللہ بن مبارک نے رات کو سفر کیا۔ تو یقینا مرو سے اس کے نور و جمال نے سفر کیا۔

جب ہر شہر میں اس کے جید علماء کا تذکرہ کیا جائے تو وہ ستارے ہیں۔ اور عبداللہ بن مبارک ان کے چاند ہیں۔

بیان کیا گیا کہ جناب عبداللہ بن مبارک نے ایک دفعہ ایک غریب علوی عورت کی مدد کی۔ اس نے خواب میں دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ابن مبارک کی صورت میں ایک فرشتہ پیدا کیا۔ جو ہر سال اُن کی طرف سے حج کرتا ہے۔ مروی ہے کہ انہوں نے جناب ابو جعفر محمد بن علی الباقر رضی اللہ عنہ کو عرض کیا۔ میں آپ کے ہاں غلام اور نوکر بن کر حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے قبول کیا۔ اور پھر آزاد کر دیا۔ اور ایک عہد نامہ بھی تحریر فرما دیا۔ دمیری نے بیان کیا۔ کہ ابن مبارک نے شام میں کسی سے قلم ادھار لیا۔ پھر سفر درپیش ہوا۔ اور انطاکیہ چلے آئے۔ آتے وقت قلم دینا بھول گئے۔ انطاکیہ پہنچ کر یاد آیا۔ فوراً انطاکیہ سے پیدل چل کر شام آئے۔ اور قلم اس کے مالک کے سپرد کیا۔ اور واپس انطاکیہ آ گئے۔ خطیب نے روایت کی۔ کہ انہوں نے سرزمین شام میں کسی سے

قلم ادھار لیا۔ لیکن قلم دینا بھول گئے۔ اور مرو میں جاکر دیکھا۔ کہ وہی قلم ان کے پاس موجود ہے۔ تو وہاں سے واپس شام تشریف لائے۔ اور قلم والے کے قلم سپرد کر دیا۔

تہذیب التہذیب:

قال ابوحاتم عن اسحاق بن محمد بن ابراهيم المروزى نعى ابنُ المبارك الى سفيان بن عُيَيْنَةَ فقالَ لَقَدْ كَانَ فَقِيْهًا عَالِمًا عَابِدًا زَاهِدًا شَيْخًا شُجَاعًا شَاعِرًا وَقَالَ فضيل بن عياض اَمَا اِنَّهُ لَمْ يُخَلِّفْ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وقال ابواسحاق الفزارى ابن المبارك إِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَالَ سلام بن ابى مطيع مَا خَلَفَ بِالْمَشْرِقِ مِثْلَهُ ...... وقال اسماعيل بن عياش مَا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ مِثْلُ ابن المبارك وَلَا اَعْلَمُ اِنَّ الله خَلَقَ خَصْلَةً مِّنْ خِصَالِ الْخَيْرِ اِلَّا وَقَدْ جَعَلَهَا فِيْهِ .... وَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى الْفُقَرَاءِ فِىْ كُلِّ سَنَةٍ مِائَةَ اَلْفِ دِرْهَمٍ وَمَنَاقِبُهُ وَفَضَائِلُهُ كَثِيْرَةٌ جِدًّا .... و قال الحسن بن عيسى كَانَ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَاتِ و قال العجلى ثِقَةٌ ثَبَتٌ فِى الحديث رَجُلٌ صَالِحٌ وَكَانَ جَامِعًا لِّلْعِلْمِ و قال ابن حبان فِى الثِّقَاتِ كَانَ فِيْهِ خِصَالٌ لَمْ تَجْتَمِعْ فِىْ اَحَدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فِىْ زَمَانِهٖ فِى الْاَرْضِ كُلِّهَا۔

(تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۳۸۵ تا ۳۸۶)

ترجمہ:- ابوحاتم نے اسحاق بن [illegible]ہیم المروزی سے بیان کیا
کہ جب حضرت عبداللہ بن مبارک کے انتقال کی خبر۔ [illegible]یان
بن عیینہ کو پہنچی۔ تو انہوں نے کہا۔ وہ بہت بڑا فقیہ، عالم، عابد،
زاہد، شیخ، بہادر اور شاعر تھا۔ فضیل بن عیاض نے کہا کہ ابن مبارک
نے اپنے بعد اپنی مثل نہیں چھوڑی۔ ابواسحاق فزاری کا قول ہے۔
کہ ابن مبارک امام المسلمین تھے۔ سلام بن ابی مطیع نے کہا۔ کہ مشرق میں انہوں
نے اپنی مثل پیچھے نہ چھوڑی۔ اسماعیل بن عیاش کا قول ہے ۔
روئے زمین پر ابن مبارک کی مثل نہیں۔ اور میرے علم میں ایسی کوئی
خصلت نہیں جو اچھی ہو اور ابن مبارک میں نہ پائی جاتی ہو۔ آپ فقیروں
پر ہر سال ایک لاکھ درہم تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے فضائل و
مناقب کی فہرست بہت طویل ہے۔ حسن بن عیسیٰ نے آپ کو
مستجاب الدعوات بتایا۔ عجلی نے کہا۔ کہ آپ ثقہ اور حدیث میں پختہ
تھے۔ صالح مرد تھے۔ علم کے جامع تھے۔ ابن حبان نے انہیں ثقہ
لوگوں میں شمار کیا۔ اور کہا ان میں ایسی خصلتیں تھیں۔ جو اس دور کے کسی عالم میں مجتمع نہ تھیں

قارئین کرام۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کی شخصیت، کتب شیعہ اور
سنی دونوں سے ہم نے واضح کی۔ اور سب اس پر متفق ہیں۔ کہ آپ بڑے مجاہد،
زاہد اور علم کے بے کنار سمندر تھے۔ آپ اپنے دور کی بے مثل علمی، اخلاقی شخصیت
تھے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ ہاں ہو سکتا ہے کہ اصفہانی نے اس لذت اور ثواب کو حاصل
کرنے کے لیے عبداللہ ابن مبارک کا نام لے دیا ہو۔

کہ چونکہ اہل تشیع کے مسلک میں، "وطی فی الدبر" محبوب مشغلہ
ہے۔ اس لیے ان کے ہاں "مرض ابنہ" کے مریض کی یہ شان ہو کہ اس کے نزدیک

ایک دفعہ مفعول بننے پر ایک فرشتہ پیدا ہو۔ تو قیامت تک اس کی طرف حج کرتا رہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) منہج الصادقین جلد دوم آخری صفحہ پر آپ متعہ کے فضائل اگر دیکھیں۔ تو حیران و ششدر ہو جائیں گے۔ لکھا ہے۔ ،،متعہ کرنے والا مرد اور عورت جب اس کی خاطر ایک دوسرے کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ تو ان کے ہاتھوں کے تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ اور جب جماع ہوتا ہے۔ تو ایک حرکت پر ستر ہزار نیکیاں ملتی ہیں۔ اور یہ دونوں غسل کرتے ہیں۔ تو پانی کے ہر قطرہ پر ایک ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔ جو قیامت تک ان دونوں کے لیے استغفار کرتا رہتا ہے۔،،
جب متعہ کے غسل پر فرشتے پیدا ہوں۔ تو مرض ابنہ کے رسیا پر بھی ضرور پیدا ہونے چاہئیں۔ لیکن صرف اہل تشیع کے فاعل و مفعول کے فعل سے نہ کہ اہل سنت کے مسلک حقہ کے مطابق۔ کیونکہ حرام بہر حال حرام ہے۔ اس سے فرشتوں کی پیدائش کو منسلک کرنا بے دینی اور شریعت کا استہزاء ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب دوم:

،،ابن،، کا لغوی معنی عیب اور عداوت آیا ہے۔ اور عیب میں سے کوئی مخصوص عیب اس کا معنی نہیں۔ اس لیے جب عیوب کی مختلف اقسام ہیں۔ تو ان سب کو چھوڑ کر صرف ،،مفعولیت،، کا اس سے مراد لینا غلام حسین نجفی ایسے ذلیل ترین شیعہ کا ہی کام ہے۔ حالانکہ اس نے جو محاضرات سے عبارت نقل کی ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ بیان

مذکور ہے۔ کہ انہوں نے بادشاہ وقت سے کہا۔ کہ کچھ لوگوں کو مجھ سے عداوت ہے لہٰذا مجھے چند محافظ دیئے جائیں۔ خبث باطنی کی وجہ سے نجفی نے معنی کچھ یوں کیا۔ کہ "مجھے مردوں کی ضرورت ہے جو میری مدد کریں" یعنی میرے ساتھ لواطت کریں۔ اور میں اُن کا مفعول بنوں۔ بادشاہ نے کہا۔ میں اس بات کو پہلے سے ہی جانتا ہوں کہ جب لفظ "اُبن" کا معنی مفعول بننا نہ معروف ہے نہ عام۔ تو پھر دوسرے معانی کو چھوڑ کر اسے ہی اختیار کرنا بد باطنی کی علامت نہ ہوگی تو اور کیا ہوگی؟ لغت کی کتب میں اس لفظ کے معانی "عیب اور عداوت" کے ہیں۔ چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

لسان العرب:

وفی حدیث ابی ذر انہ دخل علی عثمان بن عفان فما سبّہ ولا أبنہ ای ما عابہ...... ویقال بینھم اُبن ای عداوۃ۔

(لسان العرب جلد ۱۳ ص ۳ کام حرف نون مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے انہیں نہ گالی دی اور نہ عیب لگایا۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ ان کے درمیان "اُبن" ہے۔ یعنی عداوت ہے۔

تاج العروس:

وأبنہ تأبیناً ای عابہ فی وجھہ وغیرہ ومنہ حدیث ابی ذر انہ دخل علی عثمان رضی اللہ عنہما فما سبّہ ولا أبنہ...... الحقد والعداوۃ

يُقَالُ بَيْنَهُمْ اُبَنٌ.....

(تاج العروس جلد ۹ صفحہ ۱۱۶ باب النون۔)

ترجمہ:

اس نے دوسرے کو "اُبن" یعنی عیب لگایا یعنی چہرہ میں عیب لگایا اور اُسے شرم دلائی۔ اسی سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ وُہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ تو انہوں نے انہیں نہ گالی دی اور نہ عیب لگایا....... حسد اور عداوت بھی اس کا معنی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے درمیان "اُبن" ہے۔ یعنی عداوت ہے۔

المنجد:

اَلْاُبْنَةُ۔ عیب، کینہ، لکڑی کی گرہ۔ کہا جاتا ہے "بَيْنَهُمْ اُبَنٌ" ان کے درمیان دشمنیاں ہیں۔ فِي حَسَبِهِ اُبَنٌ۔ اس کے حسب میں بہت سے عیب ہیں۔ (المنجد ص ۵، حرف ابن)

مجمع البحرین:

وَاَمَّا تَبُوْنُ الْمَعِيْبَ وَالْاُبْنَةُ الْعَيْبُ وَذُنُوْبٌ وَلَا يُعَابُ۔ (مجمع البحرین جلد ۶ ص ۱۹۷ لفظ ابن مطبوعہ تہران)

ترجمہ: "اُبن" کا معنی عیب لگایا ہوا ہے۔ اور "ابنۃ" عیب کو کہتے ہیں لایبن یعنی لا یعیب (وہ عیب نہیں لگاتا) ہے

تاج العروس:

قَالَ الزمخشری اَبَنَهُ مَدَحَهُ وَعَدَّ

مُحَاسِنَۂ۔ (تاج العروس جلد ۹ ص ۱۱۷)
(فصل الھمزہ باب النون مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

زمخشری نے کہا کہ " ابنہ " کا معنی یہ ہے کہ اُس نے فلاں کی تعریف کی۔ اور اس کی خوبیاں شمار کیں۔

قارئین کرام! مختلف کتب لغت سے لفظ " اُبن " کے معانی آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ عیب، کینہ، لکڑی کی گرہ، دشمنی اور تعریف سبھی اس کے لغوی معانی ہیں۔ ان تمام معنی میں سے تعریف کرنا اور خوبیاں شمار کرنا بھی ہے۔ پھر عیب کی کوئی خاص قسم اس کے معنی میں ملحوظ نہیں۔ ان حقائق کے پیش نظر نجفی نے اپنے مسلک کی کتاب کو بھی چھوڑا۔ اور وحید الزمان غیر مقلد کے بیان کردہ معنی کو لے بیٹھا۔ اسے کون عقلمند تسلیم کرے گا۔ وحید الزمان بھی تو اسی کا ساتھی عقیدہ شیعیت میں اس سے کم نہیں یار کو یار مل ہی جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جب لفظ " ابن " کے چند معانی ہیں تو اس کا معنی متعین کرنے کے لیے عبارت کے سیاق و سباق کو دیکھنا پڑے گا۔ جیسا کہ حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ میں اگر نجفی والا ہی معنی کر لیں۔ یا " بَيْنَهُمْ مِحَاسِنُ " کا یہی مذکورہ معنی کیا جائے۔ تو بالکل نجفی بھی تسلیم نہیں کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے بارے میں لفظ " ابن " سے کیا معنی مراد ہے۔ اس کے لیے بھی ہمیں سیاق و سباق کا سہارا لینا پڑے گا۔ جیسا کہ لفظ " صلوٰۃ " کے مختلف معانی ہیں۔ دعا، نماز، درود شریف، چوتڑوں کا حرکت دینا ان میں سے ہر ایک معنی سیاق و سباق سے ہی متعین کرنا پڑے گا۔ حافظوا علی الصلوات کا معنی نجفی یوں کرے گا؟ اے شیعو! چوتڑ ہلانے پر مداومت اور حفاظت اختیار کرو۔ جب " صلوٰۃ " کا معنی چوتڑ ہلانا یہاں نہیں کرے گا۔ تو پھر سیاق و سباق کو ہی دیکھا جائے گا۔ لفظ " ابن " میں بھی یہاں قاعدہ جاری ہو گا۔

جواب سوم :

"محاضرات" اگر جس سے نخعی نے عبارت نقل کی ہے۔ اس کے بارے میں یہ سب کو معلوم ہے۔ کہ یہ عربی ادب کی کتاب ہے۔ سیرت اور سوانح نگاری اس کا موضوع نہیں۔ جیسا کہ مدارس دینیہ میں عربی ادب سمجھنے کے بارے میں یہ سب کو معلوم اور سبعہ معلقہ وغیرہ کتب داخل نصاب ہیں۔ ان میں ایک لفظ کو مختلف معانی میں استعمال کیا جانا بتایا جاتا ہے۔ کہیں وہ مدح کے رنگ میں کہیں وہ ہجو کے رنگ میں اور کہیں مرثیہ کی صورت میں مذکور ہوتے ہیں۔ ایک شاعر اگر کسی وقت کسی سے خوش ہو کر اس کے بارے میں تعریف کرتے ہوئے زمین و آسمان کے قلابے ملا ڈالتا ہے۔ یا مذمت کرتے ہوئے اسے بدترین مخلوق سے بھی گھٹا دیتا ہے۔ تو اس کا یہ طریقہ حقیقت شناسی کے لیے حجت نہیں بنتا۔ بلکہ اگر وہ فصیح و بلیغ شاعر ہے۔ تو اس کی فصاحت و بلاغت سے اس کے کلام سے کچھ باتیں اخذ کی جاتی ہیں۔ جو کلام کی فصاحت و بلاغت کی دلیل بن سکتی ہیں۔ سبھی جانتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفار و مشرکین نے ہجو کی۔ آپ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ان کی ہجویات کے جواب دینے کے لیے مقرر فرمایا۔ تو کیا کفار نے ہجویات میں جو باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہیں۔ اُن کو بطور استشہاد پیش کرنا خود کفر سے کیا کم ہے؟" صاحب محاضرات کے موضوعات کچھ یوں مذکور ہیں۔ المھجو باخذ الرشوۃ۔ المھجوّ من القُضَاۃ باللواطت المھجوّ منھُم بالابنۃ وَ الکَشحِ ———— یعنی رشوت لینے کی وجہ سے جن کی ہجو کی گئی۔ ایسے قاضی کہ جن کی لواطت کی وجہ سے ہجو کی گئی۔ اور وہ کہ جن کی عداوت اور کینہ سے ہجو کی گئی۔ اگر "ابنہ" کا معنی لواطت ہی ہوتا۔ جیسا کہ نخعی نے کیا ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ پر اس کا الزام "المھجو من القضاۃ باللواطت" کے تحت آتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں

کو ابنہ اور کشح دونوں کو ایک موضوع کے تحت لایا گیا۔ ان میں کون سی قدر مشترک ہے؟ اُبنہ کا معنی آپ پڑھ چکے۔ اب "کشح" کے معانی سنیئے۔؟

لسان العرب: وَالْكَاشِحُ الْمُتَوَلِّي عَنْكَ بِوُدِّهِ وَيُقَالُ طَوَى فُلَانٌ كَشْحَهُ إِذَا قَطَعَكَ وَعَادَاكَ وَمِنْهُ قَوْلُ الْأَعْشَى وَكَانَ طَوَى كَشْحًا وَأَبَّ لِيَذْهَبَ قَالَ الْأَزْهَرِي يَحْتَمِلُ قَوْلُهُ وَكَانَ طَوَى كَشْحًا أَيْ عَزَمَ عَلَى أَمْرٍ وَاسْتَمَرَّتْ عَزِيمَتُهُ وَيُقَالُ طَوَى كَشْحَهُ عَنْهُ إِذَا أَعْرَضَ عَنْهُ وَقَالَ الجوهری طویت كشحی علی الامر اذا اضمرته و سترته۔ والكاشح الْمُبْغِضُ الْعَدُوُّ وَالْكَاشِحُ الَّذِي يُضْمِرُ لَكَ الْعَدَاوَةَ يُقَالُ كَشَحَ لَهُ بِالْعَدَاوَةِ وَكَاشَحَهُ بِمَعْنًى قَالَ ابْنُ السيده وَالْكَاشِحُ الْعَدُوُّ الْبَاطِنُ الْعَدَاوَةَ كَأَنَّهُ يَطْوِيهَا فِي كَشْحِهِ أَوْ كَأَنَّهُ يُوَلِّيكَ كَشْحَهُ وَيُعْرِضُ عَنْكَ بِوَجْهِهِ۔

(لسان العرب جلد دوم ص ۵۸۲ لفظ کشح مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔ کاشح وہ شخص جو اپنی محبت کی وجہ سے تجھ سے پھرنے والا ہو۔ کہا جاتا ہے۔ فلاں نے اپنی کشح لپیٹ لی۔ جب وہ تجھ سے قطع تعلق کرے۔ اور تیرا دشمن بن جائے۔ اسی سے اعشی کا قول ہے اس نے پہلو تہی کی۔ اور جانے کا ارادہ کر لیا۔ ازہری نے کہا۔ کہ "طوی کشحا" میں یہ احتمال بھی ہے۔ کہ اس نے فلاں کام کرنے کا عزم کر لیا۔ اور اس کی عزیمت لگاتار ہے۔ اور کہا جاتا ہے۔

"طوی کشحہ" جب وہ اس سے منہ پھیر لے۔ جوہری نے "طویت کشحی علی الامر" کا معنی یہ کیا ہے۔ کہ میں نے فلاں کام کو پوشیدہ اور چھپا لیا ہے کاشح کا معنی بغض وعداوت رکھنے والا بھی ہے۔ اور کاشح وہ شخص جو دشمنی چھپا کر کرتا ہے۔ گویا اس نے دشمنی بغل میں چھپا لی ہے۔ یا اس لیے کہ وہ تجھ سے اپنا پہلو پھیر لینا چاہتا ہے۔ اور منہ موڑ لینا چاہتا ہے۔

قارئین کرام:۔ لفظ ابن اور کشح کہ جن دونوں کو ایک موضوع بنایا گیا ہے ان کے معانی آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ جن کا خلاصہ یہ کہ یہ دونوں لفظ خفیہ عداوت کی معنی میں بکثرت استعمال ہوتے ہیں۔ اب حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان الفاظ کے پیش نظر یہ کہنا تو مناسب ہوگا۔ کہ کچھ لوگوں سے آپ کو یا کچھ لوگوں کو آپ سے خفیہ عداوت تھی۔ جن کی بنا پر وہ لوگوں سے پہلو تہی کرتے تھے۔ یعنی عوام سے دور رہنا یا عوام کا ان سے دور رہنا ان میں عیب تھا۔ جس کو شاعر نے ہجو کے طور پر بیان کیا۔ نہ کہ اس سے مراد "معلولیت" تھی۔ تو موضوع میں لفظ "کشح" کو "ابنہ" کے ساتھ ذکر کرنا اس بات کی دلیل ہے۔ کہ ابنہ سے مراد عداوت ہی ہے۔ اور "لواطت" کے موضوع میں ان اشعار کو ذکر نہ کرنا جن میں لفظ ابنہ آیا ہے۔ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ ابنہ سے مراد لواطت یا مفعولیت نہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب بست ونہم ۲۹

مصنف عبدالرزاق مصنفہ عبدالرزاق

محدث، عالم اور مصنف جناب عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ "اہل سنت" میں سے ہیں۔ لیکن ان کی کتب سے بعض عبارات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ ان میں تشیع پائی جاتی تھی۔ ہم نے ان کا تذکرہ بھی ضروری سمجھا۔ تاکہ ان کی وہ عبارات جو شیعہ سنی کے مابین مختلف فیہ مسائل کے بارے میں اہل سنت کی بجائے اہل تشیع کی ترجمانی کرتی ہیں۔ انہیں ہم اہل سنت پر حجت بنا کر پیش نہ کیا جا سکے۔ ان کے ثبوت تشیع پر جانبین سے حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

میزان الاعتدال:

وقال ابن عدی حدث باحادیث فی الفضائل لم یوافقہ علیہا احد ومثالب لغیرہم مناکیر ونسبوہ الی التشیع سمعت مخلد الشعیری یقول کنت عند عبد الرزاق فذکر رجل معاویۃ رضی اللہ عنہ فقال لا تقذر مجلسنا بذکر ولد ابی سفیان

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۲۷)

ترجمہ: ابن عدی نے کہا کہ عبدالرزاق فضائل میں ایسی احادیث لاتا ہے جن میں کسی نے اس کی موافقت نہ کی۔ اور دوسروں کی عیب جوئی میں مناکیر وارد کیں۔ علماء نے اسے تشیع کی طرف منسوب کیا ہے۔ میں نے مخلد شعیری سے سنا۔ کہتا تھا۔ کہ عبدالرزاق کے پاس میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ چھیڑا۔ تو عبدالرزاق نے کہا۔ ہماری مجلس کو ابو سفیان کے بیٹے کے ذکر سے گندہ نہ کرو۔

تہذیب التہذیب:

وَقَالَ ابن عدی وَلِعَبْدِ الرزاق اَصْنَافٌ وَحَدِيْثٌ كَثِيْرٌ وَقَدْ رَحَلَ اِلَيْهِ ثِقَاتُ الْمُسْلِمِيْنَ وَائِمَّتُهُمْ وَكَتَبُوْا عَنْهُ اِلَّا اَنَّهُمْ نَسَبُوْهُ اِلَى التَّشَيُّعِ۔۔۔۔ وَذَكَرَهُ ابن حبان فِي الثِّقَاتِ وَقَالَ كَانَ مِمَّنْ يُخْطِئُ اِذَا حَدَّثَ مِنْ حِفْظِهٖ عَلٰى تَشَيُّعٍ فِيْهِ

(تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۳۱۳-۳۱۴)

ترجمہ: ابن عدی نے کہا۔ کہ عبدالرزاق کی احادیث بہت ہیں۔ اور کئی اصناف ہیں۔ ان کی طرف مسلمان ثقہ لوگوں نے اور ان کے اماموں نے سفر کیا۔ اور پھر اس سے احادیث و روایات لکھیں مگر انہوں نے اسے تشیع کی طرف منسوب کیا۔۔۔۔ ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں ذکر کیا۔ اور کہا۔ کہ جب اپنی یادداشت پر بھروسہ کرتے ہوئے حدیث بیان کرتا۔ تو خطا کر جاتا تھا۔ اس میں تشیع پایا جاتا تھا۔

کامل ابن اثیر:-

فِیهَا تُوُفِّیَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ بْنُ هَمَّامٍ الصَّنْعَانی المحدثُ وهو مِنْ مَشَایِخِ احمد بن حنبلٍ وکان یَتَشَیَّعُ۔

(کامل ابن اثیر جلد ۶ ص ۲۰۶۔ ذکر ثم دخلت سنة احدی عشرة و ماتین مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:- ۲۱۱ھ میں عبدالرزاق محدث نے وفات پائی۔ اور یہ امام احمد بن حنبل کے اساتذہ میں سے ہیں۔ اور ان میں تشیع پائی جاتی تھی۔

تنقیح المقال:

عبد الرزاق بن همام الیمانی الصَّنْعَانِیُّ مِنْ صَنْعَاءِ الیَمَنِ عَدَّهُ الشَّیْخُ فِیْ رِجَالِه مِنْ اَصْحَابِ الصَّادِقِ وَقَالَ رَوٰی عَنْهُمَا یعنی الباقر والصادق و یَظْهَرُ مِنَ الرِّوَایَةِ الطَّوِیْلَةِ الْاٰتِیَةِ فِیْ تَرْجَمَةِ محمد بن ابی بکر بن همام کَوْنُه مِنْ عُلَمَاءِ الشِّیْعَةِ بَلْ کَوْنُه فَرِیْدُ عَصْرِه فِی الْعِلْمِ فَلَاحِظْهَا اٰتِیَةً فَهُوَ مِنَ الْحِسَانِ بِلَا شُبْهَةٍ

وعن تقریب ابن حجر عبد الرزاق بن همام بن نافع الحمیری مولاهم ابو بکر الصنعانی الحافظ مُصَنِّفٌ شَهِیْرٌ عَمٰی فِیْ آخِرِ عُمُرِهٖ فَتَغَیَّرَ وَکَانَ یَتَشَیَّعُ

من التاسعة۔

(تنقیح المقال جلد دوم ص-۱۵۰۔ من ابواب العین

مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:۔ عبدالرزاق بن ہمام الیمانی الصنعانی ۔صنعاء یمن کا باشندہ تھا۔ شیخ نے اسے اپنے رجال اصحاب صادق سے شمار کیا ہے اور کہا کہ عبدالرزاق دونوں یعنی امام باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کرتا ہے اور محمد بن ابی بکر بن ہمام کے ترجمہ میں ایک طویل روایت سے ظاہر ہوتا ہے ۔کہ عبدالرزاق شیعہ عالم تھا۔ بلکہ اپنے دور کا علم میں یکتا تھا۔ تو تجھے ملاحظہ کرنا چاہیئے وہ واقعی نیک لوگوں میں سے تھا ابن حجر کی تصنیف تقریب کے حوالے سے عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری حافظ مشہور مصنف اپنی آخری عمر میں نابینا ہوگیا۔ اور اس کے حفظ میں کچھ تبدیلی ہوگئی۔ اور اس میں نویں فرقے کی تشیع پائی جاتی ہے۔

الکنی والالقاب:

قال ابو محمد هارون بن موسى رحمة الله حدثنا محمد بن همام قال حدثنا احمد بن ما بندار قال أسلم أبي أول من أسلم من أهله وخرج من المجوسية فكان يدعو اخاه سهيلا الى مذهبه فيقول له يا أخي اعلم انك لا تألوني نصحا ولكن الناس مختلفون فكل يدعي ان الحق فيه ولست اختار ان [illegible] فنهضت لذالك

مُدَّۃٌ وَ حَجَّ سُہَیْلُ فَلَمَّا صَدَرَ مِنَ الْحَجِّ قَالَ لِاَخِیْہِ اِنَّ الَّذِیْ کُنْتَ تَدْعُوْ اِلَیْہِ ھُوَ الْحَقُّ قَالَ وَ کَیْفَ عَلِمْتَ ذَالِکَ قَالَ لَقِیْتُ فِیْ حَجِّیْ عبدالرزاق بن ھمام الصنعانی وَ مَا رَأَیْتُ اَحَدًا مِثْلَہٗ فَقُلْتُ لَہٗ عَلٰی خَلْوَۃٍ نَحْنُ قَوْمٌ مِنْ اَوْلَادِ الْاَعَاجِمِ وَ عَھْدُنَا بِالدُّخُوْلِ فِی الْاِسْلَامِ قَرِیْبٌ وَ اَرٰی اَھْلَہٗ مُخْتَلِفِیْنَ فِیْ مَذَاھِبِھِمْ وَ قَدْ جَعَلَکَ اللّٰہُ مِنَ الْعِلْمِ بِمَا لَا نَظِیْرَ لَکَ فِیْہِ فِیْ عَصْرِکَ مِثْلُہٗ وَ اُرِیْدُ اَنْ اَجْعَلَکَ حُجَّۃً فِیْمَا بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ فَاِنْ رَأَیْتَ اَنْ تُبَیِّنَ لِیْ مَا رَضَاہُ لِنَفْسِکَ مِنَ الدِّیْنِ لَا تَبِعْکَ فِیْہِ وَ اُقَلِّدُکَ فَاَظْھَرَ لِیْ مَحَبَّۃَ اٰلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم وَ تَعْظِیْمَھُمْ وَ الْبَرَاءَۃَ مِنْ عَدُوِّھِمْ وَ الْقَوْلَ بِاِمَامَتِھِمْ۔

(الکنی و الالقاب جلد دوم ص ۴۲۷ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔ محمد بن ہمام بیان کرتا ہے کہ احمد بن ما بندار نے کہا۔ ہمارے خاندان میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے میرے والد تھے۔ اور مجوسیت کو چھوڑ دیا تھا۔ وہ اپنے بھائی سہیل کو بھی اپنے مذہب کی طرف بلایا کرتے تھے۔ کہتے۔ بھائی۔ تو میری نصیحت قبول نہیں کرتا۔ لیکن لوگ مختلف عقیدے رکھتے ہیں۔ لہذا ہر ایک یہی کہتا ہے۔ کہ حق میرے پاس ہی ہے۔ اور میں بغیر یقین کسی

چیز میں داخل نہیں ہوں گا۔ اسی پر کافی عرصہ گزر گیا۔ سہیل نے حج کیا پھر جب حج سے واپس آیا تو اپنے بھائی سے کہنے لگا۔ جس دین کی آپ دعوت دیتے تھے وہ حق ہے۔ پوچھا تجھے اس کا علم کیونکر ہوا۔ کہنے لگا۔ دوران حج میری ملاقات عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی سے ہوئی۔ میں نے اس جیسا کوئی عالم نہیں دیکھا میں نے اُسے تنہائی میں کہا۔ ہم مجوسیوں کی اولاد ہیں۔ اور ہمارا اسلام قبول کرنے کا زمانہ بہت قریب ہے۔ اور میں اپنے گھر والوں کو مختلف مذاہب والے دیکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے مثل علم عطا کیا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ اپنے اور اللہ کے درمیان تجھے حجت بناؤں۔ اگر تو اپنا پسندیدہ دین مجھے بتا دے۔ تو میں تیری اتباع کروں گا۔ اور تیری تقلید کروں گا۔ تو اس نے میرے سامنے رسول اللہ کی آل کی محبت ظاہر کی۔ اور ان کی تعظیم کا اظہار کیا۔ ان کے دشمنوں سے بیزاری جتائی۔ اور ان کی امامت کا قول کیا۔

ملحہ فکریہ:

عبدالرزاق صاحب مصنف کے تشیع پر اہل سنت وشیعہ دونوں کا اتفاق ہے۔ بلکہ شیعہ تو اسے اپنا عالم کہتے ہیں۔ اور مذکورہ حوالے سے اپنے تشیع کا خود اقرار کر رہا ہے۔ دشمنان آل رسول سے بیزاری دراصل حضرات صحابہ کرام پر تبرا بازی کے مترادف ہے۔ کیونکہ شیعہ لوگ صحابہ کرام کو آل رسول کا دشمن کہتے ہیں۔ اور عبدالرزاق بھی آل رسول کے دشمنوں سے بیزاری کا عقیدہ ظاہر کر رہا ہے۔ اس لیے ثابت ہوا کہ اس میں شیعیت موجود ہے۔ اور پھر

امامت کو آل رسول میں ہی منحصر کر دینا دراصل ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کی خلافت و امامت کا انکار کرنا ہے۔ مثلاً امامت اور تبرہ بازی دو معرکۃ الآراء مسئلے ہیں۔ جن میں عبدالرزاق اہل تشیع کی ہمنوائی کر رہا ہے بہرحال عقائد کے بارے میں کسی شخص کے متعلق فیصلہ کرنا کہ وہ شیعہ ہے یا سنی۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ مختلف فیہ مسائل میں اس کا رویہ دیکھا جائے گا۔ وہ کس کی طرفداری کرتا ہے۔ اور پھر جب شیعہ اُسے اپنا عالم کہیں۔ تو وہ ہم سے اپنے آدمی کو زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ کس نے کب اور کہاں کہاں تقیہ کا سہارا لیا۔ ہمارے ہاں تو تقیہ سرے سے ہی ناجائز ہے۔ اس لیے ہم اگر کسی شخص سے اہل سنت کے مسلک کے موافق کچھ پاتے ہیں۔ تو ہم اُسے سنی بنا سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عبدالرزاق صاحب مصنف کو ہمارے علماء نے سنی ہی شمار کیا ہے۔ لیکن جب اس کا تشیع متفق علیہ ہوا۔ تو ایسی عبارات جو شیعیت کی ترجمانی کرتی ہوں۔ وہ ہم اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتیں۔ خلاصہ یہ کہ عبدالرزاق صاحب مصنف کی وہ عبارات جو شیعہ علماء پیش کر کے اہل سنت پر حجت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اُن سے حجت قائم نہیں ہو سکتی۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

واقدی محمد ابن عمر کے حالات

جن لوگوں کو اہل تشیع کے مصنفین نے "اہل سنت کا عالم" کہہ کر پیش کیا۔ ان میں سے ایک واقدی محمد ابن عمر بھی ہے۔ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ کرام سے افضلیت خود واقدی کی عبارات سے پیش کر کے اِسے شیعہ سنی کا متفقہ عقیدہ بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ افضلیت علی المرتضٰی رض کے بارے میں واقدی کی روایت ملاحظہ ہو۔

الکنی والالقاب:

وَهُوَ الَّذِیْ رَوٰی اَنَّ عَلِیًّا عَلَیْهِ السَّلَام کَانَ مِنْ مُعْجِزَاتِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم کَالْعَصَا لِمُوْسٰی علیہ السلام وَاِحْیَاءِ الْمَوْتٰی لِعِیْسٰی بن مریم علیہ السلام وَغَیْرِ ذَالِكَ مِنَ الْاَخْبَارِ۔

(الکنی والالقاب جلد سوم ص ۲۸۰ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: واقدی وہی شخص ہے۔ جس نے یہ روایت بیان کی "حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھے۔ جیسا کہ موسٰی علیہ السلام کا معجزہ عصا اور عیسٰی علیہ السلام کا مردے زندہ کرنا تھا" اس کے علاوہ بھی واقدی نے بہت سی روایات ذکر کیں۔

روایت مذکورہ میں تسلیم کیا گیا۔ کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ ہوئے۔ تو وہ آپ کی صفت ذاتی ہو گئے۔ اور دوسرے

تینوں خلفاء میں یہ خوبی موجود نہیں۔ لہٰذا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ان کی خلافت و امامت درست نہ ہوئی۔ اور یہ تینوں غاصب ٹھہرے۔ مختصر یہ کہ ہمیں تسلیم کہ واقدی کو ہماری اسماء الرجال کی کتابوں نے سنی کہا۔ لیکن اس کی روایت اس لیے حجت نہیں۔ کہ اسے سخت مجروح کہا گیا۔ اسماء الرجال سے اس کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

تہذیب التہذیب:

وَقَالَ البخاری الواقدی مَدَنِیٌّ سَکَنَ بَغْدَادَ مَتْرُوْکُ الْحَدِیْثِ تَرَکَہٗ اَحْمَدُ وابن المبارک وابن نمیر واسماعیل بن ذکریا وَقَالَ فِیْ مَوْضِعٍ آخَرَ کَذَّبَہٗ احمد وَقَالَ معاویۃ بن صالح قَالَ لِیْ احمد بن حنبل الواقدی کَذَّابٌ وَقَالَ لِیْ یحیٰی بن مَعِیْن ضَعِیْفٌ وَقَالَ مَرَّۃً لَیْسَ بِشَیْءٍ وَقَالَ مَرَّۃً کَانَ یُقَلِّبُ حَدِیْثَ یونس بِغَیْرِہٖ عن معمر لَیْسَ بِثِقَۃٍ وَقَالَ مَرَّۃً لَیْسَ بِشَیْءٍ۔ قال الشافعی فیما اسندہ البیہقی کُتُبُ الْوَاقِدِیِّ کُلُّہَا کَذِبٌ...... وقال النسائی فی الضعفاء الکذابون المعروفون بالکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَرْبَعَۃٌ الواقدی بالمدینۃ ......

وقال النووی فی شرح المہذب فِیْ کِتَابِ الْغُسْلِ مِنْہُ الواقدی ضَعِیْفٌ بِاتِّفَاقِہِمْ وَقَالَ الذہبی فِیْ مِیْزَانٍ اسْتَقَرَّ الْاِجْمَاعُ عَلٰی

و هن الواقدی۔

(تہذیب التہذیب ص ۳۶۴ تا ۳۶۸ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ:۔

امام بخاری نے واقدی کو متروک الحدیث کہا ۔امام احمد نے اسے ترک کیا اور ابن المبارک ۔ابن نمیر اور اسماعیل بن زکریا نے بھی اسے ترک کیا ۔ایک اور جگہ کہا ۔امام احمد نے اسے جھوٹا کہا ۔معاویہ بن صالح بیان کرتے ہیں کہ مجھے احمد بن حنبل نے بتایا ۔واقدی کذاب ہے ۔یحییٰ بن معین نے مجھے بتایا ۔کہ واقدی ضعیف ہے ۔ایک مرتبہ اسے لیس بشئی کہا ۔ کہ واقدی ، یونس کی حدیث کو الٹ پلٹ کر دیتا تھا ۔اور معمر کی روایات میں تغیر کرتا تھا یہ ثقہ نہیں ہے ۔امام شافعی سے بیہقی نے بیان کیا ۔کہ واقدی کی تمام کتابیں جھوٹ کا پلندا ہیں ۔امام نسائی نے الضعفاء میں کہا ان معروف جھوٹے چار آدمیوں میں سے ایک واقدی ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھا ۔امام نووی نے شرح المہذب میں اسے ضعیف کہا ۔اور اس کے ضعف پر اتفاق نقل کیا ۔امام ذہبی نے میزان میں کہا ۔کہ واقدی کے کمزور ہونے پر اجماع ہو چکا ہے ۔

قارئین کرام ! محمد بن عمر المعروف الواقدی کے متعلق کتب اسماء الرجال کے حوالہ جات سے آپ کو بخوبی علم ہو گیا ہوگا ۔کہ ایسے شخص کی عبارات کو اہل سنت کے خلاف بطور حجت پیش کرنا کس قدر ناانصافی ہے ۔اور پھر الواقدی کی عبارت کو دوالنکنی والالقاب ... سے نقل کیا گیا ۔جو خود مسلک شیعہ کی ترجمان کتاب ہے

اس کا حوالہ بھی غیر معتبر ہوا۔ اور جبکہ الواقدی کو اہل تشیع نے اپنا عالم اور امام تسلیم کیا۔ تو پھر رہی سہی کسر بھی ختم ہو گئی۔ ملاحظہ ہو۔

الکنی و الالقاب:

وقال ابن الندیم ان الواقدی کان یَتَشَیَّعُ حَسَنَ الْمَذْهَبِ یَلْزَمُ التَّقِیَّةَ وَهُوَ الَّذِی رَوٰی اَنَّ عَلِیًّا علیہ السلام کَانَ مِنْ مُعْجِزَاتِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کَالْعَصَا لِمُوْسٰی علیہ السلام وَاِحْیَاءِ الْمَوْتٰی لِعِیْسٰی علیہ السلام بن مریم علیہ السلام وغیر ذٰلِكَ مِنَ الْاَخْبَارِ۔

(۱۔ الکنی و الالقاب جلد سوم ص ۲۸۰ مطبوعہ تہران)

(۲۔ اعیان الشیعہ جلد اول ص ۵۴ اجلد ۲ ص ۳۰)

(۳۔ تنقیح المقال جلد سوم ص ۱۶۶)

ترجمہ:۔ ابن ندیم نے کہا۔ کہ الواقدی میں تشیع تھا۔ مذہب کا اچھا تھا اور تقیہ کو ضروری سمجھتا تھا۔ یہ وہی شخص ہے۔ جس نے روایت کی۔ کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہیں۔ جیسا کہ موسے علیہ السلام کا عصا، اور عیسٰی علیہ السلام کا مردے زندہ کرنا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ خبریں ایسی ہی ہیں۔

تنقیح المقال:

وَ اَقُوْلُ بَعْدَ کَوْنِ الرَّجُلِ شِیْعِیًّا عَالِمًا یَنْبَغِیْ عَدُّ حَدِیْثِهٖ فِی الْحُسْنِ وَ تَوْلِیَةُ الْقِضَاءِ لَا یَدُلُّ عَلٰی فِسْقِهٖ لِاِمْکَانِ کَوْنِهٖ بَعْدَ

حُسْنِ مَذْهَبِہٖ تَوَلّٰی بِاِذْنٍ من الرضاء۔

(تنقیح المقال جلد سوم ص ۱۶۶ باب محمد من ابواب المیم مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ: میں کہتا ہوں جبکہ یہ ثابت ہے کہ الواقدی شیعہ عالم تھا تو اس کی حدیث کو "حسن" شمار کرنا چاہیئے۔ اور عہدۂ قضاء قبول کرنا اس کے فاسق ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کے اچھے مذہب کے ہوتے ہوئے ممکن ہے کہ یہ امام رضاء کی اجازت سے قاضی بنا ہو۔

لمحہ فکریہ:۔

گزشتہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ الواقدی کو اگر سنّی تسلیم کر لیا جائے تو سخت مجروح آدمی ہے۔ لہٰذا اس کی روایات قابل حجت نہ رہیں۔ اور اگر یہ دیکھا جائے۔ کہ خود شیعوں نے اسے شیعہ عالم قرار دیا۔ اور تقیہ کرنا اس کا لازمہ ثابت کیا۔ تو پھر ہو سکتا ہے۔ کہ اس نے سنیت کو بطور تقیہ اختیار کیا ہو۔ اور قرائن اسی کی تصدیق و تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ تقیہ باز بہتر سمجھتا ہے۔ لہٰذا ہر اعتبار کے پیش نظر بھی اس کی روایات قطعاً اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتی۔

محمد بن اسحاق بن یسار کے حالات

محمد بن اسحاق بن یسار کا بھی محدثین اہل سنت میں شمار کیا جاتا ہے لیکن متفق علیہ راویوں میں سے نہیں ہے۔ اہل تشیع اس کی مرویات کو بھی پیش کر کے حجت کا کام لیتے ہیں۔ خاص کر مروجہ ماتم کے جائز ہونے پر اس کی سند ذیل

روایت پیش کی جاتی ہے۔

سیرت ابن ھشام:

قال ابن اسحاق وحدثنی یحیی بن عباد بن عبد اللہ بن الزبیر، عن ابیہ عباد قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللہُ علیہ وسلم بَیْنَ سَحْرِیْ وَ نَحْرِیْ وَ فِیْ دَوْلَتِیْ لَمْ اَظْلِمْ فِیْهِ اَحَدًا فَمِنْ سِفْهِیْ وَحَدَاثَۃِ سِنِّیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قُبِضَ وَهُوَ فِیْ حِجْرِیْ ثُمَّ وَضَعْتُ رَاْسَهٗ عَلٰی وِسَادَۃٍ وَقُمْتُ اَلْتَدِمُ مَعَ النِّسَاءِ وَاَضْرِبُ وَجْهِیْ۔

(سیرت ابن ھشام جلد چہارم ص ۱۵۱۳)

ترجمہ: ابن اسحاق نے کہا (بحذف الاسناد) میں نے حضرت عائشہ سے سُنا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال میری ٹھوڑی اور سینہ کے درمیان ہوا۔ آپ آخری وقت میرے ہی گھر میں تھے میں نے کسی کے ساتھ بھی ظلم نہ کیا۔ میری سفاہت اور لڑکپن کی وجہ تھی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میری گود میں انتقال ہوا۔ پھر بعد انتقال میں نے آپ کا سر انور ایک تکیہ پر رکھ دیا۔ اور عورتوں کو بلا کر میں نے ان کے ساتھ اپنا چہرہ پیٹا۔

یہ اور اس قسم کی دوسری روایات سے اہل تشیع مروجہ ماتم کو اہل سنت کی کتب سے ثابت ہونا بیان کرتے ہیں۔ ہم نے اس اعتراض کا تفصیلی جواب

تحریر کر دیا ہے۔ خلاصۃ یہ کہ ابن اسحاق کو اگر اہل سنت کا عالم تسلیم کر بھی لیا جائے۔ تو پھر بھی یہ بالاتفاق ثقہ راوی نہیں۔ بلکہ سخت مجروح ہے۔

تہذیب التہذیب:

وقال مالك دجّالٌ مِّنَ الدّجٰلةِ.......

وقال الزبیری عن الدراوردی وجُبِدَ ابنُ اسحاق يَعْنِي فِي الْقَدْرِ وَقَالَ الْجَوْزَجانِي النَّاسُ يَشْتَهُوْنَ حَدِيْثَهٗ وَكَانَ يُرمى بِغَيْرِ نوعٍ مِّنَ الْبِدَعِ وقال موسٰى بن هارون سَمِعْتُ محمد بن عبد الله بن نمير يَقُوْلُ كَانَ محمد بن اسحاق يُرمى بِالْقَدْرِ......وقال احمد بن حنبلٍ كان ابن اسحاق يُدَلِّسُ سَمِعْتُ اباعبد الله يقول ابن اسحاق لَيْسَ بِحُجَّةٍ.........وَقَالَ مَيمُوْنِي عن ابن معين ضَعِيْفٌ قَال النسائی لَيْسَ بِقَوِي۔

(تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۱ تا ۴۴)

ترجمہ:۔

امام مالک نے ابن اسحاق کو دجال کہا۔ زبیری نے دراوردی سے نقل کیا۔ کہ ابن اسحاق کو قدریہ ہونے پر کوڑے مارے گئے۔ جوزجانی نے کہا کہ لوگ ابن اسحاق کی احادیث کی خواہش کیا کرتے تھے۔ اور اس میں بدعت کی کوئی نوع باقی نہ تھی موسیٰ بن ہارون نے کہا۔ میں نے محمد بن عبداللہ بن نمیر کو کہتے

سنا کہ محمد ابن اسحاق قدریہ ہونے میں مطعون تھا۔ حنبل بن اسحاق
نے کہا۔ میں نے عبداللہ سے سنا کہ ابن اسحاق "لیس بشئی"
ہے۔ ابن معین سے میمونی بیان کرتا ہے۔ کہ ابن اسحاق ضعیف ہے
اور نسائی نے بھی "لیس بقوی" کہا۔

میزان الاعتدال:

وقال ابو داؤد قدری معتزلی وقال سلیمان التیمی کذاب وقال وھیب سمعت ھشام بن عروۃ یقول کذاب۔

(میزان الاعتدال جلد سوم ص ۲۱ حرف المیم مطبوعہ مصر قدیم)

ترجمہ:۔ ابوداؤد نے کہا کہ ابن اسحاق قدری معتزلی ہے۔ سلیمان تیمی نے اسے کذاب کہا۔ وہیب نے بیان کیا۔ کہ ہشام بن عروہ اسے کذاب کہتے تھے۔

قارئین کرام! کتب اسماء الرجال (اہل سنت) سے آپ نے محمد بن اسحاق کا مقام و مرتبہ معلوم کیا۔ کذاب تک کہا گیا۔ بہر حال سخت تنقید کا نشانہ بنا۔ چاہے اس کی وجہ کوئی بھی ہے۔ اس لیے اس کی مروجہ ماتم کے ثبوت پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت سے استدلال درست نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں اگرچہ کتب اہل سنت میں بعض نے اسے صدوق کہا ہے۔ لیکن یہ "متفق علیہ" نہیں۔ اور ہماری کتب یہ ثابت بھی کرتی ہیں۔ کہ محمد ابن اسحاق میں تشیع پایا جاتا تھا۔

تقریب التہذیب:۔

محمد بن اسحاق یسار ابو بکر المطلبی مولا ھم المدنی تنزیل العراق امام المغازی صَدُوْقٌ یُدَلِّسُ وَرُمِیَ بِالتَّشَیُّعِ وَالْقَدْرِ۔

(تقریب التہذیب جلد دوم ص ۱۴۴ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:۔ محمد بن اسحاق یسار المطلبی المدنی عراق میں رہائش پذیر ہوا۔ امام المغازی تھا۔ صدوق تھا۔ اور تدلیس کیا کرتا تھا۔ علاوہ ازیں اور قدریہ ہونے کی بھی اسکی طرف نسبت کی گئی ہے ہمارے ہے محمد بن اسحاق میں وجود تشیع کی وجہ سے اس کی وہ روایات جو مسلک اہلسنت کے خلاف ہیں۔ وہ ہم اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتیں۔ اور پھر خود شیعوں نے اسے اپنا امام تسلیم بھی کیا ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

اعیان الشیعہ:

محمد بن اسحاق بن یسار المدنی صاحب السیر و المغازی نَصَّ عَلٰی تَشَیُّعِهٖ اِبْنُ حَجَرٍ فِی التَّقْرِیْبِ وَذَکَرَهٗ اَصْحَابُنَا فِیْ عُلَمَاءِ الشِّیْعَةِ وَقَالَ الْعُلَمَاءُ اِنَّهٗ اَعْلَمُ النَّاسِ بِالْمَغَازِیْ وَ اَحْفَظُهُمْ وَ اَغْزَرُهُمْ فِیْ فُنُوْنِ الْعِلْمِ۔

(اعیان الشیعہ جلد اول ص ۱۵۲ ذکر طبقات المورخین من الشیعۃ مطبوعہ بیروت لبنان جدید)

ترجمہ:۔ محمد بن اسحاق صاحب السیر والمغازی کے تشیع پر ابن حجر نے تقریب میں نص وارد کی۔ اور اسے ہمارے شیعہ احباب نے علماء الشیعہ میں سے ذکر کیا ہے۔ اور علماء نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ مغازی کے موضوع کا یہ سب سے بڑا حافظ، عالم اور فنون کا علم ماہر تھا۔

تنقیح المقال:۔

محمد بن اسحاق بن یسار المدنی عَدَّہٗ الشیخ فی رِجَالِہٖ مِنْ اَصْحَابِ الصَّادِقِ...... وَعَلٰی کُلِّ حَالٍ فَظَاھِرُ الشَّیْخِ اَنَّ الرَّجُلَ اِمَامِیٌّ وَنَصَّ عَلَیْہِ ابْنُ حَجَرٍ فِی التَّقْرِیْبِ حَیْثُ قال محمد بن اسحاق بن یسار ابو بکر المطلبی مولاھم المدنی نَزِیْلُ الْعِرَاقِ اِمَامٌ صَدُوْقٌ یُدَلِّسُ وَرُمِیَ بِالتَّشَیُّعِ وَالْقَدْرِ مِنْ صِغَارِ الْخَامِسَۃِ۔

(تنقیح المقال جلد دوم من ابواب المیم ص ۷، مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔ محمد بن اسحاق مدنی کو شیخ نے اپنے ان رجال میں سے شمار کیا ہے۔ وہ امام جعفر صادق کے اصحاب میں سے تھے۔ بہر حال شیخ نے اس کے امامی ہونے کی تصریح کر دی ہے۔ اور ابن حجر نے تقریب میں اس کے متعلق لکھا کہ امام صدوق اور تدلیس کرنے والا تھا۔ تشیع اور قدریہ کا بھی اس پر الزام ہے۔

خلاصہ:

محمد بن اسحاق صاحب المغازی کو اگر اہل سنت قرار دیا جائے...

بوجہ سخت مجروح ہونے کے اس کی روایات قابل احتجاج نہیں۔ اور جب اس کے تشیع کو دیکھا جائے جسے اہل سنت اور اہل تشیع دونوں نے تسلیم کیا ہے۔ تو پھر اسما کی ایسی روایات جو مسلک اہل سنت کے خلاف ہیں۔ وہ اہل سنت پر حجت کا کام نہیں دے سکتیں۔ لہٰذا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے ماتم کی روایت سے اہل سنت کے ہاں جوازِ ماتم پر استدلال پیش کرنا البعید از عقل ہے۔ علاوہ ازیں مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا جب اسے اپنے بچپن کی غلطی خود تسلیم کر رہی ہیں۔ تو پھر سرے سے ہی استدلال دو ھبآءً منثوراً ہو گیا۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

شیعہ مجتہد ابو حنیفہ نعمان کے حالات

ابو حنیفہ نعمان نامی شیعہ عالم کا ذکر ہم نے اس لیے ضروری سمجھا۔ تاکہ اہل سنت کے امام جناب ابو حنیفہ نعمان بن ثابت اور اسی نام و کنیت کے شیعہ عالم کے درمیان امتیاز ہو جائے۔ اور اس شیعہ ابو حنیفہ کی ایک فقہی عبارت سے یہ وہم دور ہو جائے۔ کہ اس کا قائل ابو حنیفہ نعمان بن ثابت نہیں بلکہ ابو حنیفہ شیعی ہے۔ اگرچہ یہ مسئلہ فقہ جعفریہ کتاب النکاح میں ہم نے تحریر کر دیا ہے۔ لیکن شیعہ سنی مصنفین کے امتیاز کے پیش نظر اسے مستقل ذکر کرنا ضروری سمجھا۔ "لفِ حریر" مشہور مسئلہ کے بارے میں اس شیعی ابو حنیفہ کی عبارت درج ذیل ہے۔

ذخیرۃ المعاد:

[illegible]

حاصل نشود و در زمان جماع و ہم چنین مماست حاصل نشود بجہت کشادگی
فرج یا باریکی آلت آیا غسل واجب است یا نہ؟

ج۔ لزوم غسل خالی از قوت نیست و از ابو حنیفہ نقل شدہ کہ جماع
در فرج محارم بالف حریر جائز است۔ (ذخیرۃ المعاد ص۹۵ از شیخ العابدین
باب الطہارۃ غسل جنابۃ مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ: س۔ اگر کوئی شخص اپنے ذکر کو ریشمی رومال یا اس کی مثل کسی
اور چیز سے لپیٹ لے۔ کہ جس کی وجہ سے مرد عورت کی شرمگاہ
میں بوقت جماع مَس نہ پایا جائے۔ اور اسی طرح عورت کی شرمگاہ
کشادہ ہونے یا مرد کا ذکر بہت باریک ہونے کی صورت میں
مَس نہ پایا جائے۔ تو کیا غسل واجب ہے یا نہیں؟

ج۔ غسل کا لازم ہونا مضبوط دکھائی دیتا ہے۔ اور ابو حنیفہ سے
منقول ہے۔ کہ محارم کے ساتھ ریشم لپیٹ کر جماع کرنا جائز ہے۔

"ذخیرۃ المعاد" کی مذکورہ عبارت پر محشی نے لف حریر کے مسئلہ کو
جو ابو حنیفہ کے نام سے لکھا گیا ہے۔ اسے اہل سنت کے امام ابو حنیفہ نعمان بن
ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرکے اپنے شیعہ مذہب میں اس کی تردید
کا قول کیا ہے۔ محشی کی عبارت ملاحظہ ہو۔

حاشیہ ذخیرۃ المعاد:

دستخطی علماء لکھنؤ دریں باب وارم کہ جناب مفتی سید
محمد عباس قبلہ می نویسند کہ ایلاج ذکر در فرج زن دخول و جماع است
اگرچہ ذکر ملفوف باشد و ابو حنیفہ امام اعظم سنیاں است در شیعہ

قابل ایں قول و عالم ایں کنیت غیر معلوم مدعی باید اثبات کند واللہ اعلم۔
(مذکورہ عبارت بر حاشیہ ذخیرۃ المعاد ص ۵۵ مطبوعہ لکھنو۔)

ترجمہ:۔

میرے پاس لکھنو کے علماء کے دستخط ہیں۔ کہ جناب مفتی سید محمد عباس قبلہ نے لکھا ہے۔ مرد کا آلہ تناسل، عورت کے فرج میں داخل ہو جانا دخول اور جماع کہلاتا ہے۔ اگرچہ مرد کا آلہ تناسل کسی کپڑے وغیرہ میں لپٹا ہوا ہی کیوں نہ ہو۔ اور ابو حنیفہ سنیوں کا امام اعظم ہے۔ شیعہ میں یہ قول اور اس کنیت کا عالم ناقابل اعتبار ہے۔ مدعی کو چاہیے کہ ہمارے کسی شیعہ عالم کی یہ کنیت ثابت کر دکھائے۔ واللہ اعلم۔

ابو حنیفہ سُنی اور ابو حنیفہ شیعہ کا تعارف اور فرق

الکنی و الالقاب:

النعمان ابن ثابت بن زوطی بن ماہ مولی تیم اللہ بن ثعلبہ الکوفی اَحَدُ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ السُّنِّيَّةِ صَاحِبُ الرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ وَالْفَتَاوِي الْمَعْرُوْفَةِ الْفِقْهِيَّةِ

(الکنی و الالقاب جلد اول ص ۵۲ مطبوعہ تہران)

ترجمہ: نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ الکوفی اہل سنت کے چار اماموں میں سے ایک ہوئے ہیں۔ رائے قیاس اور فقہی فتاویٰ میں معروف

شخصیت ہیں۔

مجالس المومنین:

در تاریخ ابن خلکان و ابن کثیر شامی مسطور است کہ او یکے از فضلائے مشار الیہ بود و در علم فقہ و دین و بزرگی بمرتبۂ رسیدہ بود کہ مزیدی بر آں متصور نہ بود و در اصل مالکی مذہب بود و بعد از آں بمذہب امامیہ انتقال نمود و او را مصنفات بسیار است مانند کتاب اختلاف اصول المذاہب و کتاب اختیار در فقہ و کتاب الدعوۃ للعبیدین و از ابن زولاق روایت نمودہ کہ نعمان بن محمد القاضی در غایت فضل و از اہل قرآن و عالم بود بوجوہ فقہیہ و اختلاف فقہاء و عارف بود بوجوہ فقہ و اختلاف فقہاء و عارف بود بوجوہ لغت و شعر و تاریخ و بحلیہ عقل و انصاف آراستہ بود و در مناقب اہل بیت چندیں ہزار ورق تالیف نمودہ بود بہ نیکو ترین تالیفے و لطیف ترین سجعی و در مثالب اعداء و مخالفان ایشان نیز کتابے تالیف نمودہ و او را کتابہا است کہ در آنجا در برابو حنیفہ کرنی و مالک و شافعی و ابن شریح و غیر ایشاں از مخالفاں نمودہ و از مصنفات او کتاب اختلاف فقہاء است کہ در آنجا نصرت مذہب اہل بیت نمودہ و او را قصیدہ ایست در علم فقہ و ابو حنیفہ مذکور ہمراہ معز الدین اللہ خلیفہ فاطمی از مغرب بمصر آمدہ و در ماہ رجب سنہ ثلاث و ستین و ثلثمائہ در مصر وفات یافت۔ (مجالس المومنین جلد اول ص ۵۳۸-۵۳۹۔ ابو حنیفہ نعمان بن محمد مطبوعہ تہران - خیابان)

(الکنی والالقاب جلد اول ص ۵۰)

ترجمہ: تاریخ ابن خلکان اور ابن کثیر شامی میں تحریر ہے کہ ابو حنیفہ شیعی ایک مشہور و معروف زمانہ آدمی تھا۔ علم فقہ اور دین و بزرگی میں ایسے مرتبہ و مقام پر فائز تھا کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں ہو سکتا۔ دراصل مالکی المذہب تھا۔ اور پھر اس کے بعد مذہب امامیہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ اس کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ مثلاً کتاب اختلاف اصول المذاہب، کتاب اختیار در فقہ اور کتاب الدعوۃ للعبیدین۔

ابن زولاق سے مروی ہے کہ نعمان بن محمد القاضی بہت بڑا فاضل اور قرآن و علوم قرآن کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور وجوہ فقہ کا بہت جاننے والا تھا۔ لغت، شعر اور تاریخ کا عارف تھا۔ عقل و انصاف کے زیور سے آراستہ تھا۔ اہل بیت کے مناقب میں کئی ہزار صفحات تحریر کیے۔ اس کی تالیفات بہت اچھی اور ان کی عبارت بڑی مسجع تھی۔ اہل بیت کے دشمنوں کی چیرہ دستیاں اور مظالم پر اس کی تصنیفات ہیں۔ اور اس کی کچھ تصنیفات میں امام ابو حنیفہ کوفی، امام مالک، اور امام شافعی، قاضی شریک وغیرہ اکابر اہل سنت جو اس کے مخالف ہیں۔ ان کا رد بلیغ لکھا ہے۔ اس کی تصنیفات میں سے "اختلاف فقہا" نامی کتاب ہے۔ اس میں اس نے اہل بیت کے مذہب کی پُر زور حمایت کی۔ اور علم فقہ میں اس کا ایک قصیدہ بھی ہے۔ یہ ابو حنیفہ (شیعی المذہب) معز الدین خلیفہ فاطمی کے ساتھ مغرب سے مصر میں آیا۔ اور رجب ۳۶۳ھ میں وہیں انتقال کر گیا۔

اعیان الشیعہ:

نعمان بن محمد المصری

قاضی الفاطمیین قال ابن خلکان کان مالکیًا ثُمَّ انتقل الیٰ مذھب الامامیۃ لہ کتاب الاخبار فی الفقہ و کتاب الاقتصار فی الفقہ ذکرہ الامیر مختار المسبحی فی تاریخہ فقال کان من الفقہ و الدین و النبل علی ما لا مزید علیہ و قال ابن زولاق کان فی غایۃ الفضل عالماً بوجوہ الفقہ و من مؤلفاتہ فی الحدیث کتاب دعائم الاسلام۔

(اعیان الشیعہ جلد اول ص ۴۴۴ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: ابو حنیفہ نعمان بن محمد مصری فاطمی عقیدہ والوں کا قاضی تھا۔ ابن خلکان نے کہا۔ کہ یہ پہلے مالکی المذہب تھا۔ پھر اسے چھوڑ کر امامی المذہب ہو گیا۔ اس کی ایک کتاب الاخبار اور دوسری الاقتصار فقہ کے موضوع پر ہیں۔ امیر مختار نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ کہ فقہ، دین اور عقل و حزم میں آخری درجہ پر فائز تھا۔ ابن زولاق کا کہنا ہے کہ بہت بڑا عالم اور وجوہ فقہ کا ماہر تھا۔ دعائم الاسلام نامی کتاب فن حدیث پر اس نے لکھا ہے۔

لمحہ فکریہ:

"ذخیرۃ المعاد" جو شیعہ مسلک کی کتاب ہے۔ اس میں ابو حنیفہ کنیت والے شخص کا ایک فقہی مسئلہ لکھا تھا۔ جسے لفظ حریر کہا جاتا ہے۔ اس ابو حنیفہ کنیت والے شخص کو مذکورہ کتاب کے حاشیہ لکھنے والے نے بڑی دلی

سے یہ ثابت کر دیا تھا۔ کہ یہ ابوحنیفہ اہل سنت کا امام اعظم ہے۔ اور لف حریر اس کا مسئلہ ہے۔ ہم اہل تشیع کا نہ یہ مسلک ہے۔ اور نہ ہی اس کیفیت کا کوئی آدمی ہمارے اندر ہوا۔ الخ۔ یہ محشی کی عیاری اور فریب دینے کی کوشش تھی۔ خود شیعہ مصنفین کو تسلیم کہ ایک ابوحنیفہ ہمارا مجتہد بھی ہے۔ جو

۱۔ ابوحنیفہ نعمان بن محمد مصری ہے ۔ جبکہ اہل سنت کا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ہے۔

۲۔ یہ فاطمی مسلک کے لوگوں کا قاضی تھا ۔ جبکہ امام اعظم نے عہدۂ قضا قبول ہی نہیں کیا تھا۔

۳۔ یہ پہلے مالکی تھا پھر امامی ہو گیا ۔ جبکہ ابوحنیفہ امام اعظم خود ائمہ اربعہ میں سے ایک مجتہد مطلق ہوئے ہیں۔

۴۔ اس نے مذہب امامیہ کی تائید اور سنی ائمہ ابوحنیفہ کوفی، امام مالک، امام شافعی وغیرہ کی بھرپور تردید کی۔

۵۔ یہ فاطمی خلیفہ معزالدین کے ساتھ مصر آیا۔ اور ۳۶۳ھ میں فوت ہوا جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ نہ فاطمی خلیفہ کے ساتھ مصر آئے۔ اور نہ ہی ان کا وصال مذکورہ سن میں ہے۔ بلکہ وہ اس سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔

لہٰذا ان حقائق کے پیش نظر ذخیرۃ المعاد میں جس ابوحنیفہ کی بات لکھی گئی وہ شیعی ابوحنیفہ ہے۔ اور اس کے الفاظ کی روشنی میں ہر شیعہ اپنی ماں، بہن، بیٹی وغیرہ سے اگر اس طرح جماع کرے۔ کہ اپنے ذکر پر کوئی ریشمی کپڑا وغیرہ لپیٹا ہوا ہو۔ تو وہ جائز ہے۔ یہ شیعوں کا مسئلہ ایک شیعہ مجتہد اور ہر علم و فن کا ماہر لکھ رہا ہے۔ جس کی بقول شیعہ، اپنے زمانے میں نظیر نہ تھی۔ اب شرم کا کون سا ... ابوحنیفہ کا کر آسان اور کم خرچ وظیفہ بن گیا ہے

خواہ مخواہ اسے سُنّی ابو حنیفہ کی طرف منسوب کر رہے ہو۔ اور اپنے عالم، مجتہد اور بے نظیر محقق کو ہیرا پھیری سے سنی ابو حنیفہ قرار دے کر بحوالہ جامع الاخبار کتے اور خنزیر سے بدتر قرار دے رہے ہو۔ بہر حال ان چند سطور سے ہم نے دونوں ابو حنیفہ کنیت والے اشخاص کے درمیان امتیاز واضح کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حق و باطل کا امتیاز سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سی ۳۰

کفایۃ الطالب مصنفہ محمد بن یوسف بن محمد قرشی گنجی

محمد بن یوسف بن محمد قرشی گنجی صاحب کفایۃ الطالب کے حالات

غلام حسین نجفی شیعی نے اپنی تصنیف قول مقبول میں بہت سے مقامات پر "کفایت الطالب" کے حوالہ جات پیش کیے اور کہا کہ یہ اہل سنت کی معتبر کتاب ہے۔ اس طرح اس نے بزعم خود اپنے باطل عقائد کو ان حوالہ جات سے سہارا دینے کی کوشش کی۔ حالانکہ اس کتاب کا مصنف محمد بن یوسف بن محمد قرشی گنجی خود شیعہ ہے۔ اس نے اپنے مسلک کی بھرپور تائید میں کئی ایک باتیں لکھیں۔ جن کا اہل سنت کے معتقدات سے کوئی تعلق نہیں۔ ذیل میں چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

سیدہ فاطمہ کے زفاف کے وقت فرشتوں نے تکبیریں کہیں۔ لہٰذا ایسے وقت تکبیریں کہنا سنّت ٹھہرا

عبارت نمبر(۱) کفایۃ الطالب:

قَالَ فَلَمَّا كَانَ مِنَ اللَّيْلِ بَعَثَ رَسُوْلُ اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم إِلَى سَلْمَانَ فَقَالَ يَا سَلْمَانُ ائْتِنِيْ
بِبَغْلَتِيَ الشَّهْبَاءِ فَأَتَاهُ بِبَغْلَتِهِ الشهباء فَحَمَلَ عَلَيْهَا
فَاطِمَةَ فَكَانَ سلمان رضی اللہ عنہ يَقُوْدُ وَ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْمُ بِـهَا
فِيْنَا هُوَ كَذَالِكَ إِذْ سَمِعَ حِسًّا خَلْفَ ظَهْرِهِ
فَالْتَفَتَ فَإِذَا هُوَ بِجِبْرَئِيْل وَ مِيكَائِيْل
وَ اسرافيل فِي جَمْعٍ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ فَقَالَ
يَا جِبْرَئِيْل وَمَا أَنْزَلَكُمْ قَالُوْا نَزَلْنَا نُزِفَتْ
فَاطِمَةُ اِلٰى زَوْجِهَا فَكَبَّرَ جِبْرَئِيْل ثُمَّ
كَبَّرَ مِيكَائِيْل ثُمَّ كَبَّرَ اِسْرَافِيْلُ ثُمَّ كَبَّرَتِ
الْمَلٰئِكَةُ ثُمَّ كَبَّرَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ

كَبَّرَ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ فَصَارَ التَّكْبِيْرُ خَلْفَ الْعَرَائِسِ مُسَنَّةً مِّنْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ

(کفایۃ الطالب ص ۳۰۳)

ترجمہ:- بیان کیا کہ جب رات کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کو بلوایا۔ جب آئے تو انہیں فرمایا سلمان! میرا خچر شہبا ولاؤ۔ وہ لے آئے۔ آپ نے اس پر سیدہ فاطمہ کو بٹھایا۔ سلمان اس کو آگے سے پکڑے ہوئے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نگرانی فرما رہے تھے۔ اسی دوران ایک آواز محسوس ہوئی۔ جو پشت کی طرف سے آ رہی تھی۔ آپ نے مڑکر دیکھا۔ تو جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل بہت سے فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اترے تھے۔ پوچھا اے جبرئیل! تم کیوں آئے ہو! کہا۔ ہم سیدہ فاطمہ کو ان کے زوج کی طرف زفاف کے لیے آئے ہیں۔ جبرئیل نے اس کے بعد تکبیر کہی۔ پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر تمام موجود فرشتوں نے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر سلمان فارسی نے تکبیر کہی۔ پس اس رات کے واقعہ کے بعد بارات کے پیچھے تکبیر کہنا سنت ہو گیا۔

نوٹ:-

وہ تکبیر خلف العرائس سنۃ، جو کفایۃ الطالب میں ابھی آپ نے پڑھی یہی نظریہ کتب شیعہ میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

جلاء العیون:

چوں شب زفاف شد جبرئیل و میکائیل و اسرافیل با ہفتاد ہزار ملک

بزیر آمد ندولدل رابرائے فاطمہ آوردند وجبرئیل لجام آنرا گرفت و اسرافیل رکاب را گرفت ومیکائیل ایستادہ بود در پہلوئے دلدل و حضرت رسول جامہائے اورا درست میکرد پس جبرئیل ومیکائیل واسرافیل وجمیع ملائکہ تکبیر گفتند وسنت جاری شد در تکبیر گفتن در زفاف تا روز قیامت۔ (جلاءالعیون جلداول ص۱۹۳)

ترجمہ:

جب زفاف کی رات آئی۔ جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اوران کے ساتھ ستر ہزار فرشتے زمین پر آئے۔ سیدہ فاطمہ کے لیے دلدل کو تیار کیا جبرئیل نے لگام تھامی۔ اسرافیل نے رکاب پکڑی اور میکائیل دلدل کے پہلو میں کھڑے ہو گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ کے کپڑے درست کر رہے تھے۔ پس جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور تمام فرشتوں نے تکبیر کہی اور زفاف کے وقت تکبیر کہنا تا قیامت سنت ہو گیا۔

لمحہ فکریہ:

کفایۃ الطالب اور جلاء العیون دونوں کی تحریر ایک ہی مسئلہ کو مختلف الفاظ سے واضح کر رہی ہے۔ یہ سبھی جانتے ہیں۔ کہ زفاف کے وقت تکبیر کہنا اہل تشیع کا مسلک ہے۔ لہذا محمد بن یوسف قرشی گنجی اس نظریے کی وجہ سے سنی نہیں۔ اس لیے گنجی کا اسے معتبر اہل سنت قرار دینا دھوکہ ہے۔ اور غلط بیانی ہے۔

جن پر علی ناراض ہو وہ شیطانی نطفہ ہے

عبارت ۲ کفایۃ الطالب:

عَنِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ عَلِيُّ ابْنُ ابِي طَالِبٍ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم عِنْدَ الصَّفَا وَهُوَ مُقْبِلٌ عَلٰى شَخْصٍ فِي صُورَةِ الْفِيلِ مِنْكَ يَلْعَنُهُ فَقُلْتُ وَمَنْ هٰذَا يَا رَسُوْلَ الله صلى الله عليه وسلم؟ قَالَ هٰذَا الشَّيْطَانُ الرَّجِيْمُ فَقُلْتُ وَاللهِ لَاَ قْتُلَنَّكَ وَلَاُرِيْحَنَّ الْاُمَّةَ مِنْكَ قَالَ مَا هٰذَا وَاللهِ جَزَائِي مِنْكَ قُلْتُ وَمَا جَزَاءُكَ مِنِّيْ يَا عَدُوَّ اللهِ؟ قَالَ وَاللهِ مَا اَبْغَضَكَ اَحَدٌ قَطُّ اِلَّا شَارَكْتُ اَبَاهُ فِي رَحِمِ اُمِّهٖ (کفایۃ الطالب ص ۰۷ الخ باب آخر)

ترجمہ: ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صفاء کے قریب ایک ہاتھی کی شکل کے انسان کی طرف متوجہ کھڑے دیکھا۔ آپ اسے لعنت فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ کون ہے۔؟ فرمایا یہ شیطان مردود ہے۔ میں نے کہا۔ خدا کی قسم! اے اللہ کے دشمن میں تجھے ضرور قتل کردوں گا اور امت محمدیہ کو تجھ سے نجات دے دوں گا۔ شیطان بولا۔ خدا کی قسم! تمہاری طرف سے میری یہ جزا نہیں۔ پوچھا۔ پھر وہ کیا ہے؟ کہنے لگا

خدا کی قسم! جو بھی تم سے بغض رکھے گا میں اس کے باپ کے نطفہ میں شکم مادر کے اندر شریک ہو جاؤں گا۔

توضیح:

روایت مذکورہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ناراض ہوں۔ یا جو آپ سے بغض رکھے۔ وہ شیطانی نطفہ ہے۔ یعنی شیطان نے اس کے باپ کے جماع کرتے وقت جماع میں شرکت کر لی تھی۔ یہ عقیدہ بھی شیعہ خرافات میں سے ہے صاحب کفایۃ الطالب نے اس کی تخریج تاریخ بغداد جلد سوم ص ۹۰ سے کی ہے وہاں اس واقعہ کے ساتھ یہ بھی موجود ہے۔ کہ اس کا راوی محمد بن مزید بن محمود غالی شیعہ تھا۔ یہی کفایۃ الطالب کا حوالہ نجفی نے قول مقبول ص ۴۵۶ پر درج کر کے ثابت کیا۔ کہ جن سے علی ناراض ہوں وہ نطفہ شیطانی ہیں۔ تو جب صاحب کفایۃ الطالب خود شیعہ اور اس واقعہ کا اصل راوی بھی غالی شیعہ تو پھر یہ اہل سنت پر حجت کیونکر ہو گا۔ اسے اہل سنت کی معتبر کتاب کے عنوان سے پیش کرنا نہایت حماقت اور بڑے درجے کی بددیانتی ہے۔

عرش پر شیعوں کا کلمہ لکھا ہوا ہے

عبارت سوم: کفایۃ الطالب:

عن ابی ھریرۃ قال مکتوب علی العرش لا الٰہ الا اللہ وحدی لا شریک لی ومحمد عبدی ورسولی ایدتہ بعلی۔ (کفایۃ الطالب ص ۲۳۴)

ترجمہ: ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرش پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے۔ لا الہ الا اللہ الخ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں میں ایک ہوں میرا کوئی شریک نہیں۔ محمد میرے بندے اور رسول ہیں۔ میں نے علی المرتضےٰ کے ذریعہ ان کی تائید کی۔

تمام پیغمبروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت اور علی المرتضےٰ کی ولایت کا عہد لیا گیا۔

عبارت کفایۃ الطالب:

عن عبد اللہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا عَبْدَ اللہِ اَتَانِیْ مَلَكٌ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ وَ اسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ علی مَا بُعِثُوْا۔

قَالَ قُلْتُ عَلٰی مَا بُعِثُوْا قَالَ عَلٰی وِلَایَتِكَ وَ وِلَایَۃِ علی ابن ابی طالب

(کفایۃ الطالب ص ۷۵)

ترجمہ: عبد اللہ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ اے عبد اللہ! میرے پاس ایک فرشتہ آیا۔ اور کہا۔ کہ آن پیغمبروں کے بارے میں سوال کریں۔ جو آپ سے پہلے تشریف لائے۔ کہ انہیں کس لیے بھیجا گیا۔ میں نے پوچھا تم ہی بتا دو۔ کہنے لگا آپ کی

ولائت اور علی المرتضٰے رض کی ولائت پر۔

لمحہ فکریہ :

جیسا کہ یہ بات جانی پہچانی ہے۔ کہ اہل سنت کے عقائد کے مطابق حضرات انبیائے کرام تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ اور یہی عقیدہ اہل تشیع کا بھی ہونا چاہیئے تھا کیونکہ ان کی فقہ کے امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بحوالہ رجال کشی فرمایا۔ جو ہمیں پیغمبر کہے اس پر خدا کی لعنت،، امام موصوف کے اس ارشاد کے بالکل برعکس اہل تشیع عقیدہ رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اور صاحب کفایۃ الطالب بھی اسی عقیدہ کی موئیدہ روایات درج کر رہا ہے۔ جب اس کے نزدیک حضرات انبیاء کرام کی رسالت و نبوّت اس بات پر موقوف ہے۔ کہ وہ ولایت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا بھی اقرار کریں۔ تو اس عبارت سے اس کے قائل کے نظریات کا بخوبی علم ہو سکتا ہے۔ اس لیے نہ تو کفایۃ الطالب اہل سنت کی معتبر کتاب اور نہ اس کا مصنف سنیوں کا قابل اعتبار عالم۔ جن لوگوں نے اسے اہل سنت کی معتبر کتاب کے عنوان سے پیش کیا انہوں نے دراصل اپنے دین کے ستون عظیم "تقیہ،، کا سہارا لیا ہے۔

جنت میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا محل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محل کے مقابلہ میں ہو گا

عبارت ۵ کفایۃ الطالب:

عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال خرج رسول اللہ ذات یوم علی اصحابہ اجمع ما کانوا فقال یا اصحاب محمد لقد ارانی اللہ تعالیٰ منازلکم من منزلی۔ قال ثم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ بید علی فقال یا علی اما ترضی ان یکون منزلک فی الجنۃ مقابل منزلی؟ قال بلی بابی انت و امی یا رسول اللہ قال فان منزلک فی الجنۃ مقابل منزلی

(کفایۃ الطالب ص ۲۲۸۔ الباب الستون)

ترجمہ:

عبداللہ بن ابی اوفی کہتے ہیں۔ کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجمع صحابہ کرام میں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ اے صحابہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے مقامات اپنے مقام کے اعتبار

سے دکھا دیتے ہیں۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا، اور فرمایا۔ اے علی! کیا تو اس پر راضی نہیں کہ جنت میں تیری منزل میری منزل کے مقابل ہو؟ عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا بیشک تیرا عمل میرے عمل کے بالمقابل ہے۔

لمحہ فکریہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ کے مابین کامل اتحاد اور مماثلت کے شیعہ دعویدار ہیں۔ اس کے اثبات میں انہوں نے کئی طریقوں سے قلابازیاں کھائیں۔ ان کے ایک فرقے "غرابیہ" کا کہنا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مابین ایسی مماثلت ہے۔ جیسی ایک کوّے کی دوسرے کے ساتھ ہوتی ہے۔ (انوار نعمانیہ جلد دوم ص ۲۳۷ نورٌ فی بیان فرق طبع تبریز) اسی مماثلت اور کامل اتحاد کی وجہ سے جبرئیل بھول کر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بجائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ (معاذ اللہ) صاحب کفایۃ الطالب نے بھی اسی مماثلت اور اتحاد کو اپنا نظریہ بنا رکھا ہے۔ اس سے اس کی شیعیت عیاں ہو رہی ہے۔ اور پھر مذکورہ روایت کی تخریج کو مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۷۳۔ اور صواعق محرقہ ص ۹۶ کی طرف منسوب کیا۔ حالانکہ ان دونوں کتابوں کے مذکورہ صفحات پر بلکہ پوری کتابوں میں اس کا نام و نشان نہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جس روایت کا سر پاؤں ہی نہ ہو۔ اسے بددیانتی کے ساتھ کسی ایسی کتاب کے سپرد کر دیا جائے۔ جس میں اس کا نام و نشان نہ ہو۔ اتنا تکلف وہی کرے گا۔ جسے اس تحریر و روایت سے پیار ہو گا۔ گویا محمد ابن یوسف گنجی نے

کرنا چاہیے تھا۔

علی کی شکل کا ایک فرشتہ جنت میں موجود ہے جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم نہیں

عبارت ۶ کفایۃ الطالب:

حدثنا یزید بن ھارون حدثنا حمید عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَرْتُ لَیْلَةَ أُسْرِیَ بِیْ إِلَی السَّمَاءِ فَإِذَا أَنَا بِمَلَکٍ جَالِسٍ عَلٰی مِنْبَرٍ مِّنْ نُوْرٍ وَالْمَلٰئِکَةُ تَحْدِقُ بِهٖ فَقُلْتُ یَا جِبْرَئِیْلُ مَنْ هٰذَا الْمَلَکُ؟ قَالَ أُدْنُ مِنْهُ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَإِذَا أَنَا بِأَخِیْ وَابْنِ عَمِّیْ عَلِیِّ بْنِ أَبِیْ طَالِبٍ فَقُلْتُ یَا جِبْرَئِیْلُ سَبَقَنِیْ عَلِیٌّ إِلَی السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ فَقَالَ لِیْ یَا مُحَمَّدُ لَا وَلٰکِنَّ الْمَلٰئِکَةَ شَکَتْ حُبَّهَا لِعَلِیٍّ فَخَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی هٰذَا الْمَلَکَ مِنْ نُّوْرٍ عَلٰی صُوْرَةِ عَلِیٍّ فَالْمَلٰئِکَةُ تَزُوْرُهٗ فِیْ کُلِّ لَیْلَةِ جُمُعَةٍ وَیَوْمِ جُمُعَةٍ سَبْعِیْنَ أَلْفَ مَرَّةٍ یُسَبِّحُوْنَ اللّٰهَ وَیُقَدِّسُوْنَهٗ وَیُهْدُوْنَ ثَوَابَهٗ لِمُحِبِّ عَلِیٍّ۔

(کفایۃ الطالب ص ۱۳۲ تا ۱۳۳) الباب سادس والعشرون)

ترجمہ: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جب شب معراج آسمان پر لے جایا گیا۔ تو وہاں نور کے منبر پر بیٹھا ایک فرشتہ نظر آیا۔ اور دوسرے فرشتے اُسے بغور دیکھ رہے تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ اس نے کہا۔ اس سے قریب جاؤ اور سلام کرو۔ میں قریب گیا اور سلام کیا۔ تو میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہ میرا بھائی اور چچا زاد علی بن ابیطالب ہے۔ میں نے پوچھا جبرئیل، چوتھے آسمان پر یہ مجھ سے پہلے کیسے آگیا؟ اس نے کہا۔ یا محمد! اس طرح نہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور حضرت علی رض کی محبت کی شکایت کی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کو شکلِ علی میں اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ تمام فرشتے ہر جمعرات اور جمعہ کو ان کی زیارت ستر ہزار مرتبہ کرتے ہیں۔ اللہ کی تسبیح و تقدیس کہتے۔ اور اس کا ثواب حضرت علی المرتضیٰ رض کے چاہنے والوں کو بھیجتے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

مذکورہ روایت بظاہر شیعہ عقائد کے خلاف جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک تمام ائمہ اہل بیت ہر چیز کا علم رکھتے ہیں غیب و مشاہدہ سب ان پر عیاں ہیں۔ لیکن اس واقعہ میں ائمہ اہل بیت کے امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے خبر اور لاعلم دکھایا جا رہا ہے۔ لیکن صاحب کفایۃ الطالب کا اس طرف [illegible] کہ علی المرتضیٰ رض کے فضائل بیان کیے

جائیں۔ اور اس مقصد کے پیش نظر اگر کسی دوسرے عقیدہ پر ضرب کاری لگے۔ تو اس کی پرواہ نہیں۔ بعینہ یہی اس من گھڑت روایت میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لاعلم ثابت کیا گیا، آپ کو اس کا مکلف و مامور کیا گیا۔ کہ فرشتے کو سلام کریں۔ آپ فرشتے اور علی المرتضےٰ رضی میں فرق امتیاز نہ کر سکے۔ بہر حال اس فرشتہ کو جو شکل علی میں پیدا کیا گیا۔ ستر ہزار فرشتے اُسے سلام کرتے ہیں۔ اور اپنی تسبیحات و تقدیسات کا ثواب "محبان علی" کو بخشتے ہیں۔ اس عبارت ثبوت صاحب کفایۃ الطالب نے تین کتابوں پر ڈالا۔ حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۳۲۹، تاریخ جلد ۱۲ ص ۳۵۸، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۷۲۔ لیکن یہ تینوں کتابیں اس روایت سے خالی ہوتے ہوئے صاحب کفایۃ الطالب کے تشیع کو ظاہر کر رہی ہیں۔

جو علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل نہ مانے وہ کافر ہے۔

عبارت کفایۃ الطالب:

عن عبد عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یقل علی خیر الناس فقد کفر۔

(کفایۃ الطالب ص ۲۴۵)

ترجمہ: حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے عبداللہ راوی ہیں۔ کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو علی المرتضےٰ کو تمام لوگوں سے بہتر وافضل نہیں کہتا وہ کافر ہے۔

لمحہ فکریہ:۔

اہل سنت کے معتقدات میں یہ عقیدہ بالکل واضح طور پر موجود ہے۔ کہ مخلوقات میں سے تمام انبیاء کرام افضل ہیں۔ اور غیر انبیاء انسانوں میں ابوبکر صدیق پھر عمر بن الخطاب بالترتیب افضل ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتاوی افریقہ سے ایک فتوی اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات سے عبارات پیش کر چکے ہیں۔ ابوبکر صدیق کی افضلیت کا منکر اہل سنت میں سے نہیں۔ اور بیکہ وہ احمق اور ابوالفضول ہے۔ صاحب کفایۃ الطالب نے اس متفق علیہ عقیدہ کے خلاف روایت لکھ کر اپنی شیعیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ روایت مذکورہ کی تخریج تاریخ بغداد جلد سوم ص ۱۹۲۔ اور تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۱۸ سے پیش کی گئی ہے ٹھیک ہے کہ مذکورہ روایت ان کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن جس راوی سے اسے نقل کیا گیا ہے۔ اسے کذاب تک کہا گیا ہے۔ محمد بن کثیر ابو اسحاق قرشی کوفی اس کا اصل راوی ہے۔ جسے بخاری منکر الحدیث اور الدوری عن ابن معین شیعی کہتا ہے پھر یہی روایت مختلف الفاظ سے صاحب کفایۃ الطالب نے نقل کی۔ عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ مَنْ اَبٰی فَقَدْ کَفَرَ الفاظ تاریخ بغداد جلد ۷ ص ۴۲۱ سے نقل کیے۔ اس حدیث کے راوی حسن ابن محمد ہیں۔ اور میزان الاعتدال میں اس حسن بن محمد کو جھوٹا اور شیعہ کہا ہے۔ بہر حال یہ دیگر اسباب نہ بھی ہوں۔ تو پھر بھی مذکورہ روایت اہل سنت کے عقائد و نظریات کے بالکل خلاف ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ محمد بن یوسف صاحب کفایۃ الطالب شیعہ ہے۔ اور اس نے اپنی تصانیف میں شیعیت کا پرچار کیا۔ آخر میں ہم اس کتاب کی ایک اور عبارت نقل کرتے ہیں۔ تاکہ اس کے مصنف کے بارے میں شیعہ ہونے کا کوئی واضح ثبوت مل جائے۔ ملاحظہ ہو

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں اِن سے بڑھ کر خلافت کا حق کسی اور کو نہ تھا

عبارت ۸ کفایۃ الطالب:

وَهُوَ اَهْلُ كُلِّ فَضِيْلَةٍ وَمَنْقَبَةٍ وَمُسْتَحِقٌّ لِكُلِّ سَابِقَةٍ وَمَرْتَبَةٍ وَلَمْ يَكُنْ اَحَدٌ فِىْ وَقْتِهٖ اَحَقَّ بِالْخِلَافَةِ مِنْهُ - (کفایۃ الطالب ص ۲۵۳)

ترجمہ: حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ ہر فضیلت اور منقبت کے اہل ہیں۔ اور ہر مرتبہ اور بڑائی آپ کو زیب دیتی ہے۔ آپکے وقت میں آپ سے بڑھ کر کوئی دوسرا خلیفہ بننے کا حق دار نہ تھا۔

لمحہ فکریہ:

جب علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا خلافت کا حق دار نہ تھا۔ تو آپ سے پہلے تینوں خلفاء (معاذ اللہ) غاصب ٹھہرے۔ اور ناجائز خلیفہ رہے۔ کیا یہ کسی سنی عالم کا عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے؟ آخر میں اس کتاب کے مقدمے ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے جس سے اس کے مصنف کی وابستگی کا بخوبی علم ہو جائیگا۔

مقدمۃ کفایۃ الطالب:

وَقَالَ اَبُوْشَامۃ المقدس تُوُفِّيَ ۲۹ مِنْ رمضان قُتِلَ بِالْجَامِعِ الْفَخْرِ محمد بن یوسف بن محمد الكنجي وَكَانَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْفِقْهِ وَالْحَدِيْثِ لٰكِنَّهُ كَانَ فِيْهِ كَثْرَةُ كَلَامٍ وَمَيْلٌ اِلٰى مَذْهَبِ الرَّافِضِيَّةِ جَمَعَ لَهُمْ كُتُبًا تُوَافِقُ اَغْرَاضَهُمْ وَتَقَرَّبَ بِهَا اِلَى الرُّؤَسَاءِ مِنْهُمْ اَلدَّوْلَتَيْنِ الْاِسْلَامِيَّةِ وَالتَّاتَارِيَّةِ ثُمَّ رَافَقَ الشَّمْسَ الْقُمِّيَ فِيْمَا فُوِّضَ اِلَيْهِ مِنْ تَخْلِيْصِ اَمْوَالِ الْغَائِبِيْنَ وَغَيْرِهِمْ فَانْتَدَبَ لَهُ مَنْ تَاَذّٰى مِنْهُ وَاَلَبَّ عَلَيْهِ بَعْدَ صَلٰوةِ الصُّبْحِ فَقُتِلَ وَبُقِرَ بَطْنُهُ كَمَا قُتِلَ اَشْبَاهُهُ مِنْ اَعْوَانِ الظَّلَمَةِ وَمِثْلُ الشمس بن الماسكينى وابن البغيل اَلَّذِيْ كَانَ يُسَخِّرُ الدَّوَابَّ اَلْوَيْلَ عَلَى الرَّوْضَتَيْنِ ص ۲۰۸

ثُمَّ ذَكَرَ مِحْنَتَهُ اليونيني وَهُوَ مِنْ مُعَاصِرِيْهِ فَقَالَ وَوَرَدَ كِتَابُ المظفر اِلٰى دِمَشْقَ فِيْ شَهْرِ رمضان يُخْبِرُ بِالْفَتْحِ وَكَسْرِ الْعَدُوِّ وَيَعِدُهُمْ بِوُصُوْلِهِ اِلَيْهِمْ وَنَشْرِ الْمَعْدَلَةِ فِيْهِمْ فَثَارَ الْعَوَامُّ بِدِمَشْقَ وَقَتَلُوا الفخر محمد بن يوسف بن محمد الكنجي فِيْ جَامِعِ دِمَشْقَ وَكَانَ الْمَذْكُوْرُ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ لٰكِنَّهُ كَانَ

فِيْهِ شَرٌّ وَمَيْلٌ إِلَى مَذْهَبِ الشِّيْعَةِ وَمُخَالَطَةُ الشَّمْسِ
القمي الَّذِيْ كَانَ حَضَرَ إِلَى دِمَشْقَ مِنْ جِهَتِهِ هُوَ لَاكُوْ
وَدَخَلَ مَعَهُ فِي أَخْذِ أَمْوَالِ ايغياب عَنْ دِمَشْقَ فَقُتِلَ
ذيل مراة الزمان ج ۱ ص ۳۶۰ وَلَمْ يَكْتَفِ بِهٰذَا أَوْ إِنَّمَا
عَادَ فَذَكَرَهُ فِيْ مَوْضِعِ الْآخَرِ فِيْ كِتَابِهِ فَقَالَ الْفَخْرُ
محمد بن يوسف الكنجي كَانَ رَجُلًا فَاضِلًا أَدِيْبًا
وَلَهٗ نَظْمٌ حَسَنٌ قُتِلَ فِيْ جَامِعِ دِمَشْقَ بِسَبَبِ دُخُوْلِهِ
مَعَ نُوَّابِ التَّتَرِ ذيل مراة الزمان ج ۱ ص ۳۹۲ وَذَكَرَهُ
ابْنُ كَثِيْرٍ فِيْ تَارِيْخِهِ بِقَوْلِهِ وَقَتَلَتِ الْعَامَّةُ
وَسْطَ الْجَامِعِ شَيْخًا رَافِضِيًّا كَانَ مُصَانِعًا لِلتَّتَارِ
عَلٰى أَمْوَالِ النَّاسِ يُقَالُ لَهُ الْفَخْرُ محمد ابن يوسف
ابن محمد الكنجي كَانَ خَبِيْثَ الطَّوِيَّةِ مُشْرِقِيًّا
مُمَالِئًا لَهُمْ عَلٰى أَمْوَالِ النَّاسِ قَبَّحَهُ اللّٰهُ وَقَتَلُوْا جَمَاعَةً
مِّنَ الْمُنَافِقِيْنَ البداية والنهاية ج ۱۳ ص ۲۲۱ وتبجج
ابن تغرى بردى بِالْفِعْلَةِ الدَّنِيْئَةِ فَقَالَ قَتَلَ عَوَامُّ
دمشق وَكَانَ الْمَذْكُوْرُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ لٰكِنَّهٗ كَانَ فِيْهِ
شَرٌّ وَكَانَ رَافِضِيًّا خَبِيْثًا وَانْضَمَّ عَلَى التَّتَارِ۔

(النجوم الظاہرہ ج ۹ ص ۸۰)

ترجمہ: ابوشامہ مقدسی نے کہا۔ کہ محمد بن یوسف گنجی ۲۹ رمضان کو دمشق کی
جامع مسجد میں قتل کیا گیا۔ یہ فقہ اور حدیث کا عالم تھا۔ لیکن اس میں منطق کا غلبہ تھا۔
اور رافضی مذہب کی طرف میلان تھا۔ ان کی اغراض کے پیش

نظران کے لیے اس نے کتابیں لکھیں۔ اور تصنیفات کے ذریعہ رافضی سرداروں کا تقرب حاصل کیا۔ جن میں اسلامی اور تاتاری دونوں طرح کے سردار تھے۔ پھر الشمس القمی نے اس کی موافقت کی کہ دونوں مل کر غائب لوگوں کے اموال ان کو سپرد کریں۔ اس پر ان لوگوں نے شور مچایا۔ جنہیں اس سے تکلیف ہوئی تھی۔ نماز صبح کے بعد اس پر حملہ کیا۔ اور اسے قتل کر دیا۔ اس کا پیٹ چاک کیا گیا۔ اسی طرح اس کے ساتھی دوسرے ظالموں اور مددگاروں کو کیا گیا۔ جیسا کہ شمس بن ماسکینی اور ابن بخیل جو گھوڑوں کی تدمیت کا ماہر تھا۔ پھر اس مصنف کا تذکرہ محنۃ الیونینی نے کیا۔ جو اس کا ہم عصر تھا۔ اس نے کہا۔ کہ جب مظفر کا خط ۲۸ رمضان کو دمشق میں پہنچا۔ جس میں دشمنوں کے تباہ ہونے کی خوش خبری تھی۔ اس خط میں اس نے وعدہ کیا کہ وہ وہاں پہنچے گا۔ اور عدل کرے گا۔ لہذا عوام نے دمشق پر حملہ کر دیا اور جامع دمشق میں محمد بن یوسف گنجی کو قتل کر دیا۔ محمد بن یوسف گنجی اہل علم میں سے تھا۔ لیکن اس کی ضمیر میں شرارت تھی۔ اس کا مذہب شیعہ کی طرف میلان تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے شمس قمی کی ہم نشینی حاصل تھی جو دمشق میں ہلاکو خاں کی طرف سے غائب لوگوں کے اموال پکڑنے پر شریک تھا۔ لہذا وہ بھی وہاں قتل ہو گیا۔ اور یونینی نے اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ اس نے اپنی کتاب میں ایک اور جگہ پر اس کا ذکر کیا۔ لکھا۔ کہ محمد بن یوسف گنجی ادیب اور فاضل آدمی تھا۔ اور نظم بخوبی کہتا تھا۔ وہ جامعہ دمشق میں قتل کیا گیا۔ کیونکہ تاتاری نواب کے ساتھ یہاں آیا تھا۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اس کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے۔ اس کو عام اہل سنت نے

جامع دمشق میں قتل کیا۔ یہ رافضی شیخ تھا۔ تاتاریوں کے لیے لوگوں کے مال لوٹا کرتا تھا۔ یہ خبیث الضمیر اور لوگوں کا مال جمع کرنے والا تھا۔ اللہ نے اسے ذلیل کیا۔ اس کو منافقین کی طرح لوگوں نے قتل کیا۔ ابن تعزی نے فخر کرتے ہوئے اس کے گھٹیا فعل کر رد کرتے ہوئے کہا کہ اس کے قتل پر اہل دمشق نے بہت خوشیاں منائیں۔ اسے جامع دمشق میں قتل کیا گیا۔ یہ اہل علم میں سے تھا لیکن طبعاً شرارتی تھا اور ذلیل قسم کا راوی تھا۔ اس کا جوڑ توڑ تاتاریوں کے ساتھ تھا۔

حرفِ آخر:

کفایۃ الطالب کے مقدمہ میں چار معتبر کتب کے مصنفین نے محمد بن یوسف گنجی کو بد مذہب، گمراہ اور ذلیل شیعہ کہا ہے۔ یہ ہلاکو خان کا ساتھی تھا جس نے بغداد کے اہل سنت کے ساتھ بہت مظالم ڈھائے۔ اس کے شیعہ ہونے کی وجہ سے اس کا شمس قمی نامی شیعی سے گہرا تعلق تھا۔ رافضی سرداروں کو خوش کرنے کے لیے کتابیں لکھنا اس کا مشغلہ تھا۔ اہل سنت کے مال کو لوٹنا جائز قرار دینے والا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب البدایہ والنہایہ نے اس کے حالات کے بعد یہ آیت نقل کی ہے۔ بعد یہ آیت نقل کی۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ظالموں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں۔ ان حوالہ جات اور مصنف کی اپنی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن یوسف گنجی شیعہ تھا۔ اس نے اسی مذہب کی اشاعت کی۔ لہٰذا اسے اہل سنت کا عالم اور اس کی کتاب کو اہل سنت کی معتبر کتاب کہنا بہت بڑا دھوکہ ہے۔ غلام حسین نجفی وغیرہ شیعہ مصنف نے اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کی خاطر اسے اہل سنت میں

لاکھڑا کر دیا۔ ورنہ حقیقت حال وہی ہے جو گذشتہ صفحات میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

نوٹ:

کتاب کفایۃ الطالب کے بیرونی صفحہ (ٹائٹل) پر اس کے مصنف کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا گیا "ابی عبداللہ محمد بن یوسف بن محمد القرشی الگنجی الشافعی" اس آخری لفظ "الشافعی" کو محض دھوکہ دینے کے لیے لکھا گیا۔ اگر یہ واقعی شافعی (اہل سنت) ہوتا۔ تو پھر اس کتاب میں اہل تشیع کے عقائد مذمومہ کی تردید ہوتی اور پھر مطبعہ حیدریہ نجف اس کے چھاپنے کی جرأت نہ کرتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

سی ڈی ٹو ویکو
ارجح المطالب مصنفہ عبید اللہ امرتسری

ان کتابوں میں سے ایک کتاب جو اہل سنت کے خلاف حجت کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ ارجح المطالب بھی ہے۔ اس کے مصنف کا نام عبید اللہ امرتسری ہے۔ غلام حسین نجفی نے اپنی کتاب قول مقبول میں درجنوں اس کتاب کے حوالہ جات نقل کیے۔ اور ہر حوالہ سے قبل ناظرین کو متأثر کرنے کے لیے" اہل سنت کی معتبر کتاب" کہا۔ یہی وہ کتاب ہے۔ جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ جو عورت حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی دشمن ہو۔ اس کو پاخانہ کی جگہ سے حیض آتا ہے۔ اور جو مرد ایسا ہو وہ مفعولیت کے مرحلہ میں گرفتار ہوتا ہے اس قاعدہ کو پھر حضرات صحابہ کرام اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم پر فرضی مخالفت کے ضمن میں چسپاں کیا جاتا ہے۔ صاحب ارجح المطالب کی مذہبی وابستگی اور نظریات عنقریب اس کی اسی کتاب سے ہم پیش کر رہے ہیں۔ اُن کے مطالعہ سے بخوبی پتہ چل جائے گا۔ کہ یہ شخص سنی ہے۔ یا تقیہ باز شیعہ۔ لیکن پہلے قول مقبول کی ایک آدھ عبارت پیش کی جاتی ہے۔

قول مقبول:

اہل سنت کی معتبر کتاب ارجح المطالب ص ۳۸۰۔ جو عورت مولیٰ علی سے دشمنی رکھتی ہے۔ اس کو پاخانہ کی راہ سے خون حیض آتا ہے۔

ارجح المطالب کی عبارت ملاحظہ ہو۔

عن علی قال قال لی رسول اللہ لا یبغضک من النساء

إِلَّا السَّلْقَلَقُ وَهِيَ الَّتِي تَحِيضُ مِنْ دُبُرِهَا قِيلَ جَاءَتْ إِمْرَأَةٌ إِلَى عَلِيٍّ فَقَالَتْ إِنِّي أُبْغِضُكَ قَالَ فَأَنْتِ إِذًا سَلْقَلَقُ قَالَتْ مَنْ سَلْقَلَقُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ الْحَدِيثَ وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا السَّلْقَلَقُ قَالَ الَّتِي تَحِيضُ مِنْ دُبُرِهَا قَالَتْ صَدَقَ رَسُولُ اللهِ وَاللهِ أَنَا أَحِيضُ مِنْ دُبُرِي وَلَا عِلْمَ لَا بَوَايَ اخرجه الديلمی ص ۶۳۸)

ترجمہ:

حضرت علی رضہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ کہ جو عورت آپ سے دشمنی رکھے گی۔ وہ سلقلق ہوگی یعنی اس کو پاخانہ کی راہ سے خون حیض آتا ہوگا۔ ایک عورت جناب علی رضہ کے پاس آئی۔ اور کہا کہ میں آپ سے دشمنی رکھتی ہوں۔ آنجناب نے فرمایا کہ تو سلقلق ہے۔ عورت نے پوچھا وہ کیا ہوتی ہے حضور نے فرمایا وہ عورت ہوتی ہے۔ جسے پاخانہ کی راہ سے حیض آتا ہو۔ عورت نے کہا خدا کی قسم نبی پاک نے سچ فرمایا۔ مجھے پاخانہ کی راہ سے حیض آتا ہے۔ اور میرے والدین کو بھی اس بات کا علم نہیں ہے۔ (حوالہ قول مقبول ص ۵۵۷)

جواب: صاحب ارجح المطالب۔

مولوی عبید اللہ نے روایت مذکورہ بحوالہ دیلمی لکھی ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے دیلمی کا تعارف کرایا جائے۔ کیونکہ ارجح المطالب میں بہت سے حوالہ جات انکی طرف سے نقل کیے گئے ہیں۔ ابو محمد الحسن بن ابی الحسن محمد الدیلمی کے

متعلق مشہور شیعہ کتاب الکنی والالقاب میں لکھا ہے۔ کہ ارشاد القلوب اس کی تصنیف ہے۔ اور ارشاد القلوب کے مصنف دیلمی کو شیعہ کتب اپنا آدمی کہتے ہیں۔ علامہ الشیخ آغا بزرگ الطہرانی نے لکھا۔

الذریعۃ:

۲۵۲۷۔ (ارشاد القلوب الی الصواب) المُنجی مَن عَمِلَ بہ مِنْ اَلِیمِ العِقَابِ للشیخ الجلیل ابی محمد الحسن بن ابی الحسن بن محمد الدیلمی وَ ھُوَ مُعَاصِرٌ لِفَخْرِ المُحَقِّقِیْنَ ابن العلامہ الحلی اَلَّذِیْ تُوُفِّیَ فِی سَنَۃِ ۷۷۱ وَ یَنْقُلُ عَنْ کِتَابِہٖ الشیخ ابو العباس احمد بن فہد الحلی فِی عِدَۃِ الدَّاعِی اَلَّذِیْ اَلَّفَ سَنَۃَ ۸۰۱ (الذریعہ جلد اول ص۵۱۷ ۱۱ مرا مطبوعہ)

ترجمہ:

ارشاد القلوب جس کا معنی یہ ہے۔ کہ یہ کتاب دلوں کو صواب کی طرف پھیرتی ہے۔ اور جو اس کے مضامین پر عمل کرے گا۔ وہ دردناک سزا سے بچ جائے گا۔ یہ کتاب شیخ جلیل ابو محمد الحسن بن ابی الحسن بن محمد دیلمی کی تصنیف ہے۔ اور دیلمی، فخر المحققین ابن علامہ الحلی کا ہم زمانہ ہے۔ جس کی موت ۷۷۱ھ میں ہوئی۔ اور اس کی کتاب سے ابو العباس احمد بن الفہد الحلی نے اپنی کتاب عدۃ الداعی میں نقل کیا۔ یہ کتاب ۸۰۱ھ میں تصنیف کی گئی۔

الذریعہ کے اس حوالہ سے واضح ہوا۔ کہ دیلمی صاحب ارشاد القلوب سخت تر

شیعہ عالم ہے۔ اور ابو العباس احمد بن فہد ایسے شیعہ اس کی عبارات کے ناقل ہیں لہٰذا مُولوی عبید اللہ امرتسری کا دیلمی کے حوالے سے کسی روایت کو نقل کرنا یا تو اس کے حقیقی شیعہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یا پھر بطور تقیہ اس نے اہل سنت کا بادہ اوڑھ کر لوگوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔

توضیح:

مولوی عبید اللہ امرتسری نے ارجح المطالب میں دیلمی کے علاوہ جن کتب سے حوالہ جات تحریر کیے ہیں۔ ان کے کچھ نام یہ ہیں فوائد السمطین، تذکرۃ الخواص الائمہ۔ ینابیع المودۃ۔ المناقب للخوارزمی، مروج الذہب کفایۃ الطالب اور ابن حدید ان کتابوں اور ان کے مصنفین کے بارے میں ہم تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔ ان میں کچھ تو کٹر شیعہ اور بعض میں شیعیت کی ملاوٹ ہے۔ لہٰذا ان کتب کے وہ حوالہ جات جو اہل سنت اور شیعہ کے مابین عقائد مختلفہ کے ضمن میں پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ ہم اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ خود اس معاملہ میں ایک طرف جھکے ہوئے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض کے بارے میں پھر اہل سنت کا کیا نظریہ ہے۔ تو اس کا واضح جواب موجود ہے۔ کہ قرآن کریم نے تمام صحابہ کرام کے لیے "رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" کا لفظ فرما کر ان کے درمیان باہمی بغض و عداوت اور کدورت کا دروازہ ہی بند کر دیا ہے۔ ان حضرات کے درمیان جتنے بھی اختلاف و مناقشات نظر آتے ہیں۔ ان میں بغض و عناد نہیں بلکہ اجتہادی اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ اس لیے اہلسنت ان حضرات کے درمیان اختلاف کو اسی نظریہ سے دیکھتے ہیں۔ اور شیعہ ان اختلافات کو بغض و عناد کی بھینٹ چڑھا کر بھرانے گندے قواعد و ضوابط

ان پر چسپاں کرتے ہیں۔ بہر حال ہم اب ذیل میں مولوی علیہ اللہ امرتسری کی کتاب ارجح المطالب کے چند حوالہ جات نقل کر رہے ہیں۔ جس سے اس کی نظریاتی وابستگی کا علم ہو سکے گا۔

ارجح المطالب: عبارت نمبر (۱)

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ قَبْلَ اَنْ یَخْلُقَ اللّٰہُ اٰدَمَ بِاَرْبَعَۃِ اٰلَافِ عَامٍ فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْخَلْقَ رَکَّبَ ذَالِکَ النُّوْرَ فِیْ صُلْبِہٖ فَلَمْ یَزَلْ فِیْ شَیْءٍ وَاحِدٍ حَتّٰی اِفْتَرَقَا فِیْ صُلْبِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَفِیَّ النُّبُوَّۃُ وَفِیْ عَلِیٍّ الْخِلَافَۃُ اَخْرَجَہُ الدَّیْلَمِیُّ۔ ( )

ارجح المطالب ص ۳۸) ذکر خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں اور علی ایک ہی نور سے ہیں۔ اور آدم کے پیدا کرنے سے چار ہزار برس پہلے ہمیں پیدا کیا گیا۔ پھر جب اور لوگ پیدا کیے۔ تو وہ نور ایک کی پشت پر سوار ہوا۔ ایک میں لگاتار منتقل ہوتا رہا یہاں تک جناب عبدالمطلب کی صلب میں آکر جدا جدا ہو گیا۔ لہٰذا مجھ میں نبوت اور علی میں خلافت ہے۔ اس کو دیلمی نے اخراج کیا۔

توضیح:

روایت مذکور اول تو بے سند ہے۔ لہٰذا قابل توجہ ہی نہیں ...

بات یہ کہ اس میں مشہور شیعہ عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے کے یہاں دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ آپ خلیفہ بلافصل ہیں۔ یہ بھی اہل سنت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے خلفائے ثلاثہ معاذ اللہ غاصب ثابت ہوتے ہیں۔ اور دوسرا مفہوم یہ کہ خلافت علی المرتضیٰ کی اولاد میں ہوگی۔ یہ بھی ائمہ اہل بیت کی امامت و خلافت کا ثبوت کرنا ہے۔ اور پھر امام حسن رضہ کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کا انکار کرنا ہے۔ حالانکہ امام حسن رضہ نے ان کے حق میں دستبرداری فرما کر ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی تھی جس پر کتب اہل تشیع بھی گواہ ہیں۔ امام حسن رضہ کے علاوہ کسی کو اولاد علی میں سے خلافت نہ مل سکی۔

ابوبکر نے باغ فدک کے معاملہ میں غلطی کی

ارجح المطالب: عبارت نمبر (۲)

حضرت ابوبکر صدیق رضہ مجتہد تھے مگر معصوم نہیں تھے۔ بوجہ المجتہدان سے فدک کے معاملہ میں خطائی الاجتہاد واقع ہوگی۔ سیرت شیخین۔ (ارجح المطالب ص ۶۷۲)

توضیح:

جہاں تک باغ فدک کا معاملہ ہے۔ تو اہل سنت کا نظریہ یہ ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہی حق اور صحیح تھا۔ ہاں شیعہ کہتے ہیں۔ کہ یہ باغ دراصل سیدہ فاطمہ کی ملکیت میں آنا چاہیے تھا۔ لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

غلطی کر رہا ہے۔ لیکن انداز نرالا ہے۔ ابوبکر صدیق نے باغ فدک سیدہ کو نہ دے کر غلطی کی ہے۔ لیکن یہ غلطی اجتہادی ہے۔ یہاں اجتہاد کہاں سے آٹپکا۔ ابوبکر صدیق کے پاس تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود تھا۔ "انبیائے کرام وراثتِ مالی نہیں چھوڑتے۔ نہ ان کا کوئی وارث اور نہ وہ کسی کے وارث"۔ اسی سے ملتی جلتی حدیث اصول کافی میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں نہج البلاغہ کی شرح ابن حدید میں زید ابن امام حسن کا قول منقول ہے۔ کسی نے ان سے پوچھا۔ کہ آپ کی دادی صاحبہ کے ساتھ ابوبکر نے جو زیادتی باغ فدک کے بارے میں کی ہے۔ یہ کیسی ہے۔؟ جواب دیا۔ جو کچھ ابوبکر نے فیصلہ کیا۔ اگر میرے سامنے وہ مقدمہ پیش ہوتا تو میں بھی وہی فیصلہ کرتا۔ اس معاملہ میں اجتہادی خطا کا شوشہ چھوڑنا دراصل اپنی شیعیت ظاہر کرنا ہے۔

عبارت ۲: ارجح المطالب:

جناب امیر شیخین کو اکثر امور شریعت میں غلطی کرنے سے روکا کرتے تھے۔ جو بتقاضائے بشریت ان سے سرزد ہو جایا کرتی تھیں چنانچہ جن کی نسبت اکثر جناب عمر کو لَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے جناب امیر نے سیرت شیخین کے اتباع کا اقرار نہ کیا۔ اور بخوف وقوعِ فساد امر خلافت حضرت عثمان پر منتقل ہو گیا۔ لیکن اس میں کسی طرح شک نہیں ہے۔ کہ حضرت امیر ہمیشہ اپنی خلافت کے خواہاں رہتے تھے اور ان کی خواہش اس غرض سے نہ تھی۔ کہ ان کو دنیوی سلطنت حاصل ہو جائے۔ بلکہ ان کی منشاء یہ تھی۔ کہ امور خلافت میں کوتاہی جو بتقاضائے بشریت اکثر خلفاء سے ظہور میں آتی [illegible]

بھی وقوع میں نہ آئے۔ (ارجح المطالب ص ۲۷۶)

توضیح: عبارت درج بالا میں کمال چالاکی اور پھرتی کے ساتھ مولوی عبید اللہ امرتسری نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے اہل تشیع کے عقیدہ کی ترجمانی کی۔ وہ اس طرح کہ خلفاء ثلاثہ بتقاضائے بشریت غلطی کرتے تھے۔ اور ان کے مقابلہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے غلطی کا صدور ممکن نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ معصوم ہیں۔ اگر عبید اللہ امرتسری کھلے طور پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عصمت بیان کرتا تو شائد اس کا بھرم باقی نہ رہتا۔ اس لیے اس نے دھیمے انداز میں اپنا عقیدہ عصمتِ علی المرتضیٰ بیان کر دیا۔ دوسرا اس عبارت سے یہ بھی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ اصل حق دارِ خلافت و امامت علی المرتضیٰ تھے۔ اس طرح تینوں خلفاء خلافت کے اہل نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی سیرت کا اتباع نہیں کیا۔ یہ دونوں باتیں اہل سنت کے عقائد کے خلاف ہیں ——— ہمارے ہاں عصمت صرف حضرات انبیائے کرام کے لیے ہے۔ کوئی خلیفہ یا امام معصوم نہیں۔ اور خلفائے ثلاثہ کی خلافت اصل اور برحق تھی۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی اقتداء میں نمازیں ادا فرمائیں۔ ان کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ اور ان کے حق میں کلمات خیر کہے۔ لہٰذا یہ عبارت بھی عبید اللہ امرتسری کے شیعہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

عبارت ۱۲: ارجح المطالب:

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ لَمْ یَخْلُقْ عَلِیٌّ مَا کَانَ لِفَاطِمَةَ کُفْوًا اخرج الدیلمی) (ارجح المطالب ص ۲۴۲)

ترجمہ: ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ اگر علی رض پیدا نہ کیے جاتے تو پھر فاطمہ کا کفو نہ ہوتا۔

توضیح :

دیلمی کے تشیع کی بحث ابھی گزری۔ یہ روایت اسی سے لی گئی ہے بہر حال جہاں تک سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے کفو کا معاملہ ہے۔ تو علی المرتضےٰ رض سمیت تمام قریش آپ کا کفو ہے۔ اس کا اعلان خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تحفہ جعفریہ میں نکاح ام کلثوم کی بحث میں ہم ذکر چکے ہیں۔ کہ شیعوں کے نزدیک علوی اور غیر علوی کا کوئی فرق نہیں۔ لوامع التنزیل جلد دوم میں علامہ حائری نے اس کی طویل بحث کی ہے۔ اور ثابت کیا کہ اولاد فاطمہ کا نکاح کمینہ سے کمینہ آدمی ہو اس سے بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا فقہ جعفریہ میں تو کفو کا معاملہ ہی ختم ہے۔ اہل سنت کے ہاں اس کا نکاح میں ہونا ضروری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کے ہوتے ہوئے کہ "قریش باہم کفو ہیں"، یہ کہنا کہ سیدہ کا حضرت علی المرتضےٰ رض کے سوا کوئی کفو نہیں۔ بالکل غلط ہے۔ اور شیعی عقیدہ ہے۔ مولوی عبید اللہ امرتسری اس عبارت سے علی المرتضےٰ رض کی تمام صحابہ کرام پر افضلیت ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ اور یہ بار ہا بیان ہو چکا ہے۔ کہ اہل سنت کا مسلک یہ ہے۔ کہ حضرات انبیاء کرام کے بعد افضل ترین شخصیت ابوبکر صدیق ہیں۔

عبارت ۵ :

> حضرت علی علیہ السلام اس وقت موجود نہ تھے۔ اور نہ ان سے رائے لینے کی مہلت ملی جب حضرت ابوبکر وہاں سے لوٹے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہو چکے تھے۔ اسی لیے شرکت جنازہ سے محروم رہے۔ جس کا قلق ان کو تا مدت العمر

باقی رہا۔ ذکر شیخین (دارج المطالب ص ۶۷)

لمحہ فکریہ:

مذکورہ عبارت بظاہر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتی نظر آتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں۔ بلکہ کہا یہ جا رہا ہے۔ کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں اپنی خلافت کا اعلان کیا۔ اور بیعت لی۔ تو اس وقت انہوں نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں مشورہ دینے کے لیے نہیں بلایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک جھگڑے کو نمٹانے کے لیے وہاں تشریف لے گئے تھے۔ لیکن وقت کی نزاکت کے پیش نظر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فوراً ان کی خلافت کا اعلان کر کے اپنا ہاتھ بڑھا کر بیعت کر لی۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی سب حاضرین نے تائید کی۔ اور اگر اس معاملے میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے آنے کا انتظار کیا جاتا تو بہت بڑے فتنے کے اٹھ کھڑے ہونے کا اندیشہ تھا۔ یہاں تک کے واقعات تو درست ہیں۔ لیکن اس کے بعد مولوی عبیداللہ امرتسری کا یہ کہنا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں اتنے مشغول ہو گئے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں بھی شریک نہ ہو سکے۔ یہ اس کے باطنی کوڑھ کی علامت ہے۔ کیونکہ واقعات کے مطابق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ بیعت لی۔ ایک مرتبہ سقیفہ بنی ساعدہ میں موجود لوگوں سے اور دوسری مرتبہ مسجد نبوی میں عام لوگوں سے۔ پہلی بیعت چونکہ بہت کم لوگوں سے لی گئی۔ اس لیے اس میں دو چار گھنٹے ہی صرف ہو سکتے تھے۔ اور اسی بیعت کی مشغولیت کو جنازہ میں عدم شرکت کی وجہ بنایا جا رہا ہے۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک پیر کے دن ہوا۔ اور پیر کے دن سے لے کر بدھ کی نصف شب تک آپ کا جنازہ

ہوتا رہا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اگر پیر سے لے بدھ کی رات تک وہاں بیعت لینے میں مشغول رہے تو پھر جنازہ میں عدم شرکت مفقود۔ لیکن عبید اللہ امرتسری وغیرہ کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ ابوبکر صدیق ثقیفہ بنی ساعدہ میں تین دن ٹھہرے رہے اور بدھ کی رات حضور کے دفنانے تک واپس نہیں آئے۔ شیعہ خواہ مخواہ اس بات کو اچھالتے ہیں کہ ابوبکر صدیق جنازۂ رسول میں شریک نہ ہوئے۔ حالانکہ خلیفہ وقت کی اجازت کے بغیر یہ کیسے ممکن تھا۔

نوٹ:

یاد رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ عام میت کی طرح نہ تھا۔ بلکہ لوگ ٹولیوں کی شکل میں آتے۔ اور صلوٰۃ وسلام پیش کرتے چلے جاتے۔ یہی آپ کی صلوٰۃ جنازہ تھی۔ کتب اہل سنت اس بات کی صراحت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ نماز جنازہ سب سے پہلے ادا کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رض ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

البدایہ والنہایہ:

لَمَّا كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ عَلٰى سَرِيْرِهٖ دَخَلَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَمَعَهُمَا نَفَرٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ بِقَدْرِ مَا يَسَعُ الْبَيْتُ فَقَالَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَسَلَّمَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ كَمَا سَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ ثُمَّ صَفُّوْا صُفُوْفًا لَا يَؤُمُّهُمْ اَحَدٌ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَهُمَا فِي الصَّفِّ الْاَوَّلِ حِيَالَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَشْهَدُ اَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ مَا اُنْزِلَ اِلَیْهِ

(البدایۃ والنہایۃ جلد پنجم ص ۲۶۵ کیفیۃ الصلاۃ علیہ)

ترجمہ:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن پہنا کر چارپائی پر رکھا گیا۔ تو ابوبکر و عمر بمعہ انصار و مہاجرین کی جماعت کے اندر آئے۔ یہ لوگ اتنے تھے جتنے گھر میں سما سکتے تھے۔ دونوں نے عرض کیا۔ السلام علیك ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ پھر یہی الفاظ تمام موجود انصار و مہاجرین نے کہے۔ پھر انہوں نے صفیں باندھیں لیکن ان کا امام کوئی نہ تھا۔ ابوبکر و عمر نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب کھڑے تھے۔ کہا اے اللہ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کچھ پہنچا دیا۔ جو آپ کی طرف اتارا گیا۔

قارئین کرام! مولوی عبیداللہ امرتسری نے شیعوں کی ابجنٹی کا حق ادا کرتے ہوئے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ذات پر کیچڑ اچھالا۔ اور صاف صاف لکھ دیا۔ کہ حضور کے دفن کرنے تک یہ لوگ خلافت کے جھگڑے میں مشغول رہے۔ حالانکہ سب سے پہلے آپ کی نماز جنازہ پڑھنے والے یہی ہیں۔ یہ شیعوں کا پرانا اعتراض ہے۔ جو عبیداللہ شیعی نے بھی نقل کر دیا۔ اس کا تفصیلی جواب ہماری کتاب تحفہ جعفریہ میں موجود ہے۔ جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کی بحث کی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

عبارت ۶:

رَوَی مُحَمَّدُ بْنُ سِیْرِیْنَ عَنْ عِکْرِمَہَ قَالَ لَمَّا کَانَ بَیْعَۃُ اَبِیْ بَکْرٍ قَعَدَ عَلِیٌّ فِیْ بَیْتِہٖ فَقِیْلَ لِاَبِیْ بَکْرٍ قَدْ کَرِہَ بَیْعَتَکَ فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ

فَقَالَ كَرِهْتَ بَيْعَتِي قَالَ لَا قَالَ مَا أَقْعَدَكَ
عَنِّي قَالَ رَأَيْتُ كِتَابَ اللّٰهِ يُزَادُ فِيهِ فَحَدَّثْتُ
نَفْسِي أَنْ لَا أَلْبَسَ رِدَائِي إِلَّا لِصَلٰوةٍ حَتّٰى أَجْمَعَهُ
قَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّكَ نِعْمَ مَا رَأَيْتَ قَالَ محمد
بن سيرين لعكرمة أَلَّفُوهُ كَمَا أُنْزِلَ الأول فالأول
فَقَالَ لَوِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ أَنْ يُؤَلِّفُوهُ
هٰذَا التَّالِيفَ مَا اسْتَطَاعُوا۔ رواہ ابو داؤد۔

محمد ابن سیرین کہا کرتے تھے۔ اگر وہ قرآن مل جاتا۔ جو امیر علیہ السلام نے جمع کیا ہے۔ تو اس سے بہت علم حاصل ہو سکتا۔

(ارجح المطالب ص ۱۳۸)

ترجمہ: محمد بن سیرین نے عکرمہ سے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت ابو بکر سے لوگوں نے بیعت لی۔ اور علی سے کہلا بھیجا۔ کہ کیا آپ نے میری بیعت سے کراہت کی ہے۔ تو آپ نے جواب دیا۔ کہ نہیں پھر پوچھا کہ پھر آپ کی گھر میں بیٹھ رہنے کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا میری یہ رائے ہوئی ہے۔ کہ کتاب اللہ میں کچھ نہ کچھ ضرور زیادتی کی جائے گی۔ لہٰذا میرے دل میں آیا کہ میں اپنی چادر سوائے نماز کے اور وقت نہ اوڑھوں جب تک کہ قرآن کو جمع کر لوں حضرت ابو بکر نے کہا آپ کی رائے بہت مناسب ہے۔ محمد بن سیرین نے عکرمہ سے پوچھا۔ کہ کیا صحابہ نے قرآن اسی طرح سے تالیف کیا ہے۔ جیسے کہ اول مرتبہ نازل ہوا تھا۔ عکرمہ نے کہا۔ اگر تمام انس و جن جمع ہو کر ویسے تالیف کرنا چاہیں تو ہرگز نہیں کر سکیں گے۔

توضیح :

مولوی عبیداللہ امرتسری نے روایت مذکورہ کی نسبت ابوداؤد کی طرف کی ہے۔ لیکن ابوداؤد شریف میں ان الفاظ کے ساتھ ایسی کوئی روایت نہیں۔ اصل مقصد اس روایت کے بیان کرنے کا یہ ہے۔ کہ یہ ثابت کیا جائے۔ یا کم از کم قارئین ناظرین کے ذہن میں یہ خدشہ بٹھا دیا جائے۔ کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں۔ اس میں کمی بیشی موجود ہے۔ اصل اور مکمل قرآن وہ ہے جو علی المرتضیٰ رضؓ نے جمع کیا تھا۔ اس مقصد کو بیان کرنے کا انداز اور ہے۔ لیکن پس پردہ یہی شیعی عقیدہ کارگر ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کے حوالہ سے یہ ذکر کرنا کہ ،، میری رائے یہ ہے۔ کہ اس قرآن میں زیادتی کی جائے گی ،، اس عقیدہ کی نشاندہی کرتا ہے۔ کہ صحابہ کرام پر علی المرتضیٰ کو جمع قرآن کے بارے میں اعتماد نہ تھا۔ اور جب علی المرتضیٰ رضؓ کا جمع کردہ نسخہ عام نہ ہوا۔ تو پھر آپ کا یہ خدشہ عملی طور پر سامنے آگیا۔ لہٰذا موجودہ قرآن میں بہت سی ایسی آیات اور کثیر تعداد میں ایسے کلمات ہیں۔ جو خود ساختہ ہیں۔ یہی شیعہ کہتے ہیں۔ اور یہی بات عبیداللہ امرتسری بھی کہہ رہا ہے۔ اس کی تفصیل کے لیے عقائد جعفریہ جلد سوم کا مطالعہ بہت مفید ہوگا۔ روایت مذکورہ کا دوسرا پہلو یہ کہ اگر وہ قرآن مل جاتا جس کو علی المرتضیٰ رضؓ نے جمع کیا۔ تو بہت کچھ علم حاصل ہوتا۔ اس سے عبیداللہ امرتسری یہ باور کرانا چاہتا ہے۔ کہ علی المرتضیٰ کے جمع کردہ قرآن میں اس موجود قرآن کی بہ نسبت زیادہ علم ہے۔ اور یہ بات واضح ہے۔ کہ علم کی زیادتی کے لیے الفاظ و آیات کی زیادتی ضروری ہے۔ یعنی اگر علی المرتضیٰ کا جمع کردہ قرآن اور موجود قرآن آیات وکلمات کی تعداد کے اعتبار سے برابر ہوتے تو زیادتی کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ کیونکہ قرآن کریم چاہے ترتیب نزولی پر مرتب و مؤلف کیا جائے۔ یا موجود ترتیب پر دونوں صورتوں میں آیات و سورتیں برابر ہی رہتیں۔ صرف تقدیم و تاخیر کا فرق پڑتا۔ لیکن زیادتی علم کا پایا جانا اس کو متقاضی ہے۔ کہ

کچھ زکچھ اضافہ علی المرتضٰے رضنے جمع کردہ نسخہ میں کیا تھا۔ اس سے نتیجہ یہ نکلا۔ کہ موجود قرآن ناقص اور نامکمل ہے۔ اور یہ بھی اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ جسے عبیداللہ امرتسری بیان کر رہا ہے۔ علاوہ اس کے کہ اس روایت میں خود تضاد ہے۔ (جیسا کہ علی المرتضٰے رضنے کا خدشہ کہ لوگ اس قرآن میں زیادتی کر دیں گے۔ اور یہ کہ آپ کا مرتب کردہ زیادہ آیات پر مشتمل تھا۔) یہ روایت اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اختیار پر بھی ضرب کاری لگا رہی ہے۔ قرآن کریم کے بارے میں اس کا اعلان ہے۔ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ تو جب موجود قرآن کمی بیشی لیے ہوئے ہے اور علی المرتضٰے کا جمع کردہ کہیں نظر نہیں آتا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کا حفاظت کرنا کہاں گیا معاذاللہ اس کی حفاظت کا انتظام ناقص تھا۔ علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کی خبر نہ تھی۔ یا اس کی حفاظت کرنے پر انہیں شک تھا؟ روایت مذکورہ کی روشنی میں بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ صاحب ارجح المطالب مولوی عبیداللہ امرتسری شیعہ مسلک کا پیرو ہے۔ اور ان کے نظریات کی تبلیغ و ترویج اس کا مطمع نظر ہے۔ نہ یہ سُنّی نہ اس کی تصنیف سُنّی۔ لہٰذا اس کا کوئی حوالہ ہمارے خلاف بطور حجت پیش نہیں کیا جا سکتا۔

عبارت ۷:

قَالَ الْحَافِظُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ محمد بن یوسف الکنجی الشافعی ھٰکذا ذَکَرَہُ الشَّیْخُ مُحِیُّ الدِّیْنِ النُّوَوِیُ وَ قَالَ اَبُوْ بَکْرِ النَّقَّاشُ اِنَّھَا نَزَلَتْ فِی بَیَانِ الْوِلَایَۃِ لِعَلِیٍّ وَ قَالَ الامامُ فَخْرُ الدین الرازی و ھو قول ابن عباس و البراء بن عازب و محمد بن علی بن الحسین ابن علی و

ابوسعید الخدری۔ (ارجح المطالب ص ۵۸)

ترجمہ:

حافظ ابوعبداللہ محمد بن یوسف الکنجی شافعی کفایۃ الطالب میں لکھتے ہیں کہ امام نووی شارح صحیح مسلم نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔ اور ابوبکر نقاش کہتے ہیں کہ یہ آیت جناب امیر کی روایت کی نسبت نازل ہوئی اور امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ غدیر خم کے روز اس آیت کے شرف نزول کی نسبت عبداللہ بن عباس، براء بن عازب اور جناب محمد بن علی بن الحسین بن علی کا قول ہے۔

توضیح:

جس آیت کریمہ کے بارے میں مذکورہ اقوال لکھے گئے۔ وہ یہ ہے۔ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الخ اس آیت کا شان نزول ولایت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے ہوا۔ یہ عقیدہ سراسر شیعہ عقیدہ ہے۔ اس کی تفصیل بحث ہم نے تحفہ جعفریہ جلد اول اور عقائد جعفریہ جلد دوم میں کر دی ہے۔ سبب نزول یوں بنایا گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے دوران میدان عرفات میں جبرئیل امین نے یہ پیغام دیا۔ کہ یہاں تم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولایت کا اعلان کرو۔ آپ نے اعلان نہ کیا اور اپنے تحفظ کی اللہ تعالیٰ سے ضمانت طلب کی۔ دوسری طرف منیٰ میں جبرئیل حاضر ہو گئے۔ پھر یہی سوال و جواب ہوتے تیسری مرتبہ مکہ کے قریب ملاقات ہونے پر جبرئیل نے عرض کیا پھر وہی طلب ضمانت کا جواب چوتھی دفعہ خم غدیر پر پہنچ کر آپ پر مذکورہ آیت اتاری گئی۔ جس میں تنبیہ کی گئی۔ کہ اگر ٹال مٹول کیا۔ تو رسالت کی تبلیغ ناقص بلکہ کالعدم ہو جائے گی۔ یہ اول تا آخر شیعہ عقائد کی کہانی ہے۔ اور پھر اسے محمد بن یوسف الکنجی صاحب

کفایۃ الطالب کے حوالے سے پیش کرنا سونے پر سہاگہ کے مترادف ہے عبید اللہ امرتسری نے رعب ڈالنے کے لیے ابو نقاش کا نام لیا۔ جس کی کوئی سند ذکر نہ کی۔ امام رازی کو اپنا ہم نوا ثابت کیا۔ حالانکہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں دس عدد روایات پیش کیں۔ آخری یہ کہ نزلت الاٰیۃ فی فضل علی ابن ابیطالب۔ یعنی آیت کریمہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں اتری۔ کیا فضیلت اور امامت لازم ملزوم ہیں؟ امام رازی نے اس آیت کریمہ کا مفہوم جو راجح طور پر بیان کیا۔ وہ یہ ہے اور یہی ان کا مسلک ہے تفسیر کبیر۔

إِعْلَمْ اَنَّ هٰذِهِ الرِّوَايَاتِ وَاِنْ كَثُرَتْ اِلَّا اَنَّ الْاَوْلٰى حَمْلُهٗ عَلٰى اَنَّهٗ تَعَالٰى اٰمَنَهٗ مِنْ مَكْرِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَاَمَرَهٗ بِاِظْهَارِ التَّبْلِيْغِ مِنْ غَيْرِ مُبَالَاةٍ مِنْهُمْ وَذَالِكَ لِاَنَّ مَاقَبْلَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ بِكَثِيْرٍ وَمَابَعْدَهَا بِكَثِيْرٍ لَمَّا كَانَ كَلَامًا مَعَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اِمْتَنَعَ اِلْقَاءُ هٰذِهِ الْاٰيَةِ الْوَاحِدَةِ فِى الْبَيْنِ عَلٰى وَجْهٍ تَكُوْنُ اَجْنَبِيَّةً عَمَّا قَبْلَهَا وَمَابَعْدَهَا۔
(تفسیر کبیر جلد ۱۲ ص ۵۰)

ترجمہ:۔ مذکورہ آیت (یا ایہا الرسول بلغ انزل الیک الخ) کے مفہوم پر اگرچہ بہت سی روایات ملتی ہیں۔ مگر بہتر یہ ہے۔ کہ اسے اس بات پر محمول کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے مکر و فریب سے آپ کو امن میں رکھنے کا اعلان فرمایا۔ اور بے دھڑک تبلیغ کرنے کا حکم دیا۔ یہ معنی اس لیے بہتر ہے۔ کیونکہ

اس سے پہلے کی بکثرت آیات اور اس کے بعد کی بہت سی آیات
میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ سے گفتگو کی۔ لہٰذا اس آیت
کو ماقبل اور مابعد سے کاٹ کر اجنبی مضمون پر محمول کرنا ممتنع ہے۔
قارئین کرام! عبیداللہ امرتسری شیعی کا ارجح المطالب میں امام رازی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کا قول اپنے مسلک کی تائید میں ذکر کرنا کہاں تک درست ہے؟
آپ نے امام رازی کی تفسیر سے اِن کا اپنا مسلک ملاحظہ کر لیا۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی
ولایت و امامت کا اِن کے مسلک میں اس آیت سے ثابت نہیں۔ تو اس طرح
عبیداللہ امرتسری نے اس عبارت کے ذریعہ بھی شیعیت کا پرچار کیا خم غدیر پر
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امامت کا اعلان ہونا شیعی مسلک ہے۔ جس کا نتیجہ یہ کہ ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ کا بطور خلیفہ و امام انتخاب غلط تھا۔ اسی مسلک کی تبلیغ صاحب ارجح
المطالب بھی کر رہا ہے۔

عبارت ۸:

عن حذیفه رضی الله عنه قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ مَنْ اَبیٰ
فَقَدْ کَفَرَ۔ اخرجه ابن مردویه۔

(ارجح المطالب ص ۲۶)

ترجمہ: حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے تھے۔ علی علیہ السلام خیر البشر ہیں۔ جس نے انکار کیا
وہ کافر ہوا۔

توضیح:

ابن مردویہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تین چار صدیوں کا طویل

زمانہ ہے۔ کیونکہ حضرت حذیفہ صحابی رسول ہیں۔ اور ابن مردویہ نے سنہ ۴۱۰ھ میں انتقال کیا۔ صاف واضح کہ ان دونوں میں ملاقات نہ ہوئی۔ لہٰذا کئی واسطوں سے یہ روایت ابن مردویہ تک پہنچی ہوگی۔ وہ واسطے کیا ہیں۔ کتنے ہیں۔ کیسے ہیں۔؟ کوئی علم نہیں۔ اس لیے تحقیق کے میدان میں یہ روایت قابل احتجاج ہرگز نہیں۔ اب اس کے مضمون کی طرف ہم آتے ہیں۔ وہ بھی نہایت عجیب ہے۔ بلکہ کفر تک پہنچانے والا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ "خیر البشر" سے مراد مطلقاً ہر بشر و انسان سے بہتر ہے۔ تو پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تسلیم کرنا پڑے گی۔ اسے تسلیم کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور اگر "خیر البشر" سے مراد صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام لیے جائیں۔ تو اجماع امت کی مخالفت لازم آتی ہے۔ کیونکہ امت محمدیہ میں صدیق اکبر کی افضلیت پر اجماع منعقد ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ کچھ مسلمان علماء حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے قائل ہیں۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ ان علماء نے عبید اللہ امرتسری کی طرح اس افضلیت کے منکر کو کافر ہرگز نہیں کہا۔ آخر میں ہم خود عبید اللہ امرتسری کے منہ سے اُس کا اپنے بارے میں امامی ہونا ثابت کرکے بحث کو ختم کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مولوی عبید اللہ امرتسری کا اپنی زبان سے اپنے شیعہ ہونے کا اقرار

ارحج المطالب:

ہمارے نزدیک سب شیعین نہایت امر شنیع ہے۔ ہم اپنے

امامیہ مذہب کے ساتھ ہرگز اس میں اتفاق نہیں کر سکتے۔

(ارجح المطالب ص ۶۷۳)

توضیح:

مولوی عبیداللہ امرتسری تسلیم کرتا ہے۔ کہ میں امامی ہوں۔ لیکن ساتھ ہی "امامیہ" مسلک کے ایک عقیدہ سے اتفاق کرنے سے پہلوتہی کی جا رہی ہے۔ پہلی تو بات یہ ہے۔ کہ "امامیہ" فرقہ کے نزدیک ابوبکر وعمر کو بُرا بھلا کہنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی پکا امامی نہیں بن سکتا۔ اس لیے اگر عبیداللہ امرتسری امامی کہلانے میں عار نہیں محسوس کرتا۔ تو پھر اس عدم اتفاق کے اعلان کی ضرورت کیوں؟ ممکن ہے۔ کہ کچھ دوسرے نام نہاد سنیوں کی طرح اس نے بھی "تقیہ" سے کام لیا ہو۔ اور یہ عدم اتفاق اسی کا ثمرہ ہو۔ دوسری بات یہ کہ صرف شیخین کے بُرا بھلا کہنے میں اس کے بقول اسے دوسرے اماموں سے اتفاق نہیں۔ دیگر تمام عقائد ونظریات میں ان سے اتفاق ہے۔ اب اس سے بڑھ کر امامی شیعی ہونے کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ ہم نے آٹھ عدد عبارات ایک عدد قول مقبول سے غلام حسین نجفی کی عبارت اور آخری حوالہ جس میں عبیداللہ نے اپنے امامی ہونے کا صراحۃً اقرار کیا۔ کل دس حوالہ جات نقل کیے ہیں۔ ان کے مطالعہ کے بعد کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ مولوی عبیداللہ امرتسری صاحب ارجح المطالب سنی عالم تھا۔ اور نہ ہی اس کی تصنیف ارجح المطالب کو "معتبر سنی کتاب" کہا جا سکتا ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

۳۲ سی دوم

الفصول المہمہ مصنفہ علی بن محمد المعروف ابن صباغ

ان کتب میں سے جس کے مصنفین میں شیعیت پائی جاتی ہے۔ ایک کا نام۔ ''الفصول المہمۃ فی معرفۃ احوال الائمۃ علیہم السلام'' بھی ہے۔ اور اس کتاب کو بھی کچھ شیعہ مؤلفین نے اہل سنت کی معتبر کتاب کے عنوان سے پیش کر کے اس کی عبارات سے اپنے نظریات ثابت کیے۔ یوں قارئین کرام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی۔ کہ اہل سنت اور شیعہ کا فلاں نظریہ مشترک ہے۔ حالانکہ اس کتاب کا مصنف اہل سنت نہ ہونے کی وجہ سے سنیوں کے لیے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ چنانچہ غلام حسین نجفی نے اسی انداز فریبانہ کو پیش نظر رکھ کر ''قول مقبول'' میں لکھا ہے۔

قول مقبول:

قَالَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ قَالَ لِیَ النَّبِیُّ قُوْمِیْ تَنَحِّیْ عَنْ اَھْلِ بَیْتِیْ فَتَنَحَّیْتُ۔ (بحوالہ الفصول المہمہ ص ۲۵ مطبوعہ تہران) بحوالہ قول مقبول ص ۱۵۹)

ترجمہ:۔ ام سلمہ نے کہا مجھے نبی پاک نے فرمایا تو میری اہل بیت سے الگ ہو جا۔ لہٰذا میں الگ ہو گئی۔

توضیح:

الفصول المہمہ کی مذکورہ عبارت کو ذکر کر کے نجفی نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ اہل سنت کے

نزدیک بھی ازواج مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت میں شامل نہیں۔ صاحب الفصول المہمہ کا تعارف بحیثیت مصنف اس کتاب کے ٹائیٹل پر یوں کرایا گیا ہے۔ علی بن محمد بن احمد مالکی۔ مالکی چونکہ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد کو کہتے ہیں۔ اور ائمہ اربعہ اپنے مقلدین سمیت اہل سنت کہلاتے ہیں۔ لہٰذا علی بن محمد بن احمد بھی سنی ہوا۔ حالانکہ اس کی رفض و شیعیت ہر دو مکتبہ فکر کے نزدیک ثابت ہے۔ اس کی کتاب کے بعض مندرجات، کتب شیعہ میں اس کو اپنا مشائخ کہنا اور اہل سنت کا اس کی شیعیت کی وضاحت کرنا یہ تین امور اس کے نظریات و معتقدات کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔ سب سے پہلے ہم اس کی مذکورہ تصنیف سے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ انہیں پڑھیں۔ اور فیصلہ کریں۔ کہ ان کا قائل کون ہے؟

عبارت نمبر (۱):

وَقَدْ نَسَبَ بَعْضُهُمُ الْمُصَنِّفَ فِيْ ذَالِكَ إِلَى التَّرَفُّضِ لِمَا ذَكَرَهُ فِيْ خُطْبَةِ أَوَّلِهِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ مِنْ صَلَاحِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ نَصْبَ الْإِمَامِ الْعَادِلِ۔ (مقدمۃ الفصول المہمہ ص۶)

ترجمہ:

(صاحب کشف الظنون نے کہا) بعض نے الفصول المہمہ کے مصنف کو رافضیت کی طرف منسوب کیا۔ اور اس پر دلیل اس کی کتاب کے خطبہ کے ان الفاظ کو بنایا۔ تمام تعریفیں اس اللہ پاک کے لیے کہ جس نے اس امت کی اصلاح کے لیے امام عادل کو مقرر کیا۔

منصوص قرار دیا گیا۔ اور یہی نظریہ اہل تشیع کا در بارۂ امامت ہے۔ اور اہل سنت کے ہاں مسئلہ امامت منصوص من اللہ نہیں۔ لہٰذا مصنف الفصول المہمہ کا عقیدہ وہی ہے جو اہل رفض و تشیع کا ہے۔ اس لیے یہ علمائے اہل سنت میں سے نہیں ہے۔

عبارت (۲):

اَکْثَرَ الْقَوْلَ بِتَبْجِیْلِهٖ وَ اِسْتِحْسَانِ فَرَائِدِه من الحجج الْمُعَاصِرِیْنَ اُسْتَاذُ نَا الْاَکْبَرُ الحجة الامام الشیخ محمد الحسین آل کاشف الغطاء دامت فواضله (مقدمہ الفصول المہمہ ص ۸)

ترجمہ:-

کتاب الفصول المہمہ کی عظمت شان اور اس کے دلائل کی اچھائی مصنف کے ہم عصر علماء میں سے خاص کر استاد الاکبر الحجۃ الامام الشیخ محمد حسین نے بیان کی ہے۔ جو صاحب آل کاشف الغطاء ہیں۔

قارئین کرام! شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء اہل تشیع کا بہت بڑا مجتہد ہے اس کی تصنیف "اصل الشیعہ واصولہا" جیسا کہ اپنے نام سے ظاہر ہے مسلک شیعیت کے اصول بیان کرنے پر لکھی گئی۔ اور یہ کتاب دنیائے شیعیت کی مسلمہ کتاب ہے۔ اس سے صاف ظاہر کہ اگر الفصول المہمہ کا مصنف پکا سنی ہوتا۔ تو اس کی کتاب کے دلائل اور نظریات کو ایک بہت بڑا شیعہ مجتہد کیسے اچھے کہتا۔ یوں محمد حسین آل کاشف الغطاء نے اس کی شیعیت توثیق کر دی ادھر شیعہ یہ کہتے ہیں۔ کہ جس روایت میں سنیوں کی موافقت نظر آتی ہو۔ اُسے چھوڑ دو۔ ان دونوں باتوں کو پیش نظر رکھ کر آپ صاحب الفصول المہمہ کے بارے میں باسانی فیصلہ کر سکتے ہیں۔

عبارت ۳ :-

قُلْنَا اِنَّ مِنْ اَهَمِّيَّةِ هٰذَا الْكِتَابِ الْجَلِيْلِ الْقَدْرِ هُوَ اعْتِمَادُ مُؤَلِّفِهِ عَلٰى كُتُبِ الْفَرِيْقَيْنِ فِيْ تَثْبِيْتِ اِمَامَةِ الْاَئِمَّةِ الْاَطْهَارِ (ع) وَمِنْ جُمْلَتِهَا كِتَابُ (كفاية الطالب فى مناقب امير المومنين على بن ابيطالب) للشيخ العلامة فَقِيْهِ الْحَرَمَيْنِ الكنجى الشافعى المتوفى سنة ٦٥٨ - (مقدمة الكتاب ص۵)

ترجمہ :-

ہم کہتے ہیں۔ کہ اس عظیم القدر کتاب کی اہمیت یہ بھی ہے۔ کہ اس کے مصنف نے فریقین کی کتب سے ائمہ اطہار کی امامت ثابت کی ہے اور ان کتابوں میں سے ایک کتاب "کفایۃ الطالب فی مناقب امیر المومنین علی بن ابیطالب" بھی ہے۔ جس کے مصنف علامہ الشیخ فقیہ الحرمین الکنجی شافعی متوفی ۶۵۸ھ ہیں۔

توضیح :-

"کفایۃ الطالب" کا تعارف چند اوراق قبل آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ دھوکہ دہی کے لیے اس کے نام کے آخر میں "شافعی" لکھا گیا ہے۔ ورنہ در حقیقت یہ شخص پکا رافضی ہے۔ اب فصول المہمہ کا ماخذ جب ایسی کتاب ٹھہری۔ جس کا مصنف کٹر رافضی ہو۔ تو پھر اس کا نظریہ خود آشکارا ہو جاتا ہے۔ ایسی کتاب کو اہل سنت کی معتبر کتاب کہنا اور اس سے عقائد اہل تشیع کی توثیق پیش کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔

عبارت نمبر۴: ——— الفصول المہمہ کے چند ماخذ

(۱) المغازی لابن قتیبہ (۲) الفتوح لابن اعثم (۳) الارشاد للشیخ مفید (۴) الجوانح والجوامع للامام قطب الدین ابی سعید ہبۃ اللہ ابن الحسن نہاوندی (۵) الدلائل للحمیری (۶) الوزیر السعید موید الدین العلقمی

(مقدمہ ص۹)

توضیح:-

مندرجہ بالا چھ کتب کے مصنف بھی کفایۃ الطالب کے مصنف کی طرح رافضی ہیں۔ اگرچہ اس کے مصنف کے نام کے آخر میں "المالکی" لکھا گیا ہے۔ لیکن یہ صرف فریب دینے کے لیے کیا گیا۔ درحقیقت وہ اہل تشیع میں سے ہے۔

عبارت نمبر۵:

لَقَدْ اِعْتَمَدَ الْمُؤَلِّفُ فِیْ نَقْلِ الْاَحَادِیْثِ الشَّرِیْفَۃِ وَالْاَخْبَارِ فِیْ فَضَائِلِ اٰلِ الْبَیْتِ الْمَأْمُوْنِیْنَ الْاَخْیَارِ عَلٰی رِوَایَاتِ الْاَئِمَّۃِ الْمَعْصُوْمِیْنَ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ وَمَنْ بَعْدَہُمْ عَلَی الصَّحَابَۃِ الْکِرَامِ مثل ابن عباس وعبد اللہ بن مسعود وابی ذر الغفاری الخ

(مقدمہ ص۹)

ترجمہ: مؤلف نے فصول المہمہ میں احادیث اور اخبار جو کہ فضائل آل بیت کے متعلق ہیں نقل کرنے میں ان پر اعتماد کیا ہے۔ جو ائمہ اہل بیت

معصومین سے مروی ہیں ۔ اس کے بعد چند صحابہ مثل ابن عباس ، عبداللہ بن مسعود اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم سے بھی روایات کی ہیں ۔

توضیح :

فصول المہمہ کا مقدمہ تحریر کرنے والا اکثر شیعہ ہے ۔ اور اس نے صاحب فصول المہمہ کے شیعہ ہونے کی تائید اس طرح کی ۔ کہ یہ بھی ائمہ اہل بیت کو معصوم سمجھتا ہے حالانکہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے ۔ کہ حضرات انبیاء کرام کے علاوہ کوئی اور معصوم نہیں ہے عصمت ائمہ دراصل اہل تشیع کا عقیدہ ہے ۔ لہٰذا اس سے بھی ثابت ہوا ۔ کہ صاحب فصول المہمہ اہل سنت کا فرد نہیں بلکہ اہل تشیع کا ایک فرد ہے ۔

عبارت نمبر ۶ :

قَدْ اَثْبَتَ الْوَصِیَّةَ وَالْاِمَامَةَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم لِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (ع) فِیْ مَوْضُوْعَاتِ کِتَابِهٖ هٰذَا ۔ (مقدمة الکتاب ص۱۶)

ترجمہ :

مصنف نے اپنی اس کتاب میں وصیت اور امامت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے ثابت کیا ہے ۔ یہ بات اس کتاب کے موضوعات میں سے ایک ہے ۔

توضیح :

قارئین کرام ! اہل سنت کا عقیدہ اس بارے میں یہ ہے ۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت بلافصل اور امامت کا منصب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملا ۔ اس کے برخلاف خلافت بلافصل اور امامت بلافصل کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کے لیے ثابت کرنے والا قطعاً سنی نہیں ہو سکتا۔

عبارت نمبر ۷:

قَالَ الشَّيْخُ كَمَالُ الدِّيْنِ طَلْحَةَ تُوُفِّيَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ لَيْلَةَ الثُّلَاثَاءِ لِثَلَاثٍ خَلَوْنَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ الْمُعَظَّمِ سَنَةَ إِحْدٰى عَشَرَةَ مِنَ الْهِجْرَةِ وَدُفِنَتْ بِالْبَقِيْعِ لَيْلًا صَلّٰى عَلَيْهَا عَلِيُّ ابْنُ أَبِيْ طَالِبٍ وَكَبَّرَ عَلَيْهَا خَمْسَ تَكْبِيْرَاتٍ۔ (الفصول المهمه فی ذکر البتول ص ۱۴۷)

ترجمہ: شیخ کمال الدین طلحہ نے کہا۔ حضرت تماآن جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا گیارہ ہجری رمضان المبارک کی تین تاریخ منگل کو انتقال ہوا اور رات کے وقت جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پانچ تکبیرات سے پڑھائی۔

توضیح:

اہل سنت کی کتب مثلاً البدایۃ والنہایہ اور تاریخ خمیس میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھانے والا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو لکھا گیا۔ اور انہوں نے چار تکبیرات کہیں۔ لیکن صاحب الفصول نے امام اور تعداد تکبیرات میں اہل سنت کے قول کے مخالفت کی۔ اور اہل تشیع کا مسلک ثابت کیا۔ لہٰذا اسے سنی کہنا صرف دھوکہ دہی کے لیے ہو سکتا ہے۔ ورنہ یہ اہل تشیع میں سے ایک کٹر شیعہ ہے۔

عبارت نمبر ۸:

فصل فی ذکر وفاته و مدة عمره و امامته۔ قال ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی فی کتابه "اعلام الوری"، بعد ان تم الصلح بین الحسن و معاویة و خرج الحسن الی المدینة و اقام بها عشر سنین سقته زوجته جعدة بنت الاشعث بن قیس الکندی السم و ذالک بعد ان بذل لها معاویة علی سمه مائة الف درهم فبقی مریضا اربعین یوما۔ الفصول المهمه فی ذکر البتول ص ۴۷)

ترجمہ:

امام حسن کی وفات، ان کی عمر اور مدت خلافت کی فصل میں مولف نے ذکر کیا۔ کہ ابو علی فضل بن حسن طبرسی نے اپنی تصنیف "اعلام الوری" میں لکھا۔ کہ جب امیر معاویہ رض اور امام حسن رض کی صلح ہو گئی۔ اور امام حسن رض مدینہ کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ سال آپ نے قیام فرمایا پھر ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے انہیں زہر کھلایا۔ اور اس زہر کھلانے کے لیے امیر معاویہ رض نے ایک لاکھ درہم خرچ کیے تھے چنانچہ اس زہر کے اثر سے چالیس دن بیمار رہ کر امام حسن رض نے انتقال فرمایا۔

توضیح:۔

قارئین کرام! اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ اور کتب شیعہ میں بھی اس کی تائید

موجود ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جب امام حسن کی صلح ہو گئی۔ تو امیر معاویہ رضہ انہیں خطیر رقم سالانہ بطور وظیفہ دیتے رہے۔ اس کی تفصیل تحفہ جعفریہ جلد چہارم میں وضاحت سے مذکور ہو چکی ہے۔ رہا زہر دینے کا معاملہ تو اس بارے میں خود حسنین کریمین کو بھی علم نہ تھا۔ چہ جائیکہ کسی دوسرے کو اس بارے میں علم ہو۔ صاحب الفصول کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام دھرنا کہ انہوں نے امام حسن رضہ کو زہر کھلانے کیلیے بہت سے دراہم خرچ کیے۔ اہل تشیع کی ترجمانی کرتا ہے۔ صحابی رسول اور کاتب وحی پر ایک بہتان عظیم بھی ہے۔ علاوہ ازیں جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے اس کا مصنف بہت بڑا شیعہ مجتہد بلکہ اس کے شاگردوں میں سے تو شاگردوں کی اجتہادی عظمت کا تذکرہ اعلام الوریٰ میں یوں مذکور ہے۔

۱۔ الشیخ محمد بن علی شہر آشوب السروی المازندرانی۔

۲۔ ولدہ الذاکی رضی الدین الحسن بن الفضل ابو النصر الطبرسی۔

۳۔ الشیخ منتجب الدین علی بن عبید اللہ بن الحسن الملقب بحسکا الرازی من احفاد ابن بابویہ القمی۔

۴۔ الشیخ سعید بن ہبۃ اللہ ابو الحسین المعروف بالقطب الراوندی۔

۵۔ الشیخ عبد اللہ بن جعفر الدوریستی۔

۶۔ الشیخ شاذان بن جبرئیل القمی۔

۷۔ السید مہدی بن نزار ابو الحمد الحسینی القائینی۔

۸ - السید شرفشاہ بن محمد بن زیادۃ الافطسی۔
۹ - السید فضل الدین علی بن عبید اللہ الحسنی
ضیاء الدین راوندی۔ (اعلام الوری ص ۵ ترجمۃ المؤلف)

قارئین کرام! یہ تو کتب وہ ہیں۔ جن پر شیعیت کی چکی گھومتی ہے۔ اور یہ ان لوگوں کی تصانیف ہیں جن کو شیعیت میں اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ ان کے استاد اور ان کے مربی فضل ابن عباس طبرسی کے شیعہ ہونے میں کس کو اعتراض ہے۔ جب پورا ٹولہ "گروہ شیعہ" سے تعلق رکھتا ہے۔ تو پھر ان کی کتب کو اہل سنت کی مشہور و معتبر قرار دینا کس قدر جہالت ہے۔ یہ چند حوالہ جات کتاب الفصول المہمۃ سے ہم نے نقل کیے ہیں۔ ان کے علاوہ خود اہل تشیع نے اس کا تعارف "اپنا آدمی" کے طور پر کرایا ہے۔

کتب شیعہ سے صاحب الفصول المہمۃ علی بن محمد کا تعارف

الذریعہ:

الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ الاثنی عشر و فضلہم و معرفۃ اولادہم و نسلہم للشیخ نور الدین علی بن محمد الصباغ المالکی المکی المتوفی ۸۵۵ مطبوعہ متداول اولہ [الحمد للہ الذی جعل من صلاح

(مشائخ الشیعۃ) ومنھم مع ائمۃ من اعاظم المالکیۃ ولذا قال فی (کشف الظنون) انۃ نسب بعضھم المصنف الی الرفض لما ذکرہ فی خطبتہ ۔ (الذریعہ جلد ۱۶ ص ۲۴۶ در حرف فاء، صاد، واؤ مطبوعہ بیروت

ترجمہ:۔

فصول المہمہ کتاب جس میں بارہ اماموں، ان کے فضل اور ان کی اولاد و نسل کی معرفت کا تذکرہ ہے۔ اس کے مصنف شیخ نورالدین علی بن محمد الصباغ مالکی ہیں۔ جن کا انتقال ۸۵۵ھ میں ہوا۔ مشہور و معروف کتاب ہے۔ اس کی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی ہے۔ الحمد للہ الذی جعل من صلاح ھذہ الامۃ نصب الامام العادل،، رسالہ مشائخ الشیعہ میں اس مصنف کو شیعہ مشائخ میں شمار کیا گیا۔ حالانکہ یہ مالکی مسلک کے بڑے عالم تھے۔ اسی لیے کشف الظنون میں ہے۔ کہ بعض نے اس کے مصنف کی طرف رافضی ہونے کی نسبت کی۔ کیونکہ اس کی کتاب کے خطبہ میں مذکورہ الفاظ اس کے رفض کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

الکنی والالقاب:

وقد یطلق ابن الصباغ علی نور الدین علی بن محمد بن الصباغ المکی المالکی صاحب کتاب الفصول المہمۃ فی معرفۃ الائمۃ قال الکاتب الحلبی وقد نسبہ بعضھم الی الرفض لما ذکر فی اول خطبتہ الحمد للہ الذی جعل من صلاح ھذہ الامۃ نصب الامام

العَادِلِ الخ توفی سنۃ ۸۵۵ھ (الکنی والالقاب ص ۲۳۶)

ترجمہ:۔ ابن الصباغ نورالدین علی بن محمد الصباغ کو بھی کہا جاتا ہے۔ جو مکی اور مالکی ہے۔ اور کتاب الفصول المہمہ کا مصنف ہے۔ کاتب الحلبی نے کہا۔ کہ اسے بعض علماء نے رافضی ہونے کی طرف منسوب کیا۔ کیونکہ اس نے اسی مذکورہ کتاب کے شروع میں یہ لکھا ہے کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جس نے امت کی اصلاح کے لیے امام عادل کھڑا کیا۔ ۸۵۵ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

توضیح:۔

قارئین کرام! صاحب الفصول المہمہ کے بارے میں دو عدد ایسی کتب شیعہ سے ہم نے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ جن پر دنیائے شیعیت کو مکمل اعتماد ہے۔ ان میں سے ایک نے بحوالہ کاتب حلبی اس کی رافضیت کو بیان کیا۔ لیکن اس پر جرح نہ کر کے یہ تأثر دیا۔ کہ کاتب حلبی کی بات درست ہے۔ درست کیوں نہ ہوتی آخر وہ مشائخ شیعہ ہے۔ کہ مصنف نے اسے صرف شیعہ ہی نہیں بلکہ مشائخ میں سے لکھا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ ابن الصباغ علی بن محمد اہل سنت علماء میں سے نہیں۔ بلکہ شیعہ ہے۔ اور اس کی کتاب مذکورہ کا کوئی حوالہ ہم اہل سنت پر حجت نہیں ہو سکتا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

سی و سوم[۳۳]

مطالب المسئول مصنفہ کمال الدین محمد بن طلحہ

کمال الدین محمد بن طلحہ ۵۸۲ھ میں پیدا ہوا۔ اور ۶۵۲ھ میں اس کا انتقال ہوا بظاہر شافعی المسلک کہلاتا ہے۔ یا اسے لکھا جاتا ہے۔ لیکن اس کے نظریات جو اس کی تصنیف "مطالب المسئول" سے معلوم ہوتے ہیں۔ اُن کے پیش نظر اس کی رافضیت عیاں ہوتی ہے۔ اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان مختلف فیہ مسائل میں اس کا رجحان اہل سنت کی طرف نہیں۔ بلکہ مسئلہ امامت میں واضح طور اس نے اہل تشیع کا عقیدہ اپنایا ہے۔ ہم درج ذیل میں اس کی شیعیت پر چند شواہد پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

علمائے شیعہ نے اس کی مذکورہ کتاب کو اپنے ہاں معتبر گردانا ہے

مقدمۃ مطالب المسئول:

كَلِمَةُ الْإِمَامِ آيَةِ اللهِ كَاشِفِ الْغِطَاءِ حَـ ...

هَذَا الْكِتَابَ إِنَّ كِتَابَ (مطالب المسئول في مناقب آل الرسول) أَحَدُ الْكُتُبِ الْمُعْتَبَرَةِ فِي عَالَمِ التَّالِيفِ فَقَدْ حَوَى كُلَّ نَفِيسٍ مِنَ الْقَوْلِ تَضَمَّنَ الْمُحَاكَمَاتِ الَّتِي تَهْدِفُ إِلَى تَدْوِينِ فَضَائِلِ آلِ بَيْتٍ مِنَ الطُّرُقِ الصَّحِيحَةِ وَالرُّوَاةِ الثِّقَاتِ بِقَلَمِ شَخْصِيَّةٍ عَرَفَهَا أَعْلَامُ الْمُؤْمِنِينَ بِالضَّبْطِ وَالتَّحْقِيقِ وَعَلَيْهِ فَهُوَ كِتَابٌ جَلِيلٌ حَوَى فَوَائِدَ جُمَّةً قَدْ لَا يَحْوِيهَا كِتَابٌ لِغَيْرِهِ جَاءَتْ وَفْقَ مَا تَطْلُبُهُ هُدَاةُ الْفَضَائِلِ وَأَنْ بَابُ الْوَلَاءِ لِلْأَئِمَّةِ الطَّاهِرِينَ - وَهَذَا عَمَلٌ يَسْتَحِقُّ صَاحِبُهُ.

(الشيخ محمد رضا الكتبی) اَلَّذِي عُرِفَ بِمَسَاعِيهِ وَمَجْهُودِهِ فِي نَشْرِ الْكُتُبِ النَّفِيسَةِ الشُّكْرِ وَالدُّعَاءِ - (مقدمة مطالب السئول مصنفه كمال الدين محمد بن طلحه)

ترجمہ:-

کتاب مطالب السئول کے بارے میں امام آیۃ اللہ کاشف الغطاء کے تاثرات۔

دنیائے تصانیف میں کتاب مطالب السئول ایک معتبر اور مشہور کتاب ہے مصنف نے اس میں نفیس باتیں درج کیں اور ایسے

ہیں۔ اس موضوع پر مصنف نے صحیح اور ثقہ روایات درج کیں۔ اور مصنف مذکور کو مشہور مؤرخین نے صاحب ضبط و تحقیق میں شمار کیا لہٰذا یہ کتاب عظیم الشان کتاب ہے۔ اور ایسے فوائد کی جامع ہے۔ جو کسی اور کتاب میں نہیں پائے جاتے۔ حضرات ائمہ طاہرین کے بارے میں صاحبان فضل اور ارباب ولایت کا دیرینہ مطالبہ اس کتاب نے پورا کر دیا ہے۔ اور اس عمل کی بنا پر اس کا ناشر شیخ محمد رضا الکتبی ہماری دعا اور شکر کا مستحق ہے۔ جس نے ایسی نفیس کتابوں کے چھاپنے اور نشر و اشاعت میں بہت شہرت پائی ہے۔

توضیح:

کتاب مذکور کے بارے میں کہ جسے غلام حسین نجفی نے اہل سنت کی معتبر کتاب کے طور پر پیش کیا۔

۱۔ اسے ایسے مطبع نے چھاپا جو خالص شیعہ کتب کے نشر و اشاعت کا ادارہ ہے۔

۲۔ اس کی تعریف میں صاحب کاشف الغطاء نے خوب دل کھول کر داد دی۔ اور اس کے مصنف کو محقق کہا۔

۳۔ اسی علامہ نے اس کی اشاعت کرنے والے ادارے کو دعائے خیر سے نوازا۔

۴۔ فضائل و مناقب اہل بیت پر خواہشات اہل تشیع کا پورا پورا حق ادا کیا گیا۔

ان تمام باتوں کے پیش نظر محمد بن طلحہ کے شیعہ ہونے میں کیسے شک ہو سکتا ہے۔

لگادی گئی ہے۔

مقدمۃ مطالب السئول ۲:

وَقَدْ اِعْتَمَدَ عَلٰی هٰذَا الْكِتَابِ كَثِيْرٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ وَمِنْهُمُ الْعَلَّامَةُ عَلِيُّ بْنُ عِيْسَى الْاَرْبَلِي الَّذِي نَقَلَ عَنْهُ كَثِيْرًا فِيْ كِتَابِهٖ (كشف الغمه) وكذالك ابن الصباغ۔ (مقدمة مطالب السئول ص۲)

ترجمہ:

اس کتاب کے مندرجات پر بہت سے علماء نے اعتماد کیا۔ ان میں سے ایک علامہ علی بن عیسیٰ اربلی بھی ہیں۔ جنہوں نے اس کتاب سے بہت سی باتیں اپنی کتاب "کشف الغمہ" میں نقل کیں۔ اور اسی طرح ابن الصباغ نے بھی۔

توضیح:

جن علماء کا ذکر اس اعتبار سے کیا گیا۔ کہ انہوں نے اس کی کتاب سے بہت زیادہ اقتباس کیا۔ ان میں سے ایک صاحب کشف الغمہ بھی ہیں۔ جس کے شیعہ ہونے پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ جس کی عبارات کو ایک شیعہ عالم بطور تائید پیش کرے۔ اور اپنے مسلک کی توثیق کے طور پر پیش کرے۔ اُسے اہل سنت کا عالم بنانا کس قدر زیادتی اور ناانصافی ہے۔

مقدمہ مطالب السئول ص۳:

وَالْاَوَّلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالثَّانِي مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَكُلٌّ وَاحِدٌ مِّنْ هٰذَيْنِ الْاَصْلَيْنِ [illegible] مِنِ اثْنَيْ عَشَرَ حَرْفًا وَالْاِمَامَةُ فَرْعٌ

عَلَى الْإِيْمَانِ الْمُتَاصِلِ وَالْإِسْلَامِ الْمُتَفَرِّعِ فَيَكُوْنُ عَدَدُ الْأَئِمَّةِ الْقَائِمِيْنَ بِهَا اِثْنَيْ عَشَرَ كَعَدَدِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْأَصْلَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ ـ

(مطالب السئول ص ۱۱)

ترجمہ:۔ بارہ اماموں میں امامت کے انحصار پر بہت سے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے دونوں اجزاء بارہ بارہ حروف سے مرکب ہیں۔ اور امامت ایمانِ مضبوط اور پختہ اسلام کی شاخ ہے۔ لہٰذا ان اماموں کی تعداد جو اسے قائم رکھنے والے ہیں۔ اتنی ہی ہے جتنی ان دونوں اصول (توحید و رسالت) کے حروف کی تعداد ہے۔

مقدمہ مطالب السئول ۴:

اَلْقِسْمُ الثَّانِيْ فِيْ ذِكْرِ الْمَعَانِيْ الَّتِيْ ذُكِرَ اِخْتِصَاصُهُمْ بِهَا وَهِيَ الْإِمَامَةُ الثَّابِتَةُ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ وَكَوْنُ عَدَدِهِمْ مُنْحَصِرًا فِيْ اِثْنَيْ عَشَرَ اِمَامًا وَاَمَّا ثُبُوْتُ الْإِمَامَةِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ فَاِنَّهُ حَصَلَ ذَالِكَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ قِبَلِهِ فَحَصَلَتْ لِلْحَسَنِ التَّقِيِّ "ع" مِنْ اَبِيْهِ علی ابن ابیطالب "ع" وَحَصَلَتْ بَعْدَهُ لِاَخِيْهِ الْحُسَيْنِ الزَّكِيِّ مِنْهُ وَحَصَلَتْ بَعْدَ الحسین لِاِبْنِهِ زَيْنِ الْعَابِدِيْنَ لِوَلَدِهِ محمد الباقر "ع" مِنْهُ وَحَصَلَتْ بَعْدَ الْبَاقِرِ لِوَلَدِهِ جعفر صادق "ع" مِنْهُ وَحَصَلَتْ بَعْدَ الصادق

لِوَلَدِہٖ موسیٰ الکاظم رح ، وِمنْهُ وَحَصلَتْ بَعْدَ الکاظم لِوَلَدِہٖ علی الرِّضَا رح ، منهُ وَحَصَلَتْ بَعْدَ الرِّضَا لِوَلَدِہٖ محمد القانع مِنْهُ وَحَصَلَتْ بَعْدَ القَانِعِ لِوَلَدِہٖ عَلِیِّ المُتَوَکِّل مِنْهُ وَحَصَلَتْ بَعْدَ المُتَوَکِّلِ لِوَلَدِہٖ الْحَسَنِ الْخَالِصِ مِنْهُ وَحَصَلَتْ بَعْدَ الْخَالِصِ لِوَلَدِہٖ محمد الحجة المهدی مِنْهُ وَ ثُبُوتُهَا لِامِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَمُسْتَقْصَی عَلٰی کُلِّ الْوُجُوْہِ فِیْ کُتُبِ الْاُصُوْلِ وَلَا حَاجَةَ اِلٰی بَسْطِ الْقَوْلِ فِیْهِ فِیْ هٰذَا الْکِتَابِ ۔ (مطالب السئول ص۱۱۲)

ترجمہ:-

دوسری قسم میں ان باتوں کا تذکرہ ہوگا۔ جو حضرات ائمہ کے ساتھ خاص ہیں ۔ اور امامت کا مسئلہ ہے ۔جو ان بارہ میں سے ہر ایک کے لیے ثابت ہے ۔ اور یہ بھی کہ ان کی تعداد بارہ میں ہی منحصر ہے ۔ بہر حال ان میں سے ہر ایک کے لیے ثبوت امامت کا مسئلہ تو یہ بات ہر ایک آنے والے امام کو اپنے پیش امام سے ملی۔ امام حسن رضی کو ان کے والد علی المرتضیٰ رض سے ان کے بعد امام حسین رض ان کے بعد زین العابدین ، ان کے بعد محمد باقر، ان کے بعد جعفر صادق ان کے بعد موسیٰ کاظم ، ان کے بعد علی رضا، ان کے بعد محمد قانع ، ان کے بعد علی المتوکل ان کے بعد ان کے صاحبزادے حسن خالص اور آخر میں ان کے صاحبزادے محمد المہدی کو امامت ملی۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رض کے لیے مسئلہ امامت کا ثبوت تو وہ مکمل طریقہ سے کتب اصول میں

مذکور ہے۔ اس کتاب میں اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔

توضیح:

مسئلہ امامت میں اہل تشیع کا یہ نظریہ ہے۔ کہ یہ منصوص من اللہ ہوتی ہے محمد بن طلحہ نے اس مقام پر مسئلہ امامت کے منصوص من اللہ ہونے پر چھ عدد دلائل ذکر کیے ہیں۔ اب اس وضاحت کے بعد بھی کوئی شخص محمد بن طلحہ کو اہل سنت کا عالم کہے گا؟ لہٰذا اس کی کوئی عبارت ہم اہل سنت پر بطور حجت پیش نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ تقیۃً اس کے ساتھ "شافعی" بھی لکھا جاتا ہے۔

مقدمہ مطالب السئول ۵:

عن الحسن بن علی قَالَ قَالَ لِی رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ و سلم اُدْعُ لِیْ سَیِّدَ الْعَرَبِ یَعْنِیْ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ اَلَسْتَ سَیِّدَ الْعَرَبِ فَقَالَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَعَلِیٌّ سَیِّدُ الْعَرَبِ فَلَمَّا جَاءَ اَرْسَلَ اِلَی الْاَنْصَارِ فَاَتَوْہُ فَقَالَ لَھُمْ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ اَبَدًا قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ ھٰذَا عَلِیٌّ فَاَحِبُّوْہُ بِحُبِّیْ وَاَکْرِمُوْہُ بِکَرَامَتِیْ فَاِنَّ جِبْرَائِیْلَ اَمَرَنِیْ بِالَّذِیْ قُلْتُ لَکُمْ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَرَوَی الْاِمَامُ الْحَافِظُ الْمَذْکُوْرُ بِسَنَدِہٖ فِیْ حِلْیَتِہٖ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ و سلم یَا اَنَسُ اُسْکُبْ لِیْ وَضُوْءً ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قَالَ یَا اَنَسُ اَوَّلُ

مَنْ یَدْخُلُ عَلَیْکَ مِنْ هٰذَا الْبَابِ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ
وَسَیِّدُ الْمُسْلِمِیْنَ وَقَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ وَخَاتَمُ
الْوَصِیِّیْنَ قَالَ اَنَسٌ قُلْتُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ رَجُلًا
مِّنَ الْاَنْصَارِ وَکَتَمْتُهٗ اِذْ جَآءَ عَلِیٌّ فَقَالَ مَنْ هٰذَا
یَااَنَسُ فَقُلْتُ عَلِیٌّ فَقَامَ مُسْتَبْشِرًا فَاعْتَنَقَهٗ
ثُمَّ جَعَلَ یَمْسَحُ عِرْقَ وَجْهِهٖ بِوَجْهِهٖ وَعِرْقَ وَجْهِهٖ
عَلٰی وَجْهِهٖ فقال علیؑ یا رسول الله صلی الله علیه
و سلم لَقَدْ رَاَیْتُکَ صَنَعْتَ فِیْ شَیْئًا مَاصَنَعْتَ
بِیْ قَبْلُ قَالَ وَمَا یَمْنَعُنِیْ وَاَنْتَ تُؤَدِّیْ عَنِّیْ
وَتُسْمِعُهُمْ صَوْتِیْ وَتُبَیِّنُ لَهُمْ مَا اخْتَلَفُوْا
فِیْهِ بَعْدِیْ وَمِنْ ذَالِکَ مَا رواه الحافظ
المذکور یرفعه فِیْ حِلْیَةٍ بِسَنَدِهٖ عن علقمه
بن عبد الله قَالَ کُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ صلی الله علیه
و سلم فَسُئِلَ عَنْ عَلِیٍّ فَقَالَ قُسِمَتِ الْحِکْمَةُ
عَشَرَةَ اَجْزَاءٍ فَاُعْطِیَ عَلِیٌّ تِسْعَةَ اَجْزَاءٍ
وَالنَّاسُ جُزْءًا وَّاحِدًا وَمِنْ ذَالِکَ مارواه
الحافظ المذکور بِسَنَدِهٖ فِیْ حلیته عَنِ
ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه
وسلم مَا اَنْزَلَ اللهُ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اِلَّا وَعَلِیٌّ رَاْسُهَا وَاَمِیْرُهَا وَمِنْ ذَالِکَ
رَوَاهُ الْحَافِظُ الْمَذْکُوْرُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ

صلی اللہ علیہ و سلم اِنَّ اللہ عَہِدَ اِلَیَّ فِیْ عَلِیٍّ
عَہْدًا فَقُلْتُ یَا رَبِّ بَیِّنْہُ لِیْ فَقَالَ اِسْمَعْ فَقُلْتُ
سَمِعْتُ فَقَالَ اِنَّ عَلِیًّا رَایَۃُ الْہُدٰی وَ اِمَامُ
اَوْلِیَائِیْ وَ نُوْرُ مَنْ اَطَاعَنِیْ وَ ہُوَ الْکَلِمَۃُ
الَّتِیْ اَلْزَمْتُہَا الْمُتَّقِیْنَ۔ (مطالب السئول ص۶۱)

ترجمہ:-

امام حسن بن علی کہتے ہیں۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس سید العرب علی المرتضٰے رض ہیں۔عائشہ صدیقہ نے عرض کیا۔کیا آپ خود سید العرب نہیں ہیں؟ فرمایا۔میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔اور سید العرب علی المرتضٰے رض ہیں۔پھر جب علی المرتضٰے رض آ گئے۔تو آپ نے انصار کو بلایا۔پھر انہیں فرمایا۔ اے گروہ انصار! کیا میں وہ نہ بتاؤں کہ اگر میرے بعد اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔انہوں نے عرض کیا۔ہاں یارسول اللہ بتلائیے۔فرمایا۔یہ علی المرتضٰے رض ہیں۔میری محبت کی بنا پر ان سے محبت رکھو۔اور میری بزرگی کی بنا پر ان کا احترام کرو۔کیونکہ جبرائیل نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہی کچھ تمہیں کہنے کا حکم دیا ہے۔امام حافظ مذکور نے حلیۃ الاولیاء میں حضرت انس بن مالک سے روایت لکھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وضوء کے لیے پانی تیار کرنے کا حکم دیا۔پھر وضوء کے بعد آپ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔پھر کہا اے انس! جو شخص اس دروازے سے سب سے پہلے تمہارے سامنے آئے

وہ امیرالمومنین اسیدالمسلمین قائدالمجلین اور خاتم الوصیین ہے۔ جناب انس کہتے ہیں ۔اے اللہ! اس کا مستحق کسی انصاری مرد کو کردے۔ یہ بات میں نے دل میں چھپائے رکھی۔ تا آنکہ حضرت علی المرتضے تشریف لے آئے۔ حضور نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا۔ علی ہیں۔ آپ خوش ہو کر اٹھے اور ان کو گلے لگایا۔ پھر اپنی پیشانی کے پسینہ کو علی کی پیشانی کے پسینے سے ملایا۔ اس پر علی المرتضے نے کہا۔ یارسول اللہ! آپ نے آج میرے ساتھ وہ کام کیا۔ جو آج سے قبل کبھی نہیں کیا۔ فرمایا۔ مجھے اس کام کے کرنے سے کیا روکاوٹ ہوسکتی ہے۔ کہ میری امانت ادا کرے گا۔ لوگوں کو میری آواز سنائے گا۔ اور میرے بعد اختلافی امور میں ان کو صحیح راہنمائی کرے گا۔ حلیۃ الاولیاء میں ہی حافظ مذکور نے حضرت علقمہ بن عبداللہ کی سند سے یہ روایت بھی لکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں تھا۔ آپ سے علی المرتضے رض کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا حکمت دس حصوں میں بانٹی گئی۔ اس میں نو حصے علی المرتضے رض کو اور ایک حصہ تمام لوگوں کو دیا گیا۔ ایک اور روایت حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابن عباس سے نقل کی گئی ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب بھی ویا ایھا الذین امنوا، نازل فرمایا۔ تو علی المرتضے رض کو اس کا سردار اور امیر مقرر فرمایا۔ ایک اور روایت میں صاحب حلیۃ الاولیاء نے نقل کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی المرتضے رض کے بارے میں مجھ سے عہد لیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے

عرض کیا۔ اس عہد کو واضح فرمایئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنو! علی المرتضےٰ ہدایت کے جھنڈے۔ میرے اولیاء کے امام اور میرے فرمانبرداروں کے نور ہیں۔ اور وہ وہی کلمہ ہیں جسے میں نے پرہیزگاروں کے لیے لازم کر دیا ہے۔

مذکورہ حوالہ سے مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قابل تمسک شخصیت علی المرتضےٰ ہیں۔ لہٰذا خلفائے ثلاثہ وغیرہ سے تمسک گمراہی اور بے دینی ہے۔ اسی عقیدہ کو اہل تشیع یُوں بیان کرتے ہیں۔ کہ جس نے علی المرتضےٰ کو چھوڑ کر ابوبکر کی بیعت کی وہ کافر ہو گیا۔

۲۔ علی المرتضےٰ رضہ کے ساتھ تمسک کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ جس سے خلافت بلا فصل کا عقیدہ نکلتا ہے۔

۳۔ حضرت انس کی زبانی معلوم ہوا کہ علی المرتضےٰ رضہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "خاتم الوصیین" کا لقب عطا فرمایا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سینہ پر سر اقدس رکھے ہوئے ہوا تھا۔ اس آخری وقت کی باتیں ائی صاحبہ کے علاوہ دوسرا کون جان سکتا ہے۔ لیکن ائی صاحبہ سے ایسی وصیت کی ایک روایت بھی نہیں ملتی۔

۴۔ حضور نے اپنے بعد اختلافات میں علی المرتضےٰ رضہ کو حق بیان کرنے والا

فرمایا۔ یعنی مسئلہ خلافت میں لوگوں کے اختلاف کے دوران جو علی المرتضےٰ رض نے فیصلہ کیا۔ وہی حق تھا۔ شیعہ کہتے ہیں۔ کہ لوگوں نے علی المرتضےٰ رض کا فیصلہ نہ مانا۔ اور ابو بکر کو خلیفہ بنالیا۔ اس اختلاف کی وجہ سے علی المرتضےٰ رض کو ہر وقت یہ خدشہ تھا۔ کہ کہیں مجھے قتل نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ بحوالہ حیات القلوب احتجاج طبرسی اور جلاء العیون علی المرتضےٰ رض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کے سامنے کھڑے ہو کر یہ کہا تھا۔ یَا ابْنَ عَمِّیْ سَیَقْتُلُوْنَنِیْ اے میرے چچازاد بھائی۔ یہ لوگ عنقریب مجھے قتل کر دیں گے۔

۵ - بموجب عہد باری تعالیٰ، علی المرتضےٰ رض تمام صحابہ کرام کے بھی امام ہیں اور یہ کلمہ تمام پرہیزگاروں پر لازم کر دیا گیا ہے۔ یہی عقیدہ خلافت بلافصل کو جنم دیتا ہے اور خلفائے ثلاثہ کی امامت و خلافت کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ ان مذکورہ پانچ امور کے پیش نظر محمد بن طلحہ کی نظریاتی وابستگی صاف ظاہر ہے۔ کہ ال تشیع کے ساتھ ہے۔ اور اس نے "شافعی" کی قید محض تقیہ کے طور پر لگائی ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

سیدہ عائشہ صدیقہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کی گستاخی

مطالب السئول ۲ ص:

وَكَتَبَ اِلٰى عَائِشَةَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّكِ خَرَجْتِ مِنْ بَيْتِكِ عَاصِيَةً لِلّٰهِ تَعَالٰى وَلِرَسُوْلِهٖ تَطْلُبِيْنَ اَمْرًا كَانَ عَنْكِ مَوْضُوْعًا ثُمَّ تَزْعَمِيْنَ اِنَّكِ تُرِيْدِيْنَ الْاِصْلَاحَ بَيْنَ النَّاسِ فَخَبِّرِيْنِيْ

مَا لِلنِّسَاءِ وَقَوْدُ الْعَسَاكِرِ وَزَعَمْتِ أَنَّكِ طَالِبَةٌ
بِدَمِ عُثْمَانَ وَعُثْمَانُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ
وَأَنْتِ امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي تَمِيمِ ابْنِ مُرَّةَ وَلَعُمْرِي
إِنَّ الَّذِي عَرَضَكِ لِلْبَلَاءِ وَحَمَلَكِ عَلَى الْمَعْصِيَةِ
لَأَعْظَمُ إِلَيْكِ ذَنْبًا مِنْ قَتَلَةِ عُثْمَانَ وَمَا
غَضِبْتُ حَتَّى أُغْضِبْتِ وَلَا هَيَّجْتُ حَتَّى هُيِّجْتِ
فَاتَّقِي اللّٰهَ يَا عَائِشَةُ ارْجِعِي إِلَى مَنْزِلِكِ وَأَسْبِلِي
عَلَيْكِ سِتْرَكِ وَالسَّلَامُ .... ثُمَّ رَفَعَ
يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَهُوَ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ إِنَّ طَلْحَةَ
بْنَ عُبَيْدِ اللّٰهِ أَعْطَانِي صَفْقَةَ يَمِيْنِهِ طَائِعًا
ثُمَّ نَكَثَ بَيْعَتِي اللّٰهُمَّ فَعَاجِلْهُ وَلَا تُمْهِلْهُ
اللّٰهُمَّ إِنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ قَطَعَ قَرَابَتِي وَنَكَثَ
عَهْدِي وَظَاهَرَ عَدُوِّي وَنَصَبَ الْحَرْبَ لِي
وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ ظَالِمٌ اللّٰهُمَّ فَاكْفِنِيْهِ كَيْفَ
شِئْتَ وَأَنَّى شِئْتَ - (مطالب السئول ص ۱۱۵-۱۱۶)

ترجمہ:-

حضرت علی المرتضٰے رضؓ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ کی طرف یہ خط لکھا۔ اما بعد۔ تو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمان ہو کر نکلی ہے اور وہ ذمہ داری اٹھانا چاہتی ہے۔ جس کا تجھے متحمل نہیں بنایا گیا۔ پھر اس پر تجھے گمان ہے۔ کہ تو لوگوں کے درمیان اصلاح کا ارادہ رکھتی ہے۔ مجھے بتاؤ کہ کیا فوج کی سپہ سالاری عورتوں کا کام ہوتا ہے۔ اور تیرا

یہ خیال ہے۔ کہ تو عثمان غنی کے خون کا مطالبہ کر رہی ہے۔ حالانکہ عثمان کا تعلق خاندان بنی امیہ سے اور تیرا تعلق بنی تیم سے ہے۔ مجھے اپنی عمر کی قسم! جس ارادہ وخیال نے تجھے ایسی نافرمانی پر ابھارا ہے۔ وہ نافرمانی حضرت عثمان کے قاتلوں کے گناہ سے بھی بڑی ہے۔ جب تک تو نے غصہ نہ ظاہر کیا۔ میں نے بھی اس کا اظہار نہ کیا۔ اور تیرے ابھارنے کے بعد میں نے جوش کا مظاہرہ کیا۔ اے عائشہ! اللہ سے ڈرو اور اپنے گھر کی راہ لو۔ اور پردہ کی پابندی کرو۔ والسلام اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اور کہا۔ اے اللہ! طلحہ بن عبیداللہ نے بخوشی میری بیعت کی تھی۔ پھر اُسے توڑ دیا۔ تو تو اُسے جلدی گرفت میں لے اور اُسے مہلت نہ دے۔ اے اللہ! زبیر بن العوام نے میری قرابت کو توڑ ڈالا۔ میرے وعدہ کو پورا نہ کیا۔ اور میرے دشمنوں کی پشت پناہی کی۔ اور میرے لیے لڑائی کھڑی کر دی۔ حالانکہ وہ جانتا ہے۔ کہ وہ ظالم ہے۔ اے اللہ! جیسے تو چاہے اور جب چاہے۔ اس کی خبر لے۔

توضیح :

مذکورہ عبارت میں محمد بن طلحہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ایک من گھڑت رقعہ کا مضمون داغ دیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ کو ان کی زبانی "بے پردہ" کہا گیا۔ کوئی پوچھے تو سہی کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہاں اور کس وقت احکام پردہ کی مخالفت کی؟ ان کے بارے میں ایسی عبارت کھلی گستاخی ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کے حق میں علی المرتضیٰ رضی کی

کے ارشاد کا کیا مطلب ہوگا۔ طلحہ فی الجنۃ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں جنتی فرمائیں حضرت علی المرتضےٰ رضہ ان کے لیے ہلاکت کی بددعا کریں۔ پھر یہی طلحہ ہیں۔ کہ جنہوں نے اپنی شہادت کے آخری لمحات میں اپنے آپ کو علی المرتضےٰ رضہ کی فوج کے سپرد کر دیا۔ اور علی المرتضےٰ رضہ کی طرف پیغام بھجوایا۔ کہ میں آپ کی بیعت پر رخصت ہو رہا ہوں اسے سُن کر علی المرتضےٰ رضہ نے فرمایا۔ طلحہ تو پہلے ہی جنتی ہے۔ اس کی تفسیر جنگ جمل کے تحت ہم تحریر کر چکے ہیں۔ تیسری گستاخی حضرت زبیر کے بارہ میں نقل کی۔ کہ علی المرتضےٰ رضہ نے انہیں ظالم کہا۔ اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے گرفت کی بددعا کی۔ اس بارے میں ہم اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ جنگ جمل میں حق اگرچہ علی المرتضےٰ رضہ کی طرف تھا۔ لیکن ان کے مقابل خطائے اجتہادی کے مرتکب ہوئے۔ یہی زبیر ہیں۔ کہ جب ان کو شہید کرنے والے نے ان کا سر علی المرتضےٰ رضہ کے سامنے اس غرض سے پیش کیا۔ کہ منہ مانگا انعام ملے گا۔ تو اس کی بجائے اس قاتل کو آپ نے جہنمی فرمایا۔ زبیر کی تلوار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناز کرنے والی تلوار فرمایا۔ پھر خود کتب شیعہ کہتی ہیں۔ کہ علی المرتضےٰ رضہ نے جناب زبیر سے پوچھا کہ تم میرے مقابلہ میں کیوں آئے ہو۔ انہوں نے کہا قتل عثمان کے قصاص کے سلسلہ میں فرمایا تمہیں فلاں دن کا واقعہ یاد نہیں رہا جب تم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم، مدینہ منورہ کے بازار میں سے آ رہے تھے۔ سامنے سے میں آگیا۔ تم نے میرے ساتھ معانقہ کیا۔ حضور نے پوچھا۔ زبیر تمہیں علی سے پیار ہے؟ جواب دیا ہاں وہ میرے پھوپھی زاد ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ تو ایک دن علی کے مقابلہ میں آئے گا۔ اور تو خطا پر ہوگا۔ یہ سنتے ہی جناب زبیر کو واقعہ یاد آگیا۔ اور میدان جنگ سے منہ موڑ لیا۔ مگر راستہ میں ایک بدقسمت نے انہیں شہید کر دیا۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوا کہ [illegible]

ٹکے بیٹھے تھے۔ جونہی انہیں غلطی کا احساس ہوا۔ فوراً دستبردار ہو گئے۔ اب محمد بن طلحہ کی گستاخی دیکھئے۔ کہ وہ حضرت زبیر کے بارے میں یہ کہہ رہا ہے۔ کہ انہیں اپنے بارے میں حق پر نہ ہونے کا علم ہوتے ہوئے پھر بھی وہ علی المرتضےٰ رضہ کے مقابلہ میں ڈٹے رہے۔ ہم اس کی کافی وشافی تفصیل جنگ جمل میں لکھ چکے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اہل تشیع کی وہ کتاب جوان کے اپنے اور بیگانوں میں خط امتیاز کھینچتی ہے۔ (یعنی الذریعہ فی تصانیف الشیعہ) اس میں محمد بن طلحہ کو نظریات و عقائد کے اعتبار سے اپنا کہا گیا۔ اور آپ بھی اس کی تصدیق و تصویب کریں گے۔ کہ اس کی تصنیف "مطالب السئول" سے ہم نے جو چند حوالہ جات پیش کیے ان کی وجہ سے واقعی یہ آدمی اہل تشیع کا فرد ہی ہے۔ لہٰذا اس کے نام کے ساتھ "شافعی" لکھے جانے سے اہل سنت کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس میں رافضیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ بنا بریں اس کی کسی کتاب کی عبارت ہم اہل سنت پر کوئی حجت نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً ان مسائل میں جو اہل سنت اور اہل تشیع میں مختلف فیہ ہیں۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارُ

۳۴ سی چہارم

جامع المعجزات مصنفہ محمد الواعظ الرھاری

اس کے مصنف کا نام محمد الواعظ الرھاری ہے۔ اس کا ترجمہ علامہ عطار المصطفیٰ جمیل صاحب نے کیا ہے۔ یہ کتاب قصہ جات اور کہانیوں پر مشتمل ہے مصنف چونکہ واعظ ہے۔ اس لیے اکثر و بیشتر واعظین کی طرح اس نے بھی بات کو بنانے کی کوشش کی۔ اور روایات کے صحیح اور غلط ہونے کا امتیاز پیش نظر نہ رکھا بلکہ بعض من گھڑت روایات و واقعات بھی درج کر دیئے گئے۔ شیعہ اسی کتاب کا ایک واقعہ لے کر اہل سنت پر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو جب ابوبکر صدیق نے "وصی رسول" کہا ہے۔ تو سنیو تم کیوں نہیں تسلیم کرتے؟ وصی رسول مانا بھی اور ابوبکر نے زبردستی خلافت پر قبضہ بھی کر لیا وغیرہ وغیرہ۔ اصل عبارت (ترجمہ) ملاحظہ ہو۔

جامع المعجزات، معجزہ، حضرت دارم کے حالات اور عجیب و غریب سوالات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ تو صحابہ کرام پر غم و اندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ آپ کے وصال کو ابھی دس دن ہی گزرے تھے۔ ایک اعرابی مسجد نبوی کے دروازہ پر آیا۔ ہاتھ میں عصا پکڑے اس نے اپنے چہرہ کو چادر

سے ڈھانپ رکھا تھا۔ وہ دروازہ سے ہی پکارا۔ السلام علیکم اصحاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے ہیں۔ تو کیا ہوا رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو زندہ ہے۔ وہ حی لا یموت ہے۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ تمہارے آقا کی وفات سے تم پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے۔ پھر اجنبی نے پوچھا حضور علیہ السلام کے وصی کون ہیں؟ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ یہ ہیں وصی رسول۔ (جامع المعجزات ص ۱۰۲ تصنیف محمد الواعظ۔ زیر بحث شالی)

قارئین کرام! سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بقول علی المرتضٰے کا وصی رسول ہونا کسی صحیح روایت میں اس کا اتہ پتہ نہیں ملتا۔ یہ واقعہ کذب وافترا ہے۔

اسی واقعہ کو شیعہ دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ہماری اذان میں "وعلی وصی رسول اللہ،، کے الفاظ کو تم سنیوں اچھا نہیں سمجھتے حالانکہ ابو بکر صدیق رضی نے خود ان کا اعلان واقرار کیا ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جامع المعجزات اہل سنت کی معتبر کتاب ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ اس کا مصنف ایک واعظ ہے۔ اور واعظین کی طرح یہ بھی ادھر اُدھر کی مارتا ہے۔ یہ واقعہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔ ایک اور جھوٹا قصہ سنیئے۔ جسے اس کے مصنف نے معجزہ کا نام دیا ہے۔

جامع المعجزات۔ معجزہ۔

حسنین کے صدقے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ چند صحابہ کے ساتھ میں حضور کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضور کے پہلو میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے حضور کی خدمت میں

ایک نے چاہا کہ سیب اسے مل جائے لیکن حضور علیہ السلام کو یہ پسند نہ تھا کہ ایک نواسے کو سیب دے کر دوسرے کو ناخوش کیا جائے۔ اتنے میں جبرئیل نے حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ! دونوں سے کہیں کہ کشتی لڑیں جو غالب آئے گا سیب اسی کا ہو گا۔ حضور علیہ السلام نے مسکرا کر حکم دیا۔ تو دونوں بھائی کشتی لڑنے لگے۔ حسین علیہ السلام کو حضور داؤ پیچ سکھا رہے تھے۔ اور حسن کو جبرئیل۔ کشتی طوالت پکڑ گئی۔ دونوں بھائی برابر رہے۔ جبرئیل فوراً جنت سے دوسرا سیب لے آئے ایک سیب حسن کو اور دوسرا حسین رضی اللہ عنہما کو (جامع المعجزات ص ۸۲)

قارئین کرام! یہ ایسا واقعہ ہے۔ کہ اس کا کسی صحیح روایت میں ملنا تو درکنار از روئے عقل بھی غلط اور باطل ہے۔ اور من گھڑت ہے۔ اگر ایک سیب کو دونوں صاحبزادے کھانا چاہتے تھے۔ تو اس کی آسان صورت یہ تھی۔ کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے۔ یا بازار سے ایک اور سیب لا کر تقسیم کر دیئے جاتے۔ جبرئیل آئے۔ کشتی کرائی۔ حضور اور جبرئیل نے داؤ سکھائے۔ کشتی برابر رہنے پر جنت سے سیب منگوا کر دونوں کو ایک ایک سیب دینا ایک سے بڑھ کر ایک گپ اور من گھڑت ہے۔ لہٰذا ایسی کتاب کو اہل سنت کی معتبر کتاب کہنا انتہائی بے وقوفی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

کتاب سی و پنجم ۳۵ سی و ششم ۳۶

ذخائر عقبیٰ و ریاض النضرہ مصنفہ محب الدین طبری

ذخائر عقبیٰ و "ریاض النظرہ" محب الدین ابو العباس احمد بن عبد اللہ بن محمد الطبری شیخ الحرم المکی کی تصنیف ہے۔ ۶۱۵ھ میں مکہ شریف میں پیدا ہوئے اور ۶۹۴ھ میں وفات پائی۔ اہل سنت کے جید عالم اور محدث تھے۔ مذکورہ تصنیف میں انہوں نے عشرہ مبشرہ کے فضائل و مناقب میں بیش قدر احادیث کا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے۔ کسی موضوع کے تحت احادیث و روایات و حکایات کو نقل کر دینا اس بارے میں ہمیں دو اقسام کے مصنفین ملیں گے۔ ایک وہ جو صرف ایسی احادیث و روایات کو ذکر کرتے ہیں۔ جن کی صحت و شہرت اور غیر مجروح ہونا مسلم ہوتا ہے۔ لیکن ایسا کرنے والے معدودے چند حضرات ہیں۔ دوسری قسم ان حضرات کی ہے۔ جو موضوع کے مناسب جو ملا اسے درج کر دیا۔ اس کی صحت و عدم صحت انہوں نے ناقدین حضرات پر چھوڑ دیں۔ علامہ طبری موصوف بھی اسی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ السیوطی نے جب فنِ حدیث پر کتاب لکھی۔ جس کا نام "اللوالی المصنوعہ" ہے۔ اس میں انہوں نے تحریر کردہ بعض احادیث کو بھی "موضوعات" میں شمار فرمایا۔ بہر حال ان حضرات کے جمع شدہ ذخیرہ احادیث

سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ لیکن ہر روایت کی صحت کو یقینی ماننا یا اس کی صحت کا اعتقاد رکھنا ضروری نہیں۔ ذخائر عقبٰے اور ریاض النظرہ میں بھی علامہ طبری نے اُن احادیث کو جمع فرمادیا۔ جو موضوع کے متعلق انہیں ملیں۔ لیکن ان میں روایات ایسی بھی ہیں۔ جو موضوع ہیں۔ اگرچہ یہ کتب ایک محدث اور عالم یکتا کی تصنیف ہیں۔ لیکن ان میں درج روایات کے سقم و صحت کو آنکھ بند کیے تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ان کتب کا شمار "و کتب معتبرہ اہل سنت" میں نہیں ہوتا۔ اگر ان کی کسی روایت کو کوئی شیعہ اپنے مسلک کی تائید و توثیق میں پیش کرتا ہے۔ تو اسے یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا۔ کہ اس کی پیش کردہ روایت فن اسماء الرجال کے اعتبار سے صحیح ہے۔ مطالعہ سے عیاں ہے۔ کہ ان دونوں کتب کی روایات کی اکثریت موضوع، ضعیف اور منکرات پر مشتمل ہے۔

موضوع احادیث کی امثال:

ریاض النظرۃ:

عن سلیمان قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ کُنْتُ اَنَا وَعَلِیٌّ نوراً بین یدی اللہ تعالیٰ قَبْلَ اَن یُّخْلَقَ اٰدَمُ بِاَرْبَعَۃَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ فَلَمَّا خَلَقَ اللہُ اٰدَمَ قَسَمَ ذَالِکَ النُّوْرَ جُزْئَیْنِ فَجُزْءٌ اَنَا وَجُزْءٌ عَلِیٌّ۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۲۰ ذکر اختصاص علی الخ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: سلیمان سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے سُنا۔ آپ نے فرمایا۔ میں اور علی المرتضٰے اللہ تعالیٰ کے حضور آدم علیہ السلام کے پیدا کیے جانے سے چودہ ہزار سال پہلے ایک نور تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا۔ تو اس نور کے دو حصے کیے ایک جز میں اور دوسرے علی ہو گئے۔

نوٹ:

یہ حدیث ملتے جلتے الفاظ سے مختلف کتب میں مذکور ہے۔ لیکن ان کا بنیادی مقصود تقریباً ایک جیسا ہے۔ اس روایت کے بارے میں علامہ جلال الدین السیوطی کی تحریر ملاحظہ فرمائیے۔

لآلی المصنوعة فی احادیث الموضوعة:

عن ابی ذر مرفوعًا خُلِقْتُ اَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ نُوْرٍ وَكُنَّا مِنْ يَمِيْنِ الْعَرْشِ قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَ اللهُ اٰدَمَ اَلْفَيْ عَامٍ ثُمَّ خَلَقَ اللهُ اٰدَمَ فَانْقَلَبْنَا فِي اَصْلَابِ الرِّجَالِ ثُمَّ جَعَلْنَا فِيْ صُلْبِ عَبْدِ الْمطلب ثُمَّ شَقَّ اَسْمَانَا مِنْ اِسْمِهٖ فَاللهُ مَحْمُوْدٌ وَاَنَا مُحَمَّدٌ وَاللهُ الْاَعْلٰى وَعَلِيٌّ عَلِيٌّ۔ وَضَعَهٗ جَعْفَرٌ كَانَ رَافِضِيًّا وَضَّاعًا۔

(اللاٰلی المصنوعة جلد اول ص۱۶۶ مناقب خلفاء اربعہ)

ترجمہ: ابوذر سے مرفوعاً مروی ہے۔ کہ میں اور علی ایک نور سے بنائے گئے۔ ہم عرش کی دائیں طرف تھے۔ جبکہ ابھی آدم علیہ السلام کی پیدائش کو دو ہزار سال پڑے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم کو

پیدا کیا۔ پھر ہمیں اللہ تعالیٰ نے مردوں کی پشتوں میں منتقل کیا پھر ہمیں عبدالمطلب کی پشت میں منتقل کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں میں سے ہمارے نام مشتق فرمائے۔ پس اللہ تعالیٰ محمود اور میں محمد ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ الاعلیٰ ہے۔ اور علی، علی ہے۔ اس حدیث کو ایک رافضی جعفر نامی نے گھڑا۔ وہ احادیث بکثرت گھڑتا تھا۔

ریاض النضرۃ :

ترجمہ : ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرایا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں ایک فرشتے کے پاس سے گزرا جو نوری تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا ایک قدم مشرق اور دوسرا مغرب میں تھا۔ اس کے پاس ایک تختی تھی جسے وہ دیکھتا تھا۔ تمام دنیا اس کے سامنے اور تمام مخلوق اس کے گھٹنوں کے درمیان تھی۔ اس کا ہاتھ مشرق و مغرب تک پھیلا ہوا تھا۔ میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہے؟ عرض کیا۔ یہ عزرائیل ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ يَا أَحْمَدُ مَا فَعَلَ ابْنُ عَمِّكَ عَلِيٌّ؟ اے احمد! تم پر بھی سلام ہو، تمہارے چچازاد بھائی علی نے کیا کیا۔؟ آپ نے پوچھا۔ کیا تو میرے چچازاد بھائی کو جانتا ہے۔ اس نے کہا۔ كَيْفَ لَا أَعْرِفُهُ وَقَدْ وَكَّلَنِي اللّٰهُ بِقَبْضِ أَرْوَاحِ الْخَلَائِقِ مَا خَلَا رُوحَكَ وَرُوحَ ابْنِ عَمِّكَ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَإِنَّ اللّٰهَ يَتَوَفّٰى كَمَا بِمَشِيَّتِهٖ میں اسے کیونکر نہ جانوں

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام ارواح کو قبض کرنے پر مقرر فرمایا ہے صرف آپ اور آپکے چچازاد بھائی علی بن ابی طالب کی روح میں قبض نہیں کروں گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے تم دونوں کی روحیں قبض کرے گا۔

(ریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۲۱ مطبوعہ بیروت)

قارئین کرام! یہ روایت قرآن کریم اور احادیث مشہورہ کے خلاف ہے قرآن کریم میں ‹‹قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ›› کے الفاظ اپنے عموم پر ہیں۔ فرما دیجئے۔ کہ تمہاری جانیں ملک الموت قبض کرتا ہے۔ جو تم پر مقرر کیا گیا۔ اور احادیث مشہورہ میں صاف صاف مذکور ہے کہ عزرائیل علیہ السلام جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کو قبض کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔ تو انہوں نے اس کی اجازت طلب کی تھی۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ یہ روایت بے اصل اور بے سند ہے۔ اور قرآن و حدیث کے خلاف ہے

ذخائر عقبیٰ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں، ابو عبیدہ اور ابوبکر اور صحابہ کرام کی ایک جماعت بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اے علی! تو اول المؤمنین ہے ایمان کی رو سے۔ اور اسلام کی رو سے اول المسلمین ہے۔ اور تو میرے ساتھ یوں ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون تھے۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ نے علی المرتضیٰ کے بارے میں فرمایا۔ تو سب سے پہلا

شخص ہے جو مجھ پر ایمان لایا۔ اور میری تصدیق کی ۔ اور معاذہ العدویہ سے مروی ہے ۔ کہ میں نے علی المرتضیٰ کو منبر پر بیٹھے یہ کہتے سنا ۔ میں صدیق اکبر ہوں ۔

(ذخائر عقبیٰ ص ۵۸ ذکر انہ علیہ السلام اول من اسلم مطبوعہ بیروت)

قارئین کرام! "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ" اور "انا صدیق اکبر" ان دونوں روایات کو علامہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اللآلی المصنوعہ میں بالترتیب جلد اول ص ۱۷۷ ، جلد اول ص ۱۶۶ مطبوعہ حیدرآباد دکن میں موضوع فرمایا ہے ۔ مختصر یہ کہ ان دونوں کتابوں کے مصنف علامہ طبری کے پیش نظر یہ مقصد تھا ۔ کہ ہر موضوع کے متعلق جو روایات مل سکیں ۔ انہیں درج کر دیا جائے ۔ علامہ طبری کے بارے میں یہ بات یقینی ہے ۔ کہ وہ اہل سنت کے ممتاز عالم اور حدیث دان تھے لیکن ان کی مذکورہ تصانیف کا اصل مقصود جو تھا ۔ وہ ہم نے بیان کر دیا ۔ لہٰذا انہیں اہل سنت کی معتبر کتابوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا ، اور نہ ہی ان میں درج روایات و احادیث آنکھیں بند کر کے قبول کی جا سکتی ہیں ۔ اس لیے ان کے حوالہ جات سے شیعہ مصنفین کا اپنے مسلک باطل کی صحت پر استدلال درست نہیں ہے ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب سی و ہفتم ۳۷

نورالابصار مصنفہ شیخ مومن بن حسن شبلنجی

اس کتاب کے مصنف کا نام شیخ مومن بن حسن بن مومن شبلنجی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ قبلہ استاد الکرم شیخ الحدیث جامع المعقول والمنقول حضرت علامہ غلام رسول مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ سراجیہ فیصل آباد نے کیا۔ مترجم کتاب ہر خاص وعام تک پہنچی۔ آپ نے یہ ترجمہ بعض احباب کے پر اصرار اور مبنی بر خلوص مطالبہ فرمائش پر کیا۔ قبلہ استادی المکرم کے پیش نظر اس کتاب کی عربی عبارت کا ترجمہ ہی تھا۔ جس میں انہوں نے پوری دیانت داری اور کمی بیشی بغیر اپنی ذمہ داری نبھائی۔ استاذی المکرم صرف مترجم ہیں۔ اس میں موجود نظریات واعتقادات سے آپ متفق نہ سمجھے جائیں بلکہ ان کی نسبت صرف اور صرف مصنف مومن بن حسن کی طرف ہے۔ اس کتاب میں بہت سے واقعات غیر معتبر اور رافضی العقیدہ لوگوں سے منقول ہیں اسی لیے ہم اہل سنت کی یہ کتب معتبرہ میں شامل نہیں۔ غلام حسین نجفی نے "سہم مسموم" میں اس کے حوالہ جات نقل کیے۔ اور اسے "اہل سنت کی معتبر کتاب" کے طور پر پیش کیا ہے۔ نورالابصار کے مصنف کے بارے میں ہلکا سا تاثر یہ ہے کہ اس میں شیعیت کی طرف میلان ہے۔ ایسی روایات و حکایات و نظریات کو اس نے بغیر جرح کے اس کتاب میں درج کر دیا ہے۔ جس سے اس کے رافضی ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ ایسی روایات و حکایات میں سے ایک دو آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

نور الابصار:

ابو بصیر نے کہا۔ میں نے ایک روز حضرت باقر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کی۔ جناب رسول اللہ تو سارے نبیوں کے وارث تھے۔ آپ نے فرمایا میں ان کے سارے علوم کا وارث ہوں۔ میں نے عرض کی۔ کیا آپ رسول اللہ کے تمام علوم کے وارث ہیں۔؟ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے عرض کیا۔ کیا آپ مردوں کو زندہ کرنے بہروں اور کوڑوں کو شفا دینے لوگوں کا اپنے گھروں میں ذخیرہ کرنے اور ان کے کھانے پینے کی خبر دینے پر قادر ہو؟ فرمایا۔ ہاں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ کر سکتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ ابو بصیر! ذرا میرے نزدیک آؤ۔ ابو بصیر آنکھوں سے معذور تھے۔ انہوں نے کہا میں آپ کے قریب ہوا۔ آپ نے میرے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرا۔ میں آسمان پہاڑ اور زمین دیکھنے لگا۔ فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ ایسے ہی دیکھتے رہو؟ اور تمہارا احساب و کتاب اللہ کے حوالے ہو گا؟ یا جیسے پہلے تھے ویسے ہی رہنا چاہتے ہو؟ اور تجھے اللہ تعالیٰ جنت دے گا۔ میں نے کہا میں جنت چاہتا ہوں۔ آپ نے اپنا ہاتھ میرے چہرے پر پھیرا میں اسی طرح ہو گیا۔ جس طرح تھا
(نور الابصار مترجم جلد دوم ص ۲۲ حضرت محمد باقر کی کرامت)

قارئین کرام! اس حکایت کا مرکزی راوی وہ ابو بصیر، وہ شخص ہے۔ جس پر

شیعیت کی ٹکی گھومتی ہے۔ رجال کشی (شیعوں کی اسماء الرجال کی مایۂ ناز کتاب) میں چار آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کے نجیب اور امین حلت و حرمت کہا گیا ہے۔ ان میں سے ایک "ابوبصیر" بھی ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

رجال کشی:-

عن جمیل بن دراج قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یَقُوْلُ بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ بِالْجَنَّۃِ برید بن معاویۃ العجلی و ابابصیر لیث بن البختری المرادی و محمد بن مسلم و زرارۃ اَرْبَعَۃٌ نُجَبَاءُ اُمَنَاءُ اللہِ عَلٰی حَلَالِہٖ وَحَرَامِہٖ لَوْلَا ھٰؤُلَاءِ انْقَطَعَتْ آثَارُ النُّبُوَّۃِ وَانْدَرَسَتْ۔

(رجال کشی ص ۱۵۲، ابوبصیر لیث بن بختری مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:-

جمیل بن دراج سے مروی کہ میں نے ابوعبداللہ محمد باقر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سُنا۔ عجز و انکساری کرنے والوں کے لیے جنت کی بشارت دو۔ یعنی برید بن معاویہ عجلی، ابوبصیر لیث بن البختری المرادی، محمد بن مسلم اور زرارۃ۔ یہ چار نجیب، اللہ تعالیٰ کے حلال و حرام کے امین ہیں۔ اگر یہ چاروں نہ ہوتے تو نبوت کے آثار منقطع ہو جاتے اور مٹ جاتے۔

تنقیح المقال:-

وَمِنْھَا مَا مَرَّ ھُنَاکَ مِنْ خَبَرِ سُلَیْمَانَ بن خالد الاقطع قَالَ سَمِعْتُ اباعبد اللہ علیہ السلام

يَقُولُ مَا اَحَدٌ اَحْيىٰ ذِكْرَنَا وَ اَحَادِيْثَ اَبِيْ اِلَّا زرارة و ابو بصير ليث المرادى و محمد بن مسلم و بريد بن معاوية العجلى وَ لَوْلَا هٰؤُلَاءِ مَا كَانَ اَحَدٌ يَسْتَنْبِطُ هٰذَا هٰؤُلَاءِ حُفَّاظُ الدِّيْنِ وَ اُمَنَاءُ اَبِيْ عَلٰى حَلَالِ اللّٰهِ وَ حَرَامِهٖ هُمُ السَّابِقُوْنَ اِلَيْنَا فِي الدُّنْيَا وَ هُمُ السَّابِقُوْنَ اِلَيْنَا فِي الْاٰخِرَةِ وَ مِنْهَا مَا مَرَّ هُنَاكَ مِنْ خَبَرِ جَمِيْلِ بْنِ دَرَّاجٍ الْمُتَضَمِّنِ لِقَوْلِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ عليه السلام اِنَّ اَقْوَامًا كَانَ اَبِيْ ائْتَمَنَ عَلٰى حَلَالِ اللّٰهِ وَ حَرَامِهٖ كَانُوْا عيبته عِلْمِهٖ وَ كَذَالِكَ الْيَوْمَ هُمْ عِنْدِيْ هُمْ مُسْتَوْدَعُ سِرِّيْ وَ اَصْحَابُ اَبِيْ حَقًّا اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِاَهْلِ الْاَرْضِ سُوْءً صَرَفَ بِهِمْ عَنْهُمُ السُّوْءَ هُمْ نُجُوْمُ شِيْعِيْ اَحْيَاءً وَ اَمْوَاتًا يُحْيُوْنَ ذِكْرَ اَبِيْ بِهِمْ يَكْشِفُ اللّٰهُ كُلَّ بِدْعَةٍ يَنْفُوْنَ عَنْ هٰذَا الدِّيْنِ اِنْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَ تَاْوِيْلَ الْغَالِيْنَ ثُمَّ بَكٰى فَقُلْتُ مَنْ هُمْ فَقَالَ مَنْ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتُ اللّٰهِ وَ رَحْمَتُهٗ اَحْيَاءً وَ اَمْوَاتًا بريد العجلى و زرارة و ابو بصير و محمد بن مسلم۔ الحديث ۔ (۱ تنقیح المقال جلد ۲ ص ۴۵ من ابواب اللام مطبوعہ تہران)۔ (۲۔ جامع الرواۃ جلد ۲ ص ۳۴ باب اللام بعدہ الیاً لیث المرادی مطبوعہ ایران۔)

اور اُن میں سے ایک وُہ جو سلیمان بن خالد اقطع کی خبر گزری کہ میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے سُنا۔ فرماتے تھے کہ ہمارا کسی ایک نے ذکر زندہ نہ کیا۔ اور میرے والد کی احادیث کو زندہ نہ کیا مگر زرارہ ابو بصیر لیث مرادی اور محمد بن مسلم و برید بن معاویہ عجلی نے زندہ کیا اگر یہ لوگ نہ ہوتے۔ تو کوئی اس کو مستنبط کرنے والا نہ ہوتا۔ یہ دین کے حافظ اور میرے والد کو مانے کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حلال وحرام پر امین ہیں۔ یہ ہماری طرف دنیا اور آخرت میں سبقت لے جانے والے ہیں۔ اور اُن میں سے ایک وہ خبر جو بیاں جمیل بن دراج کی گزری جو ابو عبداللہ علیہ السلام کی گفتگو کو متضمن ہے۔ کچھ لوگوں کو میرے والد گرامی نے اللہ کے حلال وحرام کا امین مقرر کیا وہ ان کے علم کے صندوق ہیں یونہی آج وہ لوگ میرے نزدیک میرے راز کے امین ہیں اور میرے والد کے سچے اصحاب ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ زمین والوں پر کوئی سختی ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو ان کی وجہ سے وہ سختی اُن سے دُور کر دیتا ہے۔ میرے شیعوں کے وہ ستارے ہیں خواہ شیعہ زندہ ہوں یا مر چکے ہوں۔ میرے والد کا ذکر ان کی بدولت زندہ ہے۔ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہر بدعت کو دُور کر دیتا ہے۔ وہ اس دین سے بدعت کو دُور کر دیتے ہیں۔ دین میں باتوں کی آمیزش اور غلط روایات کے خلط ملط کو ان کے ذریعہ دُور کر دیتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ رو پڑے۔ میں نے عرض کیا۔ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا۔ وہ وُہ ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ ورحمت زندگی اور موت کے بعد بھی ہے۔ وہ برید عجلی، زرارہ، ابو بصیر اور محمد بن مسلم ہیں (الحدیث)

قارئین کرام! "ابوبصیر" کے بارے میں آپ نے پڑھا۔ کہ امام جعفر صادق نے اسے شیعوں کا ستارہ فرمایا۔ حلال و حرام کا امین، اپنے والد گرامی کی احادیث کا محافظ اور السابقون الاولون میں داخل ہے۔ اس قدر اہم شخص کا اہلسنت کی کتب اسماء الرجال میں نام و نشان نہیں ملتا۔ لہٰذا قابل غور بات یہ ہے۔ کہ مومن بن حسن نے ابوبصیر کو (جس کی کنیت یہ ہے اور نام لیث بن بختری ہے۔) کہاں سے ڈھونڈ نکالا۔ یہ حقیقت سامنے آئے گی۔ کہ مومن بن حسن بخوبی جانتا ہے۔ کہ ابوبصیر شیعوں کا بہت بڑا مجتہد ہے۔ اب اس کے منفق ہونے کی نسبت امام جعفر صادق کی طرف کر دی۔ اسے کون تسلیم کرے گا؟ مختصر یہ کہ مومن بن حسن ٹھیک ہے کٹر سنّی ہے۔ لیکن اس قسم کی کرامات ذکر کرنے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں شیعیت موجود ہے اس کی تصنیف "نور الابصار" کو اہل سنت کی معتبر کتاب کہنا اور سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ مذکورہ عبارات اس کے تشیع پر دلالت کرتی ہیں۔

نور الابصار:

محمد بن عسکری حسن (امام مہدی) آپ کی والدہ ماجدہ اُم ولد ہیں ان کو نرجس کہا جاتا تھا بعض ان کو صقیل اور بعض سوسن کہتے ہیں آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔۔۔۔ آپ کا سب سے مشہور لقب مہدی ہے۔ آپ نوجوان درمیانہ قد چہرہ خوبصورت اور بال لمبے کندھوں تک تھے۔ ناک لمبی اور چہرہ منور تھا۔ آپ کا چوکیدار محمد بن عثمان اور معاصل معتمد تھا۔۔۔۔۔۔ تاریخ ابن الوردی میں ہے۔ کہ محمد بن حسن خالص رضی اللہ عنہ ہجری ۲۵۵ میں پیدا ہوئے۔ شیعہ کہتے ہیں۔ آپ سرمن را نے والد کے گھر میں

داخل ہو گئے تھے۔ جبکہ ان کی والدہ ماجدہ دیکھ رہی تھیں اور واپس نہ آئے۔ آپ کی عمر اس وقت ۹ برس تھی۔ یہ سن ہجری ۲۶۵ کا واقعہ ہے۔ اس سن میں اختلاف ہے۔ شیخ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد گنجی نے اپنی کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان میں ذکر کیا کہ امام مہدی کے غائب ہونے کے بعد زندہ اور باقی رہنے کی دلیل یہ ہے۔ کہ ان کی اور عیسے بن مریم، خضر، الیاس۔ جو اللہ تعالیٰ کے ولی نبی ہیں کی بقا اور کانا دجال اور ابلیس لعین جو اللہ کے دشمن ہیں کی بقا ممتنع نہیں ہے۔ ابراہیم بن سعید نے کہا کہا جاتا ہے۔ کہ وہ شخص سیدنا خضر علیہ السلام ہوں گے جو صحیح مسلم کے الفاظ ہیں۔ ابلیس لعین کی بقا اور زندہ رہنے کی دلیل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ" یقیناً تمہیں قیامت تک مہلت ہے۔ سیدنا مہدی علیہ السلام کی بقاء اس ارشاد کی نظیر ہے۔ (نور الابصار مترجم جلد دوم ص ۱۰۵، ۱۰۲)

نور الابصار کی مختلف مذکورہ عبارات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ

۱۔ امام حسن عسکری کی یعنی امام مہدی ۲۵۵ھ میں پیدا ہو چکے۔ اور ابھی تک وہ زندہ ہیں۔

۲۔ ان کے باقی ہونے کی دلیل نقلی تاریخ ابن الوردی اور فصول المہمہ تصنیف علی بن محمد المعروف ابن صباغ کے علاوہ ابوعبداللہ محمد بن یوسف گنجی سے دی۔

۳۔ امام مہدی کے زندہ ہونے کی دلیل عقلی محمد بن یوسف گنجی سے

حوالے پیش کی گئی۔ یعنی حضرت عیسیٰ، خضر، اور الیاس زندہ ہو سکتے ہیں۔ تو امام مہدی زندہ کیوں نہیں ہیں۔ اور ابلیس ملعون بھی زندہ ہے۔ تو امام مہدی کے زندہ ماننے میں کیا رکاوٹ ہے؟

قارئین کرام! مومن بن حسن نے امام مہدی کے پیدا ہونے کے بعد اب تک زندہ موجود ہونے کا جو عقیدہ ذکر کیا ہے؟ وہ دراصل اہل سنت کا نہیں بلکہ رافضیوں کا عقیدہ ہے۔ اور اس عقیدہ کے اثبات پر جن حوالہ جات کو پیش کیا۔ وہ بھی کٹر شیعہ مصنفین ہیں۔ ہم نے ان کی تفصیل "میزان الکتب" میں ذکر کر دی گئی ہے۔ اہل سنت کا امام مہدی کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ قرب قیامت آپ پیدا ہوں گے۔ اور چالیس سال زندہ رہنے کے بعد انتقال فرما جائیں گے۔ عقد الدرر میں اس پر بہت سی احادیث مذکور ہیں۔

عقد الدرر:

وعن علی بن ابی طالب قال یلی المھدی أَمْرَ النَّاسِ ثَلَاثِیْنَ اَوْ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً اخرجه ایضًا الحافظ ابوعبد الله نعیم بن حماد فی کتاب (الفتن) وعن ارطاۃ (یَبْقَی الْمَھْدِیُّ اَرْبَعِیْنَ عَامًا) اخرجه ایضا نعیم بن حماد فی کتاب (الفتن) وعن حذیفة بن الیمان رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یَلْتَفِتُ الْمَھْدِیُّ وَقَدْ نَزَلَ عِیْسٰی ابن مریم علیه السلام فَذَکَرَ الحدیثَ وَفِیْ اٰخِرِہٖ فَیَمْکُثُ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً یَعْنِی الْمَھْدِی علیه السلام ...

الحافظ ابونعیم الاصفہانی فِی مَنَاقِبِ
المھدی و ابوقاسم الطبرانی فی معجمہ
وعن ارطاۃ قَالَ بَلَغَنِی اَنَّ المَھدِی یَعِیشُ اَربَعِینَ
سَنَۃً ثُمَّ یَمُوتُ عَلٰی فِرَاشِہٖ ۔
(عقد الدرر فی اخبار المنتظر مصنفہ الشیخ علامہ
یوسف بن یحییٰ الشافعی ص ۳۰۶) الباب الحادی عشر حدیث نمبر ۲۷

ترجمہ:۔

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ سے حدیث کی تخریج کی حافظ
ابوعبداللہ نعیم بن حماد نے اپنی کتاب "الفتن" میں ابن
ارطاۃ تابعی سے کہ امام مہدی تیس یا چالیس سال تک باقی رہیں گے۔
اس کی تخریج کی نعیم بن حماد نے کتاب الفتن فی باب النسب
المہدی جلد ۵ ص ۱۰۲ حذیفہ بن حماد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
انہوں نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ التفات
کریں گے مہدی اس حال میں کہ عیسٰے بن مریم نازل ہو جائیں
گے۔ ذکر کیا اس حدیث کو۔ اور اس حدیث کے آخر میں ہے
امام مہدی چالیس سال تک ٹھہریں گے۔ اس کی تخریج کی حافظ
ابونعیم اصفہانی نے مناقب مہدی میں۔

قارئین کرام :۔ عقد الدرر کی مختلف روایات سے امام مہدی کی
عمر چالیس سال معلوم ہوتی ہے۔ آپ کا دورِ حکومت سات یا آٹھ
سال پر مشتمل ہوگا۔ آپ قرب قیامت تشریف لائیں گے۔ اسی کتاب

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَکُوْنُ عِنْدَ انْقِطَاعٍ مِنَ الزَّمَانِ وَظُهُوْرٍ مِنَ الْفِتَنِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْمَهْدِي أَعْطَاهُ هَنِيْئًا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قرب قیامت اور فتنوں کے رونما ہونے کے وقت ایک مرد آئے گا۔ جس کو مہدی کہا جاتا ہے۔ اس کی اطاعت بہت مبارک ہے۔ ص ۱۴۲ کے الفاظ یہ ہیں۔ فَيَبْعَثُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ رَجُلًا مِنْ عِتْرَتِي فَيَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا يَرْضَى عَنْهُ سَاكِنُ السَّمَاءِ وَسَاكِنُ الْأَرْضِ لَا تَدَّخِرُ الْأَرْضُ مِنْ بَذْرِهَا شَيْئًا إِلَّا أَخْرَجَتْهُ وَلَا السَّمَاءُ مِنْ قَطْرِهَا شَيْئًا إِلَّا صَبَّهُ اللهُ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا يَعِيْشُ فِيْهِمْ سَبْعَ سِنِيْنَ أَوْ ثَمَانٍ أَوْ تِسْعٍ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک مرد بھیجے گا۔ پھر تمام زمین عدل و انصاف سے بھر جائے گی۔ جس طرح پہلے ظلم و زیادتی سے بھرپور ہوگی۔ زمین و آسمان والے اس سے راضی ہوں گے۔ زمین اپنے اندر کے تمام بیج باہر نکال دے گی۔ اور آسمان پانی کے قطرے لوگوں پر برسائے گا۔ وہ لوگوں میں سات آٹھ یا نو سال رہے گا۔

قارئین کرام! ان روایات سے یہی ثابت ہوا۔ کہ امام مہدی قرب قیامت تشریف لائیں گے۔ ان کی کل عمر چالیس برس ہوگی۔ اور اکثر روایات کے مطابق وہ سات، آٹھ یا نو سال تک اپنے فرائض سرانجام دیں گے اگرچہ ایک روایت میں چالیس سال بھی آیا ہے۔ ہوسکتا ہے۔ کہ اس روایت کا مفہوم یہ ہو کہ وہ پیدا ہوتے ہی عوام کے لیے باعث رحمت وبرکت ہوں گے۔ لیکن حکومت کے فرائض

لیکن چالیس سے زائد سال کی عمر کسی ایک روایت میں موجود و مذکور نہیں، تمام شیعوں کو میرا چیلنج ہے۔ کہ امام مہدی کی عمر (جیسے وہ کہتے ہیں کہ وہ ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ابھی موجود ہیں۔ اور آئیں گے۔) ان کے حساب سے بارہ تیرہ سو سال اب تک بنتی ہے۔ اور جب آئیں گے اس وقت ان کی مجموعی عمر خدا بہتر جانتا ہے۔ کتنی ہو گی

چیلنج :

اتنی طویل عمر کسی ایک ایسی روایت سے ثابت کر دکھائیں۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہو۔ کہ میری اولاد میں سے ایک مرد "مہدی" نام کا آئے گا۔ جو ڈھائی سو سال میرے بعد پیدا ہو گا۔ اور پھر آٹھ نو سال کی عمر میں چھپ ... ئے ... ریوں بعد نکلے گا۔ اور عدل و انصاف قائم کرے گا۔ اگر اس طرح کی کوئی صحیح حدیث دکھا دے۔ میں اس کو بیس ہزار روپے نقد انعام پیش کروں گا۔

امام مہدی کے بارے میں آپ نے اہل سنت اور شیعوں کا عقیدہ ملاحظہ فرمایا۔ اس کی روشنی میں نور الابصار کی مذکورہ عبارت کو دیکھیں۔ اس کے مصنف نے اگرچہ امام مہدی کے بارے میں مختلف شیعہ مصنفین کے عقلی و نقلی دلائل ذکر کیے ہیں۔ لیکن ان کا انداز تردیدی نہیں۔ بلکہ اثباتی ہے اہل تشیع کا عقیدہ اپنی ... ہے میں ان کے دلائل کے ساتھ ذکر کرنا اور اپنا مسلک یعنی اہل سنت کا اس بارے میں مسلک نظر انداز کر دینا اس طرف نشاندہی کرتا ہے کہ صاحب نور الابصار میں شیعیت کی طرف میلان ہے۔ اسی لیے اس کی عبارت اور کتاب کو اہل سنت کی کتاب و عبارت کہنا غلط ہے۔ اس لیے اس کی تحریر ہم اہل سنت کے خلاف حجت نہیں ہو سکتی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

سی و ہشتم[۳۸]

شواہد النبوۃ مصنفہ عبدالرحمٰن جامی

مولانا عبدالرحمٰن جامی کی یہ کتاب مختلف مضامین پر مشتمل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل، خلفائے راشدین کے اوصاف اور بارہ ائمہ کے حالات لکھے گئے ہیں۔ علامہ جامی بہت بڑے فاضل تھے جن کا ۸۹۸ھ میں وصال ہوا۔ ان کی شخصیت بھی شیعہ سنّی کے مابین متنازع ہے۔ ویسے تو انہیں ہر شخص اہل سنت میں سے ہی شمار کرتا ہے۔ ان کے کلام کو واعظین اور علماء کرام بڑے بڑے خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اور ان کے اشعار میں جو محبت مصطفےٰ اور آداب بارگاہِ رسالت ٹپکتے ہیں۔ آدمی انہیں سُن کر داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہم نے اگرچہ اس سے قبل بھی ان کی مذکورہ تصنیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ان کی یہ کتاب اہل سنت کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔ خاص کر علامہ موصوف کے جب اشعار عوام سنتے ہیں۔ تو ان کے بارے میں قطعاً یہ سُننا گوارا نہیں کریں گے۔ کہ جامی کے بارے میں کوئی اعتراض کرے۔ اس لیے ہم مختلف تیہ عقائد میں پہلے ان کے عقیدہ پر علماء کرام کا فیصلہ بمعہ ان کی اصل عبارت اور پھر اس کے نتائج پر تفصیل گفتگو کریں گے۔ تاکہ عوام تو عوام علماء بھی لعن و تشنیع کا بہانہ نہ بنا سکیں۔ علاوہ ازیں ان کے بارے میں شیعوں کی عقیدت کا بھی ذکر ہوگا۔ ہم نے اس سے قبل جو بارہ ائمہ

کے بارے میں کچھ لکھا ہے۔ اس میں علامہ جامی کی ہی عبارات سے ہم نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ ان کے کچھ نظریات وعقائد شیعوں جیسے ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے ان کی کتاب ''شواہد النبوۃ'' کو اپنی تصنیف ''میزان الکتب'' میں شامل کیا ہے۔

علامہ جامی کے بارے میں بہت سے علماء نے تحقیق کی۔ جس سے ان کا مسلک اہل سنت سے مختلف اور اہل تشیع کے قریب بلکہ اُن جیسا نظر آتا ہے۔ جیسا کہ ''شواہد النبوۃ'' کا مترجم لکھتا ہے ''شیعہ تذکرہ نگاروں نے آج تک حضرت جامی کے کمالات کا اعتراف صرف اس تعصب میں ڈوب کر نہ کیا کہ وہ صحابہ کرام کے مداح سرا ہیں۔ لیکن دوسری طرف راست فکر شیعوں نے آپ کی محبت اہل بیت کی روشنی میں ایک شیعہ کہنے سے دریغ نہ کیا۔ اور آپ کے کلام کو دل کھول کر خراج عقیدت پیش کیا۔ اور صحابہ کرام کی مداح کو تقیہ پر محمول کرتے رہے۔'' یہ عبارت بتاتی ہے کہ جامی نے اگرچہ حضرات صحابہ کرام خصوصاً خلفائے اربعہ کی تعریف کی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے جہاں اپنے نظریات ذکر کیے۔ اُن کے پیش نظر کچھ لوگوں نے انہیں شیعہ ہی کہا۔ اور ان کی تعریف صحابہ کو تقیہ پر محمول کیا ہے۔ یعنی صرف اہل بیت کی تعریف کرنے سے انہیں شیعہ نہیں کہا گیا۔ یہ تو ہر سنی کا جزو ایمان ہے فقیر بھی جہاں کہیں تقریر کرنے جاتا ہے۔ شیعیت کا رد میرا اولین مقصود ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنی تقریر میں اہل بیت کرام سے محبت اور عقیدت کا تذکرہ ابتداً اپنے تقریر میں ضرور کرتا ہوں۔ ہمارے واعظین جو محبت اہل بیت سے سرشار ہیں۔ اور اس بنا پر وہ جب اپنے خطاب میں مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہوں کہ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ انہیں صرف مبالغہ آمیزی کی بنا پر ہم شیعہ کہنے پر تیار نہیں۔ صرف بے احتیاطی سے تعبیر کریں گے۔ لیکن علامہ جامی میں صرف محبت اہل بیت ہی نہیں بلکہ اس میں اُن عقائد کا ذکر ہے۔ جو شیعہ لوگوں کے عقائد

ہیں۔ آئندہ حوالہ جات سے آپ خود اس بات کو دیکھیں گے۔ کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ اس میں کہاں تک صداقت ہے۔

"شواہد النبوۃ" کے مصنف علامہ جامی کے حالات زندگی کتاب بنام جامی فارسی میں "اصغر حکمت" نے لکھے۔ لیکن اردو میں تفصیلی حالات نہیں ملتے تھے۔ اب مکتبۃ العلیہ نے ایک کتاب شائع کی۔ مترجم کا نام سید عارف نوشاہی ہے۔ اس کتاب میں علامہ جامی کے فضائل و مناقب پر بہت زور دیا گیا۔ اس کے باوجود اس کتاب میں "جامی کے مذہبی عقائد" کی سرخی لگا کر اس کے تحت چند حوالہ جات نقل کیے ہیں۔ ہم ان حوالہ جات میں سے چند کو ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

حوالہ نمبر (۱)

جامی کی کتاب "شواہد النبوۃ" حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور ان کی محبت کے دلائل پر مبنی ہے۔ اس کے چھٹے رکن میں انہوں نے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کے حالات و مناقب اور ان سے منسوب کرامات اور خوارق عادات بیان کیے ہیں۔ اس رکن کی تدوین جس نہج پر ہوئی ہے۔ وہ جامی کے اس طرز فکر اور مذہبی رجحان کی ترجمان ہے۔ کہ وہ شیعہ مائل سنی تھے۔ (جامی ص ۲۵۴)

مندرجہ بالا اقتباس جامی کے مذہبی میلان کو واضح کر رہا ہے۔ کہ وہ تھے تو سنی لیکن شیعیت کی طرف اُن کا میلان تھا۔ شیعہ ایک مسلک ہے اُن کے نظریات میں سنی اور شیعہ کے درمیان اختلاف در اصل عقائد کا اختلاف ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان کے عقائد شیعوں سے ملتے جلتے تھے۔

حوالہ نمبر (۲)

مختصر یہ کہ مذکورہ کتاب (شواہد النبوۃ) کے مندرجات سے بخوبی پتہ چلتا ہے۔ کہ اس کا

مصنف ایک سنی ہے جس کا دل تعصب سے پاک ہے۔ مگر ساتھ ہی وہ عقائد امامیہ کی طرف بھی راغب ہے۔ (جامی ص ۲۵۴)

حوالہ نمبر (۳)

جامی کے اشعار میں بھی خاندان رسالت کے مناقب بیان ہوئے ہیں۔ اگر چہ وہ اپنی ساتوں مثنویوں کے شروع میں خلفاء ثلاثہ کی مدح لکھتے ہیں۔ لیکن ان کی غزلیات اور قصائد میں امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب، حسین بن علی اور علی بن موسیٰ کے مناقب بکثرت ملتے ہیں۔ جو جامی کے افکار میں دونوں عقیدوں شیعہ سنی کے امتزاج کی دلیل ہے۔ (جامی ص ۲۵۵)

حوالہ نمبر (۴)

جو ایرانی شیعہ جامی سے عقیدت رکھتے ہیں۔ وہ جامی کو باطنی طور پر ایک خالص العقیدہ شیعہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں خلفاء ثلاثہ کی مدح میں مقالات اور اشعار جامی کا تقیہ ہیں۔ چنانچہ سبحۃ الابرار (مصنفہ جامی) کے مندرجہ قطعہ کے آخری شعر کو یہ حضرات خلفائے ثلاثہ کی مدح اور امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کنایۃً قیاس کرتے ہیں۔ وہ شعر یہ ہے۔ ؎

پنجہ درکن اسد اللّٰہی را

پوست برکن دو سہ روباہی را (جامی ص ۲۵۶)

ترجمہ شعر: اللہ کے شیر کے پنجہ سے دو تین لومڑیوں کی کھال اتار دے۔

قارئین کرام! عقائد امامیہ سے کون واقف نہیں۔ جامی کا اُن کی طرف راغب ہونا کس طرف اشارہ کر رہا ہے؟ یونہی ان کے افکار میں شیعہ سنی دونوں کے نظریات و عقائد کا امتزاج جو ملتا ہے اس سے ایرانی شیعوں نے یہ ثابت کیا۔ کہ سنیوں کے نظریات جامی نے بربنائے تقیہ کہے۔ ورنہ وہ درحقیقت شیعہ تھے۔ ان کے تقیہ پر جس شعر سے

استدلال لاتے ہیں۔ اس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا لقب "اسداللہ" اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔ کہ ان کے مقابل "دو سہ روباہی"، دو تین لومڑیاں کہہ کر اشارۃً اور کنایۃً اصحاب ثلاثہ کی توہین کی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کی افضلیت کا معاملہ اور ہے۔ یہاں اصحاب ثلاثہ کی توہین اور ان کی قدح پیش نظر ہے۔ اور یہی مقصود شیعیت ہے۔ اسی لیے جامی کو سنی نما شیعہ کہنے کی بجائے ایرانی شیعہ کٹر شیعہ کہا ہے۔

حوالہ نمبر (۵)

نویں صدی ہجری کے اواخر میں ہرات ایک ایسا شہر تھا۔ جہاں خراسانی اور ایرانی شیعوں اور افغانستانی اور ترکستانی سنیوں کے عقائد کا امتزاج پایا جاتا تھا جامی جنہوں نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اسی شہر میں گزارا۔ وہ اس وقت کے مذہبی رجحانات کے اثر سے کیوں کر بچ سکتے تھے۔ زمان و مکان کے اعتبار سے وہ اس مقام پر کھڑے تھے۔ جہاں طریقہ اہل سنت والجماعت سے منہ پھیر سکتے تھے۔ اور نہ مبادیات امامیہ کو مکمل طور پر جھٹلا سکتے تھے۔ (جامی ص ۲۵۰ مکتبہ علیہ لاہور)

قارئین کرام! مولانا جامی کے حالات جو "جامی" نامی کتاب میں علی اصغر حکمت نے درج کیے ہیں۔ انہیں منصفانہ طور پر لکھنے کی کوشش کی۔ اگرچہ اس مصنف نے زیادہ زور جامی کے فضائل اور صفات میں لگایا۔ لیکن مذکورہ پانچ عدد باتیں جو اس نے لکھیں۔ ان میں اس نے تسلیم کیا ہے۔ کہ جامی جن حالات میں رہتے تھے اور جس ماحول میں وہ تھے۔ اس میں "مبادیات امامیہ" کو چھوڑا نہیں جا سکتا ہے اور نہ سنیت سے منہ موڑا جا سکتا ہے۔ مبادیات امامیہ کیا ہیں؟ ان میں سے اعلیٰ درجہ کی چیز مسئلہ امامت ہے۔ جس طرح شیعہ لوگ بارہ اماموں کے قائل اور ان کی ہی خلافت کے معتقد ہیں۔ کچھ ایسے ہی جامی بھی نظریہ بیان کرتے ہیں۔ اس عقیدہ کے پیش نظر شیعوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصی رسول اور خلیفہ بلافصل خلیفہ اول کہا۔ پھر حسن

حسین، زین العابدین، محمد باقر، جعفر صادق، موسیٰ کاظم، موسیٰ رضا، تقی، نقی، حسن عسکری تک گیارہ امام ہیں۔ اور بارہویں امام "مہدی" ہیں۔ جن کے متعلق شیعوں کا نظریہ ہے کہ وہ ۲۵۸ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ اور ۲۶۵ھ میں سر من رائے غار میں چھپ گئے۔ ان کی طرف سے ایک سفیر مقرر ہوا۔ جو ۳۲۶ھ تک ان کی باتیں لوگوں تک پہنچاتا رہا۔ آخری سفیر علی بن محمد پر سفارت ختم ہو گئی۔ اب اس بارہویں امام کی تشریف آوری کا شدید انتظار کیا جا رہا ہے۔ اسی لیے شیعہ لوگ انہیں امام المنتظر امام الحجۃ، الامام القائم، امام مہدی اور قائم آل محمد ایسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ ان تمام باتوں کو تقریباً جامی نے شواہد النبوۃ میں لکھا ہے۔ مکمل تفصیل جو جامی نے لکھی۔ اس کو ذکر کرنا باعث طوالت ہوگا۔ اس لیے صرف چند عبارات بطور نمونہ ذکر کی جا رہی ہیں۔ ان عبارات کو پڑھنے کے بعد آپ جامی کے عقائد و نظریات اور شیعوں کے معتقدات کا موازنہ کریں گے۔ تو یقیناً آپ کو وہی کچھ نظر آئے گا۔ جس کی پچھلے پانچ حوالہ جات میں جامی نامی کتاب کے مصنف نے لکھا۔ بلکہ جامی کی عقیدت میں واضح طور پر شیعیت نظر آئے گی۔

شواہد النبوۃ کی چند عبارت

عبارت اول

ایک راہب کلیسا سے نیچے اتر کر حضرت امیر المؤمنین کے حضور میں آیا۔ اور سامنے کھڑے ہو کر پوچھا۔ کیا آپ پیغمبر و رسل ہیں۔ حضرت امیر نے فرمایا۔ نہیں اس نے پوچھا کیا آپ ملک مقرب ہیں۔ حضرت امیر نے فرمایا نہیں۔ پس گفت تو چہ کسے ؟ فرمود ۔ من وصی پیغمبر مرسلم محمد بن عبداللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم راہب گفت دست بیار کر مسلمان می شوم حضرت امیر کرم اللہ وجہہ دست بوے داد گفت اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ

واشهد انک علی وصی رسول اللہ۔ (شواهد النبوة ص ۱۶۴ رکن سادس مطبوعہ نامی نولکشور ہند)

ترجمہ: اس نے پوچھا۔ پھر آپ کون ہیں۔ حضرات امیر نے فرمایا۔ میں وصی پیغمبر مرسل جناب محمد بن عبداللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ راہب کہنے لگا۔ ہاتھ بڑھائیے میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔ حضرت امیر نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ تو راہب نے کہا۔ اشهد ان لا الٰه الا اللہ واشهد ان محمدا عبده ورسوله وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَلِيٌّ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔
(شواهد النبوة مترجم ص ۲۸۷ مکتبہ علمیہ لاہور)

قارئین کرام! علامہ جامی نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے بارے میں واقعہ مذکورہ کے آخر میں راہب کی زبان سے "علی وصی رسول اللہ" نقل کیا۔ یہ واقعہ حضرت علی المرتضٰی رض کے ساتھ جنگ صفین سے واپسی پر پیش آنا بیان کیا جا رہا ہے۔ حضرت علی المرتضٰی رض کو "وصی رسول اللہ" کہنا شیعہ لوگوں کا بنیادی عقیدہ ہے۔ کرامت کے ضمن میں اسے ذکر کرنے سے دراصل جامی یہ ثابت کر رہے ہیں۔ کہ حضرت علی کا وصی رسول اللہ ہونا۔ اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔ جس طرح مسلمان ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی ضروری ہے۔ اسی طرح حضرت علی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی تسلیم کرنا اور اس کی گواہی دینا بھی ضروری ہے۔ اس بات پر جامی نے اشارۃً یا کنایۃً بے زاری کا اظہار بھی نہیں فرمایا۔ بلکہ اسے بڑے اہتمام سے کرامت کے طور پر ذکر کیا ہے۔ شیعہ لوگوں کے کلمہ کی اس آخری جزء کی تحقیق اور وہ تفصیل ہم نے عقائد جعفریہ جلد سوم میں بیان کر دی ہے۔ یہ کتاب چھپ کر بازار میں آ چکی ہے۔ ان کے تمام دلائل کا جواب

اس کتاب کے تقریباً ۱۹ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔ لیکن یہاں ایک نئی دلیل کی تردید ضروری سمجھتا ہوں۔ جسے حال ہی میں غلام حسین نجفی نے ذکر کیا۔

رسالہ علیؑ ولی اللہ:

اہل سنت کی معتبر کتاب لسان المیزان جلد ۵ ص ۱۴۱ ذکر محمد بن حماد مؤلف احمد بن حجر العسقلانی اختصار کی خاطر ترجمہ ہی ملاحظہ ہو۔ راوی کہتا ہے۔ کہ مجھے ہشام بن عبد الملک نے حجاز سے اپنے پاس شام بلوایا۔ اور میں نے مقام بلقاء میں ایک سیاہ پہاڑ دیکھا۔ جس پر کچھ لکھا تھا۔ جو میں نہ پڑھ سکا۔ میں شہر میں داخل ہوا۔ اور لوگوں سے ایسے شخص کو دریافت کیا۔ جو قبروں پر اور پہاڑوں پر پرانی تحریرات کو پڑھ سکتے مجھے ایک بہت بوڑھے شخص کے بارے میں نشاندہی کی گئی میں اس کے پاس پہنچا۔ اور اس کو سوار کر کے اس پہاڑ پر لایا۔ اور اس کو وہ تحریر دکھائی۔ اس نے پڑھ کر تعجب کیا۔ اور مجھے کہا۔ کہ کوئی چیز لاؤ میں اس کا ترجمہ کر کے آپ کو دیتا ہوں۔ میں ایک چیز لایا۔ اس نے کہا کہ اس پتھر پر عبرانی زبان میں یہ لکھا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ولی اللہ و کتبہ موسیٰ بن عمران بیدہٖ کہ خدائی تعالیٰ معبود برحق ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ اس کا رسول ہے۔ اور علی اس کا ولی ہے۔ یہ کلمہ موسیٰ بن عمران نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔ (رسالہ علی ولی اللہ مصنفہ غلام حسین نجفی ص ۷)

جواب:

بڑے بڑے کذاب ہو گزرے لیکن غلام حسین نجفی نے سب کو مات کر دیا۔ ہم اہل سنت کی کتاب لسان المیزان کا حوالہ لکھنے بیٹھا۔ اور ترجمہ پر اختصار کا بہانہ بنایا۔ اور مذکورہ کلمہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلمہ بتایا لیکن حقیقت

اس کے خلاف ہے۔ اگر ایمانداری سے اس کتاب کی عبارت کا پورا ترجمہ ہی کر دیتا۔ تو سب کو حقیقت حال کا پتہ چل جاتا۔ آیئے صاحب لسان المیزان کے الفاظ میں مذکورہ روایت پڑھیں اس کا ترجمہ دیکھیں، اور اس کے بارے میں خود صاحب لسان المیزان کا فیصلہ سنیں۔

لسان المیزان:

(محمد) بن حماد عن مقاتل بن سليمان وعنه علي بن محمد الفارسي ذَكَرَ الْمُؤَلِّفُ فِيْ تَرْجَمَةِ مُقَاتِلٍ حَدِيْثًا وَقَالَ وَضَعَهُ اَحَدُ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ قَالَ قَالَ محمد بن حماد اَشْخَصَنِيْ هشام بن عبد الملك مِنَ الْحِجَازِ اِلَى الشَّامِ فَاجْتَزْتُ بِالْبَلْقَاءِ فَرَاَيْتُ جَبَلًا اَسْوَدَ عَلَيْهِ كِتَابَةٌ لَا اَدْرِيْ مَاهِيَ فَطَلَبْتُ مَنْ يَقْرَؤُهَا فَدُلِلْتُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيْرٍ فَقَالَ هٰذَا عَلَيْهِ بِالْعِبْرَانِيَّةِ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ جَاءَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ لا اله الا الله محمد رسول الله صلى الله عليه واله واصحابه وسلم عَلِيٌّ وَلِيُّ اللّٰهِ وَكَتَبَ مُوْسٰى بن عمران بِيَدِهٖ وَقَالَ ابْنُ عَسَاكِر هٰذَا حَدِيْثٌ مُنْكَرٌ وَاَسْنَادُهٗ مُظْلِمٌ۔ (لسان الميزان جلد ۵ ص ۱۴۷ محمد بن حماد حرف الميم)

ترجمہ: مقاتل بن سلیمان سے محمد بن حماد اور اس سے علی

بن محمد فارسی نقل کرتا ہے۔ مؤلف بنے مقاتل کے ترجمہ (حالات زندگی) میں ایک حدیث ذکر کی۔ اور کہا کہ اسے ان تینوں میں سے کسی نے گھڑا ہے۔ کہا۔ کہ محمد بن حماد بیان کرتا ہے۔ کہ مجھے ہشام بن عبدالملک نے حجاز سے شام بلایا۔ میرا گزر مقام بلقاء سے ہوا۔ وہاں میں نے ایک سیاہ پہاڑ دیکھا۔ اس پر لکھی ہوئی تحریر ملی۔ جسے میں نہ جانتا تھا۔ کہ کیا لکھا ہوا ہے۔ لہٰذا میں نے کسی ایسے شخص کو تلاش کیا۔ جو اسے پڑھ سکتا ہے۔ مجھے ایک بہت بڑے بوڑھے آدمی کی نشاندہی کی گئی اس نے تحریر دیکھ کر کہا۔ یہ عبرانی زبان میں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے اے اللہ! تیرے نام سے تیری طرف سے حق آگیا ہے واضح اور عربی زبان میں۔ وہ یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ علی اللہ کے ولی ہیں۔ اسے موسیٰ بن عمران نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔ ابن عساکر نے کہا۔ کہ یہ حدیث منکر اور مظلم ہے۔

تبصرہ :-

قارئین کرام! جس روایت کو نجفی نے شیعہ کلمہ میں "علی ولی اللہ" ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیا تھا۔ اور بڑے فخر سے لکھا۔ کہ اہل سنت کی معتبر کتاب میں اس کلمہ کا ثبوت موجود ہے۔ اس حدیث کو محمد بن حماد کے ترجمہ میں صاف صاف "موضوع" کہا گیا۔ اس کے گھڑنے والا تین راویوں میں سے کوئی ایک ہے جن کا اس کی سند میں ذکر ہے۔ پوری کی پوری روایت من گھڑت ہے۔ من گھڑت روایت سے اتنا آپ واقف ہو جاتے ہیں کہ شیعوں کا کلمہ "علی ولی اللہ" من گھڑت ہے۔ لیکن کمال

چالاکی سے عوام کو اسماء الرجال سے ناواقف کو دھوکہ دے کر یہ ثابت کر رہا ہے کہ دیکھو جی سنیوں کی کتاب سے ہمارے کلمہ کا صحیح ہونا ثابت ہے۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

مقام حیرت یہ ہے۔ کہ نجفی جو نکمہ ہے ہی شیعہ اسے تو اپنا کلمہ کسی نہ کسی طرح ثابت کرنا ہی تھا۔ جامی کو کیا مصیبت پڑی تھی۔ کہ وہ علی ولی اللہ، کے الفاظ حضرت علی کی کرامت میں درج کر دیے۔ جب یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ شیعوں کا کلمہ من گھڑت ہے۔ اور اس پر قدیم وجدید تمام علماء اہل سنت متفق ہیں۔ تو جامی نے مذکورہ کرامت ذکر کرتے وقت اسے من وعن ذکر کر دیا۔ اور اس پر کوئی تبصرہ نہ کیا۔ جیسا کہ ابن عساکر نے مذکورہ حدیث کو منکر اور مظلم کہہ کر اس کا من گھڑت ہونا واضح کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ جامی شیعہ لوگوں کے بنیادی عقائد کی طرف مائل تھا۔ گو وہ درست ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو یقیناً مذکورہ کرامت کے بعد اس کی تردید موجود ہوتی۔ کہ یہ بے اصل اور غلط ہے۔ لہٰذا اس سے کوئی دھوکہ نہ کھائے۔ مذکورہ روایت کے اصل راوی مقاتل کے حالات زندگی پڑھنے ہوں۔ تو صاحب لسان المیزان کی دوسری کتاب تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۲۸۲-۲۸۴ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں۔ کہ کسی نے مجھ سے اصحاب کہف کے کتے کا رنگ پوچھا۔ مجھے نہ آیا۔ مقاتل کہنے لگا۔ کہ وہ تیر کی وہ دابقع ،، تھا۔ اس پر کوئی اعتراض نہ کرتا۔ یہ اس کی پہلی کذب بیانی ہے۔ مقاتل نے کہا۔ کہ اگر دجال ۱۵۰ھ میں ظاہر ہوا۔ تو جان لو کہ میں کذاب ہوں۔ خلیفہ مہدی کو مقاتل نے کہا۔ کہ اگر تو چاہے تو میں حضرت عباس کے بارے میں تیرے لیے کچھ احادیث گھڑ لوں۔ مہدی نے کہا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ابراہیم بن یعقوب نے کہا۔ کہ مہدی کذاب اور احادیث پر بڑا دلیر تھا۔ عباس اپنے باپ سے بیان کرتی ہے کہ ...

چند احادیث نہیں جو باہم متضاد تھیں۔ نسائی نے کہا۔ کہ چار آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیثیں گھڑتے تھے۔ مدینہ میں ابراہیم بن یحیٰے، خراسان میں مقاتل شام میں محمد ابن سعید اور بغداد میں واقدی۔ ایسے راوی کی روایت جسے خود لسان المیزان نے کہا۔ کہ اس کی گھڑی ہوئی ہے۔ اس سے نجفی اپنا کفر ثابت کر رہا ہے۔ تو پھر ہم یہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ تمہیں مقاتل ایسے کذاب کا کفر مبارک ہو۔

عبارت دوم :

شواهد النبوة

امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وے امام اول است از ائمہ اثنی عشر و کنیت وے رضی اللہ عنہ ابوالحسن و ابوتراب است و ہیچ نامی وے را از ابوتراب خوشتر نیامدی (شواہد النبوۃ فارسی ص ۱۵۹)

ترجمہ : حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ بارہ اماموں میں سے پہلے امام علی المرتضےٰ ہیں۔ کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی۔ اور انہیں "ابوتراب" سے زیادہ پسند اور کوئی کنیت نہ تھی۔

ہم بارہ ائمہ کی تشریح کر چکے ہیں۔ ان میں سب سے پہلے امام علی المرتضےٰ ہیں۔ امامت کے بارے میں شیعہ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ یہ منصب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ جس طرح نبوت و رسالت من جانب اللہ ہوتی ہے۔ یہ شیعوں کا مشہور عقیدہ ہے۔ جیسا کہ مشہور شیعہ مؤرخ محمد حسین لکھتا ہے۔

الشیعه فی التاریخ :

اَمَّا الْاِمَامَةُ وَهِیَ وَاجِبَةٌ عِنْدَ هُمْ وَعِنْدَ

جُمْهُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ فَیَعْتَبِرُهَا الشِّیْعَةُ مَنْصَبًا اِلٰهِیًّا کَمَنْصَبِ النُّبُوَّةِ قَالُوْا اِنَّ الَّذِیْ عَیَّنَهٗ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ و سلم وَنَصَّبَهٗ اِمَامًا وَّ نَائِبًا عَنْهُ هُوَ عَلِیُّ بْنُ ابی طالب لِاَنَّ الْعِصْمَةَ لَمْ تُوْجَدْ فِیْ غَیْرِهٖ .... وَالْعِصْمَةُ وَالْاَفْضَلِیَّةُ ثَبَتَتْ اِمَامَةَ الْحَسَنِ بن علی۔ وَاِمَامَةَ اَخِیْهِ الْحُسَیْنِ وَاِمَامَةَ زین العابدین علی بن حسین وَ اِمَامَةَ محمد بن علی الباقر وَاِمَامَةَ جعفر بن محمد الصادق۔ وَاِمَامَةَ موسیٰ بن جعفر الکاظم وَاِمَامَةَ علی بن موسیٰ الرضا وَاِمَامَةَ محمد بن علی الجواد وَاِمَامَةَ علی بن محمد الهادی وَاِمَامَةَ الحسن بن علی العسکری۔ وَاِمَامَةَ محمد بن الحسن المہدی وَهُوَ الْاِمَامُ الثانی عشر هٰذِهٖ هِیَ الْاِمَامَةُ (الشیعة فی التاریخ ص۳۱ تا ۳۲ محمد جل عقائد الشیعہ)

ترجمہ: امامت شیعوں کے نزدیک واجب ہے۔ اور جمہور کے نزدیک بھی واجب ہے۔ لہذا شیعہ منصب امامت کو منصب نبوت کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے معتبر سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منصب امامت و نیابت کے لے

معین فرمایا۔ وہ علی بن ابی طالب ہیں۔ کیونکہ ان کے علاوہ کسی دوسرے (صحابی) میں عصمت نہیں تھی عصمت اور افضلیت نے ہی امام حسن کے لیے امامت ثابت کی۔ پھر ان کے بھائی حسین کے لیے۔ پھر زین العابدین کے لیے۔ پھر محمد الباقر، پھر جعفر صادق، پھر موسیٰ کاظم موسیٰ رضا، محمد بن علی الجواد، محمد ہادی، حسن عسکری اور بارہویں امام محمد بن حسن مہدی کے لیے۔

قارئین کرام! امامت کا عقیدہ شیعہ لوگوں میں کیا مقام رکھتا ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ انہی بارہ اماموں کے ماننے کی وجہ سے "اثنا عشری شیعہ" اپنا یہ نام لکھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ بارہ اماموں کی پیشگوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کی مکمل تحقیق عقائد جعفریہ جلد دوم میں کی ہے۔ جو تقریباً پچاس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ شیعہ ان بارہ ائمہ کو "صاحب الامر" بھی کہتے اور سمجھتے ہیں۔ ان کے منکرین کو کافر تک قرار دیتے ہیں۔ خواہ وہ علی المرتضیٰ کی اولاد میں سے ہی کیوں نہ ہو۔ اور جامی بھی جا بجا ان ائمہ کے ساتھ "صاحب الامر" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور انہیں معصوم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ ان کی عصمت کے دلائل بھی جامی نے نقل کیے ہیں۔ اس کا ثبوت جامی کی تیسری عبارت پیش کر رہا ہے۔

عبارت سوم، شواہد النبوت:

واز آں جملہ آنست کہ روزے با حاضران مجلس سوگند داد کہ ہر کہ از رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شنیدہ است کہ گفتہ "مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ" گواہی دہد دوازدہ تن از انصار

شنیده بود اما گواہی نداد حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرمود کہ اے فلاں آں گواہی چرا ندادی؟ باآنکہ تو ہم شنیدہ گفت من نیز شنیدہ ام والا فراموش کردہ ام امیر دعا کرد کہ خداوندا اگر ایں شخص دروغ میگوید سفیدی بر بشرۂ وے ظاہر گرداں کہ عمامہ آنرا نپوشاند راوی گوید کہ واللہ من آں شخص را دیدم کہ سفیدی درمیان دو چشم وے پیدا آمدہ ......

وازاں جملہ آنست کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ من در ہماں مجلس یا مثل آں حاضر بودم و من نیز ازاں جملہ بودم کہ شنیدہ بودم اما گواہی ندادم وآں را پنہاں داشتم خدائے تعالیٰ روشنائی چشم مرا ببرد گویند کہ ہمیشہ بر حضرت آں شہادت اظہار ندامت می کرد واز خدائے تعالیٰ آمرزش می خواست .... وازاں جملہ آنست کہ روزے بر بالائے منبر گفت انا عبد اللہ واخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وارث نبی الرحمۃ منم وناکح سیدہ نساء اہل الجنۃ منم سید الوصیاء وخاتم ایشاں منم ہر کہ غیر از من ایں دعوے کند خدائے تبارک وتعالیٰ ویرا ببدی گرفتار گرداند مردے ازاں مجلس گفت کہ کیست کہ از وے خوش نیاید کہ گوید انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از جائے خود برنخاستہ بود ویرا جنونے وفسادے در دماغ واقع شد چنانکہ پائے ویرا گرفتند واز مسجد بیروں کشیدند بعد ازاں از قوم وے پرسیدند کہ ہرگز ویرا ایں عارضہ بودہ است گفتند کہ نے۔

(شواہد النبوۃ فارسی ص ۱۶۸ احالات حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۲۹۸ھ)۔

ترجمہ:

حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ایک دن آپ نے حاضرین مجلس کو قسم دی۔ کہ جس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" سنا ہو۔ وہ اس کی گواہی دے۔ انصار سے بارہ افراد تھے کہ جنہوں نے گواہی دے دی لیکن اور شخص نے یہ جملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا لیکن اس نے گواہی نہ دی۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا۔ کہ اے فلاں! تو نے باوجود اس کے کہ مذکورہ جملہ سنا تھا۔ گواہی کیوں نہ دی؟ وہ کہنے لگا۔ میں نے سنا ضرور تھا۔ لیکن بھول گیا تھا۔ حضرت علی المرتضٰے نے دعا کی۔ اے اللہ! اس شخص نے جھوٹ بولا ہو تو اس کے چہرے پر سفیدی ظاہر کر دے۔ کہ اس کی پگڑی بھی اسے چھپا نہ سکے۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم! میں نے اس شخص کو دیکھا۔ کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان سپیدی ظاہر ہو گئی تھی۔

ان تمام کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں بھی اس مجلس یا اس جیسی کسی اور مجلس میں حاضر تھا۔ اور میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے مذکورہ جملہ سن رکھا تھا۔ لیکن گواہی نہ دی۔ اور اسے چھپائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کی روشنی ضائع کر دی۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس گواہی نہ دینے پر اظہار ندامت کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی طلب کرتے رہتے

ان تمام کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ ایک دن حضرت علی المرتضے رض
رضی اللہ عنہ نے منبر پر تشریف فرما ہوتے ہوئے فرمایا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں۔ نبیؐ رحمت کا وارث ہوں جنتی
عورتوں کی سردار کا خاوند ہوں۔ تمام اوصیاء کا سردار اور ان کا قائم ہوں میرے
سوا کوئی اور شخص اگر ان باتوں کا دعوے کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو کسی بدی میں
گرفتار کر دے گا۔ اس مجلس میں سے ایک شخص نے کہا۔ کہ وہ کون ہے جس سے
یہ باتیں اچھی نہ لگتی ہوں۔ کہ وہ کہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی اور اللہ
کا بندہ ہوں۔ یہ شخص ابھی اپنی مجلس سے بھی نہ اٹھا تھا۔ کہ وہ دیوانہ اور فساد میں
مبتلا ہو گیا۔ اور اس کا دماغ چل گیا۔ اس کے پاؤں سے پکڑ کر اسے مسجد سے
باہر کھینچ کر لایا گیا۔ اس کے بعد اس کی قوم سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ کیا اس
پہلے بھی یہ بیماری تھی؟ انہوں نے کہا۔ نہیں

تبصرہ:

جاحی کی اس تیسری تحریر سے شیعہ لوگوں کا مرکزی عقیدہ ثابت ہو رہا
ہے۔ اور اس کی دلیل پیش کی جا رہی ہے۔ وہ عقیدہ یہ کہ حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ ہیں۔ یعنی خلافت بلافصل آپ کی ہے۔
کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی بھی مولا ہے
یعنی میری سرداری اور ولائت کے بعد علی المرتضے رض کی سرداری اور ولائت
ہے۔ اور سرداری سے مراد خلافت ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد
گرامی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ حضرت علی المرتضے ہی خلیفہ بلافصل ہیں۔ شیعہ
لوگ اسی عقیدہ کو بیان کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں۔ کہ خم غدیر کے موقع پر حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کو جمع کر کے حضرت علی کی بیعت لینے کا

ان کو حکم دیا تھا۔ جب سب بیعت کر چکے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا تھا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ علاوہ ازیں بہت سی شیعہ کتب میں بھی مذکور ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے پوچھا کیا تم نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ سب نے کہا۔ جی سنی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی ہی بلافصل خلیفہ ہیں۔ اس عقیدہ کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے جس کا فقیر نے تحفہ جعفریہ جلد اول میں ص ۲۸ تا ۸ تک ایسا جواب دیا ہے کہ قیامت تک انشاء اللہ اس کا جواب اور اس کا رد کوئی شیعہ نہیں دے سکے گا۔ ان کے تمام دلائل کے تحقیقی اور تفصیلی جوابات کے لیے تحفہ جعفریہ کا مطالعہ فرمائیں۔ بہرحال ہم نے جامی نے اپنی کتاب میں وہی دلیل ذکر کی۔ جسے شیعہ حضرت علی کی خلافت بلافصل پیش کرتے ہیں۔ اب شیعہ لوگ جامی کی مذکورہ عبارت پیش کر کے ببانگ دہل کہہ سکتے ہیں بلکہ کہتے ہیں۔ کہ سنیوں کے بہت بڑے عالم نے اپنی کتاب میں حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلافصل کو ثابت کیا ہے۔

کیونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اعلان فرمانا کہ جس نے "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے۔ وہ اس کی گواہی دے۔ ایک آدمی نے گواہی نہ دی اور بارہ نے گواہی دے دی۔ گواہی نہ دینے والے نے بھولنے کا عذر پیش کیا۔ آپ نے اس کے بہانے پر اسے بددعا دی۔ جو قبول ہوئی اور وہ برص کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔

اس واقعہ میں پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ من کنت مولاہ الخ والی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے بعد نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ ہوا یوں کہ یمن کے کچھ باشندوں نے حضرت علی المرتضیٰ کی کچھ شکایات کیں۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ اس حدیث پاک میں "مولا" بمعنی دوست ہے۔ نہ کہ سردار اور خلیفہ

کہ جس سے خلافت بلافصل ثابت کی جائے۔ اس کی تفصیل ہماری کتاب تحفہ جعفریہ میں مرقوم ہے۔ دوسری بات یہ کہ آدمی بسا اوقات کوئی بات بھول جاتا ہے۔ بھول تو حضرات انبیاء کرام سے بھی وقوع پذیر ہوئی۔ اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ وہ شخص جان بوجھ کر گواہی نہیں دے رہا تھا۔ تو بارہ گواہوں کے بعد اس کی گواہی نہ دینے سے حضرت علی المرتضیٰ کا کونسا کام رک گیا تھا۔ کہ آپ نے اسے ایسی بددعا دے دی۔ کہ عمر بھر وہ روگی ہو گیا۔ بددعا دینے کی بجائے آپ نے اس سے چشم پوشی فرمائی ہوتی۔ جو آپ کے شایان شان تھی۔ اس گھرانے کے اخلاق ہی ایسے تھے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ کہ اے اللہ! اگر میں کسی کے لیے بددعا کروں تو اسے قبول نہ فرمانا۔ تاکہ میری امت کے کسی فرد کو میری وجہ سے نقصان اٹھانا پڑے جامی نے اس واقعہ کو حضرت علی المرتضیٰ کی کرامات کے تحت ذکر کیا۔ گویا پہلی کرامت یہ کہ آپ کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا۔ کہ ایک اور آدمی بھی یہاں موجود ہے۔ جس نے یہ حدیث سن رکھی ہے لیکن اس نے گواہی نہیں دی۔ دوسری کرامت یہ کہ آپ کو علم تھا۔ کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔ اور تیسری کرامت یہ کہ اس کے جھوٹ بولنے پر عوام کے سامنے اسے ذلیل و رسوا کرنا تھا۔ کہ آپ کی بددعا کی وجہ سے وہ برص کی بیماری میں گرفتار ہو جائے گا اور عمر بھر اپنے سر پر کپڑا نہ رکھ سکے گا۔ کرامت کا کون منکر ہے لیکن کسی کرامت کا واقعۃً رونما ہونا اور بات ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کرامات کے جامع اور منبع تھے۔ لیکن اس قسم کی کرامت کا ثبوت اگر جامی کے چاہنے والوں میں سے کوئی ثابت کر دکھائے تو منہ مانگا انعام پائے۔

واقعہ دوم:

سیدنا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابیٔ رسول ہیں جن کے

مگر ابتدائی دورِ نبوت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں پروردگار عالم کی عبادت کیا کرتے تھے۔ انہی کے گھر حضرت عمر بن خطاب مشرف باسلام ہوئے تھے ان کے بارے میں من گھڑت واقعہ بیان کیا گیا۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ کی ولایت کی گواہی نہ دینے کی وجہ سے یہ آنکھوں سے محروم ہو گئے۔ پھر ہمیشہ یہ اس گواہی کے چھپانے پر نادم رہے۔ یہ واقعہ کسی صحیح مسند روایت سے ثابت نہیں ہے علاوہ ازیں جلیل القدر صحابی کی آنکھوں کا ضائع ہو جانے کا سبب یعنی حضرت علی کی ولایت کی گواہی چھپانا یہ بات ثابت کی جا رہی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضؓ کی ولایت کی گواہی نہ دینا اس قدر اللہ کے ہاں جرم ہے۔ کہ جس کی پاداش میں صحابی بھی بینائی سے محروم ہو گئے۔ لہٰذا علی المرتضےٰ کی ولایت کا اعلان اور اس کا سرِ عام اقرار ہی ذریعہ رضائے باری تعالیٰ ہے۔ یہی طریقہ شیعہ لوگ اختیار کرتے ہیں۔ جسے ملاباقی نے حضرت علی المرتضےٰ کی کرامت کے ضمن میں ذکر کر دیا۔

واقعہ سوم،

حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ کا برسر منبر اعلان فرمانا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی اور وارث ہوں۔ سیدہ فاطمہ کا خاوند اور تمام اوصیاء کا سردار ہوں اور تمام اوصیاء کا خاتم بھی ہوں۔ اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ تمام اوصیاء کے سردار و خاتم ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی وصی تھے یہ بھی شیعوں کا عقیدہ ہے۔ حضرت علی نے اپنے بعد حسن کو وصی مقرر کیا۔ اور یہ وصیت یکے بعد دیگرے ائمہ اہل بیت کی طرف منتقل ہوتی رہی۔ اس کی تفصیل ردالشیعہ فی التاریخ، کے حوالہ میں گزر چکی ہے۔ حضرت علی المرتضےٰ کا اپنے آپ کو، "خاتم اوصیاء" کہنا۔ اس کے بارے میں علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ملاحظہ ہو۔

اللآئی المصنوعہ فی احادیث الموضوعۃ :

حدثنا الحسن بن احمد بن حرب حدثنا الحسن بن محمد بن یحییٰ العلوی حدثنا محمد بن اسحاق القرشی حدثنا ابراهیم بن عبد اللہ حدثنا عبد الرزاق انبأنا معمر عن محمد بن عبد اللہ الصامت عن أبی ذر مَرْفُوْعًا كَمَا اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ، كَذٰلِكَ عَلِيٌّ وَ ذُرِّيَّتُهٗ يَخْتِمُوْنَ الْاَوْصِيَاءَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ مَوْضُوْعٌ العَلَوِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ رَافِضِيٌّ وَ اِبْرَاهِيْمُ مَتْرُوْكٌ۔

(اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعۃ جلد ۱ ص ۱۸۷ مطبوعہ حیدر آباد دکن۔ رکن سادس۔)

ترجمہ :

ہم سے حدیث بیان کی حسن بن احمد بن حرب نے ہم سے حدیث بیان کی حسن بن محمد بن یحییٰ العلوی نے ہم سے حدیث بیان کی محمد بن اسحاق قریشی نے ہم سے حدیث بیان کی ابراہیم بن عبد اللہ نے ہم سے حدیث بیان کی عبد الرزاق نے ہمیں خبر دی معمر نے محمد بن عبد اللہ الصامت سے وہ ابوذر سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیسے میں تمام نبیوں کا خاتم ہوں اسی طرح علی اور اس کی ذریت قیامت کے دن تک تمام اوصیاء کے

خاتم ہیں۔ یہ حدیث موضوع ہے۔ جسے علوی نے گھڑا۔ وہ منکر الحدیث ہے رافضی ہے۔ اور دوسرا راوی ابراہیم متروک ہے۔

قارئین کرام! تیسرے واقعہ میں حضرت علی المرتضٰے کی بددعا سے ایک شخص کو جنون ہو گیا۔ کیونکہ اس نے "وخاتم الاوصیاء وغیرہ اوصاف علی المرتضٰے کی گواہی نہ دی تھی۔ یہاں بھی ہم یہی عرض کریں گے۔ کہ حضرت علی المرتضٰے کا بددعا دینا عقل سلیم سے ویسے ہی تسلیم نہیں کرتی۔ اور یہ روایت ایک منکر الحدیث رافضی کی من گھڑت ہے۔ جسے علامہ جامی نے حضرت علی المرتضٰے کی کرامت کے طور پر نقل کیا ہے۔ حضرت علی المرتضٰے بلکہ پورا اہل بیت کا خاندان صبر و رضا کا پیکر تھا۔ و یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا۔ آیت کریمہ کی تفسیر میں شیعہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضٰے اور آپ کا گھرانہ نہایت صابر و شاکر تھا۔ یہاں ان کے صبر و شکر کی بجائے ان کی بددعاؤں کو جامی ذکر کر رہے ہیں۔ جو در حقیقت کرامت علی المرتضٰے نہیں بلکہ اہانت شیر خدا کی گئی ہے۔ اسی طرح کے اور بہت سے واقعات جامی نے علی المرتضٰے کی کرامات کے تحت نقل کیے۔ جن میں علی المرتضٰے کی بددعاؤں کا ذکر کیا گیا۔ اور ان سے لوگوں کو مختلف پریشانیوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ ھذا بہتان عظیم۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

عبارت چہارم: از شواہد النبوۃ

واز آں جملہ آنست کہ بعد از قتل امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ پیش علی بن حسین آمد و گفت من عم توام و لسنی از تو بزرگ ترام و با امامت سزاوار ترم سلاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را بمن دہ علی بن حسین رضی اللہ عنہ گفت اے عم از خدائے تعالیٰ بترس و دعوے

اینچہ حق تو نیست مکن دیگرے بار محمد بن الحنفیہ مبالغہ کرد فرمود اے عم بیا کتاب
پیش حاکم رویم کہ میان ما حکم کند گفت آں حاکم کیست فرمود کہ حجر اسود ۔ ہر دو
پیش وے آمدند فرمود کہ اے عم سخن گو سخن گفت ہیچ جواب نیامد بعد ازاں
دست بدعا برداشت و خدائے تعالیٰ را باسمائے اعظام بخواند و طلب
آں کرد کہ حجر الاسود را بسخن آورد پس روے بحجر الاسود کرد و گفت بحق آں
خدائے کہ مواثیق بندگان خود را در تو نہادہ است کہ ما را خبر کن کہ امامت
و وصایت بعد از حسین بن علی حق کیست حجر الاسود بر خود بجنبید چنانکہ نزدیک
بود کہ از جا ہائے خود بیفتد و زبان عربی فصیح گفت اے محمد بن الحنفیہ مسلم
دار کہ امامت و وصایت بعد از حسین بن علی حق علی بن الحسین ست رضی اللہ عنہ
(شواہد النبوۃ فارسی ص ۱۸۰ رکن سادس مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ)

ترجمہ: ان تمام واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے ۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد محمد ابن حنفیہ
امام زین العابدین کے پاس آئے ۔ اور کہنے لگے میں تیرا چچا بھی ہوں اور
امامت کے لیے تجھ سے زیادہ سزاوار ہوں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار
مجھے دے دو ۔ علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہ نے کہا ۔ اے
چچا! اللہ سے ڈر ۔ اور جس کا تجھے حق نہیں اس کا دعوے نہ کر ۔ دوسری
مرتبہ محمد بن حنفیہ نے اس بات کو مبالغہ سے بیان کیا ۔ اس پر امام زین العابدین
نے کہا ۔ چچا! آؤ کسی حاکم سے اس بارے میں فیصلہ کرا لیں ۔ محمد بن حنفیہ نے پوچھا
وہ حاکم کون ہے ۔ کہا ۔ حجر اسود ہے ۔ دونوں اس کے پاس آ گئے ۔ زین العابدین
نے کہا ۔ چچا جان ۔ بات کرو ۔ انہوں نے بات کی لیکن حجر اسود سے
کوئی جواب نہ آیا ۔ اس کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ۔ اور اللہ تعالیٰ
کے عظیم ناموں سے اُسے پکارا ۔ اور سوال کیا کہ حجر اسود کو بولنے کی
[illegible]

کہ جس نے لوگوں کے میثاق تجھ میں رکھے ہیں۔ ہمیں بتا کہ حسین بن علی کے
بعد وصایت کی امامت کا حق کسے ہے۔ وہ حجر اسود ایسا کانپا۔ کہ قریب
تھا۔ کہ اپنی جگہ سے گر جاتا۔ اس نے فصیح عربی زبان میں کہا۔ اے محمد بن
حنفیہ! اسے تسلیم کرلے۔ کہ حسین بن علی کے بعد امامت و وصایت کا
حق امام زین العابدین کو ہے۔

تبصرہ:

شیعوں کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی المرتضٰے اور ان کے آخری بارہویں امام مہدی تک یہی وہ حضرات ہیں۔ جو امیرالمومنین کے منصب کے حق دار ہیں۔ اس لیے خلفائے ثلاثہ، امیر معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز کو یہ لوگ امیرالمومنین نہیں تسلیم کرتے۔ حالانکہ "امیرالمومنین" کا لقب مسلمانوں کے حاکم اور خلیفہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ خلفاء ثلاثہ اور امیر معاویہ و عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم تو مسلمانوں کے حاکم ہوئے۔ لیکن بارہ ائمہ میں سے امام حسن رضی اللہ عنہ تک یہ منصب صرف دو اماموں کو ملا۔ بقیہ دس امام کسی ملک کے حاکم مقرر نہیں ہوئے۔ اور ہاں دو حضرات کو بھی اپنے اپنے دور امامت و خلافت میں "امیرالمومنین" کہا گیا۔ حضرت علی المرتضٰے رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی کے بعد امیرالمومنین کہا جانے لگا۔ لیکن شیعہ لوگ یوں کہتے ہیں۔ کہ اگرچہ ظاہر میں ان کی خلافت غصب کی گئی تھی۔ لیکن درحقیقت خلافت و امامت انہی کی تھی۔ جامی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے "امیرالمومنین" لفظ استعمال کیا۔ جو واقعات و حقائق کے خلاف اور شیعوں کے موافق ہے۔ باقی رہا قصہ یہ کہ امام زین العابدین اور ان کے چچا محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہما دونوں میں امامت و وصی ہونے میں جھگڑا ہوا۔ جس کا

امامت و وصی ہونا منصوص من اللہ ہوتا ہے یعنی یہ منصب اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے۔ اور اس نے بارہ اماموں کو یہ منصب عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وصی و امامت کا فیصلہ حجر اسود نے کیا۔ گویا امام حسین رضی اللہ عنہ کے وصی امام زین العابدین ہیں ان کی کرامت تھی۔ کہ ان کی امامت و وصی ہونے کی گواہی حجر اسود نے دی۔ جبکہ یہی حجر اسود محمد بن حنفیہ سے گفتگو کرنے پر آمادہ نہ ہوا شیعوں نے امام زین العابدین کی امامت اور وصی ہونے کی ایک کرامت بیان کی جس کی تفصیل میری کتاب عقائد جعفریہ جلد دوم امام زین العابدین کی بحث میں دیکھی جا سکتی ہے؟ بہرحال امام زین العابدین نے محمد بن حنفیہ کو کہا۔ کہ امامت کا حق دار ہونے کا جو دعوے کر رہا ہے۔ اس کے بارے میں خدا سے خوف کر۔ الی آخرہ۔ یہ واقعہ من گھڑت ہے۔ مسئلہ امامت میں شیعہ نظریات کی تفصیل اور وصی ہونے کی تحقیق ہماری دوسری کتاب تحفہ جعفریہ جلد اول میں ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جامی نے اس واقعہ کو بھی جس رنگ اور جس پس منظر میں ذکر کیا۔ اس سے ان کا شیعیت کی طرف رجحان پایا جاتا ہے۔ اہل سنت کا یہ مسلک نہیں۔ اور اگر کوئی شخص اس روایتِ جامی کو صحیح سمجھتا ہو۔ تو ہمارا چیلنج ہے۔ کہ کسی صحیح اسناد سے ثابت کرنے کے بعد منہ مانگا انعام پائے۔

عبارت پنجم از شواہد النبوۃ:

و راز آں جملہ آنست کہ دیگرے گفتہ است کہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما گفت کہ پدر من وصیت کرد چوں من بمیرم تو مرا دفن کن و غسل دہ زیراں کہ امام را جز امام نشوید۔ و دیگر گفت کہ برادر تو عبداللہ زود باشد کہ دعوئی امامت کند۔ و مردم را بخود خواند و یرا بگذار کہ عمر وے کوتاہ خواہد بود۔ چوں پدر من وفات یافت من و یرا غسل کردم و برادر من عبداللہ دعوائے امامت

کرد و چنداں نہ زلیست چنانکہ پدر گفتہ بود۔ (شواہد النبوۃ فارسی ص ۱۸۱ رکن سادس مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

ترجمہ: ان تمام باتوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ کسی راوی نے بیان کیا۔ کہ امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میرے اباجان نے وصیت فرمائی۔ کہ جب میں مروں تو تو مجھے کفن دینا اور غسل بھی۔ کیونکہ امام کو امام کے بغیر کوئی دوسرا غسل نہیں دیتا۔ دوسری بات یہ فرمائی۔ کہ تیرا بھائی عبداللہ بہت جلد امامت کا دعوائے کرے گا۔ اور لوگوں کو اپنی طرف بلائے گا۔ اسے اس کے حال پہ چھوڑ دینا۔ کیونکہ اس کی عمر بہت تھوڑی ہو گی۔ جب آپ نے انتقال فرمایا۔ تو میں نے انہیں غسل دیا۔ پھر میرے بھائی عبداللہ نے امامت کا دعویٰ کیا۔ اور زیادہ دیر زندہ نہ رہا جیسا کہ میرے والد نے کہا تھا۔

تبصرہ:

شیعوں کا مسلک ہے۔ کہ امام کو امام ہی غسل دیتا اور کفن پہناتا ہے۔ اس کا ثبوت ان کی بکثرت کتب میں موجود ہے۔ امام باقر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ وصیت کہ جس میں دو باتیں مذکور ہیں۔ یہ شیعہ مسلک کے مصنفین کی بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ امام باقر کی امامت کے ضمن میں اسے درج کیا گیا۔ اس میں پہلی بات تو وہی شیعہ اصل ہے۔ یعنی امام کو غسل صرف امام ہی دے سکتا ہے۔ اور دوسرا امام باقر کی کرامت کہ انہوں نے انتقال سے قبل ہی خبردار کر دیا۔ کہ عبداللہ دعوئے امامت کرے گا۔ لیکن وہ بہت جلد انتقال کر جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہی دو باتیں جامی نے ذکر کیں۔ جس سے صاف ظاہر کہ جامی کا مسلک بھی یہی ہے۔ کیونکہ اس واقعہ کو من وعن نقل کر دینا۔ اور اس پر کچھ بھی نہ کہنا اسی بات کا غماز ہے۔ حالانکہ اہل سنت کا ہرگز ہرگز

یہ عقیدہ نہیں۔ کہ امام کو امام ہی غسل دے۔ اور کفن پہنائے۔ کیونکہ امامت کا مسئلہ ہی
من گھڑت ہے۔ اس لیے جانے والے امام کا آنے والے کو وصی مقرر کرنا اور
امامت سپرد کرنا سب کچھ شیعہ مسلک کی حکایات ہیں

عبارت ششم از شواہد النبوۃ:

وفرمود کہ سخن گوئے اے فرزند من باذن اللہ تعالیٰ گفت بسم اللہ
الرحمٰن الرحیم وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي
الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ
بعد ازاں دیدم کہ مرغانِ سبز ہا را فرو گرفتند ابو محمد رضی اللہ عنہ یکے
ازاں مرغاں سبز را بخواند وگفت خُذْهُ فَاحْفَظْهُ حَتّٰى
يَأْذَنَ اللّٰهُ فِيهِ فَإِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ از ابو محمد رضی عنہ
پرسیدم کہ ایں مرغ کہ بود وایں مرغان دیگر کیاند فرمود کہ آں جبرئیل
علیہ السلام و دیگراں ملائکہ رحمت اند۔ (شواہد النبوۃ ص ۲۱۴ تا ۲۱۳
رکن سادس در ذکر علی بن محمد بن الرضا یعنی امام مہدی رضی اللہ عنہ مطبوعہ
نولکشور لکھنؤ)

ترجمہ: اور فرمایا۔ اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بولو۔
پس بیٹا بولا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ونرید الآیۃ۔ ہم ارادہ رکھتے
ہیں۔ کہ ان لوگوں پر احسان کریں۔ جو زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں
اور ہم انہیں امام بنائیں اور ہم انہیں وارث بنائیں۔ اس کے بعد میں نے
دیکھا۔ کہ سبز رنگ کے پرندوں نے ہمیں گھیرے میں لے لیا جناب
ابو محمد رضی اللہ عنہ نے ان سبز پرندوں میں سے ایک کو بلا کر فرمایا اس کو

اور اسے اس وقت تک محفوظ رکھنا جب تک اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ بے شک اپنے حکم کو کر گزارنے والا ہے۔ میں نے ابو محمد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ سبز پرندہ کون تھا۔ اور دوسرے سبز پرندے کون تھے؟ فرمایا۔ یہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔ اور وہ رحمت کے فرشتے تھے۔

تبصرہ:

شیعوں کا عقیدہ ہے۔ کہ گیارہویں امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کا ایک ہی بیٹا تھا۔ جس کی کنیت ابو محمد تھی۔ اور اسی کو امام مہدی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی والدہ کا نام نرجس تھا۔ یہ لڑکا ۲۵۵ھ میں پیدا ہوا۔ اور ان کی پیدائش سے تقریباً پانچ سال بعد ۲۶۰ھ میں ان کے والد حسن عسکری کا انتقال ہو گیا پھر جب ان کی عمر نو برس ہو گی۔ تو یہ صاحبزادے ایک غار میں داخل ہوئے۔ جس سے آج تک ان کے وکیل ان کو لوگوں کی خبریں سناتے اور لوگوں کو ان کی باتیں بتاتے رہے۔ جب چوتھا وکیل فوت ہوا۔ تو یہ کام بھی ٹھپ ہو گیا۔ اس کے بعد امام مہدی بے خبری کے عالم میں بغداد کے نزدیک سرداب غار میں منتظر ہیں۔ سرمن رائی بھی اسی کو کہتے ہیں۔ اصل قرآن بھی ان کے پاس ہی ہے۔ قیامت سے نزدیک غار سے نکل کر ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق اور سیدہ عائشہ صدیقہ کو قبروں سے نکال کر سخت سزا دے گا۔ امام مہدی کے بارے میں تفصیلی گفتگو ہم نے اپنی تصنیف عقائد جعفریہ جلد دوم ص۱۹۵ تا ص۲۵۶ پر لکھ دی ہے۔ اس کا مطالعہ ضرور کر لیجئے۔ مختصر یہ کہ امام حسن عسکری کا کوئی لڑکا نہ تھا۔ بلکہ وہ بے اولاد ہی انتقال کر گئے تھے۔ شیعوں نے اس غائب امام کے بارے میں ایسے من گھڑت واقعات منسوب کیے۔ جن سے دفتر بھر جانا ہے

جنھیں پڑھ کر ایک عام ذہن کا آدمی بھی جان لیتا ہے۔ کہ یہ من گھڑت واقعات ہیں۔ اور انہیں کمال چالاکی سے اہل بیت کی مقدس ہستیوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے امام مہدی فرضی کے بارے میں چند باتیں عقائد جعفریہ کی ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت علی المرتضے رضؓ کا قول ہے۔ کہ امام مہدی کی غیبت چھ دن یا چھ ماہ یا چھ سال ہے۔ (اصول کافی جلد اول ص ۳۳۸ کتاب الحجۃ باب فی الغیبۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

۲۔ امام باقر فرماتے ہیں۔ کہ امام مہدی کا ظہور ۷۰ھ میں ہونا تھا۔ لیکن قتل حسین کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو گیا۔ اور امام مہدی کا ظہور ۱۴۰ھ تک موخر کر دیا۔ (اصول کافی جلد اول ص ۳۶۸ کتاب الحجۃ باب کراہیۃ التوقیت مطبوعہ تہران طبع جدید)

یہ بھی جب صحیح نہ نکلا تو امام باقر نے فرمایا۔ کہ امام مہدی کے ظہور کا وقت نفس زکیہ کے قتل کے اور امام مہدی کے ظہور کے درمیان پندرہ دن سے زیادہ فیصلہ نہیں ہوگا۔ کشف الغمہ جلد دوم ص ۴۶۰ فی علامات قیام القائم مطبوعہ تبریز طبع جدید۔ اور نفس زکیہ ۱۴۵ھ میں فوت ہوا۔

ان تینوں باتوں کو بار بار پڑھیں۔ نہ حضرت علی المرتضے کی بات سچی نکلی۔ نہ امام باقر کے وعدے سچے ثابت ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے یہی کیا وقت امام مہدی کے بارے میں نظر آ رہی ہے ذرا غور فرمائیں۔ امام حسن عسکری کا انتقال ۲۶۰ھ میں اور امام مہدی کا تولد ۲۵۵ھ میں تاریخ ائمہ کے اندر موجود ہے اس مہدی کے بارے میں امام باقر نے کہا ۷۰ھ میں اس کا ظہور ہوگا۔ پیدائش ۲۵۵ھ میں ہوئی۔ اور غار سے امام مہدی کب ۷۰ھ ہجری میں نکلے گا۔ اور یہ کہا کس نے؟ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ وہی امام باقر رضی اللہ عنہ جو بارہ اماموں میں سے پانچویں امام ہیں۔ اور امام کی پہچان یہ کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ بلکہ اللہ کے حکم سے

ہوتا ہے۔ خدا کا خوف کیوں نہیں آتا۔ اپنے ہی اماموں کی غلط باتوں سے جگ ہنسائی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ خود شیعہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ امام حسن عسکری کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ چنانچہ اصول کافی جلد اول ص ۵۰۵۔ اعلام الوریٰ اور ارشاد شیخ مفید وغیرہ میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ کہ جب امام حسن عسکری کا انتقال ہوا۔ تو اس وقت کے خلیفہ عباسی نے حکم دیا۔ کہ امام حسن عسکری کی اولاد کی خوب تحقیق کرو۔ اگر ان کا کوئی بیٹا ثابت ہو جائے۔ تو اسے میراث دی جائے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ ساری کی ساری میراث ان کی والدہ اور ان کے بھائی لے جائیں۔ چنانچہ تفتیش بسیار کے بعد یہی رپورٹ دی گئی۔ کہ حسن عسکری کا کوئی لڑکا نہیں ہے۔ بلکہ ان کی لونڈی جو امید سے تھی۔ اس پر نظر رکھی گئی کہ کیا جنتی ہے۔ مگر اس کے بطن سے بھی کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا۔ خود امام حسن عسکری کی والدہ نے خلیفہ کو بیان دیا۔ کہ میرے فوت شدہ لڑکے کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے اس پر ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

فرق الشیعہ:۔

قَالَتِ الْفِرْقَةُ الثَّامِنَةُ اَنَّهُ لَا وَلَدَ لِلْحَسَنِ اَصْلًا لِاَنَّ قَدِ امْتَحِنَ ذَالِكَ وَطَلَبْنَاهُ بِكُلِّ وَجْهٍ فَلَمْ نَجِدْهُ وَلَوْ جَازَ لَنَا اَنْ نَقُوْلَ فِيْ مِثْلِ الْحَسَنِ وَقَدْ تُوُفِّيَ وَلَا وَلَدَ لَهُ اَنَّ لَهُ وَلَدًا خَفِيًّا لَجَازَ مِثْلُ هٰذَا الدَّعْوٰى فِيْ كُلِّ مَيِّتٍ عَنْ غَيْرِ خَلْفٍ وَلَجَازَ مِثْلُ ذَالِكَ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُقَالَ خَلَفَ اِبْنًا نَبِيًّا رَسُوْلًا۔ (فرق الشیعہ ص ۱۰۲، الفرقۃ الثامنہ مطبوعہ حیدریہ ۱۳۵۵ھ)

ترجمہ: شیعوں کا آٹھواں فرقہ کہتا ہے۔ کہ امام حسن عسکری کا بالکل کوئی صاحبزادہ نہ تھا۔ کیونکہ اس بارے میں خوب چھان بین اور تحقیق کی گئی لیکن کوئی ثبوت نہ ملا۔ اور اگر ہمارے لیے یہ کہنا جائز ہو۔ کہ امام حسن عسکری کا ایک فرزند تھا۔ جو ان کے انتقال کے بعد چھپ گیا تھا۔ تو پھر ایسا دعویٰ ہر مرنے والے کے بارے میں کیا جانا درست ہوگا۔ جو لاولد مرا۔ اور اسی قول کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہنا بھی درست ہوگا کہ آپ نے بھی ایک چھپا ہوا بیٹا چھوڑا۔ جو نبی اور رسول تھا۔

قارئین کرام!! امام مہدی کی فرضی حکایات آپ نے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ جب شیعوں کا امام مہدی ہی فرضی ہے۔ تو اس کے آنے، چھپنے اور ظاہر ہونے کے تمام واقعات کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ یہی فرضی امام ہے۔ کہ جسے جاتمی نے بھی حسن عسکری کا صاحبزادہ بتایا۔ اور ان کی بچپن کی زبان سے از روئے کرامت ایک آیت سنائی جو سورۃ القصص پارہ ۲۰ کی پانچویں آیت ہے۔ اس سے ثابت یہ کرنا مقصود ہے۔ کہ امام حسن عسکری نے اپنے چھوٹے سے بیٹے کو ایسی عمر میں بولنے کو کہا۔ جس میں بولا نہیں جا سکتا۔ ایسا اس لیے کیا گیا۔ کہ حسن عسکری اپنی پھوپھی حکیمہ کو بتانا چاہتے ہیں۔ کہ یہ بچہ صاحب امر اور امام وقت ہوگا۔ دوسری یہ بات بتلانا چاہتے تھے۔ کہ ہم سب امام از ظاہری حکومت کے بغیر کمزوروں کی سی زندگی بسر کر گئے۔ لیکن یہ بچہ صاحب حکومت ہوگا۔ اور پوری دنیا اس کے زیر تسلط ہوگی۔ پھر امام حسن عسکری مزید تسلی دیتے ہوئے پھوپھی کو کہتے ہیں۔ کہ ابھی جبریل امین اور رحمت کے فرشتے سبز رنگ کے پرندوں کی صورت میں آئے تھے۔ میں نے انہیں اس بیٹے کی حفاظت کا حکم دے دیا ہے۔ اور یہی کچھ جاتمی کے پیش نظر بھی ہے۔ ورنہ حقیقت میں آیت مذکورہ فرعون کے ظلم میں پسنے والوں کے لیے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے وعدہ فرما رہا ہے۔ کہ

آج تم مظلوم ہو۔ لیکن ایک وقت آئے گا۔ کہ تم صاحب حکومت ہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ایسے من گھڑت واقعات وحکایات کے سلسلہ میں ملا علی قاری حنفی نے جو تردید کی۔ ہم اس کی چند سطور ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

مرقات:

وَهٰذَا الْمُعْتَقِدُ الطَّائِفَةُ الشِّيْعَةُ مِنَ الْإِمَامِيَّةِ اَنَّ الْمَهْدِيَّ الْمَوْعُوْدَ وَهُوَ محمد بن حسن عسكری كَانَّهُ لَمْ يَمُتْ بَلْ هُوَ مُخْتَفٍ عَنْ اَعْيُنِ النَّاسِ مِنَ الْعَوَامِ وَالْاَعْيَانِ وَاَنَّهُ اِمَامُ الزَّمَانِ وَاَنَّهُ سَيَظْهَرُ فِيْ وَقْتِهٖ وَيَحْكُمُ فِيْ دَوْلَتِهٖ وَهُوَ مَرْدُوْدٌ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَالْاَدِلَّةُ مُسْتَوْفَاةٌ فِيْ كُتُبِ الْاَئِمَّةِ الخ........ ثُمَّ جَلَسَ عَلَى الْعَرِيْكَةِ الْقُطْبِيَّةِ بَعْدَ اَنْ تَوَفَّا اللّٰهُ عَلِيَّ بن الحسن البغدادی القطب اِلَيْهِ وَاَنَّهُ دُفِنَ فِيْ بغداد فِي الشونيز بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَبَقِيَ فِيْ مَرْتَبَةِ الْقُطْبِيَّةِ تِسْعَ عَشَرَ سِنَةً ثُمَّ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بِرَوْحٍ وَرَيْحَانٍ اتمی۔ وَقَدْ نَقَلَ مَوْلَانَا عَبْدُ الرحمٰن جامی هٰذَا عَنْهُ فِيْ بَعْضِ كُتُبِهٖ وَاعْتَمَدَ عَلَيْهِ فِي اعْتِقَادِهٖ لٰكِنْ لَا يَخْفٰى اَنَّ الشَّيْخَ عَلَاءَ الدَّوْلَةِ ظَهَرَ بَعْدَ محمد بن حسن العسكری بِزَمَانٍ

كَثِيْرٍ وَلَمْ يُسْنَدْ هٰذَا الْقَوْلُ إِلٰى مَنْ كَانَ
فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ وَالظَّاهِرُ أَنَّهٗ يَدَّعِيْ هٰذَا
مِنْ طَرِيْقِ الْكَشْفِ وَكَذَا لَا يُمْكِنُ مِنْ
غَيْرِهٖ أَيْضًا إِلَّا كَذٰلِكَ وَلَا يَخْفٰى أَنَّ
مَبْنَى الْإِعْتِقَادِ لَا يَكُوْنُ إِلَّا عَلَى الْأَدِلَّةِ
الْيَقِيْنِيَّةِ وَمِثْلُ هٰذَا الْمَعْنَى الَّذِيْ أَسَاسُهٗ
عَلٰى ذٰلِكَ الْمَبْنٰى لَا يَصْلُحُ أَنْ يَكُوْنَ مِنَ الْأَدِلَّةِ
الظَّنِّيَّةِ وَلِذَا لَمْ يُعْتَبَرْ أَحَدٌ مِنَ الْفُقَهَاءِ
جَوَازُ الْعَمَلِ فِي الْفُرُوْعِ الْفِقْهِيَّةِ بِمَا
يَظْهَرُ الصُّوْفِيَّةُ مِنَ الْأُمُوْرِ الْكَشْفِيَّةِ أَوْ مِنَ
الْحَالَاتِ الْمَنَامِيَّةِ وَلَوْ كَانَتْ مَنْسُوْبَةً إِلَى
الْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا أَفْضَلُ الصَّلٰوةِ
وَأَكْمَلُ التَّحِيَّةِ لٰكِنَّ الْأَحَادِيْثَ الْوَارِدَةَ
فِيْ أَحْوَالِ الْمَهْدِيِّ مِمَّا جَمَعَهُ السُّيُوْطِيُّ رحمه الله
وَغَيْرُهٗ تَرُدُّ عَلَى الشِّيْعَةِ فِي اعْتِقَادَاتِهِمُ
الْفَاسِدَةِ وَآرَائِهِمُ الْكَاسِدَةِ بَلْ جَعَلُوْا
تَمَامَ إِيْمَانِهِمْ وَبِنَاءَ إِسْلَامِهِمْ وَأَرْكَانَ
أَحْكَامِهِمْ بِأَنَّ محمد بن حسن العسكرى
هُوَ الْحَيُّ الْقَائِمُ الْمُنْتَظَرُ وَهُوَ الْمَهْدِيُّ الْمَوْعُوْدُ
عَلٰى لِسَانِ صَاحِبِ الْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ وَالْحَوْضِ

ص۹۷،۱۰۱،۱۰۸ باب اشتراط الساعۃ فصل ثانی مطبوعہ
مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ:

یونہی امامیہ شیعوں کا ایک گروہ یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ جس امام مہدی کے بارے میں احادیث نبویہ میں قرب قیامت آنے کا وعدہ ہے وہ امام حسن عسکری کا بیٹا محمد ہے۔ وہ پیدا ہونے کے بعد مرا نہیں بلکہ عوام و خواص کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔ اور وہی امام الزمان ہے۔ عنقریب اپنے وقت پر ظاہر ہوگا۔ اور اپنی بادشاہت میں حکومت کرے گا لیکن یہ اہل سنت کے نزدیک مردود ہے اس بارے میں دلائل دیکھنا ہوں تو علم عقائد کی کتب میں موجود ہیں۔۔۔

(عروۃ الوثقی میں شیخ علاؤ الدولہ سمنانی نے تصریح کی محمد بن حسن عسکری چھپ گیا۔ تو پہلے ابدال کے دائرہ میں داخل ہوا جب پھر اسی منصب پر رہا۔ حتی کہ کوئی ابدال باقی نہ رہا۔ پھر ابطال یعنی چالیس آدمیوں کے دائرہ میں داخل ہوا۔ یہاں تک اس کے سواہ باقی سب انتقال کر گئے۔ تو یہ سید الابطال ہوگیا۔ پھر سات سیاحوں کے دائرہ میں داخل ہوا۔ ان میں سے سب کے انتقال کے بعد سید السیاح کہلایا۔ پھر اوتاد کے دائرہ میں داخل ہوا۔ جو پانچ افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان کے انتقال کے بعد یہ باقی بچا رہا اور سید الاوتاد کہلایا۔ پھر تین اشخاص جو افراز کہلاتے ہیں۔ ان میں داخل ہوا۔ جب اس کے سوا باقی دونوں انتقال کر گئے۔ تو یہ سید الافراز کہلایا)

کو فوت کر دیا۔ جو اپنے وقت کا قطب تھا۔ انہیں بغداد میں شونیز مقام پر دفن کیا گیا۔ اور یہ مقام قطبیت پر باقی رہا۔ انیس سال تک اسی منصب پر فائز رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے فوت کر دیا۔ مولانا عبدالرحمن جامی نے اس واقعہ کو "عروۃ الوثقیٰ" سے اپنی کسی تصنیف میں ذکر کیا ہے۔ اور اپنے اعتقاد کے لیے اس کو مستند جانا لیکن مخفی نہ رہے۔ کہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی، محمد بن عسکری کے کافی عرصہ بعد پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے اس قول کا اسناد اس دور کے کسی شخص کی طرف بھی نہیں کیا۔ ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے یہ دعویٰ از روئے کشف کیا ہوگا۔ یونہی کوئی دوسرا اگر اسے روایت کرتا ہے۔ تو وہ بھی اسی طریقہ سے ہی ہوگا۔ اور یہ امر بالکل واضح ہے۔ کہ عقائد کا دارومدار دلائل یقینیہ پر ہوتا ہے۔ اور یہ بات جو کشف کی بنیاد پر رکھی گئی۔ یہ دلائل ظنیہ بھی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اسی لیے کسی مجتہد اور فقیہ نے فقہی فروعات میں ان پر عمل کرنا معتبر قرار نہ دیا۔ جو صوفیاء کرام پر کشف یا خواب میں ظاہر ہوتی ہیں۔ اگرچہ وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب کیوں نہ ہوں لیکن وہ احادیث جو امام مہدی کے بارے میں وارد ہیں۔ جنہیں علامہ السیوطی وغیرہ نے جمع فرمایا۔ وہ ان شیعوں کے فاسد عقائد اور جھوٹی آراء کی تردید کرتی ہیں۔ بلکہ ان شیعوں نے تو اپنے ایمان کا کمال، اپنے اسلام کی بنیاد اور اپنے احکام کا رکن اس بات کو قرار دیا۔ کہ محمد بن عسکری وہ زندہ ہے۔ قائم ہے۔ منتظر ہے۔ اور وہ مہدی موعود ہے۔ کہ جس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے کی خوشخبری دی ہے۔

تبصرہ:

جناب ملا علی قاری نے شیعوں کے اس عقیدہ کی تردید کی۔ جو عقیدہ وہ مہدی موعود کے بارے میں رکھتے ہیں۔ امام حسن عسکری کے بیٹے کو مدار ایمان، بنائے احکام اور اعمال کی اصل قرار دینا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ ہر عقیدہ کی بنیاد دلائل یقینیہ پر ہوتی ہے اور شیعوں کا مذکورہ عقیدہ دلائل یقینیہ تو دور کی بات ہے۔ دلائل ظنیہ سے بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا مدار محض خواب اور کشف پر ہے۔ جو کسی عقیدہ کی بنیاد نہیں بن سکتے۔ امام حسن عسکری کے بیٹے ہونے اور اس کے بارے میں مختلف مراتب کی گفتگو علاؤ الدولہ سمنانی نے کی۔ اسی کو جامی نے "شواہد النبوۃ" میں نقل کر دیا لیکن جس طرح ملا علی قاری نے اس واقعہ کی تردید بھی لکھی۔ جامی کا قلم اس سے خاموش رہا۔ ان کی خاموشی اس طرف اشارہ کرتی ہے۔ کہ ان کا عقیدہ بھی یہی ہے۔ اور علاؤ الدولہ کی تحریر کے مطابق جامی بھی اسے من وعن تسلیم کر رہے ہیں۔

یاد رہے۔ کہ ملا علی قاری نے علاؤ الدولہ کے مذکورہ عقیدہ کی تردید کی لیکن خود علاؤ الدولہ کی شخصیت پر انہوں نے کچھ نہ لکھا۔ کہ وہ مسلک کے اعتبار سے کون تھا؟ صاحب عروۃ الوثقیٰ علاؤ الدولہ سمنانی کون ہے؟ حوالہ ملاحظہ ہو۔

الذریعہ الی تصانیف الشیعہ:

شیخ بزرگ آقائے طہرانی صاحب الذریعہ لکھتے ہیں۔ العروة الوثقى لِلشَّيْخِ الطَّرِيْقَةِ احمد بن محمد علاؤ الدولة السمنانى ......يُوْجَدُ فِي (الرضويه) وَعَدَّهٗ فِي المجالس

ترجمہ:

صاحب ذریعہ آقائے طہرانی لکھتے ہیں۔ کہ عروۃ الوثقیٰ کے مصنف احمد بن محمد علاؤالدولہ سمنانی ہیں ان کا تذکرہ "رضویہ" نامی کتاب میں موجود ہے اور مجالس میں اس کے مصنف کو ایسے شیعوں میں شمار کیا گیا ہے جو عرفاء تھے۔

نوٹ:

مولانا جامی کی "شواہد النبوۃ" میں اکثر و بیشتر واقعات و حکایات ایسی ہیں، جن کے راوی شیعہ اور جن کا ماخذ کتب شیعہ ہیں۔ ان کی نہ کوئی سند ذکر کی گئی اور نہ ہی اور کوئی ذریعہ ثبوت مہیا کیا گیا شیعہ مسلک کی بنیاد جن چار اشخاص پر ہے۔ ان میں سے ایک "ابو بصیر" بھی ہے۔ جس کے بارے میں شیعوں کا کہنا ہے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو آثار نبوت مٹ جاتے۔ جامی نے اس شخص کے واسطہ سے بہت سی روایات کو اپنی کتاب میں جگہ دی۔ جس سے ان کی عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔ مذکورہ چار کے ٹولے کا مقام ایک شیعہ کتاب سے سنیئے۔

رجال کشی:

عن جمیل بن دراج - قال سمعت اباعبدالله بَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ بِالْجَنَّةِ - برید بن معاویة العجلی و ابا بصیر اللیث بن البختری المرادی ومحمد بن مسلم و زراره اربعة نُجَبَاءُ اُمَنَاءُ اللهِ عَلیٰ حَلَالِهٖ وَحَرَامِهٖ لَوْلَا هٰؤُلَاءِ انْقَطَعَتْ اٰثَارُ النُّبُوَّةِ وَانْدَرَسَتْ۔

(رجال کشی ص ۱۵۲ حالات ابوبصیر مطبوعہ کربلا۔)

ایک باغ سے گزرا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ باغ کتنا خوبصورت ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی! تیرے لیے بہشت میں اس سے کہیں بہتر ہو گا۔ اسی طرح ہمارا سات باغوں پر سے گزر ہوا۔ ہر باغ سے گزرتے وقت میں نے اس کی تعریف کی۔ اور ہر مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں تمہارے لیے اس سے بہتر ہو گا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز بلند فرمائی۔ اور رونا شروع کر دیا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کو کس بات نے رلایا؟ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ بغض و حسد، جو تمہارے متعلق لوگوں کے سینوں میں ہے۔ اور اسے میرے وصال کے بعد ظاہر کریں گے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا وہ سلامتی کے ساتھ اس دنیا سے جائیں گے؟ فرمایا، ہاں سلامتیٔ دین کے ساتھ جائیں گے۔

توضیح:-

جامی کے منقولہ واقعہ کا اول و آخر متخالف ہے۔ کیونکہ ابتداء میں یہ ذکر کیا گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں (صحابہ خصوصًا خلفاء) کے طرز عمل سے رنجیدہ ہوئے جو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے دلی بغض رکھتے ہیں۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے۔ تبھی آپ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد ان کا دلی بغض ظاہر ہو گا۔ اسی رنجیدہ دلی کی وجہ سے آپ بلند آواز سے رونا شروع ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچی اور آپ کو اذیت پہنچانے والے قرآنی فیصلہ کے مطابق۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔ جو لوگ

ترجمہ:

جمیل بن دراج کہتا ہے۔ کہ میں نے ابوعبداللہ امام جعفر سے سنا فرمایا۔ مخبتین کو جنت کی بشارت دے دو۔ برید بن معاویہ عجلی۔ ابوبصیر لیث بختری مرادی۔ محمد بن مسلم۔ زرارہ۔ یہ چار نجیب اللہ تعالیٰ کے حلال و حرام پر اس کے امین ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو نبوت کے آثار منقطع ہو چکے ہوتے۔ اور مٹ گئے ہوتے۔

عبارت ہفتم از شواہد النبوۃ:-

واز آں جملہ آنست کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ گفتہ است کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحدیقہ بگذشتم گفتم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہ خوش است ایں حدیقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گفت مر ترا در بہشت بہتر ازیں خواہد بود۔ و ہم چنیں ہر ہفت حدیقہ بگذشتیم و در ہمہ گفتم کہ خوب است ایں حدیقہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گفت مر ترا در بہشت خوبتر ازیں خواہد بود بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آواز برداشت و آغاز گریہ کرد گفتم یا رسول اللہ چہ می گریاند ترا۔ گفت کینہ ہائے کہ در قومی است از تو کہ آں را ظاہر می کنند بعد از من گفتم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسلامت گوزند گفت بسلامت دین۔

(شواہد النبوۃ فارسی ص ۱۴۲ تا ۱۴۳ قسم ثانی در رکن خامس مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔

ترجمہ: ان تمام واقعات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتے ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت دُنیا اور آخرت میں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ دنیا و آخرت میں ملعون اور جہنمی ہیں لیکن اسی واقعہ کے آخری حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب علی المرتضےٰ رض نے ان بغض و حسد کرنے والوں کے انجام کے بارے میں پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ سلامتی دین کے ساتھ دنیا سے جائیں گے۔ یہ حصہ ان کے جنتی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ باہم متخالف واقعہ کن لوگوں پر منطبق ہوتا ہے۔ تو صاف ظاہر کہ یہ لوگ اس وقت موجود تھے۔ یعنی خلفاء ثلاثہ، امیر معاویہ، طلحہ، زبیر اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم وغیرہ۔ شیعہ لوگ بھی ان حضرات کے بارے میں یہی کچھ کہتے ہیں۔ یہی روایت وہ بھی اپنی کتب میں نقل کرتے ہیں اور اس سے ان کا مطلب یہی ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق یہ لوگ معاذ اللہ جہنمی ہیں۔ روایت کا آخری جملہ جامی نے نہ جانے کیوں نقل کر دیا۔ حالانکہ یہ جملہ ابتدائی حصہ کے خلاف ہے۔ اسی اختلاف کی وجہ سے شیعہ کتب میں اس روایت کے آخر میں مذکورہ حصہ نہیں ملتا۔ اس سے جامی کے تقیہ کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ جامی کی ان عبارات کو شیعہ علماء نے تقیہ پر محمول کیا ہے۔ جن میں حضرات خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ کے فضائل مذکور ہیں۔ ان میں ایک جملہ یہ بھی بطور تقیہ لکھ دیا ہو۔ ہم انشاء اللہ اس بحث کے آخر میں چند ایسے حوالہ جات کتب شیعہ سے نقل کریں گے۔ جو جامی کی نظریاتی حیثیت کو متعین کرنے میں بہت ممد و معاون ثابت ہوں گے۔ بہر حال جامی نے اس بے سند اور بے اصل روایت کو نقل کیا۔ جو دراصل شیعوں کی روایت تھی۔ نہ معلوم اس سے جامی کیا فائدہ اٹھانے چاہتے تھے۔؟ ایسی روایت جس کی زد میں خلفائے ثلاثہ اور جلیل القدر صحابہ کرام آتے ہوں۔ اسے ذکر کرنا سنی قطعاً سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ روایت بے سند اور بے اصل

ہونے کی وجہ سے من گھڑت ہے۔

عبارت ہشتم از شواہد النبوۃ :

امیر معاویہؓ کا امام حسنؓ کی زوجہ کے ذریعہ ان کو زہر پلوانا

شواہد النبوۃ :

آوردہ اند کہ ویرا زہر دادند و در وقت وفات وے امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ بر سر بالین وے بود فرمود کہ برادر من گمان می برم کہ ترا زہر دادہ است گفت برائے آں می پرسی کہ ویرا بکشی گفت آرے فرمود کہ اگر آں کس باشد کہ من گمان می برم پاس و نکال خدائے تعالیٰ از ہمہ سخت است و اگر بنا شد دوست نمیدارم کہ بے گناہ را برائے من بکشند و مشہور آنست کہ ویرا خاتون وے جعدہ زہر دادہ است بفرمود معاویہ و فات وے در اوائل ربیع الاول بودہ است سن خمسین من الہجرۃ۔

(شواہد النبوۃ فارسی ص ۳، اوکن سادس مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔)

ترجمہ : بیان کرتے ہیں۔ کہ امام حسن کو زہر دیا گیا۔ ان کی وفات کے وقت امام حسین رضی اللہ عنہ ان کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ پوچھا بھائی جان! میرا گمان ہے۔ کہ آپ کو زہر دیا گیا ہے؟ فرمایا! اس

لیے پوچھتے ہو کہ زہر دینے والے کو مار ڈالو؟ کہا۔ ہاں اسی لیے۔ فرمایا اگر مجھے زہر دینے والا وہ ہے جس کے بارے میں میرا گمان ہے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور سزا تمام سے بڑھ کر ہے۔ اور اگر وہ نہیں۔ تو میں پسند نہیں کرتا کہ کسی بے قصور کو میری خاطر لوگ قتل کر دیں۔ اور مشہور یہ ہے۔ کہ امام حسن کو ان کی بیوی جعدہ نامی نے زہر دیا تھا۔ اور اس کا حکم اسے امیر معاویہ نے دیا تھا۔ امام حسن کی وفات پچاس ہجری ماہ ربیع الاول کے ابتدائی دنوں میں ہوئی تھی۔

تبصرہ:

جامی کی منقولہ عبارت من وعن وہی ہے۔ جو شیعہ ہم پر بطور اعتراض پیش کرتے ہیں۔ اس کا تفصیلی جواب اور حقیقت حال میں نے تحفہ جعفریہ جلد پنجم میں دے دیا ہے۔ وہاں مطالعہ کر لیجئے۔ یہاں اس عبارت کو اس لیے نقل کیا گیا۔ تاکہ قارئین کو بتایا جا سکے۔ کہ جامی نے شیعیت کے حق میں کیسی کیسی من گھڑت روایات و حکایات درج کیں۔ واقعہ مذکورہ میں امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے زہر دینے والے کے بارے میں حتمی اور یقینی علم نہیں۔ اور نہ ہی آپ نے شک کے طور پر کسی کا نام لیا۔ جس کی بنا پر آپ کے گھر کے افراد کو بھی کچھ علم نہ ہو سکا۔ ایسے بے سر و پا واقعہ کو جامی کا یوں بیان کرنا کہ "مشہور یہ ہے کہ زہر ان کی بیوی نے امیر معاویہ کے حکم سے دیا تھا؟ یہ شہرت صحیح ہے یا جھوٹی؟ سب کہیں گے کہ من گھڑت اور غلط ہے۔ دوسری بات اس سے یہ بھی ثابت ہوئی۔ کہ امیر معاویہ کو امام حسن اور دیگر اہل بیت سے سخت دشمنی تھی۔ دشمنِ اہل بیت کے متعلق میں اس سے قبل کئی مرتبہ اپنے شیخ اور مرشد روحانی پیر گیلانی کا واقعہ ذکر کر چکا ہوں بطور اختصار یہ ہے۔ کہ آپ نے فرمایا مجھ سے امیر معاویہ کے بارے میں کچھ نازیبا کلمات نکل

گئے۔ رات کے وقت خواب میں حضرت علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ کی زیارت ہوئی دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تشریف لائے۔ علی المرتضیٰ فرمانے لگے۔ معاویہ سے جھگڑا میرا ہوا تھا یا تیرا؟ تم ہمارے بارے میں دخل اندازی کیوں کرتے ہو؟ جامی نے جو زہر دینے کی نسبت اور وہ بھی مشہور طریقہ سے حضرت امیر معاویہ کی طرف کی جس سے یہی ثابت کرنا تھا۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خاندان اہل بیت سے محبت کی بجائے دشمنی تھی۔ اور امام حسن کے قاتل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ اس سے بڑھ کر شیعہ نوازی اور ان کی طرفداری کیا ہو سکتی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار)

جب تک کلیجہ کھانے والی کا بیٹا میرے سر سے نہیں کھیلے گا اس وقت تک میں دنیا سے رخصت نہ ہونگا۔ (علی المرتضیٰ)

عبارت نہم از شواہد النبوۃ :

وازاں جملہ آنست کہ روزے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ گفت ہیچ نتواں کرد کہ عاقبت کار خود را بدانیم حاضران مجلس گفتند کہ ما طریق دانستن ایں رانمی دانیم گفت آں را من از علی معلوم توانم کرد کہ ہرچہ برزبان وے گذرد حق آں بود سہ تن از معتمدان خود را طلبید وگفت بایکدیگر بروید تا بیک مرحلہ کوفہ وازانجا ہر یک بعد از دیگرے بکوفہ درآئید وخبر

مرگ مرا باز گوئید و لیکن می باید کہ ہمہ بایکدیگر متفق باشند در خبر بیماری روز مردن و ساعت آں و موضع قبر و گزاردہ نماز و غیر آں بسہ تن چنانچہ امیر معاویہ گفتہ بود رواں شدند چوں نزدیک کوفہ رسیدند یکے روز اول در آمد اہل کوفہ از وے پرسیدند کہ از کجا می رسی گفت از شام گفتند خبر چیست گفت معاویہ وفات یافت پیش حضرت امیر کرم اللہ وجہہ بردند و آں خبر را باز گفتند بآں التفات ننمود و بعد از آں روز دیگر دیگرے آمد و وے نیز خبر وفات معاویہ گفت با امیر گفتند آں ہیچ نگفت روز سوم دیگرے آمد و وے نیز موافق ایشاں گفت با امیر رضی اللہ عنہ گفتند کہ ایں خبر تحقیق شد و بصحت پیوست امروز کسے دیگر آمد و موافق آں دو کس گفتن خبر وفات معاویہ باز گفت امیر رضی اللہ عنہ فرمود کہ کلا وے بمیرد و ما دام کہ ایں و اشارت بہ ریش خود کرد ازیں و اشارت بسر خود کرد خضاب کردہ نشود و رنگین نگردد و ابن آکلۃ الاکباد بایں ملاعبہ نکرد۔ آں سہ تن ایں خبر را بمعاویہ بردند۔

(شواہد النبوۃ فارسی ص ۱۶۹ مطبوعہ نو لکشور لکھنؤ)

ترجمہ:

حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ

ایک روز حضرت امیر معاویہؓ کہنے لگے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم بالآخر اپنی عاقبت سے آگاہ ہو جائیں۔ حاضرین مجلس نے کہا: ہم تو ایسے کسی طریقہ سے آشنا نہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کہا: میں اس طریقہ کو علیؓ سے معلوم کر سکتا ہوں کیونکہ وہ جو بھی کہیں سچ ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ امیر معاویہؓ نے تین با اعتبار اشخاص کو بلایا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ ایک دوسرے کے بعد اکیلے اکیلے کوفہ جائیں اور میری موت کی خبر مشہور کر دیں۔ لیکن یہ امر ضروری ہے کہ تم

بیری بیماری، ایام وفات، وقت اجل، جگہ، قبر اور نماز جنازہ پڑھانے والے کے تذکرہ میں باہم متفق رہو۔ یہ تینی گروہ روانہ ہوئے۔ کوفہ کے نزدیک پہنچے تو پہلے روز ایک آدمی کوفہ میں وارد ہوا۔ اہل کوفہ نے پوچھا، کہاں سے آئے ہو؟

کہنے لگا: شام سے۔

انہوں نے پوچھا: وہاں کے احوال و واقعات کیا ہیں؟

اس نے کہا، امیر معاویہؓ وفات پا گئے ہیں۔

اہل کوفہ نے جناب امیر علیہ السلام (علیؓ) کے پاس آکر امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر سنائی لیکن آپ نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔

دوسرے روز دوسرا آدمی وارد کوفہ ہوا۔ اس نے بھی امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر سنائی۔

حضرت علیؓ نے پھر اس طرف چنداں التفات نہ فرمایا۔

تیسرے روز ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی اُن کی طرح امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر دی۔ حضرت علیؓ کے متوسلین کہنے لگے کہ اب یہ خبر پایۂ تحقیق و صحت کو پہنچ چکی ہے۔ آج ایک شخص پھر آیا ہے جس نے پہلوں کی طرح امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر دی ہے۔ حضرت علیؓ نے اپنی داڑھی مبارک اور سر جس پر خضاب لگا ہوا تھا، کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ وفات پا جائیں جب تک کہ میری داڑھی اور سر رنگین نہ ہو جائیں یا اللہ ابن اکلۃ الاکباد ان سے ملاعبت نہ کریں۔ ان تینوں نے اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ سے ابن اکلۃ الاکباد کہا۔

تبصرہ :-

جامی کا ذکر کردہ یہ واقعہ بالکل من گھڑت اور بے اصل ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تین آدمیوں کو حضرت علی کے پاس جھوٹ بولنے کے لیے بھیجا۔ کیا کسی صحابی سے ایسے فعل کی توقع کی جا سکتی ہے؟ یہ حضرت امیر معاویہ پر بہتان ہے۔ دوسری بات یہ کہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کلیجہ چبانے والی کا بچہ (معاویہ) جب تک میرے سر اور داڑھی سے نہ کھیلے گا۔ وہ مر نہیں سکتا۔ یہ ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ حضرت امیر معاویہ کی والدہ ہندہ نے حضرت امیر حمزہ کی شہادت پر ان کا کلیجہ چبایا۔ لیکن "کلیجہ چبائی کا بیٹا"، جیسا پست لفظ اور پھر اسے حضرت علی المرتضیٰ کی طرف منسوب کرنا کتنی بڑی جسارت ہے۔ علاوہ ازیں ہندہ نے یہ کام قبل از ایمان کیا تھا۔ بعد میں مشرف باسلام ہوئیں۔ تو اسلام گزشتہ دور کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ اسلام کے بعد ان کا شمار فقہاء صحابیات میں ہوتا ہے۔ ان کے فضائل و مناقب اگر تفصیل سے پڑھنے ہوں۔ تو ہماری کتاب "دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ"، میں ملاحظہ کریں۔ قرآن کریم حضرات صحابہ کرام کو "رحماء بینھم" کہے۔ اور مذکورہ واقعہ انہیں آپس میں دشمن بتائے۔ تو قرآن کریم کا فیصلہ بہر حال قابل قبول ہے۔ اس واقعہ میں حضرت امیر معاویہ پر جھوٹ باندھا گیا۔ علی المرتضیٰ کی طرف گھٹیا بات منسوب کی گئی۔ اور مشرف باسلام ہندہ کے قبل از اسلام فعل کو اچھالا گیا۔ یہ سب باتیں شیعوں کی ہیں۔ کلیجہ چبانے کے واقعہ میں حبشی نے امیر حمزہ کو شہید کیا تھا۔ یہی حبشی ہیں۔ ان کے متعلق مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ وحشی کے صحابی ہونے کی وجہ سے اویس قرنی ان کا ہم مرتبہ نہیں ہو سکتے۔ جب وحشی کا قتل کرنا اسلام لانے کی وجہ سے معاف ہو گیا۔ تو ہندہ کا فعل کیونکر باعث عار رہا۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر جامی کی یہ حکایت ذکر کرنا کس امر کی نشاندہی کرتی ہے؟ آپ اسے بخوبی جان چکے ہیں۔

نوٹ:

"شواہد النبوۃ"، کے چند حوالہ جات کے بعد آخر میں ہم ملا جامی کے بارے میں کتب شیعہ سے ایک فیصلہ نقل کر رہے ہیں۔ تاکہ اس سے آپ پر مزید بات واضح ہو جائے۔ کہ وہ بھی انہیں اپنا کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

الكنى والالقاب :

المولى عبد الرحمن بن احمد بن محمد الدشتى الفارسى الصوفى النحوى الصرفى الشاعر الفاضل وَ يُقَالُ لَهُ الْجَامِي لِاَنَّهُ وُلِدَ بِبَلْدَةِ "جام" مِنْ بِلَادِ مَاوَرَاءِ النَّهْرِ ۸۱۷ھ وَلَهُ سَجَةُ الابرار و شواهد النبوة فى فضائل النبى صلى الله عليه وسلم والائمه......

وَ هَلْ هُوَ مِنْ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ مِنْهُ بَلْ مِنَ الْمُتَعَصِّبِيْنَ كَمَا هُوَ الْغَالِبُ عَلَى اَهْلِ بِلَادِ تركستان و ما وراء النهر وَلِذَا بَالَغَ فِي التَّشْنِيعِ القاضى نور الله مع مَذَاقَةِ الْوَسِيْعِ اَوْ اِنَّهُ كَانَ ظَاهِرًا مِنَ الْمُخَالِفِيْنَ وَفِي الْبَاطِنِ مِنَ الشِّيْعَةِ الْخَالِصِيْنَ وَلَمْ يُبْرِزْ مَا فِي قَلْبِهِ تَقِيَّةً لِمَا يَشْهَدُ بِذَالِكَ بَعْضُ اَشْعَارِهِ مِنْهَا مَا عَنْ سَجة الابرار۔

پنجہ درکن اسد اللّٰہی را
بشکن برکن دوسہ روباہی را

وَاعْتَضَدَهُ السيد الرجل الامير محمد حسين الخاتون آبادى سبط العلامه المجلسى (وَ يَنْقُلُ) حِكَايَةً فِيْ ذَالِكَ مُسْنَدًا وَحَاصِلُهَا

اَنَّ الشَّیخ علی بن عبد العالی کَانَ رَفِیقًا مَعَ الجامی فِی سَفَرِ زِیَارَةِ اَئِمَّةِ الْعِرَاقِ علیهم السلام وَکَانَ یَتَّقِیْهِ فَلَمَّا وَصَلُوْا اِلی بغداد ذَهَبَا اِلی سَاحِلِ الدَّجْلَةِ للتنزه فَجَاءَ درویش قلندر وَقَرَاءَ قَصِیْدَةً غَرَّاءَ فِی مَدْحِ مَوْلاَنَا امیرالمومنین علیه السلام وَلَمَّا سَمِعَهَا الْجَامِی بَکٰی وَسَجَدَ وَبَکٰی فِیْ سُجُوْدِهٖ ثُمَّ اَعْطَاهُ جَائِزَةً ثُمَّ قَالَ فِیْ سَبَبِ ذَالِكَ اَعْلَمُ اَنِّیْ شِیْعِیٌّ مِنْ خُلَّصِ الْاِمَامِیَّةِ وَلٰکِنَّ التَّقِیَّةَ وَاجِبَةٌ وَهٰذِهِ الْقَصِیْدَةُ مِنِّیْ وَاَشْکُرُ اللّٰهَ اَنَّهَا صَارَتْ بِحَیْثُ یَقْرَءُهَا الْقَارِیُ فِیْ هٰذَ الْمَکَانِ۔ ثُمَّ قَالَ الخاتون آبادی رَ اَخْبَرَنِیْ بَعْضُ الثِّقَاةِ مِنَ الْاَفَاضِلِ نَقْلاً عَمَّنْ یَثِقُ بِهٖ اَنَّ کُلَّ مَنْ کَانَ فِیْ دَارِ الْجَامِی مِنَ الْخَدَمِ وَالْعِیَالِ وَالْعَشِیْرَةِ کَانُوْا عَلٰی مَذْهَبِ الْاِمَامِیَّةِ وَنَقَلُوْا عَنْهُ اَنَّهٗ کَانَ یُبَالِغُ فِی الْوَصِیَّةِ بِاِعْمَالِ التَّقِیَّةِ سِیَّمَا اِذَا اَرَادَ سَفَرًا وَاللّٰهُ الْعَالِمُ بِالسَّرَائِرِ۔

(الکنی والالقاب جلد دوم ص ۱۳۸ تا ۱۳۹ احالات الجامی مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

مولوی عبدالرحمن بن احمد بن محمد دشتی، فارسی، صوفی، نحوی، صرفی، شاعر اور فاضل تھے۔ انہیں جامی اس لیے کہا جاتا ہے۔ کہ یہ ماوراءالنہر کے ایک شہر "جام" میں ۸۱۷ھ کو پیدا ہوئے۔ ان کی ایک کتاب سبحۃ الابرار اور دوسری شواہد النبوۃ ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور ائمہ کرام کے اوصاف میں لکھی گئی ہیں۔......کیا وہ سنی علماء میں سے ہیں؟ جیسا کہ ان کی ظاہری حالت بتاتی ہے۔ بلکہ وہ متعصب سنی ہیں۔ جیسا کہ ترکستانی اور ماوراءالنہر کے شہروں میں مشہور ہے اسی لیے انہوں نے قاضی نوراللہ پر سخت تشنیع کی۔ حالانکہ ان کی طبیعت میں اتنی سختی نہ تھی۔ یا یہ کہ جامی بظاہر مخالفین (سُنیوں) میں سے اور اندر سے خالص شیعوں میں سے تھے۔ اور جو اُن کے دل میں تھا۔ وُہ ازروئے تقیہ ظاہر نہ کیا۔ اس کی اُن کے بعض اشعار گواہی دیتے ہیں ان میں سے ایک شعر سبحۃ الابرار کا یہ ہے۔ "اللہ کے شیر والا پنجہ ذرا نکال اور دو تین لومڑیوں کو چیر پھاڑ دے۔ اور اس بات کو امیر سید محمد حسین خاتون آبادی کی ذکر کردہ ایک حکایت سے مضبوطی حاصل ہوتی ہے یہ محمد حسین علامہ مجلسی کے نواسے تھے۔ اس باسند حکایت کا خلاصہ یہ ہے۔ شیخ علی بن عبدالعالی ایک مرتبہ سفر میں جامی کے ہمرکاب تھے۔ جو عراق میں ائمہ کرام کی قبور کی زیارت کے لیے کیا گیا۔ وہ تقیہ کرتے تھے۔ جب یہ بغداد پہنچے۔ تو دونوں دجلہ کے ساحل کی طرف چل دیئے۔ ایک درویش قلندر آیا۔ اور اس نے ایک عمدہ قصیدہ حضرت علی المرتضیٰ کی تعریف میں پڑھا۔ جب جامی نے یہ قصیدہ سُنا۔ رو پڑے۔ اور سجدہ میں پڑے

روتے رہے۔ پھر اس کو انعام دیا۔ پھر اس کے بعد کہا۔ کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میں خالص امامی ہوں۔ لیکن تقیہ واجب ہے۔ اور یہ قصیدہ میرا لکھا ہوا ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں۔ کہ وہ قصیدہ اس مرتبہ کو اس نے پہنچایا۔ کہ اس کو اس مقام پر پڑھا گیا ہے۔ پھر خاتون آبادی نے کہا۔ مجھے بعض ثقہ فاضلوں میں سے کسی نے بتایا۔ وہ اس بات کو ثقہ لوگوں سے نقل کرتا ہے۔ وہ بات یہ کہ جامی کے گھر کے تمام افراد خادم، بال بچے اور خاندان کے لوگ مذہب امامیہ پر تھے۔ لوگوں نے اس راوی سے یہ بھی نقل کیا ہے۔ کہ جامی تقیہ کرنے کے متعلق بہت زور دار وصیت کرتے تھے۔ خاص کر جب وہ سفر کا ارادہ کرتے حقیقت حال اور دلوں کی بات کو اللہ بہتر جانتا ہے۔

توضیح:

شیخ عباس قمی نے مذکورہ عبارت میں جامی کا سنی یا شیعہ ہونا اس پر بحث کی۔ شروع میں سنی ہونے کی یہ دلیل دی۔ کہ جامی متعصب سنی اس لیے تھا۔ کہ اس نے قاضی نور اللہ کو برا بھلا کہا تھا۔ اگر شیعہ ہوتا۔ تو اپنے مسلک کے ایک بزرگ کو برا نہ کہتا۔ اور اس کو متعصب سنی ہونا ہی ترکستان اور ماوراء النہر کے لوگوں میں مشہور تھا۔ اور شیخ قمی نے جامی کے شیعہ ہونے کی دلیل یہ دی۔ کہ اس کے بعض اشعار اور عبارات شیعوں کے نظریات سے ملتی جلتی ہیں۔ اور جو کچھ جامی نے صحابہ کرام اور دوسرے سنیوں کی تعریف کی۔ وہ تقیہ پر محمول تھی۔ ورنہ حقیقۃً یہ امامی شیعہ تھے اس کی دلیل یہ بھی ہے۔ کہ خاتون آبادی کے سامنے خود جامی نے امامی شیعہ ہونے کا اقرار کیا۔ اور شیعہ لنگ سے سنا قصیدہ اپنا بتایا۔ تیسری دلیل یہ کہ ان کی گھر کے

یہ باتیں بسند صحیح اور معتبر سے خاتون آبادی نے ذکر کیں۔

نوٹ:

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے تحفہ اثنا عشری میں لکھا ہے۔ کہ بہت سے شیعہ اپنے آپ کو سنی کہلا کر اور تصانیف لکھ کر اپنے شیعی مسلک کی تقویت کرتے رہے۔ لہٰذا ایسے سنی نما شیعوں اور ان کی کتابوں سے باخبر رہنا چاہیئے شاہ صاحب کی اس بات سے کوئی یہ نہ سمجھے۔ کہ شیخ عباس نے جامی وغیرہ کو جو شیعہ تھے۔ ان کو سنی ثابت کرتے ہوئے ان کی عبارات کو اپنے مسلک کے لیے تائید بنایا ہو تا کہ شیخ عباس قمی کی عبارات کو دھوکا پر محمول کیا جائے۔ بلکہ اس کے برعکس اس نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ جامی وغیرہ ہمارے شیعہ ہیں تو تقیہ کرتے ہوئے سنی بنے رہے اس لیے شاہ صاحب کی عبارت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے ــــــــــ یعنی اُس نے اپنی اس کتاب میں اُن سنی نما شیعوں کا تذکرہ کیا۔ جو سنی بن کر سنیوں کو دھوکہ دیتے رہے۔ اور حقیقت میں وہ اُن شیعوں کے اپنے آدمی تھے ایسے آدمیوں کا نام اُن کی تصانیف کا ذکر الکنی والقاب میں کیا گیا۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ ہر مکتبہ فکر والا اپنے ساتھی کو خوب پہچانتا ہے۔ دوسرے تو دھوکہ میں آسکتے ہیں۔ لیکن اپنوں کو تو علم واقعی اور حقیقی ہوتا ہے۔ اور انہیں یہ بھی علم ہوتا ہے۔ کہ کس نے تقیہ کا سہارا لے کر کہاں کہاں وقت گزارا۔ اور تقیہ کرتے ہوئے کون کون سی کتابیں لکھیں۔ اب دیکھئے۔ کہ شیخ عباس قمی جامی کے بارے میں کیا کہہ رہا ہے۔ اور کن پردوں کو اٹھا رہا ہے۔ اس نے صاف صاف لکھا۔ کہ ملا باقر مجلسی کے نواسے سے مستند روایات سے ثابت ہے۔ کہ جامی

امامی شیعہ تھا۔ اور تقیہ کا خوگر تھا۔ اور اس کے تمام اہل خانہ امامی شیعہ تھے۔ وہ بظاہر سنی بنا رہا۔ جو اس کے تقیہ کی واضح علامت ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جامی دراصل امامی شیعہ اور تقیہ باز شخص تھا۔ اس لیے اس کی کوئی تحریر ہم اہل سنت کے خلاف اور شیعہ اپنے حق میں پیش کر کے اپنا غلط نظریہ ثابت نہیں کر سکتے۔

عقائد جامی کے بارہ میں دیوان جامی کی چند عبارات

دیوان کامل جامی:

وبعضی برآنند کہ مولوی نخست بطریق سنت وجماعت بودہ ودر اواخر عمر مذہب تشیع اختیار نمودہ وقصیدہ ئی کہ در حین ورود بہ نجف در مدح امیر المومنین گفتہ کہ دو بیت آنرا مد کوری نماید شاہد آرند۔ اصبحت زائراً لک یا شحنۃ النجف۔ بہر نثار مقدم تو نقد جان بکف۔ من بوسم آستانہ قصر جلال تو۔ در دیدہ اشک عذر ز تقصیر ما سلف۔ (دیوان کامل جامی ص ۱۹۳ بخشش دوم مذہب جامی مطبوعہ ایران)

ترجمہ: بعض لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ جامی ابتداء اہل سنت وجماعت کے طریقہ پر تھے اور آخری عمر میں مذہب تشیع اختیار کیا تھا اور اس پر دلیل جامی کا وہ قصیدہ لاتے ہیں۔ جو انہوں نے نجف میں وارد ہوتے وقت حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں کہا۔ اس کے دو بیت یہ ہیں۔ (۱) اے نجف کے سردار! میں صبح سویرے آپ کی زیارت کے لیے اپنی جان اپنی ہتھیلی پہ لیے آپ پر قربان کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ میں آپ کے

روضہ مبارک کے آستانہ کو چومتا ہوں۔ اور میری آنکھوں میں گزری عمر کی تقصیر کے عذر کے آنسو ہیں۔

(۲) دیوان کامل جامی:

(کچھ لوگوں نے جامی کو تقیہ باز شیعہ ثابت کرنے کی کوشش کی) محمد حسین حسینی خاتون آبادی کہتا ہے۔ کہ جامی کی وہ عبارات جو ان کے ناصبی (اہل سنت) ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کو تقیہ پر محمول کیا جائے گا۔ اور اس حمل کی دلیل وہ پیش کرتا ہے وآنکہ حکایت برائے تائید ایں مدعا نقل میکنند از قول علی بن عبد العال بچندر وایت کرد ے گوید کہ در سفر نجف بجامی ہمسفر بودم و من تقیہ کردہ از وے عقیدہ خود را پنہاں می داشتم تا وارد بغداد شدیم۔ و روزے ساحلش بیروں شدہ برائے تفریح بر لب دجلہ نشستے الخ (دیوان کامل جامی ص ۹۴ انجمن دائم)

ترجمہ:

اس مدعا پر جو حکایت نقل کرتے ہیں وہ یہ کہ علی بن عبد العال کہتا ہے۔ کہ نجف کے سفر میں جامی کے ساتھ میں بھی شریک تھا اور میں نے اپنا عقیدہ تقیہ کر کے چھپا رکھا تھا۔ حتیٰ کہ ہم بغداد میں داخل ہوئے۔ ایک دن دجلہ کے ساحل کی طرف ہم نکل پڑے الخ

نوٹ: یہ واقعہ ہم اس سے قبل شیخ عباس قمی کی کتاب الکنیٰ والالقاب سے نقل کر چکے ہیں۔

(۳) دیوان کامل جامی:

دراوا فرعہد تیموریاں آخریں سلطان بزرگ ایں سلسلہ یعنی

سلطان حسین بایقرا تمایلی شدید بتشیع داشت و ہنگام نیز براں شد کہ آں روش را پذیرہ شود اما وزیر بزرگ او میر علی شیر نعش گردید بعض پسینیں شاعر نامدار و بزرگ ایں عصر یعنی نورالدین عبدالرحمٰن جامی نیز متمایل بمذہب شیعہ بود۔ (دیوان کامل جامی ص ۸۸ بخشش چہارم مذہب و تصوف جامی)

ترجمہ:

تیموری خاندان کے آخری فرماں روا سلطان حسین بایقرا شیعیت کی طرف بہت زیادہ جھکاؤ رکھتا تھا۔ اور حالات بھی اس بات کے قبول کرنے کا تقاضا کرتے تھے لیکن اس کا ایک بڑا وزیر میر علی شیر اس میں آڑے آیا۔ اس کے بعد ایک مشہور اور بزرگ شاعر نورالدین عبدالرحمٰن جامی بھی شیعہ مذہب کی طرف میلان رکھتے تھے۔

(۴) دیوان کامل جامی:

(جامی کے زمانہ میں صوفیاء اور فقہاء کے درمیان اختلاف زوروں پر تھا۔ اور عقائد کی بے ثباتی کی وجہ سے جامی کی روش یہ تھی۔ گاہے از سر تعصب تنگ عام بیدینیاں و نابا وران مذہب را تجویز میکند و گاہے از دسے رند و قلندرانہ از جنگ مذاہب اظہار تنفر کردہ واز سنی و شیعہ ہر دو بد میگوئید۔ اے مغبچہ و ہر بردہ جام بیم۔ کہ آمد ز نزاع سنی و شیعہ بہم۔ گویند کہ جامیاں چہ مذہب داری صد شکر کہ سگ سنی و خر شیعہ نیم۔ (دیوان کامل جامی ص ۸۹ مذہب و تصوف جامی)

ترجمہ:

کبھی تو وہ تعصب کی بنا پر بے دینوں اور مذہب کو نہ ماننے والوں کے قتل کرنے کو جائز قرار دیتے۔ اور کبھی از روئے رند و قلندری مذہب کے جھگڑے سے نفرت کا اظہار کرتے۔ اور شیعہ سنی دونوں کو برا کہتے۔ اے شرابی! مجھے شراب کا پیالہ دے۔ کیونکہ میں شیعہ سنی کے جھگڑے سے بیزار ہو چکا ہوں۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ جامی تیرا کون سا مذہب ہے؟ تو وہ جواب دیتے اللہ کا لاکھ شکر کہ میں نہ سنی کا کتا اور نہ شیعہ کا گدھا ہوں۔

قارئین کرام! مولانا عبدالرحمن جامی کا مسلک خود ان کی تحریرات سے چونکہ واضح اور صراحتاً ہے۔ لیکن ان کی عبارت دونوں مکتبۂ فکر کے عقائد و نظریات کی حامل ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مولانا جامی کے بارے میں ناقدین نے کسی ایک مسلک پر اتفاق نہیں کیا۔ ان کی عبارات کو دیکھا جائے۔ جن میں انہوں خلفائے ثلاثہ کے فضائل و بیانات بیان کیے۔ اور خود ان کے سلامیت کے معاملہ میں غور کیا جائے۔ تو اہل سنت کے بہت بڑے عالم کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ ایمان ابی طالب کی بحث بھی اسی کی تائید کرتی ہیں اس صورت حال کے پیش نظر بعض ناقدین نے یہ کہا۔ کہ جامی ابتداء میں سنی اور آخر میں شیعہ ہو گئے تھے۔ اور بعض نے کہا۔ کہ جامی شیعہ تھا، سنیوں والی عبارات اس نے از روئے تقیہ لکھیں۔ بہر حال شیعہ تو تقیہ کر سکتا ہے۔ لیکن سنی کو تقیہ زیب نہیں دیتا۔ اس لیے جامی کی وہ عبارات جو شیعیت پر دلالت کرتی ہیں۔ یا شیعہ عقائد کی تائید میں ملتی ہیں۔ یہ عبارات اگرچہ انہوں نے اپنے دور میں شیعوں کے خوف کے پیش نظر لکھی ہوں۔ اس سے پتہ یہ چلتا ہے۔ کہ

جامی عند اللہ تو سنی ہوگا۔ اور اس کے اہل سنت ہونے کا احتمال، وہ احتمال بعیدؔ ہوگا۔ لیکن بظاہر کٹر سنی نظر نہیں آتا۔ اس لیے جامی کی کتب مثل شواہد النبوۃ وغیرہ غیر معتبر اور غیر مستم ہیں۔ ان کی کوئی عبارت ہم اہل سنت پر حجت نہیں بن سکتی۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مصنف کی طرف سے علامہ جامی کے بارہ میں ایک تاویل

یاد رہے کہ جامی کے بارہ میں اس وقت تک جو کچھ آپ نے پڑھ لیا ہے اس بات پر واضح دلیل ہے کہ جامی خالص سنی نہیں ہے۔ لیکن اس کے حالاتِ زندگی بتاتے ہیں کہ اس نے ایک ایسے شہر میں زندگی بسر کی ہے۔ کہ جس کو شیعوں کا شہر قرار دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اعیان الشیعہ میں ہراۃ کو شیعوں کا شہر قرار دیا گیا ہے۔ اس کے پیش نظر یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ شیعوں نے اس کی کتب میں مذکورہ عبارات داخل کر دی ہوں۔ دوسرا اکابرین اہل سنت پیر مہر علی۔ مجدد الف ثانی۔ ملا قاری وغیرہ نے بڑے اچھے الفاظ سے جامی کا نام لیا ہے یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ عبارات جامی کی نہیں ہیں۔ تو اس صورت میں جامی کی مذکورہ عبارات کی وجہ سے اس کو شیعہ نہیں کہا جا سکتا۔

اس مذکورہ تاویل کی رو سے جامی سنی ثابت ہوا ——— بہر صورت جامی کی کتب سے کوئی شیعہ اپنا مسلک ثابت کرتے ہوئے اہل سنت پر حجت قائم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جامی کی کتب میں ایسی عبارات کثیر تعداد میں پائی جاتی ہیں۔ جو اہل تشیع کے مسلک کی تائید کرتی ہیں۔ جن کا تفصیلی ذکر آپ پڑھ چکے ہیں۔ جب فرض کر لیا جائے کہ جب یہ کتب تشیع کی مرغوب ہیں تو اہل سنت پر حجت کیسے ہو سکتی ہیں؟

واللہ اعلم بالصواب

۳۹ سنی وہم

وحید الزمان غیر مقلد کی کتب

شیعہ اور سنی دو متقابل نظریات ہیں۔ شیعہ لوگ اہل سنت میں بریلویوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں (اہل حدیث) سبھی کو شمار کرتے اور سنی کہتے ہیں۔ کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے عقیدت کا دعویٰ اور اس کا اظہار یہ سب لوگ کرتے ہیں دوسری طرف شیعہ وہ ہیں جو حضرات صحابہ کرام کو عموماً اور خلفائے ثلاثہ کو بالخصوص غاصبین خلافت کہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ انہیں خارج از اسلام گردانتے ہیں شیعوں کا ایک اور گروہ جو تفضیلی شیعہ کہلاتا ہے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ابو بکر و عمر فاروق پر فضیلت کا معتقد ہے۔ جبکہ تمام سنی حضرت ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب کی افضلیت کے معتقد ہیں۔ شیعوں کا تیسرا گروہ ہے۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا امیر المومنین، رضی اللہ عنہ اور دوسرے باعزت الفاظ کی بجائے گستاخانہ الفاظ سے نام لیتے ہیں۔ "دشمنان امیر معاویہ"، نامی اپنی تصنیف میں فقیر نے ان گستاخیوں کی فہرست دی۔ جو فوری طور پر سامنے آگئے موجب "میزان الکتب" کا مسودہ تیار کر رہا ہوں۔ کہ جس میں اصل موضوع یہ ہے۔ کہ کون کون سی کتب ایسی ہیں جنہیں شیعہ علماء اور مصنفین "اہلسنت کی معتبر کتاب"، کے حوالے سے پیش کرتے ہیں، حالانکہ یا تو اہلسنت کی کتب ہی نہیں۔ اگر ہیں تو وہ غیر معتبر ہیں، اور پختہ اہل سنت کے مسلک کے آدمیوں کی تصنیف شدہ نہیں ہیں۔ تو اس سلسلہ میں کچھ سنی اور دیوبندی مصنفین کا ذکر ہوا۔ لہٰذا مناسب سمجھا

کہ وحیدالزمان غیر مقلد کا بھی کچھ ذکر ہو جائے۔ کیونکہ شیعہ لوگ اسے بھی سنی کہتے اور سمجھتے ہیں اور اس تعلق کی بنا پر اس کی بعض عبارات اپنے مسلک کی تائید میں پیش کر کے ہم پر حجت قائم کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کی اپنی عبارات سے ہم بتانا چاہتے ہیں۔ کہ یہ شخص غیر مقلدیت کے روپ اور اہل حدیث کے بہروپ میں شیعہ تھا۔ اس امر کی وضاحت وحیدالزمان کے سوانح نگار مولوی عبدالحلیم سے سنیئے۔ اس سے وحیدالزمان نامی کتاب تصنیف کی۔

وحیدالزمان:

اس مسئلہ میں قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ کہ عثمان اور علی دونوں میں کون افضل ہے۔ لیکن شیخین کو اکثر اہل سنت حضرت علی سے افضل کہتے ہیں۔ اور مجھ کو اس امر پر بھی کوئی دلیل قطعی نہیں ملتی۔ نہ یہ مسئلہ کچھ اصول اور ارکان دین سے ہے۔ زبردستی اس کو متکلمین نے عقائد میں داخل کر دیا ہے۔ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔ حضرت علی اپنے تئیں سب سے زیادہ خلافت کا مستحق سمجھے تھے اور ہے بھی یہی۔ آپ بلحاظ قرابت قریبہ اور فضیلت اور شجاعت کے سب سے زیادہ پیغمبر کی قائم مقامی کے مستحق تھے۔ مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی صاف وصریح نص خلافت کے باب میں وفات کے وقت نہیں فرمائی۔ اور صحابہ نے اپنی رائے اور مشورہ سے بلحاظ مصلحت وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا۔ آپ صبر کر کے خاموش ہو رہے۔ اگر اس وقت تلوار نکالتے اور مقابلہ کرتے تو دین اسلام مٹ جاتا۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا۔ کہ پہلے ابوبکر خلیفہ ہوں۔ پھر عمر پھر عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم اس میں یہ حکمت تھی۔ کہ چاروں کو خلافت کی فضیلت مل جائے اگر جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے ہی خلیفہ ہو جاتے۔ تو یہ تینوں حضرات اس فضیلت سے محروم رہتے۔ ایک مقام پر حضرت امیر معاویہ کے متعلق تحریر

فرماتے ہیں۔ بھلاان پاک نفسوں پر امیر معاویہ کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے۔ جو نہ مہاجرین میں سے نہ انصار میں سے۔ نہ انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی خدمت اور جاں نثاری کی۔ بلکہ آپ سے لڑتے رہے۔ اور فتح مکہ کے دن ڈر کے مارے مسلمان ہو گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان کو یہ رائے دی۔ کہ علی اور طلحہ اور زبیر کو قتل کروالیں۔ آگے لکھتے ہیں۔ ایک سچے مسلمان کا جس میں ایک ذرہ برابر بھی پیغمبر صاحب کی محبت ہو دل یہ گوارا کرے گا۔ کہ وہ معاویہ کی تعریف اور توصیف کرے۔ البتہ ہم اہل سنت کا یہ طریق ہے۔ کہ صحابہ کرام سے سکوت کرتے ہیں۔ اس لیے معاویہؓ سے بھی سکوت کرنا ہمارا مذہب ہے۔ اور یہی اصلاً اور قرین قیاس ہے۔ مگر ان کی نسبت کلماتِ تعظیم مثل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنا سخت دلیری اور بے باکی ہے۔ اللہ محفوظ رکھے۔

(حیاتِ وحیدالزمان ص ۱۰۳ تا ۱۰۹ مطبوعہ نور محمد آرام باغ کراچی پاکستان)

توضیح:

وحیدالزمان غیر مقلد کے نظریات آپ نے پڑھے۔ جن میں سے بعض کے پیش نظر وہ تفضیلی شیعہ نظر آتا ہے۔ اور بعض سے وہ رافضی شیعہ دکھائی دیتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر اس عقل و خرد کے اندھے کو کوئی دلیل نظر نہ آئی۔ سب باتوں کو چھوڑ نیے حدیث پاک "مروا ابابکر فلیصل بالناس" صدیق اکبر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اہل حدیث کہلانے کے باوجود یہ حدیث نظر نہ آئی۔ اس وقت حضرت علی المرتضیٰ وغیرہ موجود تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

یہ ارشاد فرمایا تھا۔ اس سے ابوبکر صدیق کی افضلیت ثابت نہیں ہوتی تو اور کیا ثابت ہوتا ہے؟ رہا زبردستی شکلین کا اس بات کو عقائد میں لانا اس سے بھی وحیدالزمان کی شیعیت ٹپکتی ہے۔ اکابرین اہل سنت اور مجدد الف ثانی وغیرہ حضرات نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو اجماعی مسئلہ قرار دیا۔ اور اجماع بھی ان دلائل میں سے ایک ہے۔ جو قطعی ہوتے ہیں۔ خاص کر صحابہ کرام کا اجماع وہ تو یقیناً بالاتفاق قطعی ہے۔ اس کے خلاف وحیدالزمان حضرت علی المرتضٰے کو حقدار خلافت کہتا ہے۔ اور اس کی نسبت خود علی المرتضٰے رضہ کی طرف کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو تمام صحابہ سے زیادہ حقدار خلافت سمجھتے تھے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے یہ بھی اس کے رفض کی دلیل ہے۔ صواعق محرقہ ص ۶۰ مطبوعہ قاہرہ حضرت علی المرتضٰے رض کا ایک قول منقول ہے۔ فرمایا۔ "جو مجھے ابوبکر صدیق پر فضیلت دیے۔ میں اس مفتری کو بطور سزا کوڑے ماروں گا" امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ گھٹیا زبان استعمال کی۔ جو رافضی بھی نہ کر سکے۔ وہ الزام دھرا جو ان کے بڑے سے بڑا دشمن بھی نہ دے سکا یعنی حضرت عثمان رض کو انہوں نے مشورہ دیا تھا کہ علی طلحہ اور زبیر کو قتل کرا دو۔ اس قدر عظیم بہتان آج تک میری نظروں سے کسی مکتبہ فکر کی کتاب میں نہیں گزارا۔ بہر حال دعوٰے تو نہیں لیکن اپنے مطالعہ کی بنا پر یہ کہہ رہا ہوں۔ میں نے اگلے پچھلے شیعوں کے تمام اعتراضات کا تفصیلی مطالعہ کرکے ان کے جوابات لکھے۔ جو تقریباً ستر ۷۰ مجلدات پر مشتمل ہیں۔ یہ اعتراض آج تک کسی رافضی کو بھی نہیں سوجھا اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ رافضیوں سے بھی وحیدالزمان بڑا رافضی ہے۔ وحیدالزمان اور اس کے چیلے چانٹوں کو میں چیلنج کرتا ہوں۔ کہ کسی ایک صحیح مسند روایت کے ساتھ اس الزام کو ثابت کر دکھائیں اور ایک لاکھ انعام پائیں۔ اگرچہ اس عبارت سے وحیدالزمان کے چیلوں کو بہت

مخیف ہو گی. لیکن میں انہیں خدا اور رسول کا واسطہ دے کر کہتا ہوں. کہ جبکہ تمہارا دعوی ہے. کہ ہم قرآن و حدیث کو ہی مانتے ہیں. اور تمام صحابہ کرام کو عادل سمجھتے ہیں. تو پھر وحید الزمان کی پیروی میں حضرات صحابہ کرام کے دشمنوں میں کیوں داخل ہو رہے ہیں ؟ اگر کوئی مسند صحیح روایت مل جائے. تو بے شک رافضیوں میں شامل ہو جائیں. اور اگر نہ مل سکے. تو کم از کم اتنا تو تسلیم کریں. کہ وحید الزمان کا مذکورہ عقیدہ اہل سنت کا عقیدہ نہیں ہے.

پھر لکھا. کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ کوئی خدمت کی نہ مہاجر تھے نہ انصار اور نہ ہی کوئی خوبی ان میں تھی. وحید الزمان کو یہ بھی نظر نہ آیا. کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتبان وحی میں سے ہیں. یہ خوبی نہیں ہے ؟ میری کتاب "دشمنان امیر معاویہ کا علمی محاسبہ" میں آپ پڑھیں گے. کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے مختلف دعائیں مانگیں ان کے ہادی اور مہدی ہونے کی دعا فرمائی. انہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا امین کہا جاتا تھا. کیا یہ خوبیاں نہیں ہیں. لیکن تعصب و رفض کا پردہ اٹھا کر دیکھا جاتا تو یہ خوبیاں روز روشن کی طرح نظر آتیں.

آخر میں جو وحید الزمان نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اچھے اچھے الفاظ مثلاً حضرت، امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ. لکھنے کو "بہت بڑی دلیری" کہا ہے یعنی خدا اور اس کے رسول سے مقابلہ کرنا ہے. یہ عبارت اور عقیدہ بھی وحید الزمان کے کٹر شیعہ ہونے کا ثبوت ہے. اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں عنقریب اہل سنت کا عقیدہ آپ ملاحظہ فرمائیں گے. امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے میں کسی کو بھی شک نہیں. یہ اگرچہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے. لیکن اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق (فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے والے اور اس دن یا اس کے بعد ایمان لانے والے)

کے ساتھ بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "برابر نہیں وہ لوگ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل ایمان قبول کیا اور اللہ کے راستہ میں خرچ کیا یہ لوگ ان لوگوں سے مرتبہ میں بڑھے ہوئے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا۔ اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرما لیا ہے" (سورہ حدید آیت نمبر ۱۰) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قبول ایمان کے بعد بہت سے معرکوں میں شرکت فرمائی۔ اسلام کو پھیلایا غریبوں کی خدمت کی۔ کیا مذکورہ آیت کریمہ کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھلائی کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر ان پر وعدہ صادق آتا ہے۔ تو پھر ان کے حق میں اور ان کے اسم گرامی کے ساتھ حضرت، رضی اللہ عنہ وغیرہ الفاظ لکھنے دراصل وعدۂ خداوندی کا مظہر ہے اور اسے "بہت بڑی دلیری" کہنا خود بہت بڑی دلیری ہے جو کم از کم ایک مسلمان سے متوقع نہیں ہو سکتی۔ اب ہم ایک عبارت ذیل میں درج کر رہے ہیں۔ جو صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت کے عقیدہ کی ترجمان ہے:

الکفایۃ فی علم الروایۃ:

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی اختارنی واختار اصحابی فجعلهم اصحابی وجعلهم انصاری وانه سیجیٔ فی آخر الزمان قوم ینتقصونهم الا فلا تناکحوهم الا فلا تناکحوا الیهم الا فلا تصلوا معهم الا فلا تصلوا علیهم

حَلَّتِ الْكَعْبَةُ وَالْاَخْبَارُ فِي هٰذَا الْمَعْنٰى تَتَّسِعُ وَ
كُلُّهَا مُطَابِقَةٌ لِمَا وَرَدَ فِي نَصِّ الْقُرْاٰنِ وَجَمِيْعُ
ذٰلِكَ يَقْتَضِيْ طَهَارَةَ الصَّحَابَةِ وَالْقَطْعَ عَلٰى
تَعْدِيْلِهِمْ وَنَزَاهَتِهِمْ فَلَا يَحْتَاجُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ بَعْدَ
مَا تَعْدِيْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى الْمُطَّلِعِ عَلٰى بَوَاطِنِهِمْ
اِلٰى تَعْدِيْلِ اَحَدٍ مِّنَ الْخَلْقِ لَهٗ فَهُمْ عَلٰى هٰذِهِ
الصِّفَةِ اِلَّا اَنْ يَّثْبُتَ عَلٰى اَحَدٍ اِرْتِكَابُ مَا لَا يَحْتَمِلُ
اِلَّا قَصْدَ الْمَعْصِيَةِ وَالْخُرُوْجَ مِنْ بَابِ التَّاْوِيْلِ
فَيُحْكَمُ بِسُقُوْطِ الْعَدَالَةِ وَقَدْ بَرَّاَهُمُ اللّٰهُ مِنْ
ذٰلِكَ وَرَفَعَ اَقْدَارَهُمْ عَنْهُ عَلٰى اَنَّهٗ لَوْ لَمْ
يَرِدْ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُوْلِهٖ فِيْهِمْ شَيْءٌ
مِمَّا ذَكَرْنَاهُ لَاَوْجَبَتِ الْحَالُ الَّتِيْ كَانُوْا
عَلَيْهَا مِنَ الْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ وَالنُّصْرَةِ وَبَذْلِ
الْمُهَجِ وَالْاَمْوَالِ وَقَتْلِ الْاٰبَاءِ وَالْاَوْلَادِ وَالْمُنَاصَحَةِ
فِي الدِّيْنِ وَقُوَّةِ الْاِيْمَانِ وَالْيَقِيْنِ الْقَطْعَ عَلٰى
عَدَالَتِهِمْ وَالْاِعْتِقَادَ لِنَزَاهَتِهِمْ وَاَنَّهُمْ
اَفْضَلُ مِنْ جَمِيْعِ الْمُعَدِّلِيْنَ وَالْمُزَكِّيْنَ الَّذِيْنَ
يَجِيْئُوْنَ بَعْدَهُمْ اَبَدَ الْاٰبِدِيْنَ هٰذَا مَذْهَبُ
كَافَّةِ الْعُلَمَاءِ وَمَنْ يُعْتَدُّ بِقَوْلِهٖ مِنَ الْفُقَهَاءِ
.... اَخْبَرَنَا اَبُوْ مَنْصُوْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ
عِيْسَى الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ اَحْمَدَ

الحافظ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَر احمد بن عبدل يَقُوْلُ سَمِعْتُ احمد بن محمد بن سليمان التستری يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا ذُرْعَه يَقُوْلُ إِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ يَنْقَصُ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَاعْلَمْ اَنَّهُ زِنْدِيْقٌ وَذَالِكَ اَنَّ الرَّسُوْلَ اللّٰه صلى الله عليه وسلم عِنْدَنَا حَقٌّ والقرآن حق وانما ادى الينا هذا القران والسنن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وَاِنَّمَا يُرِيْدُوْنَ ان يجرحوا شُهُوْدَنَا لِيُبْطِلُوا الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ وَالْجَرْحُ بِهِمْ اَوْلٰى وَهُمْ زَنَادِقَةٌ۔

(کتاب الکفایہ فی علم الروایۃ ص۴۸-۴۹ باب ماجاء فی تعدیل الله ورسوله للصحابة مطبوعه علمیه مدینه منوره)

ترجمہ:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا۔ اور میرے صحابہ کو پسند فرمایا۔ انہیں میرے سسر بنایا۔ اور میرا مددگار بنایا۔ عنقریب زمانہ آئے گا۔ کہ کچھ لوگ صحابہ کرام کی شان کی تنقیص کریں گے۔ خبردار! تم ان لوگوں سے [illegible] کرنا نہ انہیں نکاح دینا۔ خبردار! ان سے میل ملاپ نہ رکھنا۔ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔ ان پر لعنت ہے۔ احادیث اس بارے میں بہت ہیں۔ اور سب کی سب قرآن کریم کے مضمون کے مطابق ہیں۔ یہ تمام روایات واحادیث اس

بات کا تقاضا کرتی ہیں۔ کہ حضرات صحابہ کرام سبھی پاکیزہ شخصیات تھیں اور ان کی عدالت یقینی تھی۔ اور وہ ہر برائی سے دور رہنے والے تھے۔ ان میں سے کوئی صحابی اللہ تعالیٰ کے انہیں عادل کہنے کے بعد کسی اور کی طرف سے عدالت کے اثبات کے محتاج نہیں رہے۔ کیونکہ وہ ان کے باطن سے واقف ہے۔ لہٰذا تمام صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سنائی گئی عدالت پر فائز ہیں۔ ہاں اگر ان میں سے کسی سے یہ ثابت ہو جائے۔ کہ اس سے ایسی حرکت سرزد ہوئی ہے۔ جس نے انہیں اس صفت سے محروم کردیا۔ اور ان کی عدالت ختم ہو گئی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بری فرمایا۔ ان کے مراتب بلند فرمانے۔ علاوہ ازیں اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مذکور صفت کے بارے میں کچھ بھی وارد نہ ہوتا۔ تو پھر بھی ان کی ہجرت، جہاد، نصرت، مال خرچ کرنا، اپنے باپ اور اولاد کو خدا اور رسول کے مقابل مار ڈالنا، ایمان کی قوت اور یقین یہ سب باتیں ان کی ثبوتِ عدالت کے لیے کافی تھیں۔ اور ان کے پاکیزہ ہونے کے عقیدہ کے لیے بہت تھیں۔ حضرات صحابہ کرام اپنے بعد آنے والے تمام مزکین اور معدلین سے کہیں زیادہ افضل تھے یہ مذہب تمام علماء کرام کا ہے۔ .... ہمیں ابو منصور محمد بن عیسیٰ ہمدانی نے خبر دی۔ ہمیں صالح بن احمد حافظ نے بتایا۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے ابو جعفر احمد بن عبدل سے سُنا۔ وہ کہتے تھے۔ میں نے احمد بن محمد بن سلیمان تستری سے سُنا۔ وہ کہتے

تے کہ میں نے جناب ابوزرعہ کو کہتے سنا۔ فرمایا جب تو کسی شخص کو کسی صحابئ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نقص بیان کرتے دیکھے۔ تو اسے زندیق یعنی بے دین جاننا۔ یہ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک حق ہیں۔ قرآن حق ہے۔ یہ قرآن اور آپ کی سنتیں ہم تک پہنچانے والے یہی صحابہ کرام ہیں۔ یہ بہتان تراش لوگ ان پر جرح کر کے یہ چاہتے ہیں۔ کہ کتاب وسنت کو باطل کر دیں۔ اس کے مقابلہ میں خود ان لوگوں کو مجروح قرار دینا بہتر ہے کیونکہ وہ بے دین ہیں۔

کفایہ فی علم الروایۃ کے مذکورہ حوالہ سے درج ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو چن لیا ہے۔

۲۔ بعض صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال بنے۔ جیسا کہ ابوبکر صدیق عمر بن خطاب اور سفیان رضی اللہ عنہم۔

۳۔ ان کی اولاد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے بنایا۔ مثلاً عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہم۔

۴۔ کچھ لعنتی لوگ پیدا ہوں گے۔ جو صحابہ کرام کی شان گھٹائیں گے۔ خبردار! ان سے نکاح نہ کرنا نہ ان سے میل ملاپ رکھنا نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا۔

۵۔ صحابہ کرام کو جب اللہ تعالیٰ نے عادل فرمایا۔ تو اس کے بعد وہ کسی سے

۶ - ان کی عدالت اسی صورت میں ختم ہو سکتی ہے۔ جبکہ ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جو عدالت کو ختم کر دیتا ہو۔ لیکن ان سے ایسا فعل سرزد نہیں ہوا۔

۷ - بقول ابوذرعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کی تنقیص شان کرنے والا زندیق ہے۔ ایسے زندیق کا مقصد صحابی کی گستاخی کرنا نہیں بلکہ مسلمانوں کا قرآن وسنت سے اعتبار اٹھا دینا ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں ان صحابہ کرام کے ذریعہ ہم تک پہنچیں۔

ان امور کے پیش نظر وحید الزمان کی خرافات کو دیکھیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو کچھ اس نے کہا۔ جناب ابوذرعہ کے فتویٰ کے مطابق وہ بے دین اور زندیق ہو گیا۔ صحابی ہونا ہی ایک ایسی فضیلت ہے۔ جس کے سامنے دیگر فضائل کم نظر آتے ہیں۔ مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ادنیٰ درجے کے صحابی حضرت وحشی رضی اللہ عنہ وہ مقام رکھتے ہیں۔ کہ ان کے مقام ومرتبہ کو اویس قرنی ایسے بزرگ بھی نہیں پہنچ پاتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح عقیدت عطا فرمائے۔ اور صحابہ کرام کی گستاخی سے بچائے رکھے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

باب دوم

موجودہ دور میں واقعہ کربلا پر لکھی گئی کتب کا جائزہ اور ان میں جھوٹے واقعات بیان کرنے والوں اور ان محافل کا انعقاد کرنے والوں کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

باب دوم

راقم الحروف جب ''میزان الکتب'' میں ایسی کتب کے تذکرہ سے فارغ ہوا۔ جو کٹر شیعہ یا مائل بتشیع مصنفین کی تھیں ۔ اور کچھ ایسی کتابوں کا ذکر ہوا جن کے مصنفین کا تعلق اہل سنت سے تو تھا۔ لیکن ان میں رطب و یابس سب کچھ جمع کر دینے کی وجہ سے ان کا شمار اہل سنت کی کتب معتبرہ میں نہ ہوتا تھا۔ اسی دوران لاڑکانہ سے ایک مخلص دوست جناب سید زین العابدین شاہ صاحب کا ایک تفصیلی خط موصول ہوا۔ جس میں انہوں نے لکھا۔ کہ واقعہ کربلا کے متعلق موجودہ دور کے بعض سُنّی مصنفین اور واعظین کا جائزہ لینا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی تصنیفات اور وعظ ایسی باتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ جو مسلکِ شیعیت کی تائید و ترجمانی کرتی ہیں۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ آگے چل کر یہی تصنیفات، اہل سنت کے لیے دردِ سر بن جائیں اور ان کی واعظ بھری کیسٹیں ہم اہل سنت کو گمراہ کرنے اور مذہب شیعہ کو حق ثابت کرنے کے لیے بطور حوالہ پیش کی جائیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے ہوتا چلا آرہا ہے۔ لہٰذا اس بات کی اشد ضرورت ہے۔ کہ ان کتب کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ اور ان کے مندرجات پر بے لاگ تبصرہ کر کے آئندہ اٹھنے والے طوفان پر بند باندھا جائے۔ یہ ان کا مطالبہ بواسطہ بھورل شاہ ایسیٹر لاڑکانہ کے واسطہ کئی دفعہ پہنچا۔

فقیر نے جب یہ خط قبلہ عالم خواجہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ کیلیانوالہ شریف کے حضور پیش کیا۔ تو قبلہ عالم نے مولانا موصوف کی رائے کو بہت پسند فرمایا۔ اور اسے رو بکار لانے کا ارشاد فرمایا۔ فقیر نے عرض کیا حضور! ایسا کرنے سے موجودہ دور کے مصنفین علما۔ اور واعظین حضرات کی سخت مخالفت

کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ جب تمہارے سامنے حق و باطل کا امتیاز کرنا ہے۔ تو پھر تمہیں کسی کی مخالفت یا موافقت سے ہرگز نہیں گھبرانا چاہیئے ایسے کاموں میں اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہوتا ہے۔ کچھ ہی دنوں بعد فقیر نے اسی سلسلہ میں ایک خواب دیکھا۔ وہ یہ کہ کچھ لوگوں سے سنتا ہوں۔ کہ فلاں حویلی میں قبلہ عالم سیدی مرشدی جناب سید محمد باقر علی شاہ صاحب تشریف فرما ہیں میں زیارت بابرکت سے مشرف ہونے کی خاطر حویلی کی طرف چل پڑا۔ دیکھا کہ حضرت قبلہ برآمدہ میں جلوہ فرما ہیں۔ روشنی پہلے کم تھی۔ پھر مکمل روشنی چھا گئی۔ فقیر نے قبلہ عالم سے گزارش کی۔ کہ حضور! موجودہ دور کے علماء اور واعظین حضرات کا ایسی کتاب لکھنے سے میں ضرور نشانہ بنوں گا۔ ان کی دل شکنی ہوگی۔ یہ سن کر آپ نے ڈانٹ پلائی اور فرمایا کہ ایک مرتبہ جو کہہ دیا ہے۔ کہ جب تمہارا ارادہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور حق و باطل کا امتیاز ہے۔ تو پھر گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہوگا۔ اس سلسلہ میں اسی پر بھروسہ کرو اور کسی کی مخالفت و مخاصمت کی پرواہ نہ کرو۔ اسی دوران خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ کالے بھونڈوں کی فوج مجھ پر حملہ آور ہو گئی۔ اور یہی بھونڈ قبلہ عالم پر بھی حملہ آور ہوئے۔ ابتداء میں تو ان کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ لیکن آہستہ آہستہ ان کی تعداد گھٹتی گئی۔ اور بالآخر کوئی ایک بھی باقی نہ رہا۔ میں نے یہ خواب قبلہ عالم سیدی و مرشدی کو سنایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس کی تعبیر یہ ہے۔ کہ ابتداءً تمہاری کتاب پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہوگی۔ اور موجودہ دور کے مصنفین و واعظین کا ایک جم غفیر تم سے ناراض ہو جائے گا۔ اور طرح طرح کی باتیں تراشے گا۔ لیکن جوں جوں ان پر حق واضح ہوگا۔ اور اپنی غلطیوں کا احساس ہوگا۔ تو ان کی مخالفت میں کمی ہونا شروع ہو جائے گی اور بالآخر سب کے سب یہ تسلیم کر لیں گے۔ کہ تمہاری کتاب نے حق و باطل کے درمیان

واقعی واضح فرق کر دیا۔ یوں یہ کتاب حق وصداقت کا معیار قرار پائے گی۔

ان حالات وواقعات کے بعد میں نے موجودہ دور کے مصنفین حضرات کی کتب کا بغور مطالعہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے استعانت و توفیق کا طالب ہوا۔ مجھے جب کتاب میں جہاں جہاں کوئی بات کھٹکی۔ بلا رورعائت اس پر تنقید کی۔ اور اس میں جو حقیقت تھی۔ اسے بیان کر دیا۔ اس طرح یہ دوسرا باب معرض تحریر میں آیا۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں۔ کہ میں نے یہ قدم صرف تیری رضا جوئی کے لیے اٹھایا ہے۔ اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پاک کی عزت وعظمت کے پیش نظر ایسا کیا ہے۔ لہٰذا اسے شرف قبولیت بخشے۔ اور ساتھ ہی ساتھ موجودہ دور کے مصنفین اور واعظین اہل سنت سے عرض کرتا ہوں کہ وہ میری اس تصنیف کا بغور مطالعہ کریں۔ اور حقائق کو جاننے کے لیے نظر انصاف کے ساتھ پوری پوری کوشش کریں۔ انشاء اللہ انہیں اس کتاب سے بہت سے حقائق معلوم ہوں گے۔ اور بہت سے ادھر ادھر کی باتوں سے آشنائی ہو گی۔ اس کے باوجود میں پر خلوص گزارش بھی کروں گا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ ایک انسان ہونے کے ناطے سے کہیں مجھ سے لغزش ہوئی ہو۔ اگر کہیں میری غلطی نظر آئے۔ تو اولیں فرصت میں مجھے اس کی اطلاع فرمائیں۔ اس پر میں نہایت شکر گزار رہوں گا اور درست ہونے پر آئندہ کی اشاعت میں اس کی اصلاح کر لی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ اور ہمیں اپنی بندگی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے جملہ صحابہ کرام و اہل بیت کرام سے حقیقی سچی مودت عطا فرمائے

آمین۔ بجاہ نبی الکریم الامین

واقعہ کربلا کے متعلق دورِ حاضر کے چند سنی واعظین کی غیر معتبر کتب

تاریخ اور سوانح نگاری ایک اہم اور مشکل موضوع ہے۔ جس کے لیے بہت زیادہ عرق ریزی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور واقعات کی تہ تک پہنچنے پر بڑی محنت درکار ہوتی ہے۔ فی زمانہ جب ہر طرف تحقیق ختم ہوتی جا رہی ہے۔ تاریخی واقعات میں بھی نقل کا رجحان اس قدر غالب آ چکا ہے۔ کہ ہر کوئی مصنف اور سوانح نگار بننے کی فکر میں ڈوبا جا رہا ہے۔ ادھر اُدھر کی چند کتابیں دیکھیں، اور بس اُن کو اپنی تصنیف بنا کر جڑ دیا۔ تاکہ عوام میں چرچا ہو جائے۔ پھر اس پر مزید یہ کہ کچھ حضرات نے واعظانہ وخطیبانہ لہجے میں تاریخی حقائق کو مسخ کر کے بیان کرنا شروع کر دیا۔ تاکہ لوگوں سے داد پا سکیں، اور اس شمع دخود پسندی میں حدود شرعیہ کی پامالی کا بھی خیال نہ آیا۔ ایسے ہی لوگوں کی تصانیف بعد میں دستاویز بن جاتی ہیں۔ اور مطلب پرست لوگ ان کے مواد کو بطور سند حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔ لکھاری کبھی کا اللہ کو پیارا ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی تحریر باعث انتشار بن رہی ہوتی ہے۔ اور مخالفین ان کی کتب کے اقتباسات اپنے حق میں پیش کر کے اپنے مسلک کی صداقت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ اور دوسروں کے مسلک پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ یہی غیر محتاط رویہ بلکہ محض ناعاقلانہ روش اہل سنت کے چند علماء کی تصنیفات میں بھی دیکھنے میں آئی اس لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ لگتے ہاتھوں ان کتب کے بارے میں بھی کچھ حقیقت حال واضح کر دی جائے۔ اگرچہ ایسا کرنے سے کچھ لوگ ہم پر ناراضگی کا اظہار بھی کریں گے۔ لیکن ہمیں مسلک اہل سنت کی خاطر ایسا کرنا پڑا۔ اور اس کی خاطر ناراضگی بھی ہم جھیلنے کو تیار ہیں۔ خدا شاہد ہے۔ کہ مجھے ان کتب کے مصنفین سے کوئی ذاتی مخاصمت نہیں۔ ایک سنی عالم ہونے کے ناطے سے میرے دل میں ان کا احترام ہے اس لیے ان حضرات کے متوسلین و متعلقین الحب للہ والبغض للہ

چہل ۴۰

خاک کربلا مصنفہ صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب

صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب کا طریقہ اور ان کی عادت یہ تھی۔ کہ امام عالی مقام اور ان کے اہل و عیال کا ذکر اس انداز سے کیا جائے۔ کہ لوگ خوب روئیں اور جی بھر کے شہداء کربلا کی شہادت پر نوحہ کریں۔ اس مقصد کی خاطر وہ اکثر غلط واقعات اور وہ بھی ایسے دردناک لہجے اور پرسوز انداز میں بیان کرتے کہ حاضرین کی چیخیں نکل جائیں۔ اسی طرح انہوں نے اپنی تصنیف "خاک کربلا" میں بھی یہی انداز تحریر اپنایا۔ یہ کتاب بازار میں دستیاب ہے۔ شیعہ لوگ جو گستاخ صحابہ ہیں وہ ایسی کتابوں سے حوالہ پیش کر کے کہتے ہیں۔ کہ اہل سنت کے فلاں محدث اور محقق نے یہ بات اپنی فلاں تصنیف میں لکھی ہے۔ قارئین کرام! آپ اس بات کے گواہ ہوں گے۔ محرم الحرام کے دوران ہمارے کچھ سنی واعظین، شہادت کے موضوع پر ایسا درد ناک سماں باندھتے ہیں۔ کہ شیعہ ذاکرین کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ ان واعظین نے عوام کو اپنے ایسے پُر درد وعظوں سے یہ تاثر دیا ہے۔ کہ جو علماء اہل سنت اس رنگ ڈھنگ سے وعظ و تقریر نہیں کر سکتے۔ وہ دل میں محبت و عشق اہل بیت نہیں رکھتے۔ اس طرح ان غیر محتاط واعظین نے مسلک اہل سنت کی حقانیت کو سخت نقصان پہنچایا۔ واقعات جو جھوٹے اور اہل بیت کے مقام و منصب کے خلاف لکھے گئے۔ ان کی

فہرست طویل ہے۔ لیکن اس جگہ ہم خاکِ کربلا کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ جن سے آپ اندازہ لگالیں گے۔ کہ ہم نے جو کچھ کہا وہ ٹھیک ہی کہا ہے۔

ؤ۔ «مجھے تو اس بات میں کوئی تعجب اور حیرانی نظر نہیں آتی۔ کہ فاطمہ کے لال کو روکنے والے تمام اسی دنیا کے روکنے والے تھے۔ اور اسی زمین پر بسنے والے تھے بلکہ میں تو کہتا ہوں۔ کہ اگر آپ کو آسمان سے جبرئیل بھی روکتا تو نہ رکتے اور آپ کو رکنا بھی نہ چاہیئے تھا...... میری ذاتی رائے میں اللہ کے اس شیر کو روکنے والے خود ہی غلطی پر تھے۔ (خاکِ کربلا ص ۲۱۰)

ب۔ عمرو ابن سعد جب اپنے لشکر کو اتار چکا۔ اور خیمے لگالیے۔ تو اس نے مظلوم کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے قاصد بھیجا۔ آپ نے منظور فرما لیا۔ اور پھر علیحدہ خیمے میں شرافت و وحشت کا ملاپ ہوا۔ اور نیکی اور بدی کی ملاقات ہوئی۔ امام عالی نے فرمایا۔ کہ میری یہ تین درخواستیں ابن زیاد تک پہنچا دو۔

۱۔ میں واپس لوٹ جاتا ہوں۔ (۲) مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر پہنچا دیا جائے (۳) میں دمشق جا کر یزید سے خود معاملے کروں گا۔ (خاکِ کربلا ص ۲۱۳)

ان دونوں اقتباسات کو بار بار پڑھیں۔ سب سے پہلی بات یہ جان لیں۔ کہ حضرت امام عالی مقام نے واپس لوٹنے کا ارادہ کوئی تقیہ کے طور پر نہ کیا۔ بلکہ اس کے پیچھے ایک تاریخی حقیقت ہے۔ وہ یہ کہ جب ملعون کوفی شیعوں نے غداری کرتے ہوئے امام عالی مقام کی بیعت توڑ کر یزید پلید کی بیعت کر لی۔ اور دشمنِ امام بن گئے۔ تو ایسے میں آپ نے ارشاد فرمایا: قَدْ خَذَلَتْنَا شِيْعَتُنَا۔ ہمیں ہمارے ہی شیعوں نے ذلیل و رسوا کیا ہے۔ یہ بات سُنی شیعہ دونوں کی بہت سی کتب میں مرقوم ہے۔ حوالہ کے لیے البدایہ والنہایہ

اور مقتل ابی مخنف دیکھا جا سکتا ہے۔ لہٰذا وقت کی نزاکت کے پیشِ نظر آپ نے مدینہ منورہ واپس آنے کی درخواست کی۔ یعنی اگر ابن زیاد میری درخواست مان لیتا ہے۔ لہٰذا میں واپس لوٹ جاتا ہوں۔

افتخار الحسن صاحب مرحوم کی پہلی عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حامل وحی سید الملائکہ جبرئیل امین بھی اگر امام عالی مقام کو روکتے تو وہ نہ رکتے۔ اس میں سب سے پہلے سوچنے کا یہ مقام ہے۔ کہ کیا جبرئیل امین نے سیدہ مریم علیہا السلام کے علاوہ کسی غیر نبی کو اللہ کا پیغام پہنچایا ہے۔ جب سلسلہ وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف پر ختم ہو گیا۔ تو جبرئیل ان کو روکنے کے لیے کیوں آتے؟ اور اگر بالفرض وہ آتے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتے۔ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر بھی نہ رکتے؟ اگر ایسا ہوتا۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ خدا کے حکم کے نافرمان ہوتے۔ یہ بات انہوں نے محض واعظانہ رنگ اور قصہ خوانی انداز میں لکھ دی ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ ایمان کے لیے خطرہ ہے۔ اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے۔ کہ امام عالی مقام کو کربلا میں شہید ہونے کا حکم دیا جا چکا ہے جس کو پورا کرنے کے لیے وہ کسی کی بھی سننے کو تیار نہ تھے۔ حتیٰ کہ جبرئیل کے روکنے پر بھی آپ رکنے پر نہ تھے۔ تو پھر آپ خود ہی درخواست کر رہے ہیں۔ کہ مجھے واپس مدینہ منورہ جانے دو۔ ان دونوں باتوں میں باہم کیا تعلق ہے۔ بلکہ آپ کی ان تین درخواستوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ اس ارادہ سے نہیں آئے تھے کیونکہ مدینہ منورہ واپسی ہو جاتی تب بھی معاملہ ختم ہو جاتا۔ اور اگر مسلمانوں کی کسی سرحد پر پہنچا دیا جاتا تب بھی لڑائی ختم اور اگر یزید کے پاس لے جایا جاتا تو گفتگو سے معاملہ ٹل جاتا۔ یہ صرف دو عبارات کا قابل ذکر ہوا۔ اسی طرح اس کتاب میں بہت سے واقعات اور بہت سی واعظانہ باتیں ایک دوسرے سے ٹکراتی

ہیں۔ کیونکہ "دروغ گو را حافظہ نباشد" جھوٹے کی یادداشت نہیں ہوتی۔ اگر تحقیق مقصود ہوتی تو پھر اس موضوع پر کتب کا مطالعہ کر کے پھر کوئی نتیجہ نکال کر اسے تحریر کیا جاتا۔ واعظانہ رنگ نہ دیا جاتا۔

اب میں آپ کو ان واقعات میں سے صرف ایک واقعہ کی طرف لے جانا چاہتا ہوں۔ جو صاحبزادہ صاحب نے اس دردناک انداز سے لکھا ہے۔ کہ شیعہ اگر کبھی اسے پڑھ کر آنسو بہانہ شروع کر دیں۔ اور اس کا ہر قاری پڑھتے پڑھتے آنسو بہانے سے نہیں رک سکے گا۔ اور پھر کہا جائے گا۔ کہ یہ واقعہ قرآن و حدیث کی طرح بالکل حقیقت ہے۔ حالانکہ بالکل بے سروپا اور افسانہ ہے۔ اور اس پر مزید یہ کہ کوئی سنی جب اس کو پڑھے پڑھائے گا۔ اور یہ دیکھے گا کہ اس کا لکھنے والا بہت بڑا سنی عالم ہے۔ تو اس کی مخالفت کرنے والے کو فوراً شیعہ کہہ دے گا۔ اور امام عالی مقام سے محبت و عشق سے خالی ہونے کا فتوے جڑ دے گا۔ یہ علماء اہل سنت کے لیے اتنی بڑی بلا ہے کہ جس سے جان چھڑانی مشکل اگر اس قسم کے قصہ جات کی تردید کریں تو ان پر خارجی ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے۔ اگر تردید نہیں کرتے تو حق کا دامن بھی ہاتھ سے جاتا ہے اور شیعہ لوگوں کے مسلک کی تائید بھی ہوتی ہے جو اہل حق کے لیے زہر قاتل ہے اور اس لیے بھی عوام نہیں سمجھ سکے کہ شیعوں کا مسلک صحیح ہے یا غلط کیونکہ واقعہ کربلا کے بیان کرنے میں سنی واعظین اور شیعہ ذاکرین دونوں کا مقصد ماعدر رونا رلانا ہے یہ واقعہ سیدہ صغریٰ کا واقعہ ہے۔ جسے "صغریٰ کا قصہ" عنوان دے کر گیارہ صفحات پر پھیلا کر بیان کیا گیا ہے۔ خاک کربلا ص ۲۰۷ تا ص ۲۰۹، اور ص ۲۹۳ تا ص ۳۰۰ کی فوٹو کاپی ہم ساتھ لگا رہے ہیں۔ تاکہ آپ اصل عبارت کو پڑھ کر ہماری بات کی تصدیق کریں۔ کہ واقعہ میں جو کچھ ہم نے لکھا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ ہمارے سنی واعظین نے لکھا ہے لہٰذا درج ذیل فوٹو کاپیاں ملاحظہ فرمائیں۔

صُغریٰ مدینے میں

یہ کون رو رہی ہے۔ کہ کائنات کا سینہ شق ہوا جاتا ہے۔ یہ کس کی گریہ وزاری سے آسمان کا کلیجہ پھٹ رہا ہے۔ یہ کس کی آہ و بکا سے عرش الٰہی کانپ رہا ہے۔ یہ کس دُکھی کی فریاد سے فرشِ زمین لرز رہا ہے یہ کس کی پُردرد آہ و فغاں سے مدینے کے در و دیوار رو رہے ہیں یہ کس کے پُرسوز نالوں سے تُربتِ زہرؑا جنبش میں ہے یہ کس کی دردناک گریہ وزاری نے میرے دل کو تڑپا دیا ہے اور یہ کس کی پُرسوز آہ و بکا نے میرے سینے کو جلا دیا ہے ؟

یہ صُغرا ہے — امام حسینؑ کی بیمار بیٹی صغرا — جسے حضرت امام عالی مقام مدینہ ہی میں چھوڑ آئے تھے۔ جسے باپ نے کہا تھا کہ ایک مہینے کے بعد میں علی اکبر کو بھیجوں گا تو تمہیں ساتھ لے آئے گا۔ مگر دن گذرے راتیں گذریں۔ صبحیں ہوئیں اور شامیں گئیں اور پھر تین مہینے گذر گئے ہیں۔ مگر نہ علی اکبر ہی آیا ہے اور نہ ہی باپ ! نہ عابد کا کوئی پتہ ہے اور نہ اصغر کا۔ نہ پھوپھی کی کوئی اطلاع آئی نہ ماں کی — صبح ہوتی تو وہ دروازے پر بیٹھ جاتی اور جو بھی پاس سے گذرتا اس کا دامن پکڑ کر فریاد کرتی۔ اور پوچھتی کہ اے خدا کے بندے تُو نے میرے باپ کو کہیں دیکھا ہے تو بتاؤ

میری بہن کو کہیں دیکھا ہے تو اس کا حال سناؤ۔ اور میرے ویروں کا کچھ پتہ ہے تو بتاؤ۔ مگر وہ صغرا کو دیوانی سمجھ کر دامن چھڑا کر آگے نکل جاتا۔ شام ہوتی تو ان پرندوں کو دیکھتی جو اپنے رزق کی تلاش میں دور دور نکل جاتے ہیں۔ مگر شام ہوتے ہی اپنے اپنے گھونسلوں میں آجاتے ہیں۔ تو اور بھی بے چین ہو جاتی اور اس کا کلیجہ اس خیال سے پھٹ جاتا۔ کہ میرے بھائی بھی دور گئے تھے۔ میرا باپ بھی پردیس گیا تھا اور میرے سنگ والے بھی سفر پر گئے تھے مگر یا اللہ! یہ پرندے تو صبح جاتے ہیں اور اسی شام کو واپس آجاتے ہیں۔ مگر میرے گھر والوں کو تو تین مہینے گذر گئے ہیں وہ ابھی تک کیوں نہیں آتے۔ رات ہوتی تو بھوکی پیاسی ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی پر لیٹ جاتی۔ دروازہ ہولے سے بھی ہلتا تو اس امید پر اٹھتی اور دروازہ کھولتی کہ شاید میرا ویر علی اکبرؑ آگیا ہے۔

وہ مدینے سے باہر نکل جاتی۔ اور ہر آنے والے مسافر کے پاؤں پکڑ کر گریہ وزاری کرتی۔ اور پوچھتی! اے اللہ کے نیک بندے تو کوفہ سے آیا ہے۔ مجھے بتا کہ میرے باپ کا کیا حال ہے۔ میرا بھائی علی اکبرؑ مجھے لینے کے لئے کیوں نہیں آیا۔ میرا ویرا اصغر تو اب باتیں کرتا ہوگا۔ اور میری بہن بھی مجھے یاد کرتی ہوگی نواسۂ رسولؐ کی یہ بیمار بیٹی صغرا اپنے باپ کے فراق میں۔ اپنی ماں کی جدائی میں اور اپنے بہن بھائیوں کے غم میں شب و روز روتی رہتی۔ کوئی پرسان حال نہیں تھی۔ کوئی تسلی دینے والا نہیں تھا۔ نہ کوئی ہمدرد و خیر خواہ تھا اور نہ کوئی غم خوار و مددگار۔

ایک دن وہ اپنے معمول کے مطابق مدینے کے چوراہے میں بیٹھی

ہر گذرنے والے سے اپنے گھر والوں کا پتہ پوچھ رہی تھی کہ ایک شتر سوار اپنے اونٹ کو تیزی سے دوڑاتا ہوا پاس سے گذر گیا۔ بی بی صغرا اُس کے پیچھے دوڑی، آواز دی اور چیخی چلائی۔ شتر سوار نے اس بچی کی آہ و فغاں سُنی تو ٹھہر گیا۔ اُونٹ سے نیچے اُترا۔ اور پوچھا۔ بی بی تُو کون ہے؟ اور یہاں کیوں بیٹھی ہے؟ اور کس کے فراق میں روتی ہے؟ بی بی صغرا نے کہا بابا! آج تین مہینے گذر گئے ہیں۔ میرے گھر والے مجھے اکیلی چھوڑ کر چلے گئے ہوئے ہیں۔ اُن کے انتظار میں بیٹھی ہوں اور اُن کے فراق میں تڑپتی ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ تُو کوفہ سے آیا ہے۔ مجھے میرے باپ کا پتہ بتا۔ میرے بھائی کا حال سُنا۔ کیا تُو نے اُن کو دیکھا ہے؟ شتر سوار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ حیران تھا کہ اس بچی کو کیا ہو گیا ہے اور اس کو کیا جواب دوں۔ سوار نے جواب دیا۔ بچی، مَیں تو یمن سے آیا ہوں۔ مجھے تمہارے گھر والوں کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ بی بی پاک صغرا مسافر سے پوچھتی کہ تُو کہاں سے آیا ہے؟ کوئی کہتا میں مصر سے آیا ہوں۔ کوئی کہتا میں رُوم سے آیا ہوں، مگر یہ کوئی بھی نہ کہتا۔ کہ میں عراق سے آیا ہوں۔ کوفہ سے آیا ہوں۔ اور کربلا سے آیا ہوں۔ صغرا نے ایک پُر سوز آہ بھری اور فریاد کی:-

سب پردیسی وطنیں آئے توں وی اکبر موڑ مہاراں،
وعدہ کر کے اوڑی جایا میریاں بین نہ آئیوں ساراں
راتیں وچ فراق تیرے میں رو رو کراں پکاراں
دن چڑھے تے بھیڑی پھر دی تینوں وچ اُجاڑاں

(نوٹ) یہ پہلا مضمون ۲۰۷ تا ۲۰۹ تک کا ہے اس میں جو اول تا آخر جھوٹی داستان مرثیہ خوانی اور نوحہ خوانی پر زور دیا گیا ہے۔ وہ آپ نے پڑھ لیا۔ اب جو باقی کسر رہ گئی تھی وہ دوسرے مضمون ص ۲۹۳ تا ۳۰۰ تک میں نکال رہے ہیں۔ فوٹو کاپی ملاحظہ ہو۔

بیٹی صُغرا کا قاصد

ایک اونٹنی سوار مدینے پاک کی گلیوں میں سے گزرتا ہُوا ایک تنگ سی گلی میں پہنچا۔ اُس نے دیکھا کہ ایک ٹوٹے ہوئے مکان کے دروازے میں زمین پر ایک معصوم سی بچی یاحسینؑ! یاحسینؑ! کے نعرے لگا رہی ہے۔ اس معصوم بچی کے یہ دردناک نعرے سُن کر وہ سوار اس کے پاس گیا۔ اور پُوچھا۔ اے پاک بی بی تو کون ہے؟ سوار کے اس ہمدردانہ سوال سے صُغرا کو کچھ حوصلہ ہُوا۔ اور فرمایا ———

بابا! میں امام حسینؑ کی بچھڑی ہوئی بیٹی ہُوں۔ اور میرا نام صُغرا ہے۔ وہ مجھ کو تنہا اور بیمار چھوڑ کر کوفہ چلے گئے ہیں ——— میں بیمار ہُوں۔ دوا دینے والا کوئی نہیں ——— دُکھی ہُوں۔ تسلّی دینے والا کوئی نہیں میرے آبا جان نے کہا تھا۔ کہ ایک مہینے کے بعد علی اکبرؑ آکر تمہیں لے جائے گا۔ مگر تین مہینے ہو گئے ہیں۔ ان کا کوئی پتہ نہیں آیا ——— صبح سے لے کر شام تک دروازے میں بیٹھی ان کا انتظار کرتی ہُوں ——— اور ہر آنے جانے والے سے اپنے باپ کا پتہ پُوچھتی ہُوں۔ مگر کوئی بھی ان کا پتہ نہیں دیتا ——— یہ میرے نانے کی اُمت صبح سے شام تک میرے سامنے آتی بھی ہے۔ اور جاتی بھی۔ مگر مجھ غریبنی کو کوئی پُوچھتا ہی نہیں۔

اے اللہ کے نیک بندے! اگر تُو کوفہ کی طرف جا رہا ہے۔ تو خدا کے لئے مجھے بھی ساتھ لے چل ——— اور اگر تُو نے وہاں تک نہیں جانا۔ تو نہ سہی۔ جہاں تک تُو لے جا سکتا ہے۔ مجھے لے چل۔ آگے کا مجھے راستہ بتا دینا۔ میں گرتی پڑتی۔

اُٹھتی بیٹھتی اور راہ بینی کا پیتی کو فے پہنچ جاؤں گی ـــــــ اور اگر تُو اونٹنی پر نہیں بٹھا سکتا تو نہ سہی میں اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کو ملنے کی خوشی میں تیرے اونٹ کے آگے آگے دوڑتی جاؤں گی۔ میں اپنی بھوک اور پیاس کی بھی شکایت نہیں کروں گی ـــــــ میں راستے میں تجھے کوئی تکلیف نہیں دوں گی ـــــــ مجھے بیمار سمجھ کر نہ چھوڑنا۔ اگرچہ میں بیمار ہوں مگر ماں باپ کی ملاقات کی خوشی میں میری بیماری جاتی رہے گی۔ اور بہن بھائیوں کے ملنے کے شوق میں مجھ میں ہمت آ جائے گی ـــــــ

سوار نے عرض کی۔ اے سیّدہ پاک اگر میں نے تیرا خط تیرے باپ کو پہنچا دیا تو مجھے تو کیا انعام دے گی؟ ـــــــ سوار نے سمجھا کہ آج امام حسینؓ کی اس بچی کی خدمت کر کے میری عاقبت سنور جائے گی۔ میرا دین کامل ہو جائے گا۔ پُل صراط سے گزرنا آسان ہو جائے گا۔ اور میدانِ حشر کی گرمی میں رسولِ پاک کی کالی کملی کا سایہ ملے گا ـــــــ اور علیؓ سے حوضِ کوثر کا پیالہ نصیب ہوگا ـــــــ

بیمار صغرا نے فرمایا ـــــــ اے قاصد ـــــــ میرے پاس سونے اور چاندی کے خزانے نہیں ہیں۔ لعل و جواہرات کے ڈھیر نہیں ہیں ـــــــ ریشمی چادریں اور شاہی محل نہیں ہیں ـــــــ پر پھر بھی ـــــــ

اے لے کپڑیاں دے نی دو جوڑے تینوں ہور دی کجھ عطا کرساں
بڑے تخی دے تخی دی میں ہاں بچی اہلِ بیت ہاں ہور دعا کرساں
جے کر پہنچ گئی میں کربلا اندر تیرے دُکھاں دی آپ دوا کرساں
روزِ حشر دے میر یا قاصدا او تینوں کوثر دا جام عطا کرساں

اے خدا کے نیک بندے ـــــــ اپنے بچوں کا صدقہ مجھ پر رحم کر۔ [illegible] ترس کھا۔ اور میری فریاد کو قبول کر۔ میں دکھی ہوں۔ میرا سہارا بن۔ [illegible] بیمار ہوں۔ مجھے دوا دے [illegible]

میں مفلس ہوں۔ میرے پاس اور تو کچھ نہیں ہے ——— یہ دو جوڑے کپڑوں کے ہیں۔ یہ لے ——— تیرے بچوں کے کام آئیں گے۔ اور اگر میں کوفے پہنچ گئی۔ تو تجھے اور بھی بہت کچھ عطا کروں گی۔ تیرے بچوں کے حق میں دعا کروں گی ——— اور قیامت کے دن حوض کوثر سے سیراب کروں گی۔

اتنا کہہ کر وہ بچی پھر یا حسینؑ پکارتی ہوئی بیہوش ہوگئی۔ قاصد نے آگے ہو کر اس بچی کے سر پر ہاتھ رکھا۔ تو پتہ چلا کہ بچی بخار میں جھلس رہی ہے اور اتنی کمزور ہے۔ کہ اٹھ نہیں سکتی۔ قاصد نے بچی کے منہ پر ٹھنڈا پانی چھڑکا ——— وہ ہوش میں آئی۔ تو پوچھنے لگی ——— کیا میرے ابا جان آ گئے ہیں۔ کیا علی اکبرؑ مجھے لینے کے لئے آگیا ہے ——— کیا میرا ننھا سا بھائی اصغر بھی ساتھ ہے۔

قاصد نے ہاتھ جوڑ کر جواب دیا۔ بیٹی میں بھی خاندانِ نبوت کا گداگر ہوں۔ اور اہلِ بیت کے گھرانے کا خادم ہوں۔ گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں ضرور لے چلتا۔ مگر یہ دیکھ لو۔ میرے اونٹ پر کجاوہ نہیں ہے۔ اور تم بیمار اور کمزور ہو۔ ہاں میں تمہارا خط تمہارے باپ تک ضرور پہنچا دوں گا۔ اور اگرچہ میرے بچے بیمار ہیں۔ اور میں ان کی دوا کے لئے ہی مدینے آیا تھا۔ مگر اب جب تک تمہارا خط تمہارے باپ کو نہ پہنچاؤں۔ اس وقت تک اپنے بچوں کو دیکھنا حرام ہے۔

بنتِ حسینؑ قاصد سے یہ سن کر بول اٹھی۔ بابا جی! خدا کے لئے ایسا نہ کرو اور جاؤ اپنے بچوں کو دوا پلاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا صبر مجھ پڑے۔

قاصد نے کہا بیٹی نہیں! اب یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ میں اب اپنے بچوں کی خاطر تیری اس خدمت گذاری میں دیر کرکے خدا اور رسولؐ کی ناخوشی اپنے سر لوں ——— اور یہ لو اپنے کپڑے۔ میں اس خدمت گذاری کا صلہ تم سے نہیں۔ تمہارے نانے مصطفےٰ علیہ السلام سے قیامت میں لوں گا۔

اور پھر اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں سے بچھڑی ہوئی بیمار صغرا نے ایک درد بھرا خط لکھ کر سوار کے حوالے کیا۔ سوار نے اپنے اونٹ کا منہ کوفے کی طرف موڑا۔ اور یہ دعا کرتا ہوا روانہ ہو گیا ——

یا اللہ! میں منزل مقصود پر پہنچ جاؤں۔

اُدھر صغرا کے قاصد نے دعا کی —— اُدھر خدا نے فرمایا۔ ——

جبرئیل! میرے پیارے حسینؑ کی پیاری بیٹی صغریٰ کا خط لے کر یہ قاصد کربلا کو جا رہا ہے۔ زمین کی طنابیں کھینچ لو ——

ننھی سی لاش کو کربلا کی تپتی ہوئی ریت میں دفن کرنے کے بعد حضرت امام حسینؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ خیموں کی طرف واپس آ رہے تھے ——

مدینے کی طرف نگاہ اٹھائی۔ تو دور سے غبار اُڑتا ہوا نظر آیا —— مجھے کہ شاید کہیں سے کوئی مدد آ رہی ہے —— آپ ٹھہر گئے —— غبار تیزی سے قریب آتا گیا —— اور پھر اسی غبار سے ایک سانڈنی سوار نمودار ہوا۔ وہ قریب آیا —— اس نے اپنے اونٹ کو بٹھایا۔ اور امام مظلوم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ سر جھکایا اور قدموں کو بوسہ دیا —— اور عرض کی یا امام آپ یہاں ہیں —— ؟ وہ سامنے لشکر کس کا ہے؟ اور ان خیموں میں کون ہے؟

آپ تو کوفے گئے تھے —— اور سنا تھا کہ کوفہ والے آپ کے ساتھ ہیں۔

سیدہ کے لال نے جواب دیا —— کوفہ والوں نے دھوکہ دیا ہے —— وہ لشکر یزید کا ہے —— اور ان خیموں میں ناموس رسالت چھپی ہوئی ہے۔

اور پھر پوچھا! تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو۔ اور تمہیں کس نے بھیجا ہے؟

سوار نے عرض کی! ——

میں صغرا دا قاصد حضرت شہر مدینوں آیا
جس بچی نوں چھڈ آیا سیں اُس خط لیایا

آقا! میں مدینے پاک سے آیا ہُوں۔ اور آپ کی بیٹی صغرا کا قاصد ہُوں۔ مظلوم کربلا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور فرمایا میرے قریب آؤ ——— تم میری بیٹی صغرا کے قاصد ہو۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہارے قدم چوم لوں ——— بھائی! تم نے میرے لئے بہت تکلیف اُٹھائی۔ اور مجھ پر احسان کیا۔ اور احسان کا بدلہ میں قیامت کے دن ادا کروں گا ——— بتاؤ میری بیٹی کیسی ہے؟ قاصد نے اپنی جیب سے صغرا کا خط نکال کر حضرت حسینؑ کے ہاتھوں میں دے دیا۔

امام عرش مقام نے بیٹی کے خط کو سینے سے لگایا اور پھر چوما۔ اور پھر کھول کر پڑھا ——— لکھا تھا!

ابا جان! آپ کی بچھڑی ہوئی بیٹی سلام عرض کرتی ہے۔ ابا جان! آپ تو کہہ گئے تھے۔ کہ ایک مہینے کے بعد علی اکبرؑ آئے گا۔ اور تمہیں لے جائے گا۔ مگر تین مہینے گذر گئے ہیں۔ پر ———

نہ اکبر نہ اصغر آیا تے نہ آئی بھین سکینہ
باجھ بھراواں سُنجا لگدا ایہنوں شہر مدینہ

اور لکھا تھا۔ کہ میں ساری ساری رات آپ کے انتظار میں سوتی نہیں ہُوں۔ صبح سے لے کر شام تک دروازے پر بیٹھی آپ کی راہ تکتی رہتی ہُوں۔ اور ہر آنے جانے والے سے آپ کا پتہ پوچھتی ہوں۔ مگر کوئی آپ کا پتہ نہیں دیتا۔

اب میں اچھی ہُوں۔ خدا کے لئے اب مجھے اپنے پاس بلا لو۔ بھائی اکبر کو بھیجو۔ مجھے آکر لے جائے۔ اور آپ تو بچوں کے ساتھ دل بہلاتے ہوں گے۔ مگر میں تنہا اور اکیلی اُداس رہتی ہوں ——— اماں جان بھی اور پھوپھی جان

جی جا کر مجھے بھول گئی ہیں ـــــ بھولیں کیوں نہ ـــــ اُن کے پاس گرو اصغر ہیں۔ اور عون و محمد ہیں۔ اور اُن کے ساتھ اپنا جی بہلاتی ہوں گی۔ مگر مجھ دُکھیاری کا کسی نے پتہ تک نہیں کیا۔ اچھا میں آؤں گی۔ تو شکایت کروں گی اور بھائی علی اکبر سے کہنا۔ کہ بھائی اپنی بہنوں کے ساتھ ایسے ہی وعدے کیا کرتے ہیں۔ تم نے تو کہا تھا۔ کہ میں خود ایک مہینے کے بعد آ کر تمہیں لے جاؤں گا۔ مگر تمہارا راستہ دیکھتے دیکھتے تین مہینے ہو گئے ہیں۔

اور لکھا تھا۔ اباجی! میں نے بھتیا اصغر کے لئے کپڑے سینے ہیں اور کھلونے خریدے ہیں ـــــ جب آؤں گی۔ تو اپنے ہاتھوں سے اس کو پہناؤں گی۔ اب تو وہ چلتا ہوگا۔ اور باتیں بھی کرتا ہوگا۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹی کا خط پڑھا تو کلیجہ پھٹ گیا۔ اور فرمایا بھائی! خدا تمہارا بھلا کرے۔ اور تیرے بچوں کی عمر دراز کرے۔ جس بچی کا تو خط لے کر آیا ہے۔ وہ میری بیٹی صغریٰ ہے۔ اب میں تمہاری اس خدمت گذاری اور تکلیف اُٹھانے کا کیسے شکریہ ادا کروں اور تمہاری کیا خدمت کروں۔ گرمی کا موسم ہے تم دُور سے آئے ہو۔ تمہیں پیاس تو ضرور ہو گی۔ مگر افسوس کہ میں تمہیں پانی بھی نہیں پلا سکتا۔ اس لئے کہ عمر و سعد نے آج تین دن سے اہلِ بیت پر پانی بند کر دیا ہوا ہے۔

اور آج میں اس وقت جبکہ عون و محمد دین کی آبرو پر قربان ہو چکے ہیں! جب قاسمؓ و عباسؓ اسلام کی عظمت پر نثار ہو چکے ہیں۔ جب علی اکبرؓ شریعت مصطفےٰ علیہ السلام کی آن پر شہید ہو چکا ہے۔ جب معصوم اصغرؓ حق و صداقت کی سربلندی کی خاطر میری جھولی میں دم توڑ چکا ہے اور جب حسینؓ اپنے عزیزوں کو شدتِ پیاس سے تڑپتا دیکھ چکا ہے! اور جب حسینؓ اپنے ساتھیوں کی لاشیں اپنے کندھوں پر اُٹھا اٹھا کر تھک چکا ہے۔ اور جب حسینؓ خود بھی خلافتِ اسلامیہ اور امانتِ

الہیبکی حفاظت کی خاطر اپنا سر بھی کٹوانے کو تیار کھڑا ہے! اس وقت اگر حسینؑ کی کوئی آخری خواہش تھی تو یہ تھی کہ آخری وقت میں اپنی بیمار بیٹی صغرا کو دیکھ لوں۔ اس لئے آے خدا کے نیک بندے تو نے مجھ غریب پر بڑا احسان کیا ہے۔ کہ میری بیٹی کا خط لے کر اس خونیں میدان میں آگیا۔ آج تو نہیں ——— کل اس احسان کا بدلہ حوض کوثر کے جام پلا کر ادا کردوں گا۔ اور اب ایک نیکی اور بھی کرو۔ کہ میرا پیغام بھی میری بیٹی تک پہنچادو اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے۔ اس کو جا کر بتادو۔ اور کہنا کہ عون و محمدؑ قربان ہو چکے ہیں۔ قاسمؑ و عباسؑ دفن ہو چکے ہیں۔ علی اکبرؑ شہید ہو چکا ہے۔ اور جس اصغر کے لئے تم نے کپڑے سیئے ہیں۔ اور کھلونے خریدے ہیں۔ وہ دم توڑ چکا ہے۔ اور جن کو تو یاد کرتی ہے۔ وہ سب ختم ہو چکے ہیں۔ اور تیرا باپ حسینؑ بھی چند ساعتوں کا مہمان ہے۔ مگر یہ گواہی دینا۔ کہ تمہارے باپ نے تمہارے خط کو پہلے سینے سے لگایا تھا۔ اور چوم کر کھولا تھا۔

آے میری بیٹی کے قاصد! اب تو یہاں سے جلدی نکل جا۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ دشمن تجھے بھی قتل کردیں۔ اور میرا پیغام میری بیٹی تک نہ پہنچ سکے۔ بیٹی کے قاصد کو وداع کرکے حضرتِ امام حسینؑ علی اکبرؑ کی لاش پر گئے اور کہا ———

لے اکبر ایہہ خط صغرا دا تینوں یاد کریندی
اوہ اجے بھی آس ملن دی رکھدی تیرا پتہ پچھیندی
دیہہ جواب صغرا ویا ویرا حضرت آکھ سنایا
تڑفی لاش علی اکبر دی ایہہ آوازہ آیا
صغرا معاف کریں اکبر نوں نئیں اس وعدہ پورا کیتا
ہے افسوس بن ملیاں تینوں میں جام شہادت پیتا

پھر بیٹی صغرا کا خط لے کر خیموں میں گئے۔ اور تمام کو پڑھ کر سنایا۔ خط کو سن کر تمام اہلِ بیت رونے لگے۔ ایک کہرام مچ گیا۔ اور ایک حشر برپا ہو گیا۔ ہر ایک نے اپنی بچھڑی ہوئی صغرا کے خط کو سینے سے لگایا۔ اور چوما۔

قارئین کرام! آپ نے صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب کا گیارہ[11] صفحات پر مشتمل مضمون پڑھا جس میں انہوں نے اسے پر اثر بنانے کے لیے جتنے بھی ادیبانہ الفاظ لا سکتے تھے۔ لانے میں پوری کوشش کی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس واقعہ کو جس طرح صاحبزادہ صاحب نے تحریر کیا ہے بشرطیکہ کوئی ثقہ عالم نہ ہو تو بغیر ماتم کیے نہیں رہ سکتا۔ حالانکہ فاطمہ صغریٰ بنت حسین رضی اللہ عنہا کے اس من گھڑت واقعہ میں رائی بھر بھی حقیقت نہیں پائی جاتی۔ بلکہ اول تا آخر اپنے من گھڑت تخیلات کا پلندہ ہے کہ جس کا حکم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ نے اپنے فتاویٰ میں گناہوں کے درجات کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

چہل و یکم ۴۱

فاطمہ کا لال مصنفہ مفتی حبیب سیالکوٹی

اس کتاب کی تقریظات میں اگرچہ مفتی صاحب کی تعریف کے اس تصنیف کی وجہ سے صفحات بھر دیے گئے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ جو کہا گیا ہے۔ "اس کتاب کا ہر واقعہ بحوالہ نقل کیا گیا ہے" یہ صرف حسنین کریمین کی تعریف اور اوصاف تک محدود ہے۔ رہی یہ بات کہ واقعہ کربلا کو مفتی صاحب نے ذکر کیا ہے اور جن جن واقعات کو رنگیلا پنی سے ذکر کیا ہے اس کی حیثیت خاک کربلا وغیرہ سے زیادہ نہیں ہے۔ کہ جو رنگیلا پنی کے ساتھ کربلا کے موضوع پر لکھی گئی۔ جن کا تذکرہ ہم کر چکے۔ بہر حال مفتی صاحب ایک بہترین خطیب ہیں۔ انہوں نے اپنے خطیبانہ رنگ میں رنگیلا پنی سے کام لیتے ہوئے واقعات کو اس طرح بیان کیا۔ کہ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے ہم ان کی عبارات کو نقل کرنا باعثِ طوالت سمجھتے ہیں۔ لیکن فاطمہ صغریٰ بنت حسین رضی اللہ عنہ کے من گھڑت قصہ کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں۔ اس کے پڑھنے سے ہی قارئین سمجھ جائیں گے کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اس کی حیثیت کیا ہے؟ اس لیے ہم نے کثیر کتب کا ذکر نہیں کیا جو کربلا کے موضوع پر لکھی گئیں۔ کیونکہ ان کا تانا بانا بھی مذکورہ کتب سے ملتا جلتا ہے۔ لہٰذا جن جن کتب میں مذکورہ واقعات منقول ہیں سمجھ لیں یہ کتب اہل سنت کے نزدیک غیر معتبر ہیں۔ آج کل کے سنی واعظین کی محرم کی تقریروں کی کامیابی کے لیے سیدہ صغریٰ بنت حسین کا من گھڑت واقعہ زینت بنا ہوا ہے

لیکن یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ ہر واعظ اور تحریر کرنے والا اپنے وعظ اور تحریر میں جو بھی الفاظ ادا کر سکتا ہے کرتا ہے۔ چاہے اس میں ایک بال برابر بھی سچائی نہ ہو وہ کرتا ہے۔ لیکن سیدہ صغریٰ کے واقعہ کو رنگین بنانے میں جو مفتی صیب نے رنگ جمایا ہے یہ اور کوئی نہیں جما سکا۔ درج ذیل فاطمہ کا لال کتاب کی فوٹو کاپی ملاحظہ فرمائیں۔

بیمار صغریٰ فاطمہ سے رُخصت

سحری کا جانگزا وقت ہے۔ مظلوم حسین لاکھوں غم اور کروڑوں دکھ دل میں بیٹھے ہوئے اپنے وطن مالوف اور روضۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونے تے۔ لئے کمربستہ ہے آپ مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ جانثاروں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ ان کے رونے کی آواز سے مسجد کے در و دیوار لرز رہے تھے۔ حضرت امام کے کلیجے پر بھی چوٹ لگی۔ جانِ ناتواں صدموں سے نڈھال ہوئی۔ مرغ بسمل کی مانند تڑپ گئے۔ صناع ازل کا شاہکار صبر و رضا کا پیکر حسین کلیجے پر ہاتھ رکھے ہوئے علی اکبر کو تیاری کا حکم دے رہا ہے۔ علی اکبر آپ کا پیغام سنانے گھر تشریف لے گئے اور الٹے پاؤں واپس آ گئے اور آ کر حضرت امام سے عرض کرنے لگے۔ اے آبا جان ذرا گھر تشریف لائیں۔ والدہ محترمہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں۔ آپ اسی بے قراری و بے چینی کے عالم میں گھر تشریف لائے۔ اُمّ اسحاق دروازے پر کھڑی آپ کا انتظار کر رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا اُمّ اسحاق کہو کیا بات ہے۔ ابھی تک قافلہ کیوں نہیں چلا۔ سوادِ غم نصیب بیوی نے دست بستہ ہو کر عرض کی۔ سرکار کنیز تعمیل ارشاد کے لئے تیار ہے لیکن یا سرکار میری بچی صغرا فاطمہ سخت بیمار ہے۔ سفر کرنے کے قابل نہیں۔ آپ نے تو ساری رات نانا کے پاک روضۂ اطہر پر گزاری لیکن میں نے بیمار بچی کے سرہانے بیٹھ کر گزاری ہے حضور بچی کو اس قدر بخار ہے کہ اسے تن بدن کا ہوش نہیں۔ بہکی بہکی باتیں کر رہی ہے اور اس پر غنودگی کی کیفیت طاری ہے۔ ذرا چل کر آپ بھی اسے دیکھ لیں۔ یہ دیکھ کر شفقت پدری نے جوش مارا۔ بچی کے قریب گئے دیکھا بچی بے ہوش پڑی ہے نہ تو بول سکتی ہے اور نہ اُٹھ ہی سکتی

سے امام یہ دیکھ کر بہت دل برداشتہ ہوئے اور الم پر الم، ستم پر ستم سہتے ہوئے گھر سے نکلنے لگے تاکہ معصوم صغرا کو کسی کے سپرد کیا جا سکے۔ عفت مآب عورت اُمّ اسحاق نے عرض کی حضور میرا خیال ہے کہ آپ گورنر مدینہ سے کچھ دنوں کی مہلت لے لیں۔ جب بچی کی حالت کچھ سنبھل جائے گی۔ تو ہم چلے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا اے اُمّ اسحاق میں چونکہ آج چلے جانے کا وعدہ کر چکا ہوں۔ (قول مرداں جاں دارد) اب میں ہرگز مزید مہلت طلب کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اسی بے قراری کے عالم میں اٹھے اور نانی اماں اُم المومنین حضرت اُمّ سلمٰی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے جب حضرت اُمّ سلمٰی نے حضرت امام کو اپنے دروازے پر دیکھا تو حیران ہو کر پوچھنے لگیں۔ اے میرے بیٹے میں تجھے الوداع کہنے کے لئے آنے ہی والی تھی۔ تو نے کیوں تکلیف کی آپ تعلیب بیاں بچشم گریاں کہنے لگے۔ اے نانی جان آج آپ کے دروازے پر نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول اور علی کا لاڈلا نہیں بلکہ ایک بیمار بچی کا باپ حاضر ہوا ہے۔ رات سے معصوم صغرا فاطمہ سخت بیمار ہے میں سفر کے لئے تیار ہوں۔ بچی اس قابل نہیں کہ اسے ساتھ لے جاؤں۔ اس لئے جب تک میں مکہ شریف نہ پہنچ جاؤں۔ آپ بچی کو اپنی آغوشِ شفقت میں جگہ دیں۔ میں مکہ پہنچتے ہی اسے وہاں بلانے کا انتظام کر دوں گا۔ نانی اماں حضرت اُمّ سلمہ نے کہا بیٹا اس میں پوچھنے والی کون سی بات تھی۔ اسی وقت میری بچی کو میرے پاس لاؤ۔ حضرت امام اسی وقت گھر کی جانب لوٹے۔ علی اکبر اور قاسم کو بلایا اور فرمایا اے صغرا کے بھائیو بیمار بہن کی چارپائی اٹھا کر نانی اماں کے گھر لے چلو۔ معلوم نہیں کہ اس کی ڈولی اٹھانا تمہیں نصیب ہو کہ نہ ہو۔ بھائیوں نے چارپائی اٹھائی اور حضرت اُمّ سلمہ کے گھر لے آئے۔ ساتھ ہی چھوٹا سا قافلہ چل پڑا۔ جب بھائیوں نے صغرا کی چارپائی وہاں رکھی تو اچانک معصوم کی آنکھ کھل گئی۔ بچی یہ سارا نقشہ دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ یا اللہ میرے بھائی علی اکبر نے صندوق کیوں اٹھا رکھا ہے۔ بھائی قاسم نے بستر کیوں باندھ رکھے ہیں۔ میرے ابا جان کدھر جا رہے ہیں۔ امی جان کا کیا ارادہ ہے؟ آخر یہ کیا ہونے والا ہے۔ بچی چونک

بڑی۔ اٹھی اور گھبرا کر دائیں بائیں دیکھنے لگی۔ اس کی نگاہ کبھی ماں کے پژمردہ چہرے پر پڑتی تو کبھی پھوپھی زینب کے غم آلودہ بشرے میں جذب ہو کر رہ جاتی۔ کبھی بھائی اکبر کی زبوں حالی کا نقشہ دیکھتی تو کبھی والد محترم کی بیقراری پر نگاہ دوڑاتی۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ چلا کر پکاری۔ اے ابا جان یہ کیا ہو رہا ہے کیا میں عالم بیداری میں ہوں یا کہ ایک خواب دیکھ رہی ہوں۔ امام عالی مقام کا دل بھر آیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے بچی کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمانے لگے اے جان پدر میں تجھے چھوڑ کر مکہ جا رہا ہوں۔ تیری طبیعت اچھی نہیں تو صعوبات سفر برداشت کرنے کے قابل نہیں۔ اس لئے تم نانی اماں کے پاس رہو مکہ پہنچ کر میں تمہارے بھائی علی اکبر کو بھیج کر تمہیں اپنے پاس بلوا لوں گا۔ یہ سن کر بچی تڑپنے لگی اور کہنے لگی اے ابا جان میں بیمار کب ہوں۔ میں ابھی آپ کو اٹھ کر دکھاتی ہوں۔ آپ مجھے یہاں اکیلا نہ چھوڑ جائیے۔ بچی جب اٹھی تو دھڑام سے الٹے پاؤں پیچھے گر پڑی اور بیہوش ہو گئی۔

جب بچی کو ہوش آیا تو پہلی کیفیت ذہن میں تازہ ہوئی تو معصوم زار زار روتی تھی اور مرغ بسمل کی طرح تڑپتی ہوئی پدر شفیق کے قدموں پر گر کر عرض کرنے لگی۔

تھراتی ہوئی اٹھ کے گری شاہ کے قدم پر
کی عرض کہ مر جاؤں گی اے سبط پیغمبر
تنہائی میں میرا دل بہلے گا کیوں کر
سب بیٹیاں ہیں آپ کی کیا میں نہیں دختر
لے آپ کے اس گھر میں نہ سرکار رہوں گی
اچھا میں کنیزوں کے ہمراہ ہی رہوں گی
سب رونے لگے سن کے یہ بیمار کی تقریر
چلا کے سکینہ نے کہا صدقے تیرے ہمشیر!

گھرا کے یہ کہنے لگے حضرت شبیرؑ
تم بیٹی کو سمجھاؤ اے بانوئے دلگیر
کمسن ہے مسافر مجھے تشویش بڑی ہے
دن چڑھتا ہے اور آج کی منزل بھی کڑی ہے

اقلیم قدسیت کا نا پیدار صناع ازل کا شاہکار صبر و رضا کی مجسم تصویر بنے ہوئے بیمار صغرا کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر کر رخصت ہوئے۔

از ساز و برگ قافلہ بے خوداں مپرس
بے نالہ می رود جرس کاروان ما

خلاصہ:

"صغرا نے بچی تھی۔ جس کو امام عالی مقام بچی ہونے کی وجہ سے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ وہ ہر وقت روتی رہتی۔ ہر کوفہ جانے والے کو اپنا درد سناتی۔ اپنی داستان پیش کرتی۔ وہاں جانے کی تمنا کرتی۔ اور ایسے درد بھرے الفاظ کہتی کہ ہر سننے والا رونے لگتا اور کہتی کہ یہاں مجھ غریب کا پوچھنے والا کوئی نہیں میں اکیلی غموں کے پہاڑ میں پھنسی ہوئی ہوں وغیرہ وغیرہ"، یعنی مدینہ منورہ میں جس قدر صحابہ کرام اور اہل بیت کے افراد تھے۔ ان میں کسی کو اس بچی پر ترس نہ آتا۔ نہ اس کا کوئی پرسان حال ہوتا۔ اس قصہ کو سنی واعظ جب بیان کرتے ہیں۔ تو اس میں خوب رنگ بھرنے کے لیے اور اپنے واعظ کا رنگ جمانے کے لیے غمناک اشعار اور وہ بھی ترنم سے گائے جاتے ہیں۔ اس واقعہ کو زبانی بیان کرنے کے علاوہ تحریری طور پر بھی سنی علماء نے بیان کیا۔ اس واقعہ کو چونکہ رونے رلانے کے لیے بہت بڑھا چڑھا کر اور جھوٹ موٹ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ لہٰذا میں نے چاہا۔ کہ اس کی حقیقت واضح کروں۔ جس کو پڑھ کر آپ خود جان جائیں گے۔ کہ واعظین و ذاکرین کتنے کیا ہیں اور

اس کی حقیقی تصویر کیا ہے؟

صغریٰ بنت حسین رضی اللہ عنہ تاریخ کی نظر میں

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے بارے میں کمی بیشی کا ذکر مرزا تقی صاحب ناسخ التواریخ نے کیا ہے۔ لیکن ارشاد شیخ مفید، اعلام الوریٰ جو کہ طبری کی تصنیف ہے۔ اور عمدۃ الطالب احمد بن مہنی وغیرہ شیعہ علماء نے آپ کے اولاد کی تعداد چھ بتائی ہے۔ چار لڑکے اور دو لڑکیاں۔ ملاحظہ ہو۔

منتخب التواریخ :-

شیخ مفید در ارشاد و امین الاسلام طبرسی در اعلام الوریٰ و احمد بن مہنی در عمدۃ الطالب و بعض دیگر از علماء اعلام فرمودہ اند کہ آنحضرت شش اولاد داشتہ چہار پسر و دو دختر جناب علی بن حسین الاکبر کہ کنیت اش ابو محمد بودہ۔ علی بن حسین الاصغر کہ کنیتش ابوالحسن بودہ و در کربلا شہید شدہ و جعفر بن الحسین و عبداللہ بن الحسین و مخدرہ فاطمہ خاتون و مکرمہ سکینہ خاتون بنتی الحسین۔

(منتخب التواریخ ص ۲۴۲ باب پنجم فصل پنجم در اولاد امجاد حضرت سید الشہداء و اسمائے تہران نعبو طہران)

ترجمہ :

شیخ مفید نے ارشاد میں اور امین الاسلام طبرسی نے اعلام الوریٰ

بی اور احمد بن مہنیٰ نے عمدۃ المطالب میں اور بعض دیگر مشہور علماء نے فرمایا ہے
کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے چھ بچے تھے۔ چار لڑکے اور دو لڑکیاں۔ علی بن
حسین اکبر جن کی کنیت ابو محمد تھی۔ علی بن حسین اصغر جن کی کنیت ابوالحسن
تھی۔ اور دونوں کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ جعفر بن حسین اور عبدالرحمٰن
بن حسین۔ ایک صاحبزادی فاطمہ خاتون اور دوسری سکینہ تھی۔

قارئین کرام حوالہ بالا اس کتاب کا ہے کہ جس کے ٹائٹل پر لکھا ہوا ہے۔ کہ یہ تاریخ کی ایسی کتاب ہے۔ جو اصول معتبرہ، تاریخ معتبرہ کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اور اس کا مصنف العالم، العامل، الثقہ، الجلیل، الکامل، رکن الاسلام والمسلمین محمد ہاشم بن علی خراسانی ہے۔

تاریخ ائمہ:

حضرت امام حسین کی پانچ بیویوں سے چھ اولاد تھی۔ چار بیٹے اور دو
بیٹیاں ہوئیں۔ پہلی زوجہ جناب شہربانو سے حضرت امام زین العابدین
دوسری زوجہ لیلیٰ سے جناب علی اکبر تھے۔ جو کربلا میں شہید ہوئے۔
تیسری زوجہ قبیلہ قضاعہ سے تھیں جن سے ایک فرزند جعفر پیدا ہوئے
تھے۔ چوتھی زوجہ رباب سے جناب علی اصغر اور چھوٹی بیٹی سکینہ تھی
پانچویں زوجہ سے ام اسحاق سے بڑی بیٹی فاطمہ تھی۔ (ارشاد القلوب ج ۲)
جناب علی اصغر کربلا میں تیر کھا کر شہید ہوئے اور دونوں صاحبزادیوں میں
سے بڑی جناب فاطمہ کی شادی امام حسن کے بیٹے حسن مثنیٰ کے ساتھ اور
جناب سکینہ کی شادی امام حسن کے بیٹے عبداللہ کے ساتھ واقعہ کربلا سے پہلے
ہو چکی تھی۔ (تاریخ ائمہ ص ۲۸۰ مصنفہ علی حیدر نقوی کتب خانہ شاہ نجف لاہور

اندرون موچی دروازہ

امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کا ذکر

بحار الانوار

عَدَدُ اَوْلَادِہٖ صَلَوٰاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَجُمَلُ اَحْوَالِھِمْ وَاَحْوَالُ اَزْوَاجِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَقَدْ اَوْرَدْنَا بَعْضَ اَحْوَالِھِنَّ فِیْ بَابِ تَارِیْخِ السَّجَّادِ علیہ السلام کَانَ لِلْحُسَیْنِ علیہ السلام سِتَّۃُ اَوْلَادٍ علی بن الحسین الاکبر کُنْیَتُہٗ اَبُوْ محمد اُمُّہٗ شہر بانو بِنْتُ کِسْرٰی یزدجرد وعلی بن الحسین الاصغر قُتِلَ مَعَ اَبِیْہِ بِالطَّف وَقَدْ تَقَدَّمَ ذِکْرُہٗ فِیْمَا سَلَفَ وَاُمُّہٗ لَیْلٰی بنت ابی مرۃ بن عروۃ بن مسعود الثقفیۃ وجعفر بن الحسین لَا بَقِیَّۃَ لَہٗ وَاُمُّہٗ قضاعیۃ وَکَانَتْ وَفَاتُہٗ فِیْ حَیٰوۃِ الحسین وعبد اللہ بن الحسین قُتِلَ مَعَ اَبِیْہِ صَغِیْرًا جَآءَ سَھْمٌ وَھُوَ فِیْ حَجْرِ اَبِیْہِ فَذَبَحَہٗ وَسکینہ بنت الحسین وَاُمُّھَا الرَّبَابُ بنت امراء القیس بن عدی کلبیۃ معدیۃ وَھِیَ اُمُّ عبد اللہ ابن الحسین وفاطمۃ بنت الحسین وَاُمُّھَا ام اسحاق بنت طلحۃ بن عبد اللہ تمیمیۃ۔

(بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۰۳ قلمی تاریخ حسین ابن علی وعدد اولاد مطبوعہ ایران قدیم)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ان کے حالات۔ آپ کی بیویوں کے بعض حالات۔ ہم تاریخ سجاد میں بیان کر چکے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے چھ بچے تھے۔

(۱) علی بن حسین اکبر ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ ماں کا نام شہربانو دختر کسریٰ یزدجرد ہے۔

(۲) علی بن حسین اصغر جو اپنے والد کے ساتھ مقام کربلا میں شہید کر دیئے گئے۔ ان کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ ان کی والدہ کا نام ام لیلیٰ بنت ابی مرۃ بن عروہ بن سعد ثقفی تھا۔

(۳) جعفر بن حسین ان کی آگے نسل نہ چلی۔ ان کی والدہ قضاعیہ سے تھیں۔ ان کی وفات امام حسین کی زندگی میں ہو گئی تھی۔

(۴) عبداللہ بن حسین جو اپنے والد کے ساتھ بچپن میں شہید کر دیئے گئے اس طرح کہ ایک تیر ان کی طرف آیا جبکہ آپ امام حسین کی گود میں تھے اس تیر نے انہیں شہید کر دیا۔

(۵) سکینہ بنت حسین ان کی والدہ کا نام رباب بنت امرؤ القیس بن عدی کلبی سعدیہ تھا۔ اور یہی عبداللہ بن حسین کی والدہ تھیں۔

(۶) فاطمہ بنت حسین ان کی والدہ کا نام ام اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ تیمی تھا۔

ناسخ التواریخ:

ازیں حدیث مکشوف افتاد کہ حدیث دامادی قاسم بن حسن در کربلا و تزویج کردن حسین علیہ السلام فاطمہ را با او از اکاذیب رواۃ است

وحسین علیہ السلام را دو دختر افزوں بود یکے فاطمہ زوجہ حسن مثنیٰ و آں دیگر سکینہ بود۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم ص ۳۲۲ شرح حال ابن حسین علیہما السلام مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

اس حدیث سے واضح ہوا کہ قاسم بن محمد کا میدان کربلا میں امام حسین کا داماد بننا اور امام حسین کی شادی کربلا میں ان سے سرانجام پانا راویوں کے بجاسات میں سے ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ ایک فاطمہ زوجہ حسن مثنیٰ اور دوسری سکینہ تھی۔

قارئین کرام! ان معتبر اور مشہور تاریخ شیعہ سے واضح ہوا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کی صرف دو صاحبزادیاں تھیں۔ ایک فاطمہ رضی اللہ عنہا جو امام حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسن مثنیٰ کی زوجہ تھیں۔ اور دوسری صاحبزادی کا نام سکینہ تھا۔ ان کی شادی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دوسرے صاحبزادے عبداللہ سے ہوئی تھی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی فاطمہ واقعہ کربلا میں موجود تھیں (از کتب سنی وشیعہ)

حوالہ نمبر (۱) منتخب التواریخ:

وکافی است در فضیلت ایں مخدرہ کہ حضرت سید الشہداء وصیت خلطش را بایں مخدرہ سپرد۔ چنانچہ در اصول کافی از ۔۔۔

مرض اسہال داشت و مردم گمان نمیبردند کہ ازاں مرض صحت یابد و بعد از صحت جناب فاطمہ وصیت نامہ را بوی تسلیم کرد و کنوں آں وصیت خط نزد ما موجود است۔

(منتخب التواریخ ص ۲۴۳ باب ۷ فصل پنجم در ذکر اولاد سید الشہداء مطبوعہ تہران)

ترجمہ: سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے لیے ایک واقعہ کافی ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے وصیت نامہ ان کے سپرد فرمایا۔ جیسا کہ امام باقر سے اصول کافی میں روایت کیا گیا ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی شہادت کے وقت وصیت نامہ انہیں عطا فرمایا۔ جب حضرت زین العابدین پیچش کے مرض میں مبتلا تھے۔ لوگوں کا یہ خیال نہیں تھا کہ وہ تندرست ہوں گے سیدہ فاطمہ بنت حسین نے وصیت نامہ ان کے سپرد کر دیا اور اب اس وصیت نامہ کی تحریر ہمارے پاس موجود ہے۔

یہ حوالہ واضح طور پر بتا رہا ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میدان کربلا میں موجود تھیں آپ کو امام حسین رضی اللہ عنہ نے بوقت شہادت وصیت نامہ عطا فرمایا۔ اگر یہ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ تشریف فرما ہوتیں۔ تو بوقت شہادت وصیت نامہ ان کے سپرد نہ ہوتا۔

(۲) ناسخ التواریخ:

ایں ہنگام بروایت ابن طاؤس از مردم شام مردے سرخ روئے برخاست و روئے بایزید کرد و گفت یا امیر المومنین ایں کنیزک را بمن بخش و از ایں سخن فاطمہ دختر حسین را خواست فاطمہ چوں ایں بشنید بر خویشتن بلرزید و دامن عمہ خود زینب را بگرفت۔

(ناسخ التواریخ دراحوالات سید الشہداء۔ جلد سوم ص ۱۰ المطلب کردن شامی فاطمہ را بکنیزی مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:۔

اس وقت ابن طاؤس کی روایت کے مطابق ایک سرخ چہرے والا شامی اٹھا۔ اور یزید کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔ اے امیر المومنین! یہ لڑکی مجھے عنایت کر دو۔ وہ فاطمہ بنت حسین کو مانگ رہا تھا۔ جب سیدہ فاطمہؓ نے یہ سنا۔ تو ان پر کپکپی طاری ہوگئی۔ اور اپنی پھوپھی سیدہ زینب کا دامن تھام لیا۔

(۳) بحار الانوار:۔

عن عبد الله بن الحسن عن امه فاطمة بنت الحسين قال دخلت العامة علينا الفسطاس وانا جارية صغيرة وفي رجلي خلخالان من ذهب فجعل رجل يفض خلخالين من رجلي وهو يبكي۔ فقلت ما يبكيك يا عدو الله؟ فقال كيف لا ابكي وانا اسلب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت لا تسلبني قال اخاف ان يجيء غيري فياخذه۔

(بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۳۶ ما جری علیه بعد بیعة الناس ليزيد)

ترجمہ:

سیدہ فاطمہ بنت حسین سے ان کے بیٹے جناب عبد اللہ بن حسنؓ بیان

کرتے ہیں۔ میں چھوٹی عمر کی تھی۔ کہ کچھ لوگ ہمارے پاس آئے۔ اس وقت میرے پاؤں میں سونے کی دو جھانجریں تھیں۔ ایک شخص میری جھانجروں کو میرے پاؤں سے اتارنا چاہتا تھا اور وہ روبھی رہا تھا۔ میں نے پوچھا کیوں رو رہے ہو۔ اے اللہ کے دشمن؟ کہنے لگا۔ روؤں کیوں نہ حالانکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے پاؤں سے زیور اتارنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔ پھر نہ اتار کہنے لگا۔ مجھے ڈر ہے کہ کوئی اگر انہیں اتار کرلے جائے گا۔

(۴) بحار الانوار:-

قال علی ابن الحسین اُدْخِلْنَا علیٰ یزید وَنَحْنُ اِثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مُغَلَّلُوْنَ فَلَمَّا وَقَفْنَا بَیْنَ یَدَیْهِ قُلْتُ اُنْشِدُکَ اللّٰهَ یَا یزید مَا ظَنُّکَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم لَوْ رَاٰنَا عَلٰی هٰذِهِ الْحَالِ وَقَالَتْ فاطمة بنت حسین یا یزید بنات رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم سَبَایَا فَبَکَی النَّاسُ وَبَکٰی اهل الدار۔

(بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۰۵ مطبوعہ ایران قدیم الوقائع المتاخرۃ عن قتلہ)

ترجمہ:

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم بارہ آدمیوں

کے گلے میں طوق ڈال کر یزید کے سامنے حاضر کیا گیا۔ جب ہم اس کے سامنے کھڑے تھے۔ تو میں نے کہا۔ یزید تجھے اللہ کی قسم تو بتا کہ اگر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں دیکھتے تو تو کیا گمان کرتا۔ اور سیدہ فاطمہ بنت حسین نے کہا۔ اے یزید! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں قیدی؟ پس لوگ بھی رو پڑے اور گھر والے بھی رو دیئے۔

۵: البدایہ والنہایۃ:

فَلَمَّا دَخَلَتِ النِّسَاءُ عَلٰی يَزِيدَ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ الْحُسَيْنِ وَكَانَتْ أَكْبَرَ مِنْ سُكَيْنَةَ يَا يَزِيدُ بَنَاتُ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَبَايَا فَقَالَ يَزِيدُ يَا ابْنَةَ أَخِي أَنَا لِهٰذَا كُنْتُ أَكْرَهُ۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ہشتم ص ۱۹۶ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: جب مستورات اہل بیت یزید کے دربار میں آئیں۔ تو فاطمہ بنت حسین نے جو سکینہ سے بڑی تھیں کہا۔ اے یزید! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں قیدی؟ یزید کہنے لگا۔ اے بھتیجی میں بھی اسے پسند نہیں کرتا ہوں۔

۶) کامل ابن اثیر:-

ثُمَّ أُدْخِلَ نِسَاءُ الْحُسَيْنِ وَالرَّأْسُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَجَعَلَتْ فَاطِمَةُ وَسُكَيْنَةُ ابْنَتَا الْحُسَيْنِ تَتَطَاوَلَانِ لِتَنْظُرَا إِلَى الرَّأْسِ

وَجَعَلَ يَزِيدُ يَتَطَاوَلُ يَسْتُرُهُنَّ عَنْهُمَا الرَّأْسَ
فَلَمَّا رَأَيْنَ الرَّأْسَ صِحْنَ فَصَاحَ نِسَاءُ يَزِيدَ

وَوَلْوَلَ بَنَاتُ مُعَاوِيَةَ فَقَالَتْ فاطمه بنت
الحسين وَكَانَتْ أَكْبَرَ مِنْ سُكَيْنَةَ أَبَنَاتُ
رسول الله صلى الله عليه وسلم سَبَايَا يَا يَزِيدُ
فَقَالَ يَا ابنت اخي أَنَا لِهٰذَا كُنْتُ أَكْرَهُ قَالَتْ
وَاللهِ مَا تَرَكَ لَنَا خَرَصٌ فَقَالَ مَا أَتَى إِلَيْكُنَّ أَعْظَمُ
مِمَّا أُخِذَ مِنْكُنَّ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الشَّامِ فَقَالَ
هَبْ لِي هٰذِهِ يَعْنِي فاطمة۔

(کامل ابن اثیر جلد ۴ ص ۸۵-۸۶ ذکر مقتل حسین مطبوعہ
بیروت)

ترجمہ: پھر امام حسین کے خاندان کی عورتیں اندر آئیں۔ اور امام کا سر اُن کے سامنے تھا۔ تو سیدہ فاطمہ اور سکینہ بنت حسین آگے بڑھنے لگیں تاکہ سر کو دیکھ سکیں۔ اور یزید کوشش کر رہا تھا۔ کہ سر انہیں نظر نہ آئے پھر جب انہوں نے سر کو دیکھ لیا۔ تو غم زدہ ہوئیں پس یزید کے گھر والی عورتوں کی چیخ نکل آئی۔ اور حضرت معاویہ کی بیٹیاں بھی رونے لگیں۔ پھر فاطمہ بنت حسین نے کہا۔ جو سکینہ سے بڑی تھیں۔ اے یزید! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں قیدی؟ کہنے لگا۔ اے بھتیجی! میں بھی اسے ناپسند سمجھتا ہوں۔ کہنے لگیں۔ خدا کی قسم!

ہمارے لیے ایک بالی بھی نہیں چھوڑی۔ کہنے لگا۔ جو ہمارے لیے آیا ہے۔ وہ اس سے زیادہ ہے جو تم سے لیا گیا۔ پھر ایک شامی مرد کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ یہ فاطمہ مجھے دے دو۔

قارئین کرام! ہم نے چند کتب اہل سنت اور اہل تشیع سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد کے بارے میں حوالہ جات ذکر کیے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ کہ آپ کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادیوں میں بڑی کا نام فاطمہ اور چھوٹی کا نام سکینہ تھا۔ اور دونوں واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ اگر فاطمہ نامی صاحبزادی کو فاطمہ کبریٰ کہا جائے۔ تو فاطمہ صغریٰ سکینہ ہوں گی۔ تیسری اور کوئی صاحبزادی نہیں۔ اور اگر فاطمہ کو ہی فاطمہ صغریٰ کہا جائے۔ پھر بھی یہ میدان کربلا میں موجود تھیں۔ لہٰذا افتخار الحسن زیدی نے "خاک کربلا" میں صغریٰ کی فریادیں، ہاڑے اور چیخ و پکار اور ان کی بیماری کے قصے اور وہ بھی مدینہ منورہ رک رہتے ہوئے یہ سب من گھڑت اور جھوٹ کا پلندہ ہیں حقیقت سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ ثابت ہوا کہ فاطمہ صغریٰ کے خطوط اور آنے جانے والوں کو دردناک لہجہ میں پیغامات دینے سب بے اصل ہیں۔ مدینہ منورہ میں کوئی صاحبزادی امام حسین کی نہیں رہی تھی۔

سوال:

مذکورہ حوالہ جات سے جس فاطمہ نامی صاحبزادی کا واقعہ کربلا میں موجود ہونا ثابت ہے۔ وہ فاطمہ کبریٰ تھیں۔ جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی ہیں۔ اور مدینہ منورہ میں رہنے والی فاطمہ صغریٰ تھیں۔ جن کا عقد امام حسن کے بیٹے حسن مثنیٰ سے ہوا تھا۔ لہٰذا فاطمہ کبریٰ کے واقعہ کربلا میں موجود ہونے سے فاطمہ صغریٰ کی مدینہ منورہ میں موجودگی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ سو معلوم ہوا کہ فاطمہ صغریٰ

مدینہ منورہ میں تھیں۔

جواب اول :۔

جیسا کہ گزشتہ دونوں مکتبۂ فکر کی کتب معتبرہ سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ امام عالی مقام کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ ایک فاطمہ دوسری سکینہ ان کے علاوہ کوئی اور بیٹی نہ تھی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔ یہ حوالہ شیعہ مؤرخ کی کتاب سے ہے۔ جو نہایت مستند سمجھی جاتی ہے۔

ناسخ التاریخ :۔

وآں حضرت را از دو دختر افزوں نبود نخستیں فاطمہ وآں دیگر سکینہ۔

(ناسخ التاریخ جلد چہارم ص ۲۴۱ در احوال سید الشہداء مطبوعہ تہران)

ترجمہ :۔

امام عالی مقام کی صاحبزادیاں دو سے زیادہ نہ تھیں پہلی بڑی صاحبزادی کا نام فاطمہ اور دوسری کا نام سکینہ تھا

ناسخ التاریخ :

وحسین علیہ السلام را دو دختر افزوں نہ بود یکے فاطمہ زوجہ حسن مثنیٰ وآں دیگر سکینہ بود بعضے گویند او را دختر دیگر بود کہ زینب نام داشت

(ناسخ التواریخ جلد دوم ص ۳۲۴، احوال سید الشہداء)

ترجمہ :۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی صرف دو صاحبزادیاں تھیں۔ ایک فاطمہ جو حسن مثنیٰ کی زوجہ تھیں۔ اور دوسری کا نام سکینہ ہیں۔ اور بعض نے تیسری صاحبزادی کا ذکر بھی کیا۔ لیکن ان کا نام فاطمہ صغریٰ نہیں بلکہ زینب

قارئین کرام! ناسخ التواریخ کے حوالہ سے معلوم ہوا کہ امام عالی مقام کی دو صاحبزادیوں پر اکثریت متفق ہے۔ جن کے نام فاطمہ اور سکینہ ہیں۔ اور بعض نے تیسری صاحبزادی کا ذکر بھی کیا لیکن ان کا نام فاطمہ صغریٰ نہیں بلکہ زینب تھا۔ زیادہ مشہور قول کونسا ہے؟ ملاحظہ ہو۔

کشف الغمہ:

اَمَّا الْبَنَاتُ فَزَیْنَبُ وَسَکِیْنَۃُ وَفَاطِمَۃ هٰذَا قَوْلٌ مَّشْهُوْرٌ وَقِیْلَ کَانَ لَهٗ اَرْبَعُ بَنِیْنَ وَ بِنْتَانِ وَالْاَوَّلُ اَشْهَرُ۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوم ص ۳۸ فی ذکر اولاد امام علیہ السلام مطبوعہ تبریز)

ترجمہ: آپ کی صاحبزادیاں زینب، اور سکینہ اور فاطمہ تھیں۔ یہ قول مشہور ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ کے چار بیٹے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ اور اول زیادہ مشہور ہے۔

پلو مان لیتے ہیں۔ کہ آپ کی صاحبزادیاں دو نہیں بلکہ تین ہی تھیں۔ حالانکہ دو پر سب کا اتفاق ہے۔ تیسری صاحبزادی کا جن مؤرخین نے ذکر کیا۔ انہوں نے بھی صاف صاف اس کا نام زینب لکھا ہے۔ فاطمہ نام کی صاحبزادی آپ کی صرف ایک ہی تھی۔ اس لیے زینب کو فاطمہ صغریٰ قرار دینا بالکل غلط ہے۔ اور جو اصل فاطمہ تھیں وہ میدان کربلا میں موجود تھیں۔ اور سکینہ بھی واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ فاطمہ صغریٰ کا واقعہ کربلا کے وقت مدینہ طیبہ میں موجود ہونا ہرگز ثابت نہیں اور نہ ہی اُن تمام واقعات کا جو اس نام سے منسوب ہیں۔ یہ قصہ جات صرف واعظین نے گھڑے ہیں۔ تاکہ حاضرین کو رُلائیں۔ اور اپنا نام روشن ہو کر فلاں مقرر نے کیا رنگ باندھا۔ اور مدینہ منورہ میں فاطمہ صغریٰ

کو چھوڑ جانا از روئے نقل تو آپ پڑھ چکے۔ بالکل غلط اور کذب بیانی ہے۔ از روئے عقل بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ جب امام عالی مقام اپنے تمام اہل وعیال کو ساتھ لے جا رہے ہیں۔ "صغری" کو کیوں نہ ساتھ لیا۔ اور پھر ان کی بیماری کی حالت میں کس کے سپرد کرکے جا رہے ہیں؟

جواب دوم:

اگر بفرض محال تسلیم کر لیا جائے۔ کہ امام حسین رض کی فاطمہ نامی دو صاحبزادیاں تھیں۔ تو تاریخی شواہد بتاتے ہیں۔ کہ آپ کی دونوں صاحبزادیاں واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ جیسا کہ ناسخ التواریخ جلد سوم ص ۴۲ تا ۴۴ پر خطبہ فاطمۃ الصغریٰ نقل کیا ہے۔ جو انہوں نے بازار کوفہ میں پڑھا۔

ناسخ التواریخ:

اِسْتَدْعیٰ اِبْنَتَہٗ فاطمۃ الکبریٰ وَ اَوْدِعَ عِنْدَھَا صَحِیْفَۃً مَلْفُوْفَۃً وَ وَصِیَّۃً ظَاھِرَۃً لِاَنَّ عَلِیَّ بن الحسین کَانَ فِیْہِ مَرَضٌ اَوْشَہَا لِوَ کَانَ النَّاسُ لَا یَظُنُّوْنَ بِہِ الصِّحَّۃَ فِیْ مَرَضِہٖ فَلَمَّا شُفِیَ مِنْ مَرَضِہٖ سَلَّمَتْہُ اُخْتُہُ الْوَصِیَّۃَ وَالصَّحِیْفَۃَ وَھِیَ الْاٰنَ عِنْدَنَا۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم در احوالات شہید الشہداء ص ۲۶۲ مطبوعہ ایران اسرار امامت)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی فاطمہ کبریٰ کو بلا کر انہیں ایک لپٹا ہوا خط

اور وصیت نامہ سپرد فرمایا۔ کیونکہ علی بن حسین ان دنوں مرض اسہال میں تھے۔ اور لوگوں کا خیال تھا۔ کہ وہ تندرست نہیں ہوں گے۔ جب وہ بیماری سے صحت یاب ہو گئے۔ تو ان کی ہمشیرہ نے انہیں وصیت نامہ اور لفافہ سپرد کر دیا۔ اور وہ اب ہمارے پاس محفوظ ہے۔

مذکورہ حوالہ جات سے بھی معلوم ہوا۔ کہ امام عالی مقام کی اگر دو صاحبزادیاں فاطمہ کبریٰ اور فاطمہ صغریٰ تسلیم کر لی جائیں۔ تب بھی شیعہ ذاکرین اور سنی واعظین کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ فاطمہ صغریٰ کی جو دردناک داستان بیان کی جاتی ہے۔ وہ مدینہ منورہ میں پیچھے رہ جانے والی بیان کی جاتی ہیں اور ان حوالہ جات سے دونوں صاحبزادیوں کا واقعہ کربلا میں موجود ہونا ثابت ہوتا ہے۔

نوٹ :-

امام عالی مقام کی دو صاحبزادیوں کا نام فاطمہ کبریٰ اور فاطمہ صغریٰ بتانا اور پھر فاطمہ صغریٰ کا بازار کوفہ میں خطبہ دینا اور فاطمہ کبریٰ کو امام حسینؓ کا وصیت نامہ عطا کرنا اس میں یا تو کاتب کو غلطی لگی ہے۔ کہ اس نے کبریٰ اور صغریٰ کے نام سے آپ کی دو بیٹیوں کا میدان کربلا میں موجود ہونا ذکر کیا۔ یا پھر اصول کافی کے ترجمہ میں مرزا تقی نے غلطی کی ہو۔ کیونکہ گزشتہ حوالہ جات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ منتخب التواریخ کے مطابق آپ کے وصیت نامہ کو لینے والی صاحبزادی عمر میں بڑی فاطمہ نامی تھیں۔ اس بڑائی کی وجہ سے اُسے کبریٰ لکھا گیا ہو لیکن چھوٹی صاحبزادی عمر میں صغریٰ تو ہو سکتی ہے۔ لیکن ان کا نام سکینہ تھا۔ وہ فاطمہ صغریٰ نہیں بن سکتیں۔ تیسری لڑکی تھی ہی نہیں اگر تھی بھی تو اس کا نام زینب تھا۔ تاریخ الائمہ ص ۲۹۰ میں لکھا ہے۔ کہ آپ کی صاحبزادیوں میں سے بڑی

سیدہ فاطمہ کی شادی امام حسنؓ کے بیٹے حسن مثنیٰ سے ہوئی تھی۔ اور چھوٹی سکینہ نامی کی شادی انہی کے بیٹے عبداللہ سے ہوئی تھی۔ (اعلام الوری ص ۲۰۳) البتہ حقیقت یہ ہے کہ جس صاحبزادی کو آپ نے وصیت نامہ دیا۔ اور جس نے کوفہ کے بازار میں خطبہ دیا۔ وہ ایک ہی تھیں ان کا نام فاطمہ بنت حسین تھا۔ ان کی چھوٹی ہمشیرہ سکینہ نامی بھی میدان کربلا میں موجود تھیں۔

قارئین کرام! آپ نے واقعہ فاطمہ صغریٰ کی حقیقت کو ملاحظہ فرمایا کہ جس میں رائی بھر بھی سچائی کا وجود نہیں پایا جاتا۔ اول تا آخر جھوٹ کا پلندہ ہے جس میں صرف مرثیہ خانوں اور نوحہ خوانی کے لیے بہترین رولانے اور پٹانے کا موقعہ مہیا کیا ہے۔ اور شیعہ لوگوں کی حوصلہ افزائی اور ان کی سچائی کو داد دی ہے۔ اس کے علاوہ اسی مصنف صاحبزادہ افتخار الحسن نے اپنی اسی کتاب میں جو کربلا کی دسویں رات کا واقعہ نقل کیا ہے اس میں بھی نوحہ خوانی اور مرثیہ خوانی کے ذریعہ خوب رولانے پٹانے کی کوشش کی ہے۔ کہ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ خاک کربلا کی فوٹو کاپی درج ذیل ہے۔

خاک کربلا

نواسۂ رسولؐ نے دعا کے بعد مدینہ پاک کی جانب نگاہ اٹھائی۔ گنبد خضریٰ کا تصور کیا اور تربت زہراؓ کا نقشہ آنکھوں میں سمویا۔ تو

نظر آیا کہ شہ دوسرا تشریف لائے ہیں

برہنہ پا گروہ انبیاء کے ساتھ آئے ہیں

قریب آکر نواسے کو لگایا اپنے سینے سے

بٹھا کر گود میں پیر یوں کہا دل کے نگینے سے

کہا:

خلیل اللہ کی سنت اب مکمل ہونے والی ہے
ترے غم میں یہ دنیا تاقیامت رونے والی ہے
اُٹھے خنجر تو بیٹا تم سرِ اقدس جھکا دینا
میری چومی ہوئی گردن خوشی سے تم کٹا دینا

رات آدھی ہو چکی تھی اور ہر طرف خاموشی ہی خاموشی تھی۔ امام مظلوم سجدے سے سر اُٹھایا مُصلے سے اُٹھے اور شہزادہ علی اکبر کو فرمایا بیٹا جاؤ۔ اور میدانِ کربلا کا نقشہ دیکھ آؤ ___ شہزادہ علی اکبر اُٹھے۔ اور رات کی خاموشی میں میدانِ کربلا کے چاروں طرف نگاہ دوڑائی! میدان کے وسط میں دیکھا کہ ایک بُرقع پوش خاتون اپنے دامن سے کربلا کی زمین کو صاف کر رہی ہے۔ علی اکبر اس خاتون کے پاس آئے اور پوچھ لے بی بی تُو کون ہے! اور زمین کربلا کو کیوں جھاڑتی ہے؟ تو خاتون خاموش رہی۔ علی اکبر واپس آئے تو امام عالی مقام نے پوچھا۔ علی اکبرؑ میدان کربلا میں کوئی چیز نظر آئی! عرض کی ہاں حضور! میدان کے وسط میں ایک بُرقع پوش خاتون ہے جو اپنی چادر سے زمین کو جھاڑ رہی ہے۔ میں نے قریب جاکر اس خاتون سے پوچھا ہے کہ تُو کون ہے۔ اور زمین کو کیوں جھاڑ رہی ہے۔ مگر وہ بولی نہیں۔ امام مظلوم کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ بیٹے نے پوچھا۔ ابا جان آپ رونے کیوں لگے؟ تو امام پاک نے فرمایا بیٹا! یہ میری ماں فاطمہؑ ہے جو اپنی چادر سے زمین کربلا کو اس لئے صاف کر رہی ہے تاکہ میرے بیٹے حسینؑ کے جسم پر کوئی کنکر نہ چبھ جائے ؎

کہ اس مقتل میں لیٹے گا صحیح لختِ جگر میرا
یہاں تڑپے گا بے گور و کفن نورِ نظر میرا

قارئین کرام!

میدان کربلا میں سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا تشریف لانا، زمین کو ہموار کرنا وغیرہ یہ سب ایسی باتیں ہیں۔ جن کا ذکر کسی ایک بھی صحیح روایت میں نہیں ملتا۔ علی اکبر سے امام عالی مقام کا رو رو کر فرمانا۔ کہ یہ تیری والدہ محترمہ ہیں۔ آخر اس سے کیا ثابت کیا جا رہا ہے؟ یہی کہ سامعین کو خوب رولایا جائے اور نوحہ خوانی کی طرح ڈالی جائے۔ ایسے غلط اور جھوٹ پر مبنی واقعات سے خاندان اہل بیت کی خوشنودی تو کجا بلکہ ان کی ناراضگی حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ان حضرات نے نہ جھوٹ بولا اور نہ جھوٹ کو پسند فرمایا فقط احسن وغیرہ کا ایسے فرضی واقعات بیان کرنے کا مقصد جلسہ کو گرمانا اور لوگوں میں غم حسین بھرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مصنفین کو آل بیت پاک کے صحیح مقام منصب کے مطابق ان کے بارے میں صحیح روایات و تحقیق لکھنے اور بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی واہ واہ سے ان حضرات کی گستاخی سے بچائے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

پچہل ۴۲ و دوم

شہادت نواسۂ سید الابرار مصنفہ مولوی عبد السلام

شہادت نواسہ سید الابرار مناقب آل نبی المختار

حضرت فاطمہ صغریٰ بنت حسین علیہا السلام کی شادی حضرت حسن مثنیٰ سے ہو چکی تھی۔ اور آپ مدینۃ الرسول میں اپنے شوہر حسن مثنیٰ کے گھر پر مع بچوں کے موجود تھیں۔ اس لیے نہ آپ ان کو ہمراہ لے گئے اور نہ ہی اصولی طور پر ان کا لے جانا ضروری تھا۔ آپ تندرست تھیں کوئی وجہ مانع نہ تھی۔ اگر ان کو حضرت امام لے جانا چاہتے۔ تو لے جا سکتے تھے۔ لیکن ایسا کرنا حضرت امام کی شان کے خلاف تھا۔ اس لیے اس وقت ان کے شوہر تجارت کے سلسلہ میں کسی دوسرے ملک گئے ہوئے تھے۔ ان کی اجازت کے بغیر بیٹی اور بچوں کو لے جانا شرعاً غیر مناسب تھا۔ (شہادت نواسہ سید الابرار مناقب آل نبی المختار ص ۸۰-۵ مصنفہ محمد عبد السلام قادری رضوی مکتبہ حامدیہ لاہور پاکستان واقعہ سیدہ فاطمہ صغریٰ بنت حسین علیہ السلام تحقیق کی کسوٹی پر)

اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فاطمہ صغریٰ نام کی امام حسین کی صاحبزادی تھی۔ جو امام حسن کے بیٹے حسن مثنیٰ کے عقد میں تھیں۔ اور یہ امام حسین کے ساتھ کربلا نہیں

تھیں۔ اس لیے ثابت ہوا۔ کہ امام عالی مقام کی ایک بیٹی واقعہ کربلا کے وقت مدینہ منورہ میں اپنے خاوند کے گھر موجود تھیں۔

جواب:

ہم مانتے ہیں۔ کہ شہادت نواسہ سید الابرار کے مصنف مولانا عبدالسلام قادری نے بہ نسبت دوسرے حضرات کے قدرے احتیاط برتی ہے۔ لیکن اس واقعہ کو نقل کرتے وقت انہوں نے بھی تحقیق سے کام نہیں لیا اگرچہ انہوں نے اس واقعہ پر عنوان تحقیق کی کسوٹی لکھا ہے۔ اول تو انہیں چاہیے تھا۔ کہ اس واقعہ کے لکھنے کے بعد اس کتاب کا نام لکھتے جس سے انہوں نے یہ واقعہ نقل کیا۔ ہو سکتا ہے کہ کسی نامعتبر کتاب سے انہوں نے نقل کیا ہو۔ لیکن میں نے جہاں تک دونوں طرف کی کتب معتبرہ کا مطالعہ کیا۔ اور چھان بین کی۔ تو حقیقت یہی نظر آئی۔ کہ امام حسن رض کے صاحبزادے حسن مثنیٰ کے عقد میں حضرت امام حسین رض کی جو صاحبزادی تھیں۔ وہ سیدہ فاطمہ صغریٰ تھیں۔ یہ دونوں میاں بیوی واقعہ کربلا میں موجود تھے۔ سیدہ فاطمہ رض کی موجودگی کی تحقیق گزشتہ حوالہ جات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ ان کو ہی امام حسین رض نے وصیت نامہ دیا تھا۔ اور کوفہ کے بازار میں خطبہ دینے والی بھی یہی تھیں۔ اب ان کے خاوند حسن مثنیٰ کی موجودگی کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

ناسخ التواریخ:

وازیں جملہ ہفت تن روزِ عاشورہ در رکاب سید الشہداء علیہ السلام ملازمت داشتند نخستین حسن مثنیٰ .... ذکر حال حسن مثنیٰ و بالجملہ حسن مثنیٰ دریوم طف بلشکر ابن سعد جہاد کرد۔ وزخم فراواں یافت......... بالجملہ حسن مثنیٰ در کربلا سعادت شہادت نہ یافت وبسلامت از آنجا وارد مدینہ شد

(ناسخ التواریخ جلد دوم ... احوال امام سید الشہداء ص ۲۳۳ تا ۲۴۴ ذکر حال حسن مثنیٰ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

ان تمام حضرات میں سے سات اشخاص یوم عاشور کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے رکاب کے ساتھ موجود تھے۔ پہلے حسن مثنیٰ تھے ....
مختصر یہ کہ حسن مثنیٰ نے یوم عاشور کو ابن سعد کے لشکر کے ساتھ جہاد کیا اور بہت زیادہ زخمی ہو گئے ...... مختصر یہ کہ حسن مثنیٰ نے میدان کربلا میں جام شہادت نوش نہ فرمایا، اور تندرست حالت میں مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

عمدۃ الطالب:۔

وَكَانَ الحسن بن الحسن شَهِدَ بِالطَّفِّ مَعَ عَمِّهِ الْحُسَيْنِ وَأُثْخِنَ بِالْجِرَاحِ فَلَمَّا أَرَادُوا أَخْذَ الرؤس وَجَدُوا بِهِ رَمَقًا فَقَالَ اسماء ابن خارجه بن عيينه بن حضر بن حذيفه بن بدر الفزاری دَعُوهُ لِي فَإِنْ وَهَبَهُ الْأَمِيرُ عبيد الله بن زياد لی وَإِلَّا رَأَى رَأْيَهُ فِيهِ فَتَرَكُوهُ لَهُ فَحَمَلَهُ إِلَى الْكُوفَةِ وَحَكَوْا ذَالِكَ لِعبيد الله بن زياد فَقَالَ دَعُوا لِأَبِي حَسَّانِ ابن اخته وَعَالَجَهُ اسماء حَتَّى بَرِئَ ثُمَّ لَحِقَ بِالْمَدِينَةِ۔

(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص ۱۰۰
المقصد الثانی مطبوعہ نجف)

ترجمہ:

امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حسن مثنیٰ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقعہ کربلا میں

شامل تھے۔ اور بہت زیادہ زخمی ہو گئے۔ جب لوگوں نے شہداء کے سروں کو اٹھانے کا ارادہ کیا۔ تو ان کے جسم میں زندگی کے آثار پائے جس پر اسماء بن خارجہ نے کہا۔ انہیں میرے لیے چھوڑ دو۔ اگر عبیداللہ بن زیاد نے انہیں مجھے ہبہ کر دیا۔ تو بہتر۔ ورنہ وہ جو رائے ظاہر کرے گا۔ لوگوں نے حسن مثنیٰ کو اسماء کے سپرد کر دیا۔ وہ انہیں اٹھا کر کوفے آئے لوگوں نے اس کی خبر عبیداللہ بن زیاد کو پہنچائی۔ اس نے کہا۔ کہ انہیں ان کے ماموں ابو حسان کے پاس ہی رہنے دو۔ ان کا اسماء نے علاج کیا حتی کہ وہ تندرست ہو گئے۔ پھر یہ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

تہذیب التہذیب:

قُلْتُ قَرَأْتُ بِخَطِ الذَّهَبِي مَاتَ سنة ٩٧ھ وَالَّذِي فِي صَحِيْحِ الْبُخَارِي فِي الْجَنَائِزِ قَالَ لَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بن الحسن بن على ضَرَبَتْ اِمْرَاَتُهُ الْقُبَّةَ عَلىٰ قَبْرِهِ الحديث وَقَدْ وَصَلَ الْمَحَامِلِي فِي أَمَالِيْهِ مِنْ طريق جرير عن مغيرة وقال الجحابي وَحَضَرَ مَعَ عَمِّهِ كَرْ بَلَاءَ مَا اسماء بن خارجة الغزارى لِاَنَّهُ اِبْنُ عَمِّهِ و ذكره ابن حبان فى الثقات۔

(تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۲۶۳ حرف حاء لفظ حسن۔ مطبوعہ حیدر آباد دکن)

ترجمہ:

میں کہتا ہوں۔ کہ میں نے ذہبی کے ہاتھ سے لکھا خط پڑھا کہ حسن مثنیٰ کا

> ۹۰ھ میں انتقال ہوا۔ اور وہ جو صحیح بخاری کتاب الجنائز میں آیا ہے۔ کہ جب حسن مثنیٰ کا انتقال ہوا۔ تو ان کی زوجہ نے ان کی قبر پر خیمہ لگایا الحدیث۔ اور محاملی نے اپنی امالی میں بطریق جریر عن مغیرہ اسے لکھا ہے۔ اور رجال نے کہا۔ کہ حسن مثنیٰ اپنے چچا امام حسین کے ساتھ میدان کربلا میں حاضر تھے۔ ان کی حمایت اسماء بن خارجہ نے کی۔ کیونکہ وہ ان کے چچازاد بھائی تھے۔ ابن حبان نے انہیں ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

ان تاریخی حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ حسن مثنیٰ بھی امام عالی مقام کے ساتھ واقعہ کربلا میں موجود تھے۔ اور یزیدیوں کے ہاتھوں شدید زخمی ہوئے۔ اسماء بن خارجہ نے اپنی تحویل میں رکھنے کی عبیداللہ بن زیاد سے درخواست کی۔ جو مان لی گئی۔ انہوں نے حسن مثنیٰ کا علاج کیا وہ تندرست ہو کر مدینہ منورہ واپس آئے اور واقعہ کربلا کے تقریباً ۲۰ سال بعد انتقال فرمایا۔ ان کی زوجہ فاطمہ بنت حسین ہیں وہ بھی ان کے ہمراہ کربلا میں موجود تھیں۔ مولانا عبدالسلام قادری نے اگرچہ "فاطمہ صغریٰ" کے فرضی واقعات اور مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے آہ وزاری کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن ان تمام واقعات کی جو جڑ ہے۔ وہ لکھ دی۔ یعنی حسن مثنیٰ کا کربلا کی بجائے تجارت کے لیے کہیں چلے جانے اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت حسین کا مدینہ منورہ میں ہی رہ جانا۔ لیکن دونوں طرف کی معتبر کتب تاریخ اس کا سرے سے انکار کرتی ہیں۔ یاد رہے کہ فاطمہ صغریٰ کا یہ جھوٹا افسانہ اور کتابیں بھی موجود ہے جیسے خاک کربلا اور اس کی طرح مولوی نوری قصوری کی بارہ تقریروں میں ص۶۳ پر بھی صغریٰ کا خط مرثیہ خوان اور نوحہ خوانی کے انداز میں لکھا گیا ہے۔ اب ہم بارہ تقریروں کو مستقبل کتاب کا عنوان دے کر خطِ صغریٰ کی فوٹو کاپیاں لف کرتے ہیں۔

کتاب چہل و سوم ۴۳
باراں تقریراں مصنفہ نوری قصوری

آپ ایک ایک کو تسلیاں دے رہے ہیں۔ جب آپ گھوڑے پر سوار ہونے لگے تو دیکھا کہ گھوڑا کانپ رہا ہے۔ آپ نے دیکھا گھوڑے کے ساتھ معصوم سکینہ کھڑی ہے اور رو رہی ہے "اباجی! مجھے یتیم کر کے جا رہے ہو۔ اب 'اباجان' کسے کہہ کر پکاروں گی۔" امام عالی مقام نے گھوڑے سے اتر کر بچی کو سینے سے لگایا اور تسلی دی۔ اس بیٹی کو تسلی دے رہے تھے کہ دوسری بیٹی کا خط پہنچا۔[1] اس خط کا مضمون بعض روایتوں میں اس طرح آتا ہے، پنجابی کے ایک شاعر نے اس کو یوں نظم کیا ہے :-

صغریٰ کا خط

حال زار دے رب رسول شاہد اشکبار نے ارض و سما بابا
تساں جدوں مدینیوں کوچ کیتا دساں کیہہ ورتی میرے بھا بابا
پھوپھی بی بی زینب، اماں شہربانو جلن کدوں وچھوڑے لا بابا
پچھی کسے بیمار دی سار ناہیں گئیاں مدتاں ڈھیر وہا بابا
اصغر بال بن تے گلاں ہوگ کردا رہن وچ وچھوڑے گھا بابا
ننھے لال دا رونی ہاں رات پچھلی جھولا نال خیال جھلا بابا
کدی فاطمہ بی بی دی قبر اُتے کدی روضے تے رونی ہاں جا بابا
آہیں میریاں تینوں ذرا دی اڈ جاندی ٹھنڈی صبح دی باد صبا بابا
نام رب دے سد نوں کول اپنے کرساں خدمتاں ادب بجا بابا
بھنا اصغر نوں لوریاں دیساں گی نالے لوان گی کول سلا بابا

---

[1] یہ خط امام عالی مقام کی صاحبزادی صغریٰ کا تھا جو مدینہ طیبہ ہی میں رہ گئی تھیں اس لیے کہ

ایسا صغری غریب نوں بھل گئے ہو بخشو چا جے کوئی خطا بابا
کُرتہ اصغر لئی اک تیار کیتا جنہیں دیوساں آپ پہنا بابا
مِن واسطے بہت اُداس ہاں میں کرو کرم بنام خدا بابا
پانی بھراں گی کپڑے دھوو ساں گی کھانا لواں گی خُوب پکا بابا
امام عالی مقام اس درد بھرے خط کو سے کر خیمے میں گئے۔ خط سنتے ہی ایک دم کہرام برپا ہو گیا۔
خط سنانے کے بعد آپ خیمے سے باہر آئے اور قاصد سے کہا کہ اس امتحان کرب و بلا میں آنیوالے
واپس مدینہ پاک جا کر میری بیٹی کو میرا بھی ایک پیغام پہنچا دے۔ آپ نے فرمایا:

خط کا جواب

آکھیں صُغریٰ نوں جا کے باپ تیرا کربل وسدی جھوک نشا بیٹھا
بچے عون و محمد تے اکبر اصغر قاسم اتے عباس گنا بیٹھا
اپنے وچ مقصد کامیاب ہو کے سینہ رب دا شکر بجا بیٹھا
باقی دم دا دم مہمان ہاں میں تگی پریت نوں توڑ نبھا بیٹھا
آکھیں قاصدا خط نوں چم کے تے بابا رو رو نیر وہا بیٹھا
تیرا باغیاں باغ اُجاڑیا اے کر کے صبر میں تن تنہا بیٹھا
تیری یاد ستانے تے صبر کرنا صبر نال مقصود میں پا بیٹھا
ساقی پوریا جام شہادتاں دا کُر شوق دے نال میں لا بیٹھا
اب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ ابن سعد کے لشکر کے سامنے جلوہ افروز ہیں۔ کوفی
ت ملی کے شیر کا رُعب و دبدبہ دیکھ کر لرز گئی سے

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے

آپ نے لشکر کے سامنے تشریف لا کر ان سنگ دل ظالموں کو آخری بار قرابت رسول
ر اپنی عزت و حشمت یاد دلائی۔

نوٹ: حضرت فاطمہ صغریٰ بنت حسین کے واقعہ کو سنی واعظین کے علاوہ ایک اور نام نہاد سنی صائم چشتی فیصل آبادی نے بھی یہ واقعہ پوری رنگینی اور درد و فغاں کے ساتھ اپنی تصنیف "شہید ابن شہید" میں ص ۳۰۱ تا ۳۰۴ پر ذکر کیا جن کی فوٹو کاپیاں بھی لف کی جا رہی ہیں۔

قاصدِ مدینہ

اصغر، اکبر، قاسم ایدھر لنگ گئے رب دے پیکے
چک چک اُڈیاں صغریٰ اودھر راہ ویران ڈالے تکے
ایدھر بابل لال اپنے دی ڈھیری پیا بناوے
وچ خیالاں اوہ اصغر دا جھولا پئی جھلاوے (صائم چشتی)

حضرت علی اصغر کو دفن کرنے کے بعد امام عالی مقام اب خود ہی میدان کارزار کا رُخ کرنے والے ہیں۔ اس لئے کہ اب آپ کو روکنے والا کوئی بھی نہیں۔ تمام ساتھی ایک ایک کرکے آپ پر فدا ہو چکے ہیں۔ آپ نے ایک نظر میدانِ کارزار کو دیکھا۔ پشت پر ویرانہ اور جلے ہوئے خیمے ہیں۔ اہل بیت کے ایک دو بڑے خیمے ہیں جن میں چیخوں اور آہوں کی صورت میں زندگی کے کچھ آثار نظر آتے ہیں۔ دائیں بائیں اور سامنے جہاں تک بھی نظر جاتی ہے یزیدی فوجوں کے پرے کے پرے نظر آتے ہیں۔ سورج کی تپش میں مزید اضافہ ہو چکا ہے۔ آپ نے خیال فرمایا کہ خیمے کے اندر جا کر اہل بیت کو آخری وصیت کرکے دربارِ خداوندی میں حاضر ہو جاؤں۔ ابھی آپ نے یہ خیال فرما کر خیموں کی طرف رُخ کیا ہی تھا کہ سامنے ریت کا ایک بگولا سا اُٹھتا نظر آیا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بگولے کے اندر ایک ناقہ سوار نظر آیا۔ آپ کو بھی شاید اسی کا انتظار تھا اس لئے کربلا کی خونی تصویر میں یہ خاکہ خالی تھا۔ ناقہ سوار آپ کے سامنے پہنچ چکا تھا۔ اونٹ بھی پسینہ پسینہ تھا اور ناقہ سوار بھی پسینہ میں شرابور تھا۔ اس نے اونٹ کو بٹھایا اور آپ کے قدم کو بوسہ دیا اور ... امام کارزار کو دیکھ کر مضطرب اور پریشان ہو گیا۔

وہ انتہائی مایوسی کے عالم میں آپ کو دیکھے جا رہا تھا - آپ نے خاموشی کو توڑتے ہوئے فرمایا - دوست ہم نہیں جانتے کہ تم کون ہو اور کس مقصد کے تحت یہاں ڈرتے ہوئے آ رہے ہو؟ اگر کوئی کام ہے تو بتاؤ ، ورنہ خدا حافظ - مجھے دشمن بار بار آواز دے رہے ہیں - اور جب آپ خیموں کی طرف بڑھنے لگے تو وہ شخص پکار اٹھا ، یا امام ! میری بات سن لیجئے -

آپ رک گئے تو اس نے کہا حضور ، میں آپ کی بیٹی کا قاصد ہوں - میں جب مدینہ سے کوفہ کے لئے روانہ ہونے لگا تو میں وہاں پر موجود تھا - حج کرنے کے بعد میں مدینہ منورہ میں زیارت رسولؐ کے لئے حاضر ہوا تو وہاں میں نے ایک پردہ نشین بچی کو دیکھا جو روضہ رسولؐ کے ساتھ ہی روضہ کے باہر بلند آواز سے رو رہی تھی - لوگ جاتے اُن کے رونے کی وجہ پوچھتے اور پھر اس کا سوال پوچھ کر واپس آ جاتے - ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ اس بچی سے پوچھوں کہ اسے کیا ضرورت ہے - شاید میں ہی اس کے کسی کام آ سکوں - اور پھر جب میں نے پوچھا کہ بیٹا کیا بات ہے آپ اس طرح روتی کیوں ہیں اور آپ کون ہیں -

معصومہ نے میری بات سنی تو اور زیادہ رونے لگی اور فرمایا : یا عم ! میں صغریٰ بنت حسینؑ ہوں - میرے ابا جان مکہ معظمہ سے کوفہ تشریف لے گئے تھے - یہ مجھے چچا عبداللہ بن جعفر نے بتایا تھا - کوفہ گئے ہوئے بھی انہیں کئی روز ہو چکے ہیں اُن کا خیریت نامہ نہیں آیا میں بیمار تھی اس لئے وہ مجھے چھوڑ کر مکہ معظمہ میں چلے گئے تھے اور وہیں سے کوفہ چلے گئے ہیں مجھے اُن سے بچھڑے ہوئے چھ ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے - چچا جان ! میرا دل ڈوب ڈوب جاتا ہے - میرے ابا جان نے فرمایا تھا ہم تمہیں جلد ہی اپنے پاس بلوا لیں گے -

میرے بھائی جان علی اکبر نے میرے ساتھ شرط لگا کر وعدہ کیا تھا کہ میری پیاری بہن میں تمہیں خود آ کر لے جاؤں گا - مگر نہ ابا جان نے کسی کو لینے بھیجا ہے اور نہ ہی بھائی جان علی اکبر ابھی تک آئے ہیں -

چچا ! میں بے حد اُداس ہو گئی ہوں مجھے ننھے علی اصغر کی یاد بہت ستاتی ہے میں نے اُس کے لئے کئی جوڑے کپڑے سی کر رکھے ہوئے ہیں - اُس کے خالی جھولے کو جھلاتی رہتی ہوں -

یا عم ! اگر آپ نے کوفہ کی طرف جانا ہو تو میرا خط میرے ابا جان کے نام لے

جائیں۔ بس میرا صرف یہ کام ہے۔ اس کام کے عوض میں آپ کو کئی چیزیں پیش کروں گی اور پھر وہ بچی حجرہ کے اندر چلی گئی اور میرے روتے روتے ایک ایک کرکے کئی چیزیں اٹھا لائی جن میں کچھ برتن اور ایک جانماز تھا۔ ایک دو کپڑے کی چادریں تھیں اور ایک پوٹلی میں چند چھوٹی چھوٹی چیزیں اور سکے وغیرہ بندھے ہوئے تھے۔

میں نے بچی کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا لاؤ بیٹی اپنا خط مجھے دے دو۔ میں اسی طرف کا رہنے والا ہوں۔ میں تمہارا خط ضرور پہنچا دوں گا اور یہ اپنی چیزیں اٹھا لو میں اہل بیتِ رسول کا خادم ہوں اور یہ بھی کیا کم سعادت ہے کہ ابنِ رسول کی بیٹی کا قاصد بن جاؤں۔ لیکن بچی بضد تھی کہ یہ سامان تم ضرور لے لو۔ تم یہ سامان تھوڑا سمجھ کر نہیں لے رہے۔ یہ سامان دیکھنے میں ضرور تھوڑا لگتا ہے لیکن بہت قیمتی سامان ہے بابا۔ اس میں میری دادی فاطمۃ الزہرا کے ہاتھوں کی کئی چیزیں بھی ہیں۔

یہ تھوڑا سا سامان قبول کرو۔ میرے بابا کو جب تم میرا خط دو گے تو وہ اور بھی بہت مال و دولت دیں گے۔ میرے ابا جان بڑے سخی ہیں۔ وہ تو سائلوں کو ویسے ہی بہت کچھ دے دیتے ہیں تم تو ان کی بیٹی کے قاصد بن کر جاؤ گے۔ پھر تمہاری تو بہت ہی قدر کریں گے اس کے علاوہ ہم سب تمہارے حق میں دعا بھی کریں گے اور اپنے نانا جان سے سفارش بھی کر دیں گے۔ اس معصومہ نے درد و فراق کی اور بھی بہت سی باتیں کی تھیں جن کے بیان کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ میں نے منت سماجت کر کے وہ سامان واپس کر دیا تھا اور یہ خط لیکر آپ تک پہنچا ہوں۔ میں نے دور سے اس طرف فوجوں کو دیکھ لیا تھا اس لئے راستہ بدل کر ادھر آیا تھا کہ دیکھتا جاؤں کہ یہ لشکر کدھر جا رہا ہے۔ مگر یہاں آکر دیکھا تو آپ کو اس حال میں پایا۔

امام عالی مقام نے ٹھنڈی سانس بھر کر فرمایا کہ لاؤ میری بیٹی کا خط دے دو۔ میری بیٹی نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میرے ابا جان تمہیں بہت کچھ دیں گے۔ اب تم ہمیں ملے ہی ایسے عالم میں ہو کہ ہم تمہیں دنیاوی مال سے وہ کچھ نہیں دے سکتے جو تمہارا حق بنتا ہے البتہ ہم اپنی بیٹی کا دوسرا وعدہ ضرور پورا کریں گے کہ تمہیں اپنے ساتھ لیکر جنت میں جائیں گے پھر بھی ٹھہرو۔ ہمیں اہل بیت کے خیموں سے جو کچھ بھی میسر آ سکا تمہیں لا کر دیتے ہیں۔ بعد

نے سُنا تو چیخیں نکل گئیں۔ عرض کیا۔ یا امام! میرے لئے وعدۂ آخرت ہی بہت بڑی دولت ہے خدا کے لئے اپنی یہ امانت بچا لیتے جائیے۔ پھر وہ کجاوے سے ایک چھوٹی سی پوٹلی نکال دیا آپ نے فرمایا یہ کیا ہے۔ عرض کی اس میں علی اصغر کے کپڑے ہیں۔

امام مظلوم نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے پوٹلی سنبھالی اور دل ہی دل میں کہا۔ صغرا بیٹی! اب تیرے اصغر کو کیسے یہ تیرا تحفہ پیش کیا جائے۔ اصغر کی تربت بھی قریب ہی تھی۔ آپ نے وہ پوٹلی اُس پر رکھ کر فرمایا۔ اصغر بہن کا تحفہ قبول کرو۔ اور پھر وہ کپڑے اور خط لیکر خیموں میں تشریف لے گئے۔

خدا کیا تماشا تھا جو بیک وقت سب کے دلوں پر گزر رہا تھا۔ شکوے ہی شکوے شکائتیں ہی شکائتیں۔ درد ہی درد، فراق ہی فراق۔ ابا جان سے شکوے، پھوپھی سے شکوے، امی سے شکوے، علی اکبر سے شکائتیں، سجاد سے شکوے، اصغر کی یادیں، سکینہ کے سلام۔ ایک ایک لفظ دلوں کو چیرتا جا رہا تھا۔ ایک ایک جملے پر چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ پیکر تسلیم و رضا امام مظلوم کی آنکھوں میں بھی اشکوں کا سیلاب آگیا تھا۔ درد و فراق کے آنسو بہے جا رہے تھے۔ دُکھے ہوئے دل کے آنسو۔ گرم گرم اور آتشیں آنسو۔ بیٹی کے غم سے غم آلود آنسو۔

ذکر سو چ کے اُمّت دسے سے بتھوں ہوئے قتل امام تے کی مُہندا
اصغر تائیں ذرا وکھاں آجاوے چیٹی اصغر ہے نال تے کی مُہندا
بے بچاؤ نا بے اکبر دکاوش تائیں چکھیاں بھریا سلام تے کی مُہندا
گھلیے صغری دے قاصد نوں مٹقہ امام دس کے حال تمام نے کی مُہندا

نوٹ:

یاد رہے۔ کہ صائم چشتی کی ایک اور تصنیف "مشکل کشا" ہے۔ جو حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کی سوانح پر لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں صائم چشتی نے حضرت علی المرتضے رضی اللہ عنہ کے متعلق انہی عقائد و نظریات کا پرچار کیا۔ جو رافضیوں کے ہیں۔ اور ان کے اصول دین میں سے شمار ہوتے ہیں۔ اور عنوان

بھی ایسے باندھے گئے ہیں جن سے یقیناً شیعیت ٹپکتی ہے۔ مثلاً "خلیفہ بلافصل علی امتی نبی سے بڑھ سکتا ہے۔ وغیرہ، مطلب یہ تھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام انبیاء کرام حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہیں۔ میں نے اس نام نہاد سنی نعت خواں کی اس کتاب کا تفصیلی اور تحقیقی رد "دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ" نامی کتاب میں لکھا ہے۔ جو دو جلدوں پر مشتمل بازار میں آ چکی ہے۔ اسے ضرور خریدیں تاکہ آپ کو کچھ ایسے پیروں اور مولویوں کے بارے میں پتہ چلے۔ جو سنیت کی آڑ میں شیعیت کا پرچار کرتے ہیں۔

ایک اور جھوٹی داستان

سیدہ سکینہ کا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کے پاؤں سے چمٹنا نوحہ خوانی کا منظر دکھانا

"شہید ابن شہید"، تصنیف صائم چشتی فیصل آبادی بھی ان کتب غیر معتبرہ میں سے ایک ہے۔ جسے نام نہاد سنی نے تصنیف کیا۔ نام نہاد سنی اس لیے کہہ رہا ہوں۔ کہ اس مصنف کی دوسری تصنیف "مشکل کشا"، کا آپ مطالعہ فرمائیں۔ تو اس سے سُنیت کی بجائے شیعیت ٹپکتی ہے۔ اس کی بھرپور اور تفصیلی تردید "دشمنان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ"، میں پڑھیئے۔ "شہید ابن شہید"، خاک کربلا کی طرح من گھڑت داستانوں اور حدود شرعیہ کو پامال کرنے والے جملوں سے اٹی پڑی ہے اس لیے اب ہم کتاب شہید ابن شہید کا مستقل عنوان دے کر سکینہ کی جھوٹی داستان نقل کرتے ہیں۔

کتاب چہل وچہارم ۴۴

شہید ابن شہید مصنفہ صائم نعت خواں فیصل آبادی

شہید ابن شہید

آپ بیمار عابد کے سر پر ہاتھ پھیر کر اُٹھے۔ مڑ کر دیکھا۔ تو وہاں کوئی اور ہی منظر بنا ہوا تھا۔ سیدہ زینب کے سر سے چادر اُتری ہوئی تھی۔ بال بکھرے ہوئے ہیں۔ نظر پتھرائی ہوئی ہے۔ آنسوؤں کے دو موٹے موٹے قطرے پلکوں سے نیچے آکر ٹھہرے ہوئے ہیں.......... صابروں کا امام بھی یہ منظر دیکھ کر تڑپ کر رہ گیا۔ حوصلہ کر کے آگے بڑھے۔ بہن کی گری ہوئی چادر کو اٹھایا۔ علی کی بیٹی کا سر ڈھانپ دیا۔ جناب سکینہ کو گود میں لیا علی اکبر کے سینہ کے خون سے لتھڑے ہوئے سکینہ کے چہرے کو اپنے عمامہ سے صاف کیا۔ آنکھوں میں پڑی ہوئی ریت کو عمامہ کا پلڑا پھیر پھیر کر نکالا۔ بکھرے ہوئے بالوں کو انگلیوں سے درست کیا۔ اور فرمایا۔ سکینہ ہوش میں آؤ۔ ابا کی آخری زیارت کرلو۔ پھر ساری عمر ابا کا چہرہ دیکھنے کے لیے ترس جاؤ گی۔ بیٹی سکینہ اٹھو۔ جلدی کرو۔ آخری ملاقات تو کرلو۔ آخری بار بابا کے سینہ سے آلپٹ جاؤ۔ پھر تو تمہیں بھی صغریٰ کی طرح ساری زندگی رو رو کر تڑپ تڑپ کر ہی گزارنا ہے ساتھو بیٹی اب بابا بھی علی اکبر کے پاس جا رہا ہے۔ آپ دامن سے پنکھا بھی کر رہے تھے۔ اور بے ہوش بیٹی سے گفتگو بھی فرما رہے تھے۔ جلدی معصومہ نے آنکھیں کھول دیں۔ خود کو بابا کی گود میں دیکھا۔ تو لپٹ گئیں۔ تین دن کی پیاسی بچی تین دن

کے پیاسے بابا سے گلے مل رہی ہے۔ بابا کی گود میں کچھ سکون ملا۔ بچی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ آپ نے تسلی دے کر فرمایا۔ صبر کرو میری بیٹی تم صابروں کی اولاد ہو۔ مجھے دشمن پکار رہے ہیں۔ اور میری خواہش تھی کہ تم مجھے آخری بار گلے مل لے۔ اب مجھے جانے دو۔ افسوس کہ تھوڑی دیر بعد تم یتیم ہو جاؤ گی۔ (شہید ابن شہید ص ۲۱۵، ۲۱۶۔ مطبوعہ چشتی کتب خانہ جھنگ بازار فیصل آباد)

شہید ابن شہید:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب اپنے گھوڑے کو چلانا چاہا۔ تو وہ ہل نہیں رہا تھا۔ آپ نے نگاہیں جھکا کر دیکھا۔ تو سیدہ سکینہ گھوڑے کے پاؤں سے لپٹی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا بیٹی ان معصومانہ کوششوں سے باپ کے دل پر چھریاں نہ چلاؤ۔ (شہید ابن شہید ص ۲۱۷)

تردید اوّل:

اوپر ذکر کی گئیں دو عبارات میں جو مضمون آپ نے پڑھا اس قسم کی بات کسی بھی معتبر سنی یا شیعہ کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ اس عبارت میں جس انداز سے واقعہ وہ بھی من گھڑت بیان کیا گیا۔ اس سے چند چیزیں ہمارے سامنے آتی ہیں جن کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

۱۔ "سیدہ زینب کے سر سے چادر اتری ہوئی اور ان کے بال بکھرے ہوئے تھے" یہ خاندانِ رسالت کی عظیم شاہزادی کا یہ عمل قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے صراحۃً خلاف نہیں ہے۔ قرآن کریم کہے۔ کہ مصیبت کے وقت صبر کرو۔ اور نماز سے استعانت چاہو۔ اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔ گویا صائم فیصل آبادی اس بے بنیاد عبارت سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو قرآن و حدیث کے احکام کے خلاف عمل کرنے والی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ خانوادہ دنیا کے لیے

اسلامی تعلیمات کا نمونہ تھا۔ سیدہ زینب کی مظلومیت کو اس انداز سے بیان کرنا کہ شرعاً ان پر حرف آتا ہو۔ کہاں کی محبت اہل بیت ہے۔ مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا۔

ے

اہل بیت پاک سے بے باکیاں گستاخیاں

لعنت اللہ علیکم دشمنان اہل بیت

۲۔ سکینہ کر گود میں لے کر اس عمامہ سے کہ جس سے امام حسین رضی نے علی اکبر کا خون صاف کیا۔ ان کی آنکھوں سے ریت کو نکالا " یہ واقعہ کس کتاب سے لیا گیا۔ تو جب کسی کتاب میں ان کا ذکر تک نہیں۔ تو امام عالی مقام کی طرف انہیں منسوب کرنا کس قدر بے باکی اور گستاخی ہے۔ اگر کسی معتبر کتاب میں امام عالی مقام کا ایسا کرنا اور رلیا کہنا حاتم نعت خوان دکھا دے۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔

۳۔ " اٹھو سکینہ بابا کے سینہ سے لپٹ جاؤ۔ ورنہ تم بھی صغریٰ کی طرح ساری زندگی رو رو کر اور تڑپ تڑپ کر گزارو گی " گزشتہ اوراق میں ہم " فاطمہ صغریٰ " کے بارے میں تحقیق بیان کر چکے ہیں۔ اس نام کی امام حسین رضی کی کوئی صاحبزادی نہ تھی جو مدینہ میں پیچھے رہ گئی ہو تو پھر جو دو آپ کی صاحبزادیاں تھیں۔ وہ آپکے ساتھ میدانِ کربلا میں موجود تھیں۔ لہٰذا صغریٰ کا مدینہ میں رہنا اور وہاں آہ و بکا اور رونا رلانا سب بے اصل ہے " سکینہ بابا کے سینہ سے لپٹ جاؤ " کیا امام عالی مقام نے سیدہ سکینہ کو واقعی یہ الفاظ کہے۔ اگر کہے تو اس کا کسی معتبر کتاب سے ثبوت پیش کر کے منہ مانگا انعام حاصل کیا جائے۔ علاوہ ازیں سیدہ سکینہ کوئی بچی نہیں کہ انہیں سینے سے لپٹ جانے کا کہا جائے۔ انہیں بچی کہنا اور گود میں لیے جلنے کی بات کرنا قطعًا من گھڑت ہے۔ آپ شادی شدہ تھیں۔ اور ان کے خاوند عبداللہ بن حسن یہ دونوں واقعہ کربلا میں موجود تھے۔

۴ - "اب مجھے جانے دو افسوس کہ تھوڑی دیر بعد تم یتیم ہو جاؤ گی"۔ جس بیٹی کو باپ یتیمی کی پیش گوئی کر رہا ہو۔ کیا وہ ایسا کر کے بیٹی کو صبر کی تعلیم و تلقین کر رہا ہوگا۔ یا بے صبری کی طرف بلا رہا ہوگا۔ ایسی عبارات لکھتے وقت ان لوگوں کو قطعاً خدا خوفی اور شرم اہل بیت کی پرواہ نہیں ہوتی۔ بس عبارت میں رنگینی پیدا ہو جائے۔ چاہے حدود شرعیہ پامال ہو جائیں۔ اس کی پرواہ تک نہیں۔

۵ - "او بیٹی ایسی معصومانہ کوششوں سے باپ کے دل پر چھریاں نہ چلاؤ"۔ "معصوم" عام طور پر نابالغ بچوں کو کہا جاتا ہے۔ یا پھر شیعہ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ کہ بارہ امام اور ان کی اولاد معصوم ہیں۔ اگر معصوم سے مراد پہلا معنی ہے۔ تو یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ سیدہ سکینہ شادی شدہ تھیں۔ اس پر مزید گفتگو عنقریب آرہی ہے۔ اور اگر دوسرا معنی پیش نظر ہے۔ تو یہ اہل سنت کا عقیدہ نہیں۔ لہٰذا صائم چشتی سنی بن کر شیعوں کے مسلک کی ترجمانی کر رہا ہے۔ یہی طریقہ اس نے "مشکل کشا" نامی کتاب میں اپنا یا ہے۔ اور وہ شہید ابن شہید بھی ایسے ہی خیالات و نظریات کا پلندہ ہے۔

سکینہ گھوڑے کے پاؤں پکڑے ہوئے ہونا صائم چشتی نے ذکر کیا۔ اسی من گھڑت داستان کو افتخار الحسن صاحب نے اپنے رنگ میں ڈھال کر بیان کیا۔ فرضی مکالمے اور من گھڑت گفتگو اس انداز سے کی۔ کہ جیسا واقعہ کے چشم دید گواہ ہوں۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

خاکِ کربلا

اب اٹھو اور اپنے بھائی حسین کی صورت جی بھر کے دیکھ لو۔ پھر قیامت تک نظر نہ آئے گی۔ پھر فاطمہ کا لال اٹھا نانے پاک کا عمامہ سر پر باندھا۔ ماں فاطمہ کی چادر کمر میں لپیٹی اور بابا علی کی تلوار ہاتھ میں پکڑی گھوڑے پر سوار ہوئے گئے

تو اس خیال نے رُلا دیا۔

شعر

جدوں معراج نبی نوں ہویا جبرائیل براق تھمایا!
جدوں علی ول خیبر ٹلیا نبی پاک نے آپ چڑھایا
اج کوئی نہیں رہ گیا واگاں پھڑن والا جدوں وار حسین دا آیا
خیمیاں وچوں بی بی زینب نکلی اس برقعہ منہ تے پایا
تھم رکاب گھوڑے دی آکھے دمیلے چڑھ اٹری دیا جایا

سیدہ پاک نے گھوڑے کا منہ میدان کی طرف کیا۔ اور چلنے کا حکم دیا۔ مگر گھوڑا اپنی جگہ سے بلا تک نہیں۔ امام پاک بار بار گھوڑے کو چلاتے۔ مگر وہ حرکت میں نہ آیا۔ حضرت حسینؓ حیران رہ گئے۔ یا اللہ یہ ماجرا کیا ہے۔ گھوڑا میدان کی طرف کیوں نہیں جاتا کہیں میں اس امتحان میں فیل تو نہیں ہو رہا۔ گھوڑے نے گردن اوپر اٹھائی۔ اور زبانِ حال سے اپنے سوار کو کچھ سمجھایا۔ سید مظلوم گھوڑے سے نیچے اُترے۔ دیکھا تو بیٹی سکینہ نے گھوڑے کے پاؤں پکڑے ہوئے ہیں۔ امام عرش مقام نے بیٹی کو سینے سے لگایا۔ اور فرمایا۔ بیٹی عون ومحمد قربان ہوئے تو تم نے صبر کیا۔ قاسم وعباس نثار ہوئے تو تم نے شکر کیا۔ علی اکبر شہید ہوا۔ تو تم نے فریاد نہ کی۔ علی اصغر نے دم توڑا تو تو نے حوصلہ نہ ہارا۔ مگر میں اب جا رہا ہوں۔ تو تم رو رہی ہو۔ عرض کی ابا جان عون ومحمد قربان ہوئے تو مجھے فکر نہ تھا۔ قاسم وعباس نثار ہوئے تو مجھے کوئی غم نہ تھا۔ اکبر واصغر شہید ہوئے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں تھی مگر ابا جان آپ جا رہے ہیں۔ سکینہ یتیم ہو جائے گی۔ بے سہارا ہو جائے گی۔ اور بے آسرا ہو جائے گی۔ ہائے ابا جی۔ میرے سر پر شفقت کا ہاتھ کون پھیرے گا۔ میں روؤں گی تو چپ کون کرائے گا۔ مدینہ کون پہنچائے گا۔؟ ہائے بابا میں روتی مر جاؤں گی۔ ٹھوکریں کھاتی پھروں گی۔ ابا جی آپ کے بعد مجھے بیٹی کہہ کر کون پکارے گا مجھے سینے سے کون لگائے گا۔ اور مجھے اپنی گود میں کون بٹھائے گا؟ (خاک کربلا ص ۲۰۴ تا ۲۰۵، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

قارئین کرام! مذکورہ واقعہ نہ کسی معتبر کتاب میں موجود ہے۔ اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن ہے۔ یہ سب باتیں اور مکالمہ بازی افتخار الحسن صاحب کی اختراعی ہے۔ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو بہت سی گستاخیوں سے بھری پڑی ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ کہ جب امام عالی مقام نے ایسا فرمایا ہی نہیں اور سیدہ زینب وسکینہ نے اس قسم کی بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ تو ان اعلیٰ وارفع ہستیوں کے متعلق ایسی گھٹیا تحریر ان پر افتراء باندھنے سے کم نہیں۔ ایسی ہی عبارات سے "ماتم" کا جواز نکلتا ہے۔ اور شیعہ لوگ کہہ سکتے ہیں۔ کہ دیکھو تمہارے عالم نے رونے رلانے کی باتیں سیدہ سکینہ کی نقل کی ہیں بیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ تاثر دیا جا رہا ہے۔ کہ وہ چھوٹی کم سن شہزادی تھیں حالانکہ وہ شادی شدہ تھیں۔ اور ان کے خاوند عبداللہ بن حسن تھے۔ اس کی تصدیق و تائید سنی شیعہ دونوں مکتبہ فکر کی کتب کرتی ہیں۔ پچھلے صفحات میں اسی کے متعلق اعلام الوریٰ ص ۱۲۷ تاریخ الائمہ ص ۲۸۰، کے حوالہ جات آپ ملاحظہ فرما چکے۔ ایک حوالہ اور ملاحظہ فرمائیں۔

منتخب التواریخ:

وازتاریخ ابن خلقان نقل شدہ کہ وفات جناب سکینہ در مدینہ طیبہ روز پنج شنبہ پنجم ماہ ربیع المولود السن صد و ہفدہ ہجری واقع شد واما سن آں مخدرہ معلوم نیست گویا در واقعہ طف درسن نسواں بود چنانچہ در شعر منسوب بحضرت سید الشہداء آنعبیرہ بخیرۃ النسواں فرمودہ و شاہد برایں آنست کہ آں مخدرہ در واقعہ طف مزوجہ بود برپسر عش عبداللہ بن الحسن کہ در کربلا شہید شد۔

(منتخب التواریخ ص ۲۴۴ باب پنجم در ذکر اولاد امجاد حضرت سید الشہداء

ترجمہ:

تاریخ ابن خلقان سے منقول ہے۔ کہ سیدہ سکینہ کا انتقال مدینہ منورہ میں جمعرات پانچ ربیع الاول ۱۱۷ھ میں ہوا۔ ان کی عمر ٹھیک سے معلوم نہیں۔ لیکن واقعہ کربلا کے وقت بالغ عورتوں کی عمر تک پہنچ چکی تھیں جیسا کہ ایک شعر میں آپ کو "خیرۃ النساء" کہا گیا۔ جو سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اور اس پر یہ امر بھی شاہد ہے۔ کہ سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا اپنے چچازاد حضرت عبداللہ بن حسن کے ساتھ بیاہی گئی تھیں۔ جو کربلا میں شہید ہوئے۔

قارئین کرام شیعہ مؤرخ نے ایک معتبر سنی کتاب "وفیات الاعلان" جو ابن خلقان کے نام سے مشہور ہے۔ ذکر کیا۔ کہ سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا واقعہ کربلا کے وقت شادی شدہ تھیں۔ اور بچپن کی عمر سے نکل کر بالغ عورت کی عمر میں تھیں۔ اب ایسی عمر کی عورت کی طرف "ہائے بابا مجھے اپنی گود میں بٹھالو" وغیرہ وغیرہ اخلاق سے گری ہوئی باتیں منسوب کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ ان مقدس ہستیوں کی طرف سراسر جھوٹ کی نسبت کرنا ہے۔ جس کا حقیقت سے ہرگز کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا ایسی نامعتبر کتب کے مندرجات ہم اہل سنت انہیں کوئی وقعت نہیں دیتے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

تردیدِ ثانی

امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے کربلا تک اونٹنی پر سفر کیا۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا میدان کربلا میں اپنے سارے ساتھیوں کی شہادت کے بعد خود گھوڑے پر سوار ہو کر یزیدیوں کے مقابلہ میں نکلنا۔ اور سیدہ سکینہ کا گھوڑے کے پاؤں کو چمٹے رہنا کہ جس کی وجہ سے گھوڑا نہ چل سکا۔ پھر گھوڑے کا امام عالی مقام کو اپنے سر کے اشارہ سے بتانا کہ میرے پاؤں کی طرف دیکھو، کہ شہزادی لپٹی ہوئی ہے۔ پھر امام عالی مقام کا سکینہ کو دلاسا دینا وغیرہ رقت آمیز واقعہ شیعہ سنی دونوں کی کتب میں موجود ہے۔ دورِ حاضر کی سنی کتب کی فوٹو سٹیٹ کاپی ہم نے اصل کتاب کے ساتھ لف کر دی ہے۔ اس کے علاوہ تقریروں واعظوں میں سنی واعظین اور شیعہ ذاکرین عوام کو رُلانے۔ مرثیہ خوانی کا رنگ بھرنے کے لیے بڑے طمطراق سے بیان کرتے ہیں۔ ایسے واقعات سے شیعہ ذاکرین کا مقصد تو واضح ہے کہ وہ ماتم اور نوحہ خوانی کو اپنے مسلک کی جزء سمجھ کر اس کا پرچار کرتے ہیں لیکن سنی واعظین پر افسوس ہے۔ کہ جب ماتم اور نوحہ خوانی کو حرام کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ تو پھر ایسے بے اصل واقعات کو رقت آمیز لہجے اور رونے رُلانے کے انداز سے بیان کر کے وہ سنیت کی نہیں بلکہ شیعیت کی خدمت کرنے کے کیوں درپے ہیں؟ معلوم یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کا مقصد صرف اپنا رنگ جما کر دُنیا کے چند ٹکے حاصل کرنا ہے۔

بہرحال یہ حقیقت ہے۔ کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ سے عازم مکہ مکرمہ

ہونا، اور پھر مکہ شریف سے کوفہ کا قصد کر کے سفر پر روانہ ہونا جنگ وجدال کے لیے نہ تھا۔ اہل و عیال کہ جس میں بچے اور عورتیں بھی تھیں کو ساتھ لینا اسی کی دلیل ہے۔ کہ آپ کسی سے لڑنے نہیں جا رہے ہیں۔ ایسا سفر جنگ وجدال کا نہ ہو۔ اور بال بچوں سمیت ہو۔ عرب اسے اونٹوں پر طے کرتے تھے۔ جب ہم عرب لوگوں کے واقعات سفر کا بغور مطالعہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ اونٹوں کی بجائے گھوڑوں پر جانا اس وقت پسند کرتے تھے۔ جب کہیں گھوڑ دوڑ کے لیے یا کسی خوشی کے موقعہ میں شرکت کرنے کا مقصود ہوتا۔ امام عالی مقام کا سفر کربلا نہ گھوڑ دوڑ کا سفر تھا۔ اور نہ ہی خوشی کے لیے گھر سے باہر سفر پہ روانگی تھی۔ ایسے میں انہوں نے اونٹوں کو اپنے سفر کے لیے ساتھ لیا۔ گھوڑوں پر سوار نہیں ہوئے۔ کوفہ کی طرف روانگی کے وقت اس خاندان اہل بیت کی سواری اونٹ تھی۔ اس پر شیعہ سنی دونوں کی کتب سے ثبوت ملاحظہ ہو۔

دلائل النبوت:

عَنْ اَصْبَغَ بْنِ نُبَاتَہ عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ اَتَیْنَا مَعَہٗ مَوْضَعَ قَبْرِ الْحُسَیْنِ رضی اللہ عنہ فَقَالَ ھٰھُنَا مَنَاخُ رِکَابِہِمْ وَمَوْضَعُ رِحَالِہِمْ وَھٰھُنَا مُھْرَاقُ دِمَائِہِمْ فِتْیَۃٌ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ یُقْتَلُوْنَ بِھٰذِہِ الْعَرْصَۃِ تَبْکِیْ عَلَیْہِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ۔

(۱۔ دلائل النبوۃ جلد دوم ص ۲۴۴، فصل التاسع والعشرون حدیث ص ۵۲۰ مطبوعہ حلب)

(۲۔ خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۱۲۶ باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بقتل الحسین مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائل پور) (۳۔ سر الشہادتین ص ۳۱)

ترجمہ:

اصبغ بن بنانہ سے روایت ہے۔ وہ علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ ہم حضرت علی المرتضےٰ رضؓ کے ساتھ اس جگہ آئے۔ جہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔ تو حضرت علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں اُن کے اونٹ بیٹھیں گے۔ اور ان کے کجاوں کی جگہ یہ ہے۔ اور یہ جگہ اُن کے خون گرائے جانے کی جگہ ہے۔ آل محمد کے جوانوں کو اس میدان میں شہید کردیا جائے گا۔ اُن پر آسمان و زمین روئیں گے۔

قارئین کرام! سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ نے واقعہ کربلا سے بہت پہلے میدان کربلا کے چند مقامات کی نشاندہی فرمائی۔ اُن میں سے ایک جگہ کے بارے میں فرمایا۔ کہ یہاں شہدا کربلا کے اونٹ بیٹھیں گے۔ یہ خبر اُن اخبار میں سے ہے۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضؓ نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمانے کے بعد بیان فرمائیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی بیان فرما رہے ہیں۔ کہ یہ وہ مقام ہے۔ ایک جگہ خاندانِ اہل بیت کے اونٹ بیٹھیں گے۔ اس سے صاف ظاہر کہ خاندانِ اہل بیت میدانِ کربلا تک اونٹوں پر سوار ہو کر آیا۔ اور اس میدان میں انہوں نے اپنے اونٹوں کو باندھا ان کے کجاوے رکھے۔ لیکن نہ معلوم شیعہ سنی دونوں نے امام عالی مقام کے اونٹ کدھر بھگا دیئے۔ اور ان کی جگہ گھوڑے لے آئے۔ وہ کون خیر خواہ تھے، کون جانثار تھے۔ کہ جنہوں نے اس مصیبت زدہ خاندان کو گھوڑے پیش کیے تھے؟ واقعات و حقائق اس کے گواہ ہیں۔ کہ جن لوگوں نے امام عالی مقام کی بیعت نہ کی تھی۔ وہ تو آپ کے جانی دشمن تھے ہی لیکن وہ لوگ جنہوں نے بیعت کر لی تھی۔ وہ بھی خیرخواہ نہیں تھے۔ امام عالی مقام کے مقابلہ میں آنے والوں کے بارے میں تاریخ بتاتی ہے۔ کہ وہ حجاز یا شام

سے لگ نہیں آئے۔ بلکہ سب کے سب کوفی لوگ تھے۔ اور وہی کہ جنہوں نے آپ سے بیعت کی تھی۔ مقتل ابی مخنف ص ۵۲ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

مقتل ابی مخنف:

فَتَكَامَلُوْا اِنَّمَا نُوْنَ اَلْفَ فَارِسٍ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ لَيْسَ فِيْهَا شَامِيٌّ وَلَا حِجَازِيٌّ۔ (مقتل ابی مخنف ص ۵۲)

ترجمہ:

یعنی اسی ہزار گھوڑے سوار کوفی تھے۔ جو آپ کے مقابل تھے۔ نہ ان میں کوئی شامی اور نہ حجاز کا رہنے والا تھا۔

کیا یہ لوگ امام عالی مقام کو گھوڑے پیش کرنے والے ہو سکتے ہیں؟ اگر کوئی سنی واعظ اور شیعہ ذاکر کسی معتبر کتاب کے حوالہ سے ثابت کر دیں۔ کہ امام عالی مقام کو میدان کربلا میں، فلاں قبیلہ، فلاں سردار یا فلاں نامی شخص نے گھوڑے پیش کیے تھے۔ تو میں اسکو بیس ہزار روپیہ انعام پیش کروں گا۔ اگر گھوڑے پیش کرنے والا ہی کوئی نہیں۔ اور خود خاندان اہل بیت کا قافلہ اونٹوں پر سوار ہو کر آیا تھا۔ تو پھر امام عالی مقام سے گفتگو وغیرہ سب باتیں سرے سے ہی جھوٹی ہوئیں۔ جب کوئی ثابت ہی نہیں کر سکتا۔ اور گھوڑے پر سواری اس کی امام عالی مقام سے گفتگو وغیرہ سب باتیں سرے سے ہی جھوٹی ہوئیں جب کوئی ثابت ہی نہیں کر سکتا۔ کہ وہ ذوالجناح ،، وہاں تھا۔ تو پھر فرضی واقعات سے اس خاندان اہل بیت کے بارے میں یہ تاثر دینا کہ انہوں نے صبر و ہمت کا دامن چھوڑ دیا تھا۔ اور اپنا سکہ جمانے کی خاطر عوام کو غلط باتوں پر رلانا کیا ایسے واعظین و ذاکرین کو شرم نہیں اور خوف خدا نہیں آتا۔ ایسے واہی تباہی کہنے والوں کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی چند عبارات نقل کر چکا ہوں۔

جن سے خاص کر سنی واعظین کو اپنی روش تبدیل کرنی چاہیے۔ خصائص کبری اور سر الشہادتین کے حوالے سے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی بذریعہ علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ غلط نہیں ہو سکتی۔ اس لیے حقیقت یہی ہے۔ کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء و اہل و عیال کے ہمراہ اونٹوں پر سوار ہو کر کربلا پہنچے تھے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کا آغاز اونٹنی پر فرمایا

ذبح عظیم بحوالہ مقتل ابی مخنف:

ثم ان محمد ابن حنفیہ سَمِعَ اِنَّ اَخَاهُ الْحُسَیْنَ یُرِیْدُ الْعِرَاقَ فَبَکٰی بکاءً اشدیدًا ثُمَّ قَالَ لَہٗ اَنَّ اَھْلَ الْکُوْفَۃِ قَدْ عَرَفْتَ غَدْرَھُمْ بِاَبِیْکَ وَاَخِیْکَ وَاِنْ قَبِلْتَ قَوْلِیْ اَقِمْ بِمَکَّۃَ فَقَالَ یَا اَخِیْ اِنِّیْ اَخْشٰی اَنْ تَغْتَالَنِیْ جُنُوْدُ بَنِیْ اُمَیَّۃَ بِمَکَّۃَ فَاَکُوْنَ کَالَّذِیْ یُسْتَبَاحُ دَمُہٗ فِیْ حَرَمِ اللّٰہِ ثُمَّ قَالَ یَا اَخِیْ سِرْ اِلَی یمن فانک امن الناس بہ فَقَالَ الْحُسَیْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا اَخِیْ لَوْ کُنْتُ فِیْ بَطْنِ صَخْرَۃٍ لَاَسْتَخْرَجُوْنِیْ مِنْہَا فَیَقْتُلُوْنِیْ ثُمَّ قَالَ لَہُ الْحُسَیْنُ یَا اَخِیْ سَاَنْظُرُ فِیْمَا قُلْتَ فَلَمَّا

كان وقت السحر عزم السير الى العراق فاخذ
محمد بن حنفيه زمام ناقته وقال يا اخي
ما سبب ذالك انك عجلت فقال جدي رسول الله
صلى الله عليه وسلم اتاني بعد ما فارقتك وانا
نائم فضمني الى صدره قبل بين عيني وقال
لي يا حسين يا قرة عيني اخرج الى العراق فان الله
عز وجل قد شاء ان يراك قتيلا۔

(ذبح عظیم ص ۱۶۵ مکہ معظمہ سے جناب امام حسین کی روانگی مطبوعہ منیجر کتب خانہ اثنا عشری لاہور)

ترجمہ:

پھر جب امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں اُن کے بھائی محمد بن حنفیہ نے سُنا۔ کہ آپ عراق جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ تو وُہ بہت روئے پھر کہا۔ بھائی جان! اہل کوفہ نے آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ جو بے وفائی اور غداری کی۔ آپ اسے بخوبی جانتے ہیں۔ کاش اگر میری بات مانیں۔ تو مکہ ہی میں ٹھہرے رہیں۔ امام عالی مقام نے جواب دیا۔ بھائی مجھے خطرہ ہے کہ بنو امیہ کے لشکری مکہ میں ہی مجھ سے لڑنا شروع نہ کر دیں۔ تو میں بھی ایسے لوگوں میں سے ہو جاؤں جن کا خون اللہ کے حرم میں مباح ہو جائے۔ پھر ابن حنفیہ نے کہا۔ کہ آپ یمن تشریف لے جائیں۔ وہاں آپ بالکل امن میں رہیں گے امام نے فرمایا۔ بھائی! اگر میں کسی چٹان کے اندر بھی ہوا تو بھی وُہ لوگ مجھے وہاں سے نکال کر شہید کر دیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اچھا

میں تمہاری پیش کش پر غور کروں گا۔ جب سحری کا وقت ہوا۔ آپ نے
عراق کی طرف سفر کا عزم فرمایا۔ تو جناب محمد بن حنفیہ نے آپ کی اونٹنی
کی نکیل پکڑ لی۔ اور کہا۔ بھائی جان! آپ کے جلدی کرنے کی کیا وجہ
ہے؟ فرمایا۔ تمہارے جانے کے بعد نیند کی حالت میں نانا جان
(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے تھے۔ میری آنکھوں کے درمیان
بوسہ دیا۔ اور مجھے سینہ سے لگا کر فرمانے لگے۔ بیٹا حسین! اے میری
آنکھوں کی ٹھنڈک! عراق کی طرف سفر پر نکل پڑو۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ
ہے۔ کہ وہ تمہیں شہید ہوتا دیکھنا چاہتا ہے۔

صاحب ذبح عظیم سید اولاد حیدر نے مقتل ابی مخنف کی عبارت سے جو حوالہ نقل کیا ہے۔ میں نے اس کی مکمل عبارت نقل کر دی ہے۔ اس حوالہ میں امام عالی مقام کے بھائی محمد ابن حنفیہ کا امام صاحب کے عزم سفر کے وقت ایک عمل ہمارے سامنے ہے۔ "فاخذ محمد بن حنفیہ بِزِمَامِ نَاقَة" محمد بن حنفیہ نے امام کی اونٹنی کی مہار پکڑی۔ جس کا واضح مطلب ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفر کرتے وقت اونٹنی پر سفر فرمایا تھا۔ راستہ میں کہیں تبدیل ہو گئی اور اس کی جگہ گھوڑا سواری کے لیے آپ نے لیا۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ گھوڑے کا ذکر اور ذوالجناح کی کہانیاں بالکل لایعنی اور جھوٹ پر مبنی ہیں۔

مدینہ منورہ سے کربلا تک آپ کی سواری اونٹنی ہی رہی

تاریخ طبری:

فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ بَيِّنْ لَنَا نَبَأَ النَّاسِ خَلْفَكَ فَقَالَ لَهُ الْفَرَزْدَقُ مِنَ الْخَبِيْرِ سَأَلْتَ قُلُوْبُ النَّاسِ مَعَكَ وَسُيُوْفُهُمْ مَعَ بَنِيْ أُمَيَّةَ وَالْقَضَاءُ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَاللهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ صَدَقْتَ لِلّٰهِ الْأَمْرُ وَاللهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ وَكُلَّ يَوْمٍ رَبُّنَا فِيْ شَأْنٍ أَنْ نَزَلَ الْقَضَاءُ بِمَا يُحِبُّ فَنَحْمَدُ اللهَ عَلٰى نِعْمَائِهِ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى أَدَاءِ الشُّكْرِ وَأَنْ حَالَ الْقَضَاءُ دُوْنَ الرَّجَاءِ فَلَمْ يَعْتَدِ مَنْ كَانَ الْحَقُّ نِيَّتَهُ وَالتَّقْوٰى سَرِيْرَتُهُ ثُمَّ حَرَّكَ الْحُسَيْنُ رَاحِلَتَهُ فقال السلام عليك ثُمَّ افْتَرَقَا۔ (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۲۱۸ مطبوعہ)

ترجمہ:۔

فرزدق کو امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اپنے پیچھے لوگوں کی بات بتاؤ۔ تو اس نے کہا۔ کہ آپ نے واقعی صحیح جاننے والے سے پوچھا ہے۔ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں۔ اور ان کی تلواریں بنو امیہ کے ساتھ۔

قضاء آسمان سے اُترتی ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ پس امام حسین رضی نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا۔ تمام کام اللہ کو ہی زیب دیتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہمارا رب ہر دن ایک نئی شان سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ جو پسند کرتا ہے ویسی ہی قضاء اتارتا ہے۔ ہم اس کی نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں۔ اور اداءِ شکر پر اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔ اگر اس کی قضاء لوگوں پر اترتی ہے تو جس کی نیت صحیح ہوتی ہے۔ وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور اس کی قوت باطنی مضبوط ہوتی ہے۔ یہ کہا پھر امام حسین رضی نے اپنی سواری (اونٹنی) کو حرکت دی۔ السلام علیک کہا۔ اور چل دیئے۔

قارئین کرام! فرزدق کی ملاقات کوفہ کے راستہ میں ہوئی تھی۔ حوالہ مذکورہ یہ بتا رہا ہے۔ کہ آپ اس وقت بھی اونٹنی پر ہی سوار تھے۔ اور گھوڑا ہوتا۔ تو اس پر سوار ہوتے۔ عزم سفر کے وقت بھی اونٹنی پر اور دورانِ سفر بھی اونٹنی پر سوار ہونا ثابت اور محقق ہے۔

میدانِ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا اونٹنی پر اور دورانِ سفر بھی اونٹنی پر سوار ہونا ثابت اور محقق ہے

کشف الغمہ:

فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ هٰذَا كَرْبَلَا مَوْضَعُ كَرْبٍ وَ بَلَاءٍ هٰذَا مَنَاخُ رِكَابِنَا وَ مَحَطُّ رِحَالِنَا

وَمَقْتَلِ رِجَالِنَا۔

(۱- کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ جلد دوم ص ۳۲، ف مصرعہ ومقتلہ علیہ السلام مطبوعہ تبریز ایران)

(۲- مناقب ابن شہر آشوب جلد چہارم ص ۹۷ ف مقتلہ علیہ السلام مطبوعہ قم طبع جدید۔)

(۳ مقتل ابی مخنف)

ترجمہ:۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ کربلا مصائب کی جگہ ہے۔ یہ ہماری اونٹنیوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ اور یہ ہمارے کجاوے رکھنے کی جگہ ہے۔ اور یہ ہمارے مردوں کی شہادت گاہیں ہیں۔

اخبار الطوال:

قَالَ الْحُسَيْنُ وَمَا اسْمُ هٰذَا الْمَكَانُ قَالُوْا لَهٗ كَرْبَلَاءَ۔ قَالَ ذَاتَ كَرْبٍ وَبَلَاءٍ وَلَقَدْ مَرَّ اَبِيْ بِهٰذَا المكان عند مسيرة الى صفين و انا معه فوقف فَسَاَلَ عَنْهُ فَاُخْبِرَ بِاِسْمِهٖ فَقَالَ هٰهُنَا مُحَطُّ رِكَابِهِمْ وَهٰهُنَا مِهْرَاقُ دِمَاءِهِمْ۔

(الاخبار الطوال مصنفہ احمد بن داؤد ص ۲۵۲ بیابت الحسین مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ اس جگہ کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے کہا

کربلا۔ فرمایا مصیبت کی جگہ۔ میرے والدگرامی جب صفین کی طرف جا رہے تھے۔ اور میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ تو آپ کا جب یہاں سے گزر ہوا۔ تو کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئے۔ اس جگہ کے بارے میں پوچھنے لگے تو آپ کو اس کا نام بتایا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ جگہ اُن (شہیدانِ کربلا) کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ اور یہاں ان کا خون گرے گا۔

قارئین کرام! روایت بالا کے راوی خود امام حسین رضی اللہ عنہ اور حسن کی طرف بات ذکر فرما رہے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا فرمایا ہے۔ میں اس روایت کے ذکر کرنے کے بعد خاص کر اہل سنت کہلانے والے واعظین کو مخاطب کر کے کہتا ہوں۔ کہ جب میدانِ کربلا میں اونٹوں پر سے امام عالی مقام اور ان کے ساتھیوں کا اُترنا اور ان کے بیٹھنے کی جگہ وہ بیان فرما رہے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا فرمایا۔ کہ جس کی وجہ سے ان کی خبر جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ تو پھر آپ لوگ کس منہ سے میدانِ کربلا میں "ذوالجناح" کے فرضی واقعات بیان کر کے لوگوں سے دادِ خطابت وصول کرتے ہیں؟

اور اس روایت کو شیعہ ذاکرین بھی بار بار پڑھیں۔ یہ ایسے ذو عظیم المرتبت حضرات کی روایت ہے۔ جو معصومین کے سردار ہیں۔ وہ کربلا میں وارد ہونا اونٹوں پر بیان فرمائیں اور تم ان کی سواریاں گھوڑوں کو بناؤ۔ کیا اُن کی بات سچی ہے۔ یا تمہاری کہانیاں درست ہیں؟ سواری سے اُتر کر آپ نے اپنے خادم عقبہ کو جو حکم دیا۔ وہ بھی سن لیجئے۔

مقتل ابی مخنف:

فَقَالَ الْحُسَيْنُ وَاللهِ لَا اُعْطِيْ بِيَدِيْ اِعْطَاءَ الذَّلِيْلِ وَلَا اُقِرُّ اِقْرَارَ الْعَبِيْدِ ثُمَّ تَلَا اِنِّيْ عُذْتُ

بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ثُمَّ اَنَاخَ رَاحِلَتَهُ وَاَمَرَ عُقْبَةَ بِنْ سَمْعَانَ اَنْ يُعَقِّلَهَا بِفَاضِلِ زِمَامِهَا۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۵ مضائقہ القوم للحسین مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف ایران)

ترجمہ:۔

پھر امام حسین رضی نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میں (بیعت کے لیے) ہاتھ کسی ذلیل کی طرح نہ دوں گا۔ اور نہ کسی بزدل کی طرح بھاگوں گا۔ پھر آپ نے تلاوت فرمائی۔ انی عذت الخ۔ میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ ہر ایسے متکبر سے چاہتا ہوں۔ جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ پھر آپ نے اپنا اونٹنی بٹھائی۔ اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا۔ کہ اس کی فالتو مہار سے اس کے گھٹنے باندھ دو۔

بحار الانوار:۔

ثُمَّ قَالَ هٰذِهٖ كَرْبَلَا فَقَالُوْا نَعَمْ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ فَقَالَ هٰذَا مَوْضَعُ كَرْبَلَا فَقَالُوْا نَعَمْ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ فَقَالَ هٰذَا مَوْضَعُ كَرْبَلَا هٰذَا مَنَاخُ رِكَابِنَا وَمَحَطُّ رِحَالِنَا وَمَقْتَلُ رِجَالِنَا وَسَفْكُ دِمَائِنَا۔

(بحار الانوار جلد ۴۴ ص ۳۸۳ تاریخ حسین بن علی مطبوعہ تہران)

ترجمہ:۔

پھر پوچھا یہ کربلا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں یہ کربلا ہے۔ اے رسول اللہ کے فرزند! پھر پوچھا یہ مقام کربلا ہے؟ لوگوں نے کہا اے رسول اللہ کے فرزند! ہاں یہ کربلا ہے۔ فرمایا۔ یہ جگہ ہمارے اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ اور ہمارے کجاوے رکھنے کی جگہ اور ہمارے مردوں کی شہادت گاہ اور ہمارے خون گرنے کی جگہ ہے۔

ناسخ التواریخ:۔

فَقَالَ اَرْضُ کَرْبٍ وَبَلَاءٍ ثُمَّ قَالَ قِفُوْا وَلَا تَرْحَلُوْا مِنْهَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ مَنَاخُ رِكَابِنَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ مُسْفَكُ دِمَائِنَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ هَتْكُ حَرِيْمِنَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ مَقْتَلُ رِجَالِنَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ ذِبْحُ اَطْفَالِنَا وَهٰهُنَا وَاللّٰهِ تُزَارُ قُبُوْرُنَا وَبِهٰذِهِ التُّرْبَةِ وَعَدَنِیْ جَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ و سلم و لا خلف لِقَوْلِہٖ۔

(۱۔ ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۱۶۱۔ در احوالات سید الشہداء ورود حسین بن علی بن کربلا مطبوعہ تہران)

جاؤ۔ آگے کوچ نہ کرنا۔ خدا کی قسم! یہ ہمارے گھر والوں کی عزت لوٹی جائے گی۔ خدا کی قسم! یہاں ہمارے مردوں کو ذبح کیا جائے گا۔ خدا کی قسم! یہاں ہمارے بچوں کو شہید کیا جائے گا۔ خدا کی قسم! یہ وہ جگہ ہے۔ جس کا مجھ سے میرے نانا جان نے وعدہ کیا تھا۔ اور ان کے قول میں غلطی نہیں۔

قارئین کرام! امام حسین رضی اللہ عنہ نے قسمیں فرمائیں۔ کہ میدان کربلا ہمارے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ اور ان کے کجاوے رکھنے اور ہمارے شہید ہونے کی جگہ ہے۔ ان تمام باتوں کا وعدہ اس شخصیت نے مجھ سے کیا تھا۔ جن کی بات غلط نہیں ہوسکتی۔ جب وہ غلط نہیں ہوسکتی۔ تو پھر لازماً امام حسین رض میدان کربلا میں اونٹوں پر پہنچے۔ انہیں وہاں بٹھایا۔ سنی واعظین اور شیعہ ذاکرین کی غلط بیانی کو دیکھیں۔ یا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے قول کو دیکھیں۔ تو یقیناً ہر مسلمان یہی فیصلہ کرے گا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سچی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اونٹوں پر میدان کربلا میں تشریف فرما ہوئے اور یہیں اتر کر اونٹوں کو رسیوں سے باندھنے کا حکم دیا۔ شیعوں کے مسلک کے ستون اور ان کے مذہب کے نامور مجتہد کہ جس کی ہر بات حرف آخر سمجھی جاتی ہے۔ اس کی زبانی سنیئے۔ کہ امام عالی مقام مدینہ منورہ سے کس سواری پر چڑھ کر روانہ ہوئے۔ اور چلتے چلتے میدان کربلا میں پہنچے۔ تو اس وقت کون سی سواری آپ کے نیچے تھی؟ ملاحظہ ہو۔

بحار الانوار:

فَلَمَّا كَانَ السَّفَرُ إِذْ تَحَمَّلَ الْحُسَيْنُ وَ بَلَغَ ذَالِكَ ابْنَ الْحَنَفِيَّةِ فَأَتَاهُ فَأَخَذَ بِزِمَامِ

نَاقَتِهِ وَ قَدْ رَكِبَهَا فَقَالَ يَا اَخِي اَلَمْ تَعِدْنِي
النَّظَرَ فِيمَا سَأَلْتُكَ۔

(بحار الانوار جلد ۴۴ ص ۳۶۴ تاریخ الحسین
بن علی۔ مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ:۔

پھر جب سفر کا وقت آیا۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوچ کا ارادہ فرمایا۔ اور یہ خبر ابن حنفیہ کو پہنچی تو ان کے پاس آئے۔ اور ان کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی جبکہ امام حسین رض اس پر سوار ہو چکے تھے۔ ابن حنفیہ کہنے لگے۔ بھائی جان! کیا آپ نے میرے سوال پر غور فرمانے کا وعدہ نہ کیا تھا؟

قارئین کرام! گزشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ عراق کی طرف ارادۂ سفر کے وقت امام حسین رض کے بھائی محمد بن حنفیہ آئے۔ اور کچھ معروضات پیش کیں۔ اس وقت جانے کے لیے امام حسین رض اونٹنی پر سوار ہو چکے تھے۔ انہوں نے اُن کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر رک جانے کو کہا۔ اس حوالہ سے بھی معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو آپ اونٹنی پر سوار تھے۔ اور مدینہ منورہ سے چل کر راستہ میں جب شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی۔ تو آپ اس وقت بھی اونٹنی پر سوار تھے۔

بحارالانوار:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کوفہ کی خبر سناؤ۔ فرزدق نے کہا اُن لوگوں کے دل آپکے ساتھ ہیں۔ اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ اور اللہ کی تقدیر آسمان سے اُترے گی۔ اللہ جو چاہے گا کرے گا۔

امام حسین رضی نے فرمایا۔ تو نے سچی بات کہی ہے۔ تمام معاملات پہلے اور بعد کے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اللہ کی ہر دن نئی شان ہوتی ہے۔ اگر اس نے قضاء کو اس طرح نازل کیا جس طرح ہم چاہتے ہیں۔ تو ہم اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں گے۔ وہ وہی ذات ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے شکر کے ادا کرنے پر۔ اگر قضاء نے ہماری امیدوں کی مخالفت کی تو نہیں پرواہ کرتا۔ وہ آدمی جس کی نیت سچی اور دل متقی ہو۔

فرزدق نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا۔ ہاں یہ بات سچی ہے خدا آپ کو وہ عطا کرے۔ جس کو آپ چاہتے ہیں۔ اور اس سے بچائے جس سے آپ ڈرتے ہیں۔ فرزدق نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے چند چیزوں بارہ میں یعنی نذر اور مناسک حج کے بارہ میں سوال کیا۔ تو آپ نے مجھے ان کی خبر دی۔

وَحَرَّكَ رَاحِلَتَهُ وَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ ثُمَّ اِفْتَرَقْنَا۔ آپ نے اپنی اونٹنی کو حرکت دی۔ اور فرمایا السلام علیکم۔ اس کے بعد ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

(بحار الانوار جلد ۴۴ ص ۳۶۵ مطبوعہ تہران)

میدانِ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے

رفقاء کے پاس بوقتِ جنگ اونٹ ہونے پر چند مزید شواہد

تاریخ روضۃ الصفاء:

امام حسین فرمود مرگ نزد من آسان تراست از ملاقات با ابن زیاد بعد ازاں فرمود تا شتراں بار کردند و مردم خود را سوار ساختہ روئے بجانب حجاز نہاد۔

(تاریخ روضۃ الصفاء، جلد سوم ص ۱۷۹، مطبوعہ لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میرے نزدیک مرنا ابن زیاد سے ملاقات کرنے کی بہ نسبت آسان تر ہے۔ پھر فرمایا۔ اونٹوں پر سامان لاد دو۔ اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ کہ سوار ہو جاؤ اور حجاز کی جانب چل پڑھو۔

تفسیر لوامع التنزیل:

جَاءَ الشِّمْرُ فِیْ قَبِیْلَۃٍ عَظِیْمَۃٍ یُقَاتِلُہٗ ثُمَّ حَالَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ رَحْلِہٖ وحرمہ۔ تفسیر لوامع التنزیل جلد ۱۱ ص ۹۱ درمطبع رفاہ عامہ سٹیم پریس لاھور۔

ترجمہ:

شمر ایک بڑے لشکر کے ساتھ آیا۔ اور آپ سے لڑائی کرنے لگا۔
امام حسین رضا اور آپ کی اونٹنی اور آپکی اہل بیت کے درمیان حائل ہو گیا۔

الکامل فی التاریخ:

ثُمَّ رَكِبَ الْحُسَيْنُ رَاحِلَتَهُ وَتَقَدَّمَ إِلَى النَّاسِ وَنَادَى بِصَوْتٍ عَالٍ يَسْمَعُهُ كُلُّ النَّاسِ۔
(الکامل فی التاریخ جلد ۳ ص ۱۶۱ تحت دخل احدی و ستین)

ترجمہ:۔ پھر امام حسین رضی اللہ عنہ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور بلند آواز سے آواز دی۔ جسے سب لوگوں نے سنا۔
ان تمام حوالہ جات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ، مدینہ منورہ سے چلے تو بھی اونٹوں پر سوار تھے۔ راستہ طے کیا۔ تو بھی اونٹوں پر میدانِ کربلا پہنچے تب بھی اونٹوں پر اور لڑائی کے دوران بھی آپ کے پاس اونٹ ہی تھے۔ نہ معلوم گھوڑے کب آئے ؟ کون لایا ؟

اعتراض

مذکورہ روایات میں دو لفظ " رحال اور رکاب " آئے ہیں۔ رکب عام سواری کو کہتے ہیں۔ اور تم نے اس کا معنی مخصوص سواری یعنی اونٹ کی سواری کیا ہے۔ اور لفظ " رحل " سے سامان ہے۔ وہ خواہ اونٹ پر لدا ہوا ہو یا گھوڑے پر۔ لہذا ان الفاظ سے صرف اونٹ اور اس پر لادا ہوا سامان مراد لینا درست نہیں ہو سکتا۔

کہ رکاب گھوڑوں کے لیے اور رحال ان پر لادے گئے سامان کو کہا گیا ہو۔ لہٰذا ایسے الفاظ سے گھوڑوں کی نفی کرنا درست نہیں۔

جواب:

پہلی بات یہ ہے۔ کہ ہم نے "رحال اور رکاب" کے الفاظ کے علاوہ بھی ایسی روایات ذکر کی ہیں۔ جن میں صاف صاف لفظ "ناقہ" اس لفظ کا اطلاق صرف اونٹنی پر ہوتا ہے۔ مقتل ابی مخنف کے الفاظ "اخذ بزمام ناقة الحسین" یعنی محمد بن حنفیہ نے امام حسین رض کی "ناقہ" کی مہار پکڑ لی۔ اسی طرح امام عالی مقام کے غلام نے جب آپ کو کربلا میں آتے دیکھا۔ تو مقتل ابی مخنف کے الفاظ ہیں۔ فلما نظر طرماح اخذ بزمام ناقة الحسین" جب طرماح نے دیکھا۔ تو امام کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی۔ ان دونوں حوالہ جات سے معلوم ہوا۔ کہ امام عالی مقام جب مدینہ منورہ سے چلے۔ اور محمد بن حنفیہ نے جب انہیں روکنا چاہا۔ تو اس وقت آپ اونٹنی پر سوار تھے۔ اور کربلا میں بھی اونٹنی پر سواری کی حالت میں تشریف فرما ہوئے۔ ان واضح الفاظ کے ہوتے ہوئے دوسرا احتمال یعنی گھوڑے پر سوار ہونا وہ بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں رکاب اور رحال پر جو اعتراض کیا گیا ہے۔ وہ بھی از روئے لغت غلط ہے۔ اس بارے میں ان الفاظ کے معانی ہم شیعہ سنی دونوں کی کتب معتبرہ سے پیش کرتے ہیں۔

رکاب اور رحال کے معانی از کتب طرفین

المنجد:

الرکاب۔ ترجمہ۔ سواری کے اونٹ

(المنجد ص ۴۷۰ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

لسان العرب:

وَالرِّكَابُ الْإِبِلُ الَّتِي يُسَارُ عَلَيْهَا وَاحِدَتُهَا رَاحِلَةٌ وَلَا وَاحِدَ لَهَا مِنْ لَفْظِهَا وَجَمْعُهَا رُكُبٌ بِضَمٍّ مِثْلُ كُتُبٍ۔

(لسان العرب جلد اول ص ۴۳۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

ورکاب، ان اونٹوں کو کہتے ہیں۔ جن پر سوار ہو کر سفر کیا جاتا ہے۔ اس کا واحد رحلۃ ہے۔ اور لفظ رکاب ایسی جمع ہے۔ کہ جس کے اپنے لفظ سے واحد نہیں آتا۔ اور اس کی جمع رکب بروزن کتب ہے۔

تاج العروس:

اَلرَّكَبُ لِلْبَعِيْرِ خَاصَّةً...... قَالَ ابْنُ البری قَوْلُ ابْنِ السِّكِّيْتِ مَرَّ بِنَا رَاكِبٌ إِذَا كَانَ عَلَى بَعِيْرٍ خَاصَّةً إِنَّمَا يُرِيْدُ إِذَا لَمْ تَصِفْهُ فَانْ أَصَفْتَهُ جَازَ أَنْ يَكُوْنَ لِلْبَعِيْرِ وَالْحِمَارِ وَالْفَرَسِ وَالْبَغْلِ ونحو ذالك فتقول هذا راكِبُ جَمَلٍ وَرَاكِبُ فَرَسٍ وَرَاكِب حِمَارٍ فان اَتَيْتَ بِجَمْعٍ يختص بالابل لم تَصِفْهُ كقولك رَكْبٌ وركاب لَا تَقُوْلُ رَكْبُ اِبِلٍ وَلَا رُكْبَانُ اِبِلٍ لِاَنَّ الرَّكْبَ وَالرُّكْبَانَ لَا يَكُوْنُ اِلَّا لِرِكَابِ الْاِبِلِ۔

(تاج العروس جلد اول ص ۲۷۶ لفظ رکب مطبوعہ مصر)

ترجمہ:

لفظ «رکب» صرف اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ابن بری نے کہا کہ ابن سکیت کا قول «مر بنا راکب» اس وقت ہے۔ جب گزرنے والا صرف اونٹوں پر سوار ہو۔ اس لفظ سے یہی معنی لیے جاتے ہیں۔ جب اسے کسی کا مضاف نہ بنایا جائے۔ اور اگر اسے بطور اضافت استعمال کیا جائے۔ تو پھر اونٹ، گھوڑے، گدھے اور خچر وغیرہ کے لیے استعمال ہو سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے راکب جمل، راکب حمار، راکب فرس وغیرہ اور اسے استعمال کیا جائے بطور جمع۔ تو اس سے مراد صرف اونٹ ہوں گے۔ اور مضاف نہ ہوگا۔ جیسا کہ رکب اور رکاب سے مراد اونٹ ہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا رکب الابل، رکبان الابل کہنا درست نہیں کیونکہ رکب اور رکبان صرف اونٹ سواروں کو کہا جاتا ہے۔

قارئین کرام! لغت کی مشہور ترین کتب سے ہم نے «رکاب» کا معنی ذکر کیا۔ سبھی کا اتفاق ہے۔ کہ اس سے مراد اونٹ ہی ہوتے ہیں۔ اور ابن سکیت نے ذرا وضاحت کر دی۔ کہ اضافت کے وقت اس کے دوسرے معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن بلا اضافت اور جمع کے وقت اس سے مراد صرف اونٹ ہی ہوں گے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی والی روایت اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی تصدیقی روایت میں لفظ رجال اور رکاب جمع وارد ہیں۔ لہٰذا ان کا معنی صرف اونٹ ہی ہوں گے۔ لغت میں کسی سنی شیعہ کا اختلاف نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں عربی زبان کے الفاظ کے معانی بیان ہوتے ہیں۔ اسی لیے شیعہ سنی کوئی اپنی طرف سے عربی الفاظ کے لغوی معانی میں ردوبدل نہیں کر سکتا۔ لگتے ہاتھ شیعہ کتاب سے ایک حوالہ ملاحظہ ہو جائے۔

مجمع البحرینؒ:

فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ
هِيَ بِالْكَسْرِ الْاِبِلُ الَّتِيْ تَحْمِلُ الْقَوْمَ وَاحِدُهَا
رَاحِلَةٌ وَلَا وَاحِدَ لَهَا مِنْ لَفْظِهَا وَالْجَمْعُ
رُكُبٌ كَكُتُبٍ.......... وَالرَّكَائِبُ جَمْعُ رَكُوْبَةٍ
وَهُوَ مَا يُرْكَبُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِبِلِ كَالْحَمُوْلَةِ وَهِيَ
مَا يُحْمَلُ عَلَيْهَا مِنْهَا.

(مجمع البحرین جلد دوم ص ۴۷ لفظ رکوب)

ترجمہ:

لفظ "رکاب" بالکسورہ کے ساتھ اونٹوں کو کہتے ہیں۔ جن پر لوگ سوار ہوتے اور سامان لادتے ہیں۔ اس کی واحد راحلہ ہے۔ خود اس کے لفظ سے اس کا واحد نہیں آتا۔ اور جمع رُکُبٌ بروزن کُتُبٌ ہے اور "رکائب" رکوبہ کی جمع ہے۔ رکوبہ اس اونٹ کو کہتے ہیں۔ جس پر سواری کی جائے۔ جیسا کہ حمولہ وہ اونٹ کہ جس کو جھلوا جائے۔

لفظ "رحال" کی تحقیق

المنجد: رحال جمع رحل کی ہے جس کا معنی ہے کجاوا پالان (المنجد ص ۴۴۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

لسان العرب: اَلرَّحْلُ مَرْكَبٌ لِلْبَعِيْرِ وَالنَّاقَةِ والجمع

اَرْحُلٌ وَرِحَالٌ۔

(لسان العرب جلد اول ص ۲۷۴ مطبوعہ بیروت جدید)

ترجمہ: وہ رحل، اونٹ اور اونٹنی کی سواری کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع ارحل اور رحال آتی ہے۔

تاج العروس:

اَلرَّحْلُ مَرْكَبٌ لِلْبَعِيْرِ وَالنَّاقَةِ.........

وَفِي الْمُفْرَدَاتِ لِلرَّاغِبِ الرَّاكِبُ مَا يُوْضَعُ عَلَى الْبَعِيْرِ لِلرُّكُوْبِ ثُمَّ يُعَبَّرُ بِهِ تَارَةً عَنِ الْبَعِيْرِ.........

اَلرَّاحِلَةُ عِنْدَ الْعَرَبِ كُلُّ بَعِيْرٍ نَجِيْبٌ سَوَاءٌ كَانَ ذَكَرًا اَوْ اُنْثٰى وَلَيْسَ النَّاقَةُ اَوْلٰى بِاِسْمِ الرَّاحِلَةِ مِنَ الْجَمَلِ تَقُوْلُ الْعَرَبُ لِلْجَمَلِ اِذَا كَانَ نَجِيْبًا رَاحِلَةٌ وَجَمْعُهٗ رِحَالٌ۔

(تاج العروس جلد ۷ ص ۳۴۰ فصل الراء باب لام لفظ رحل)

ترجمہ:

سواری کے اونٹ یا اونٹنی کو رحل کہتے ہیں .... مفردات امام راغب میں ہے۔ لفظ رکب اصل میں اس چیز کے لیے بنایا گیا تھا۔ جو اونٹ پر بیٹھنے کے لیے رکھی جاتی ہے۔ یعنی پالان پھر بعض دفعہ اسے بول کر مراد اونٹ ہوتا ہے۔ .... "راحلۃ" عربی لوگوں کے ہاں ہر اچھے اونٹ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ خواہ

وہ نر ہو یا مادہ۔ اور لفظ راحلہ سے مراد اونٹنی لینا اور اسے اونٹ سے بہتر معنی قرار دینا درست نہیں ہے۔ عرب ایسے اونٹ کو جو اچھا ہو راحلہ کہتے ہیں۔ اس کی جمع رحاول ہے۔

مجمع البحرین:۔

وَفِی الْحَدِیْثِ کَانَ رَحْلُ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه و سلم ذِرَاعًا وَ کَانَ الْمُرَادُ مُؤَخَّرَ الرَّحْلِ کَمَا یَأْتِیْ فِیْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ وَالْمُرَادُ بِالرَّحْلِ رَحْلُ الْبَعِیْرِ...... وَرَحَلْتُ الْبَعِیْرَ مِنْ بَابِ نَفَعَ شَدَدْتُ عَلَیْهِ الرَّاحِلَةَ وَالرَّاحِلَةُ کَفَاعِلَةٍ اَلنَّاقَةُ الَّتِیْ تَصْلُحُ لِاَنْ تُرْحَلَ وَالرَّاحِلُ اَیْضًا مِنَ الْاِبِلِ ذَکَرًا کَانَ اَوْ اُنْثٰی وَیُقَالُ هِیَ الْبَعِیْرُ الْقَوِیُّ عَلَی الْاَسْفَارِ وَالْاَحْمَالِ۔

(مجمع البحرین جلد پنجم ص ۳۸۱ مکتبہ مرتضوی تہران)

ترجمہ: حدیث میں آیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رحل ایک ہاتھ تھا۔ اس سے مراد کجاوا کا پچھلا حصہ ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور رحل سے مراد اونٹ کا رحل ہے رحلت البعیر اس وقت کہا جاتا ہے جب اونٹ پر کجاوا خوب زور سے باندھ دیا جائے۔ لفظ "راحلہ"، فاعلہ کے وزن پر ہے ایسی اونٹنی کو کہتے ہیں۔ جو کجاوا رکھے جانے کے قابل ہو چکی ہو۔ اور

مرکب بھی اونٹ کو کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ نر ہو یا مادہ۔ اور کہا جاتا ہے
وہ مضبوط اونٹ ہے۔ سفر کرنے اور بوجھ لادنے میں۔

قارئین کرام! آپ نے لفظ رحل اور رحال کا دونوں طرف کی کتب لغت سے معنی ملاحظہ کیا۔ ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ لفظ رحل اور رکوب صرف اونٹوں (نر اور مادہ) کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا امام عالی مقام کا مدینہ منورہ سے سفر شروع کرنا اور کربلا تک سفر مکمل کرنا اور کربلا میں پہنچنا یہ سب مراحل آپ نے اونٹوں پر طے فرمائے۔ گھوڑے نہ ساتھ تھے۔ نہ راستہ میں کسی نے پیش کیے۔ اور کربلا میں مخالفین سے اس کی توقع ہو سکتی ہے۔ اس لیے سکینہ شہزادی کا گھوڑے کے پاؤں کو لپٹنا اور فریاد کرنا۔ از اول تا آخر جھوٹ ہے۔ اور پھر امام عالی مقام کا گھوڑے سے باتیں کرنا ثابت کرنا امام حسین پر شیعہ سنی واعظین و ذاکرین کا کذب محض ہے۔ افسوس ہے ایسے سنی واعظین وخطباء پر جو اہل تشیع کے لیے گھوڑے (ذوالجناح) کا ثبوت اپنی تقاریر میں پیش کرتے ہیں۔ اور صد افسوس ان سنی مصنفین پر کہ جنہوں نے اپنی اپنی تصانیف میں بلاتحقیق گھوڑا ثابت کر دکھایا۔ شیعہ لوگ گھوڑا نکالتے ہیں۔ اگر وہ گھوڑے کی فرضی روایتیں بیان کریں۔ اور دکھیں تو ان کا یہ مسلک ہے۔ لیکن ہم سنی جب تحریر و تقریر میں گھوڑا لے آتے ہیں۔ اور سیدہ سکینہ کا اس کے پاؤں سے لپٹنا بیان کرتے ہیں۔ اور لپٹنے کے دوران فرضی گفتگو بیان کرتے ہیں۔ ایسی تحریر و تقریر سے شیعہ لوگ حجت پکڑتے ہیں۔ گویا ہمارے سنی حضرات در پردہ شیعوں کے گھوڑا نکالنے کی تائید کر کے ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ ایسے سنی واعظ اور ایسے سنی مصنف مسلک اہل سنت کا عظیم نقصان کر رہے ہیں جس کو اعلیٰحضرت عظیم المرتبت نے حرام فرمایا ہے۔ جیسا کہ آپ کی عبارات بہت جلد پیش کر رہے ہیں۔ جن سے واضح ہو جائے گا کہ ایسے جھوٹے واقعات پر بیان کر کے رونے

اعتراض

امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کربلا میں بتیس ۳۲ گھوڑے تھے

گزشتہ اوراق میں ہم نے یہ ثابت کیا تھا۔ کہ امام عالی مقام کے ساتھ گھوڑا نہیں بلکہ اونٹ یا اونٹنی تھی۔ اس پر اگر کوئی اعتراض کرے۔ کہ بہت سی کتب میں امام عالی مقام کے ساتھ ایک نہیں بلکہ بتیس ۳۲ تک گھوڑے تھے۔ جیسا کہ الکامل فی التاریخ میں یوں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

الکامل فی التاریخ:

فَلَمَّا صَلّٰی عُمَرُ بْنُ سَعْدٍ الْغَدَاةَ يَوْمَ السَّبْتِ وَ قِيْلَ الْجُمُعَةِ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ خَرَجَ فِيْمَنْ مَعَهٗ مِنَ النَّاسِ وَعَبَّ وَ عَبَّى الْحُسَيْنُ اَصْحَابَهٗ وَصَلّٰى بِهِمُ الصَّلٰوةَ الغداة وَكَانَ مَعَهٗ اثْنَانِ وَثَلَاثُوْنَ فَارِسًا وَاَرْبَعُوْنَ رَاجِلًا فَجَعَلَ زُهَيْرَ بْنَ الْقَيْنِ فِيْ مَيْمَنَةِ اَصْحَابِهٖ وَحَبِيْبَ بن مطهر فِيْ مَيْسَرَتِهِمْ وَاَعْطٰى رَايَتَهُ الْعَبَّاسَ اَخَاهُ۔

(۱- الکامل فی التاریخ جلد ۴ ص ۵۹ سنہ احدی و ستین ذکر مقتل حسین مطبوعہ بیروت)

(۲- البدایۃ و النہایۃ جلد ۸ ص ۱۷۸ سنہ احدی و ستین مطبوعہ بیروت)

(۳- تاریخ طبری جلد ۶ ص ۲۴۰-۲۴۸ تا ۲۴۸ طبع بیروت ذکر الخبر عما کان فیہا من الاحداث)

ترجمہ:-

پھر جب عمر بن سعد نے ہفتہ یا جمعہ کے دن یوم عاشورا کو صبح کی نماز پڑھی وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلا۔ اور امام حسین نے بھی اپنے ساتھیوں کو تیار کیا۔ ان کے ساتھ صبح کی نماز ادا فرمائی۔ امام حسین کے ساتھ بتیس گھوڑ سوار تھے۔ اور چالیس آدمی پیدل تھے۔ آپ نے زہیر بن قین کو لشکر کی دائیں جانب اور حبیب بن مطہر کو بائیں جانب مقرر کیا۔ اور جھنڈا اپنے بھائی عباس کو عطا فرمایا۔

ان تین کتب کے حوالے سے معلوم ہوا کہ امام عالی مقام کے ساتھ بتیس ۳۲ گھوڑے سوار تھے۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہیں۔ کہ آپ کے پاس کوئی گھوڑا نہ تھا؟

جواب اول:

انہی کتب تاریخ سے ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ امام عالی مقام جب مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ تو گھوڑے کی بجائے اونٹ پر سوار تھے۔ راستہ میں فرزدق شاعر ملا۔ تو اس وقت بھی اونٹ پر سوار تھے۔ پھر جب کربلا پہنچے تو بھی اونٹ پر سوار تھے۔ اور کربلا میں اترنے کے بعد جس سواری کو باندھنے کا حکم دیا۔ وہ بھی اونٹ ہی تھا۔ ایک دو مرتبہ آپ نے مدمقابل سے گفتگو

فرمائی۔ تب بھی آپ اونٹ پر سوار تھے۔ اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ آپ نے مدینہ منورہ سے کربلا تک کا سفر واقعی اونٹ پر کیا۔ لیکن کربلا میں آپ کے محبین نے آپ کو یہ گھوڑے دیئے تھے۔ تو اس بارے میں محبین کے طرزِ عمل پر ہم ایک مشہور شیعہ کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مقتل ابی مخنف:

فَقَالَ قیس بن اشعث اِنْزِلْ عَلٰی حُکْمِ الْاَمِیْرِ بْنِ زِیَادٍ .... فَلَمَّا سَمِعُوْا کَلَامَ زُهَیْرٍ قَالُوْا لَنْ نَبْرَحَ حَتّٰی نَقْتُلَ صَاحِبَکُمْ وَمَنْ یُتَابِعُهٗ اَوْ یُبَایِعُ لِیَزِیْدَ۔

(مقتل ابی مخنف ص ۵۵ تا ۵۶ مکتبہ حیدریہ نجف اشرف عراق)

ترجمہ:۔

(امام حسین رضی اللہ عنہ نے آواز دے کر پوچھا۔ اے شیث بن ربعی، اے کثیر بن شہاب اور اے فلاں بن فلاں تم ہلاک ہو جاؤ۔ کیا تم نے مجھے اپنے پاس آنے کے لیے خطوط نہیں لکھے تھے۔ اور یہ نہیں کہا تھا۔ کہ ہمارا فائدہ اور نقصان مشترکہ ہوگا۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ امام موصوف نے فرمایا۔ اگر تم میرا یہاں آنا اچھا نہیں سمجھتے تو میں واپس لوٹ جاتا ہوں۔ جدھر میرا دل کرے۔ (قیس بن اشعث نے کہا۔ سواری سے اُترو۔ ابن زیاد کا حکم ہے۔ (پھر زہیر نے امام مظلوم کی طرف سے تقریر کی۔ تو انہوں نے جواباً کہا) ہم تمہارے صاحب (امام حسین) اور

کو قتل کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ اور ان کے متعلقین کو بھی قتل کریں گے یا پھر تم یزید کی بیعت کر لو۔

یہ تھا محبین کا برتاؤ کہ جن سے گھوڑے ملنے کی توقع کون کر سکتا ہے؟ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ کربلا میں گھوڑوں کا امام حسین کو دیئے جانا عقلاً نقلاً ناممکن ہے نقلاً اس لیے کہ مدینہ منورہ سے کربلا تک آپ کا سفر اونٹ پر ثابت ہے۔ اور عقلاً کربلا والوں کا آپ کو قتل کرنے کی دھمکی دینے کے ساتھ گھوڑے دینا ناممکن ہے۔

جواب دوم :

مذکورہ تین کتب میں واقعہ اگرچہ تقریباً ملتا جلتا ہے۔ لیکن ان میں سے سند صرف طبری نے ذکر کی۔ بقیہ دو کتابوں میں سند مفقود ہے۔ اور طبری کی ذکر کردہ سند سخت مجروح ہے۔ کیونکہ اس کا مرکزی راوی لوط بن یحییٰ ابو مخنف ہے۔ جو پرلے درجے کا کذاب ہے۔ اسماء الرجال میں اس کے بارے میں یوں لکھا ہے۔

میزان الاعتدال :

لوط بن یحییٰ ابو مخنف أخباریٌ تالفٌ لَا یُوْثَقُ بِهٖ تَرَکَهٗ ابو حاتم وَغَیْرُہٗ......... قَالَ الدَّارُقُطْنِی ضَعِیْفٌ وَ قَالَ ابْنُ مُعِیْنٍ لَیْسَ بِثِقَةٍ وَ قَالَ مَرَّةً لَیْسَ بِشَیْءٍ قَالَ ابْنُ عَدِی شِیْعِیٌّ مُحْتَرِقٌ صَاحِبُ اَخْبَارِھِمْ

(میزان الاعتدال جلد دوم ص ۳۶۰ حرف ل م مطبوعہ مصر)۔

ترجمہ :۔ لوط بن یحییٰ ابو مخنف اخباری آدمی ہے۔ اِدھر اُدھر کی

جوڑنے والا غیر معتبر آدمی ہے۔ ابوحاتم نے اسے متروک کہا۔ دارقطنی نے ضعیف کہا۔ ابن معین نے اس کی ثقاہت کا انکار کیا۔ مرہ نے لیس بشئی کہا۔ ابن عدی نے کہا۔ ول جلا شیعہ تھا۔ بس خبریں لکھنے کا ماہر تھا۔

لہٰذا ایسے کٹر اور حاسد شیعہ کی روایت اور محض خبری معتبر آدمی کی روایت سے استدلال کیونکر ہو سکتا ہے؟

جواب سوم: البدایۃ والنہایۃ:

وَلِلشِّيعَةِ وَالرَّافِضِيَّةِ فِي صِفَةِ مَصْرَعِ الْحُسَيْنِ كَذِبٌ كَثِيرٌ وَأَخْبَارٌ بَاطِلَةٌ وَفِيمَا ذَكَرْنَا كِفَايَةٌ وَفِي بَعْضِ مَا أَوْرَدْنَاهُ نَظَرٌ وَلَوْلَا أَنَّ ابْنَ جَرِيرٍ وَغَيْرَهُ مِنَ الْحُفَّاظِ وَالْأَئِمَّةِ ذَكَرُوهُ مَا سُقْتُهُ وَأَكْثَرُهُ مِنْ رِوَايَةِ أَبِي مِخْنَفٍ لوط بن يحيى وَقَدْ كَانَ شِيعِيًّا وَهُوَ ضَعِيفُ الْحَدِيثِ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ وَلَكِنَّهُ أَخْبَارِيٌّ حَافِظٌ عِنْدَهُ مِنْ هَذِهِ الْأَشْيَاءِ مَا لَيْسَ عِنْدَ غَيْرِهِ۔

(البداية والنهاية جلد ۸ ص ۲۰۲ فصل وكان مقتل حسين رضى الله عنه يوم الجمعة يوم عاشوراء مطبوعه بيروت ۱۹۶۶ء)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بیان میں رافضیوں اور شیعوں نے بہت سی جھوٹی باتیں بنا رکھی ہیں۔ اور باطل خبریں گھڑ رکھی

پس ہم نے جو کچھ ذکر کیا اتنا ہی کافی ہے ہم نے جو واقعات ذکر کئے ان میں سے بھی بعض میں نظر ہے اگر ان باتوں کا ابن جریر وغیرہ حفاظ و آئمہ نے ذکر نہ کیا ہوتا۔ تو میں انہیں ہرگز ذکر نہ کرتا۔ ان میں سے اکثر کا راوی لوط بن یحییٰ ابو مخنف ہے۔ وہ یقیناً شیعہ تھا اور ائمہ کے نزدیک حدیث میں ضعیف تھا لیکن اخباری اور حافظ ہے۔ اور اس کے پاس ایسے واقعات و حکایات ہیں جو کسی اور کے ہاں نہیں ملتیں۔

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ شہادت امام حسین کے موضوع پر بہت سے واقعات من گھڑت ہیں۔ جن کو لوط بن یحییٰ نے گھڑا۔ کیونکہ یہ شخص اخباری تھا ابن جریر نے جو واقعات اپنی تاریخ میں درج کیے۔ وہ بھی بکثرت اسی لوط بن یحییٰ سے منقول ہیں۔ اور خود طبری بھی تشیع سے خالی نہیں ہے۔ اس کے بارے میں ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ گھوڑے کا جھوٹا واقعہ جس نے اختراع کیا۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اور اس کا نام "ذوالجناح" ملاحسین کاشفی نے رکھا۔ اور ایسا مشہور ہوا کہ شیعوں کا مابہ الامتیاز نشان بن گیا۔ یعنی ذوالجناح نکالنے والا شیعہ ہے۔ اور اس کا منکر سنی ہے۔ حالانکہ تحقیق یہ ہے۔ کہ امام حسین کے لیے کربلا میں گھوڑے کا وجود تک نہ تھا۔ شیعہ مؤرخین کا بادشاہ صاحب ناسخ التواریخ لکھتا ہے

میدان کربلا میں ذوالجناح موجود تھا

ناسخ التواریخ :

پس اسپ برانگیخت و تیغ برآ ہیخت مکشوف باد کہ اسپ سید الشہداء را کہ در کتب معتبرہ را بنام نوشتہ اند از افزون از دو مال سواری نیست یکے اسپ رسول خدا کہ مرتجز نام داشت

و دیگرے شترے کہ مناقہ می نامیدند و اسپ کہ ذوالجناح نام داشتہ باشد در ہیچک از کتب احادیث و اخبار و تواریخ معتبرہ من بندہ ندیدہ ام و ذوالجناح لقب شمر پسر لہیعہ حمیر لیست و اسپ ہیچ کس را بدیں نام نہ شنیدہ ام۔ و اگر اسپ چند کس را جناح نام بودہ بعد مربوط بہ ذوالجناح و منسوب بحسین نخواہد بود و اگر اسپ ہائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را جناح نامیدند باز نشاید ذوالجناح گفت و در ہر حال بدیں نام اسپ نام دار نہ بودہ۔

(ناسخ التواریخ در احوال حضرت سید الشہداء جزو دوم از جلد ششم ص ۳۶۶ شمارہ مرکب ہائے حسین) مطبوعہ تہران

ترجمہ:

پھر گھوڑا گر دا اور آپ نے تلوار کھینچ لی۔ واضح ہو کہ امام عالی مقام کی سواری معتبر کتابوں میں دو ناموں سے مذکور ہے۔ ایک گھوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جس کا نام مرتجز تھا۔ دوسری سواری اونٹ تھی جس کو مناقہ کہتے تھے۔ اور گھوڑا کہ جسے ذوالجناح کا نام دیا گیا ہے۔ حدیث اخبار اور تاریخ کی کسی معتبر کتاب میں میں نے اس کا نام نہیں دیکھا۔ اور ذوالجناح ایک شخص شمر بن لہیعہ کا لقب تھا۔ اور کسی کے گھوڑے کا

یہ نام میں نے نہیں سنا۔ اور اگر چند گھوڑوں کا نام جناح ہو۔ اور اس کے ساتھ "ذو" کا لفظ جوڑ کر ذوالجناح بنایا جائے۔ تو بھی یہ گھوڑا امام حسین کا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں کا نام جناح رکھیں۔ پھر بھی ذوالجناح کہنا غلط

کا گھوڑا کوئی نہ تھا۔

توضیح:

شیعہ مورخ کی مذکورہ تحریر سے چند امور ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ امام عالی مقام کی سواریاں صرف دو تھیں۔ ایک گھوڑا اور دوسری اونٹنی۔

۲۔ مرتجز نامی گھوڑا دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھوڑا تھا۔ جو امام عالی مقام کو ملا۔

۳۔ احادیث، اخبار اور تاریخ کی معتبر کتابوں میں ذوالجناح نام کے گھوڑے کا کوئی اتہ پتہ نہیں۔

۴۔ امام عالی مقام کے کسی گھوڑے کا نام ذوالجناح نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے مرتجز کا نام ذوالجناح ہو سکتا ہے۔

جب امام عالی مقام کی سواریاں صرف دو ہی تھیں۔ کیا یہ دونوں سواریاں واقعہ کربلا میں آپ کے پاس موجود تھیں؟ اس کا جواب علامہ طبری سے سنیئے۔

تاریخ طبری:

عن القاسم بن اصبغ بن بناتہ قال حدثنی مَنْ شَہِدَ الْحُسَیْنَ فِیْ عَسْکَرِہٖ اَنَّ حُسَیْنَ حِیْنَ غَلَبَ عَلٰی عَسْکَرِہٖ رَکِبَ الْمُسَنَّاتَ۔

(تاریخ طبری جلد ۶ ص ۲۵۸ ۱۶۱ھ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

قاسم بن اصبغ بن بنانہ کہتا ہے۔ کہ میں نے ایسے شخص سے سنا جو امام حسین کے لشکر میں موجود تھا۔ کہ جب امام حسین کا لشکر مغلوب ہو گیا۔ تو آپ مسنات نامی اونٹنی پر سوار ہو گئے۔

الکامل فی التاریخ:۔

ثُمَّ رَكِبَ الْحُسَيْنُ رَاحِلَةً وَ تَقَدَّمَ إِلَى النَّاسِ
وَ نَادَى بِصَوْتٍ عَالٍ يَسْمَعُهُ كُلُّ أُنَاسٍ
(الكامل في التاريخ جلد ۴ ص ۶۱ ثم دخل سنة احدى و ستين ذكر مقتل الحسين) مطبوعه بیروت)

ترجمہ:

پھر امام عالی مقام اونٹنی پرسوار ہوئے۔ اور لوگوں کی طرف تشریف لے گئے۔ اس زور سے بولے۔ کہ تمام لوگوں نے آپ کی آواز سُن لی۔

قارئین کرام! اس حوالہ سے بھی معلوم ہوا۔ کہ امام عالی مقام کے پاس کربلا میں اونٹ تھا۔ گھوڑا نہیں۔ اور جن لوگوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے گھوڑے ثابت کیے اور دعوے کیے کہ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کے پاس گھوڑوں کے اثبات پر ہم سو حوالہ جات پیش کر سکتے ہیں۔ یہ ان کا دعویٰ صرف روایت پرستی پر موقوف ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اونٹ تھا گھوڑا نہیں تھا۔ جس کو ابھی ہم دلائلِ قاہرہ سے ہم ثابت کر چکے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

امام حسین کے پاس میدان کربلا میں گھوڑا ہونے پر مولوی عبد السلام کا

بے اصل دعوے

اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یقیناً اتنے خرافات ماہ محرم اور واقعہ کربلا کے لیے ایجاد نہ ہوئے تھے۔ جتنے اس زمانہ تک ایجاد ہو چکے ہیں۔ تو اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے زمانہ کے واعظین اور مصنفین کو جنہوں نے واقعہ کربلا کو رنگیلا بنا کے بیان کرنے کا طریقہ اپنایا اور کتابیں لکھیں ان کے ان افعال پر آپ نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مراتب ان کے لیے ذکر کیے تو اب ہمارے زمانہ میں تو ان سنی واعظین نے حدیں ہی توڑ دیں۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ لیکن ان میں سے ایک صاحب مولوی عبد السلام ہیں۔ جن کی تصنیف کردہ کتاب کا نام "شہادت نواسۂ سید الابرار" ہے۔ یہ اس کتاب میں لکھتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

بعض لوگ بڑے دعوے سے دس ہزار روپے کا اعلان کرتے ہیں کہ اگر کوئی گھوڑے کے ہونے کا ثبوت دیدے تو دس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیکڑوں کتب میں سے کسی میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں آیا کہ آپ کے پاس اونٹ ہی تھے گھوڑا نہ تھا۔ بلکہ تمام کتب معتبرہ میں اس امر کا واضح ثبوت بار ہا ملا ہے۔ کہ گھوڑے تھے۔ اور خود حسین پر سوار ہو کر سید الشہداء گر کر شہید ہوئے تھے۔ وہ گھوڑا تھا

اونٹ نہیں، عجیب بے وقوفی ہے۔ کہ جس چیز کا کسی جگہ ذکر نہیں۔ اس کے متعلق کہنا کہ یہ کتب معتبرہ میں موجود ہے۔ اور جس چیز کا متعدد کتب میں ذکر ہو۔ اس کے وجود کا انکار ہو رہا ہے۔ اور پھر اس پر دس ہزار روپے انعام کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ تو میں ایک کتاب کیا بلکہ ایک سو معتبر کتب سے ثبوت دے سکتا ہوں۔ جیسا کہ میں اس کتاب میں اس کا ثبوت بھی دے چکا ہوں۔ چاہیئے کہ فی الفور مجھے دس ہزار روپیہ بذریعہ ڈاک منی آرڈر کر دیا جائے۔ (شہادت نواسہ سید الابرار ص ۸۴۰، اسپ امام علیہ السلام کے نام کی تحقیق مطبوعہ مکتبہ حامدیہ لاہور)

مذکورہ عبارت کی تردید:۔

مولوی عبد السلام کا یہ دعوائے ہی دعوائے بلا تحقیق ہے ورنہ ہم نے گزشتہ اوراق میں چند معتبر کتب کے حوالہ جات اس بارے میں پیش کر دیتے ہیں۔ کہ امام عالی مقام کے پاس مدینہ منورہ سے شہادت تک گھوڑا نہیں بلکہ اونٹ تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی شیعوں کی ایک بڑی ضخیم اور معتبر کتاب اعیان الشیعہ جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس سے ہم اس مسئلہ کی تحقیق پیش کرتے ہیں کہ جس کے بعد کسی شک کی گنجائش نہیں رہتی۔

اعیان الشیعہ:۔

محمد بن حنفیہ کو جب معلوم ہوا کہ امام حسین کربلا کی تیاری کر رہے ہیں

تو اَتَاهُ فَاَخَذَ بِزِمَامِ نَاقَتِهٖ وَقَدْ رَكِبَهَا فَقَالَ يَا اَخِيْ اَلَمْ تَعِدْنِي النَّظَرَ فِيْمَا سَأَلْتُكَ الخ .... وَحَرَّكَ رَاحِلَتَهٗ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ

اعیان الشیعہ جلد اول ص ۵۹۳، ۵۹۴ سیرة الحسین خروجہ الی العراق مطبوعہ بیروت

ترجمہ:

محمد بن حنفیہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کی لگام پکڑلی۔ اس صورت میں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار ہو چکے تھے۔ تو محمد بن حنفیہ نے عرض کی! اے میرے بھائی! کیا تو نے میرے ساتھ وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں کربلا جانے کے سفر میں غور و فکر کروں گا۔ ......

(تو جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی فرزدق شاعر سے راستے میں ملاقات کی تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے کوفہ والوں کا حال پوچھا۔ تو فرزدق نے کہا! ان کے دل تمہارے ساتھ ہیں اور ان کی تلواریں بھی تم پر ہیں۔ تو اس ساری گفتگو کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی کو آگے چلنے کے لیے حرکت دی۔ اور فرزدق کو کہا! السلام علیک۔

اعیان الشیعہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ جب کربلا میں دوسری جمعرات محرم کی ۶۱ھ کو پہنچے تو فرمایا! اس جگہ کا کیا نام ہے؟ کہا گیا کربلا آپ نے فرمایا اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ کرب و بلا سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر اپنے اصحاب پر متوجہ ہوئے۔ ...... پھر فرمایا کہ یہ کربلا ہے لوگوں نے کہا ہاں ابن رسول۔ فَقَالَ هٰذَا مَوْضِعُ كَرْبٍ بَلَاءٍ اِنْزِلُوْا هٰهُنَا مَنَاخُ رِكَابِنَا وَمَحَطُّ رِحَالِنَا وَمَقْتَلُ رِجَالِنَا وَمَسْفَكُ دِمَائِنَا

(اعیان الشیعہ جلد اول ص ۵۹۸ سیرت الحسین وصول لہ کربلا مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا! یہ کرب بلا کی جگہ ہے اُتر جاؤ۔ ہماری سواریاں بٹھانے کی اور کجاووں کو اتارنے کی اور ہمارے مردوں کے قتل ہونے کی اور ہمارے خون گرانے کی یہی جگہ ہے۔

اعیان الشیعہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ کو جب میدان کربلا میں شمر نے روک لیا تو آپ نے فرمایا!

قَدْ بَلَغَكُمْ قَوْلُ نَبِيِّكُمْ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ الْمُفِيدُ ثُمَّ دَعَا الْحُسَيْنُ بِرَاحِلَتِهِ فَرَكِبَهَا وَ نَادَى بِأَعْلَى صَوْتِهِ۔

(اعیان الشیعہ جلد اوّل ص ۶۰۲ سیرت الحسین صفۃ القتال مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا! تمہارے نبی کی یہ بات تمہیں پہنچ چکی ہے کہ حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ شیخ مفید نے کہا! (اس خطبہ کے بعد) پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی منگوائی اس پر سوار ہوئے اور بلند آواز سے ندا دی۔

قارئین کرام! غور فرمائیں شیعوں کے خاتم المحققین الامام محسن الامین نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب اعیان الشیعہ میں اس بات کا فیصلہ کر دیا۔ کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ شریف سے چلنے کا ارادہ کیا تو محمد بن حنفیہ نے آکر ان کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی جس پر امام حسین رضی اللہ عنہ سوار تھے۔ اور

روکنے کی کوشش کی لیکن امام حسین نہ رُکے جب راستے میں پہنچے تو فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی تو اس سے کوفہ والوں کے حالات پوچھے تو اس نے جواب دیا کہ ان کے دل تمہارے ساتھ لیکن تلواریں بھی تم پر ہیں۔ امام حسین نے یہ جواب سن کر اپنی اونٹنی کو حرکت دی اور اسے السلام علیک کہا۔ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں پہنچے تو اس جگہ کا نام پوچھا تو لوگوں نے کہا اس کا نام کربلا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ (ہمارے والد نے اس مقام پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا تھا کہ میرے حسین اور اس کے قافلے کے اونٹ یہیں بیٹھیں گے اور کجاوے بھی یہیں اتریں گے اور یہاں ہی ہمارے لوگ قتل ہوں گے اس کے بعد جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے جہاد کی تیاری کی اور آپ نے سحر آزاری فرمائی تو اپنی اونٹنی منگوا کر اس پر سوار ہو گئے۔ مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو گھوڑا نکالنے والے اور اس کی پوجا پاٹ کرنے والے ہیں۔ جب ان کی ایک ذخیم کتاب کہ جس کی میں نے اگرچہ پوری عبارت باعثِ طوالت کے نقل نہ کی۔ مگر مذکورہ الفاظ من وعن اعیان الشیعہ سے میں نے نقل کیے اور ان کا ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد کسی شیعہ کو تحقیقی طور پر حق نہیں پہنچتا کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا گھوڑا نکالیں اور اس پر نوحہ خوانی اور ماتم برپا کریں۔ اور اس کو ذوالجناح کا نام دیں۔ میں ان تمام چیزوں کی تردید کر چکا ہوں۔ ذوالجناح نام تو کجا اصل میں وہاں گھوڑا ہی موجود نہ تھا۔ تو پھر گھوڑا نکالنے اور ماتم برپا کرنے کا کیا معنی۔ پھر مجھے اپنے سنی مولوی محمد عبد السلام پر افسوس ہے کہ اس نے بغیر تحقیق کے تو حوالہ گھوڑے کے نکالنے پر پیش کرنے کا دعوے کیا ہے یہ صرف روایت پرستی پر موقوف ہے کہ جس کی تحقیق میں پیش کر چکا ہوں۔ اگر کوئی مولوی یہ ثابت کر دے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو اتنے گھوڑے کہاں سے ملے۔ دینے والا کون تھا۔ منہ مانگا انعام پائے

اس لیے ان حوالہ جات کو پڑھ کر مولوی عبد السلام کو چاہیے کہ مبلغ دس ہزار روپے

بذریعہ منی آرڈر روانہ کردے۔ کا مطالبہ آئندہ نہ کرے۔ ورنہ الکوعظیم ندامت اٹھانی پڑے گی۔

نوٹ: مولوی عبدالسلام کے دعوے کو پڑھ کر میں خود ان سے ملنے ان کے گھر واقعہ دھوپ سڑی سانده کلاں لاہور گیا۔ اور ملاقات پر پوچھا کہ گھوڑوں کی موجودگی کے بارے میں آپ نے حوالہ جات کس کتاب سے نقل کیے ہیں انہوں نے "حیات الحنفی" نامی کتاب کا ذکر کیا۔

جو ناپید ہے۔ میں نے گزارش کی۔ کہ مجھے وہ کتاب دکھائی جائے۔ انہوں نے کہا۔ کہ اس وقت یہ کتاب سیالکوٹ کوٹلی لوہاراں میں کسی کے پاس میں نے محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ منگوا کر آپ کو دکھاؤں گا۔ میرے ساتھ قریب ہی آبادی کے ایک عالم دین محمد شرف الدین صاحب بھی تھے۔ وہ اس بات کے گواہ ہیں۔ ان کی موجودگی میں میں نے کہا۔ کہ کرایہ آمد و رفت میرے ذمہ آپ وہ کتاب منگوائیں۔ تاکہ کتاب کو دیکھ پتہ چل سکے۔ کہ کس قسم کی کتاب اور کس مصنف کی کتاب ہے اس پر مولوی عبدالسلام صاحب نے اس کے مصنف اور اس کی کتاب کی بہت زیادہ تعریف کی۔ کہ اس کا لکھنے والا نہایت محقق آدمی ہے۔ اور ان کی کتاب تحقیق سے بھری پڑی ہے مختصر یہ ہے کہ وہ کئی وعدے کرنے کے باوجود کتاب نہ دکھا سکے ——————— بہر صورت اس قسم کے وعدے وہی لوگ کرتے ہیں۔ جن کا محض واقعات تک رسائی ہوتی ہے۔ تحقیق سے کام نہیں لیتے۔

گھوڑوں کے موجود ہونے والی روایات وہی ہیں۔ جو غیر معتبر کتب میں لوگوں نے لکھ ڈالیں۔ اور سراسر من گھڑت ہیں۔ ان تمام روایات کا ماخذ لوط بن یحییٰ ابو مخنف ہے۔ اس کے علاوہ کسی معتبر کتاب نے خواہ وہ شیعہ مسلک کی ہو یا سنی مسلک، گھوڑوں کا تذکرہ نہیں بلکہ تردید کی ہے۔ اور لوط بن یحییٰ ابو مخنف ایسے واقعات تراشنے کا بہت ماہر تھا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب چہل و پنجم ۴۵

شامِ کربلا مصنفہ مولوی محمد شفیع اوکاڑوی

امام مسلم رضی اللہ عنہ کے بچوں کا واقعہ

امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں کا واقعہ بھی من جملہ ان واقعات من گھڑت میں سے ہے جسے "رلانے اور لوگوں کو دھاڑے مار مار کر آنسو بہانے کے لیے واعظین اپنے واعظوں میں، ذاکرین اپنے خطاب میں اور غیر محتاط مصنف اپنی تصنیفات میں ذکر کرتے ہیں۔ ان واعظین میں سے مولوی محمد شفیع اوکاڑوی بھی ہیں۔ اگرچہ ان کی عادت ایسی نہ تھی لیکن انہوں نے بھی اس بے اصل واقعہ کو بڑی رنگیلاپنی سے ذکر کیا ہے۔ جس کی فوٹو کاپیاں درج ذیل لف کی جاتی ہیں۔

حضرت مسلم نے دارالامارت کے محاصرہ کے وقت اور بقول بعض طوعہ کے گھر میں قیام کے وقت اپنے دونوں فرزندوں کو قاضی شریح کے یہاں بھیج دیا تھا اور ان کو کہلوا دیا تھا کہ ان کو کسی طرح بحفاظت مدینۃ النبی پہنچا دینا۔ جب حضرت مسلم شہید ہو گئے۔ قاضی صاحب نے آپ کے دونوں صاحبزادوں کو بلا کر پیار کیا اور بادیدۂ پرنم ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا یہ دیکھ کر انہوں نے کہا چچا جان! آپ کی آنکھوں میں آنسو ہیں اور آپ یوں ہمارے سروں پر ہاتھ پھیر رہے ہیں کہیں ہم یتیم تو نہیں ہو گئے؟ قاضی صاحب کی ہچکیاں بندھ گئیں فرمایا ہاں اے پیارے بچو تمہارے ابا جان کو شہید کر دیا گیا ہے، یہ سنتے ہی دونوں شہزادوں پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ وا ابتاہ واغوثاہ کہہ کر دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے اور تڑپنے لگے۔ قاضی شریح نے بچوں سے کہا

مجھے ابن زیاد بدنہاد سے تمہارے بارے میں کوئی اچھی امید نہیں اور تمہارا یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح تمہاری جان بچ جائے اور تم بحفاظت مدینہ منورہ پہنچ جاؤ۔

عالم غربت میں یتیم ہو جانے والے نونہالوں پر بے کسی کی انتہا ہو گئی۔ ایک طرف باپ کی جُدائی کا غم اور دوسری طرف اپنی جانوں کا خوف۔ چمن رسالت کے یہ پھول کملا گئے ؎

بدرد دل زلب شرح نالہ می شنویم | زسوز جاں جگر دیں کباب می بینیم

اب قاضی صاحب کے پیشِ نظر ان دونوں بچوں کی جانوں کا مسئلہ تھا چناں چہ انہوں نے اپنے بیٹے اسد کو بلا کر کہا "میں نے سُنا ہے کہ آج باب العراقین سے ایک کارواں مدینہ منورہ جانے والا ہے۔ ان دونوں بچوں کو وہاں لے جاؤ اور کسی ہم درد اور محب اہل بیت کے سپرد کر کے اس کو حالات سے آگاہ کر دینا اور تاکید کر دینا کہ ان کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے۔ اسد دونوں صاحب زادوں کو ساتھ لے کر باب العراقین آیا اور معلوم کیا تو پتہ چلا کہ کارواں کچھ دیر پہلے جا چکا ہے۔ وہ دونوں بچوں کے ساتھ اسی راہ پر چلا کچھ دُور گئے تو گرد کارواں نظر آئی وہ کہنے لگا کہ دیکھو یہ گرد کارواں ہے اور زیادہ دُور نہیں اب تم جلدی سے جا کر اس کارواں میں مل جاؤ اور دیکھو اپنے بارے میں کسی کو بتانا نہیں اور قافلے سے جُدا نہ ہونا میں اب واپس جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اسد واپس آگیا اور بچے تیزی سے چلنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد وہ گرد بھی غائب ہو گئی اور کارواں بھی نہ ملا۔

یہ پھول سے یتیم بچے عالم تنہائی میں انتہائی پریشانی کا شکار ہو کر پھر ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے اور نازوں سے پلنے والے ماں باپ کا نام لے کر جان کھونے لگے۔

پارہ پارہ نہ ہوں کیوں دیکھ کے دونوں کے جگر
عمر میں دیکھا تھا کب آنکھ سے ایسا منظر
ایسا صدمہ نہیں گزرا کبھی ننھے دل پر
خاک و خوں میں تڑپتا ہے پدر پیش نظر

سرگیں آنکھوں سے تھے خون کے آنسو جاری
کیا بیاں ہو سکے ان بچوں کی آہ و زاری

ادھر ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت مسلم کے ساتھ ان کے دو فرزند محمد و ابراہیم بھی آئے تھے اور وہ بھی کوفے میں کسی گھر میں ہیں چناں چہ اس بدنہاد نے اعلان کرایا کہ جو مسلم کے دونوں بچوں کو ہمارے پاس لائے گا وہ انعام پائے گا اور جو انہیں چھپائے گا یا ان کو یہاں سے نکالنے میں ان کی مدد کرے گا وہ سخت سزا کا مستحق ہوگا۔ اس اعلان سے مال و زر کی ہوس رکھنے والے چند سپاہی قسمت آزمائی کے لیے نکلے اور انہوں نے تھوڑی سی محنت کے بعد سراغ لگا کر بچوں کو پالیا اور پکڑ لائے اور کوتوال (افسر پولیس) کے حوالے کر دیا۔ کوتوال ان بچوں کو ابن زیاد کے پاس لے گیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو اس وقت تک جیل میں رکھا جائے جب تک ان کے متعلق میں یزید سے نہ پوچھ لوں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

داروغہ حوالات (سپرنٹنڈنٹ) مشکور نامی ایک پرہیزگار شخص اور محب اہل بیت تھا اس نے جب ان یتیموں کی مظلومی اور بے کسی کا حال دیکھا تو اس کو بہت ترس آیا اور اس کے جذبۂ ایمانی میں ایک تلاطم پیدا ہوا۔ اس نے عزم صمیم کر لیا کہ ان بچوں کی جان بچانی ہے خواہ اپنی جان چلی جائے۔ چناں چہ اس نے رات کے اندھیرے میں گلشن عقیل کے ان پھولوں کو جیل سے نکالا اور اپنے گھر میں لا کے کھانا کھلایا اور پھر شہر کے باہر قادسیہ کی راہ پر لا کر اپنی انگوٹھی بطور نشانی دی اور کہا کہ یہ سیدھا راستہ قادسیہ کو جاتا ہے اس راہ پر چلے جاؤ۔ وہاں پہنچ کر کوتوال کا پتہ پوچھنا وہ میرا بھائی ہے اس کو مل کر میری یہ انگوٹھی دکھانا اور اپنا حال سنانا اور کہنا کہ ہمیں مدینہ طیبہ پہنچا دے وہ تمہیں بحفاظت تمام مدینہ پہنچا دے گا۔

مصیبت کے مارے دونوں بھائی چل پڑے لیکن قضا و قدر کے احکام جو نافذ ہو چکے ہوتے ہیں ان کو بندوں کی تدابیر نہیں بدل سکتی لَا رَادَّ لِقَضَائِهٖ وَلَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ رات بھر چلتے رہے مگر قادسیہ نہ آیا۔ جب صبح کی روشنی ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ وہ اسی قادسیہ کی راہ پر تھے۔ قریب ہی ایک کھلا سا درخت نظر آیا اس کے پاس ایک کنواں بھی تھا وہ ان

درخت کی آڑ میں آکر بیٹھ گئے، سخت خوف لاحق تھا کہ کہیں پھر نہ کوئی پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لے جائے۔ اتنے میں ایک کنیز پانی بھرنے آئی جب اس نے ان کو اس طرح چھپے بیٹھے دیکھا تو قریب آئی اور ان کا حسن و جمال اور شانِ شہزادگی دیکھ کر کہا اے شہزادو تم کون ہو اور یہاں کیوں چھپے بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا ہم تجھے کیا بتائیں کہ ہم کون ہیں ہم یتیم و بے کس اور ستم رسیدہ گم کردہ راہ مسافر ہیں۔ کنیز نے کہا تم کس کے بچے ہو تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟ باپ کا لفظ سنتے ہی ان کی آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ کنیز نے کہا میں گمان کرتی ہوں کہ تم مسلم بن عقیل کے فرزند ہو، باپ کا نام سنتے ہی دونوں بچے ہچکیاں بھرنے لگے۔ کنیز نے کہا صاحبزادو غم نہ کرو میں اس خاتون کی کنیز ہوں جو اہل بیت نبوت کے ساتھ سچی عقیدت و محبت رکھتی ہے بالکل فکر نہ کرو آؤ اور میرے ساتھ چلو میں تمہیں اس کے پاس لے چلوں۔ دونوں شہزادے اس کے ساتھ ہو گئے کنیز نے ان کو اس خاتون کے سامنے پیش کیا اور سارا واقعہ سنایا۔ اس خاتون کو بڑی خوشی ہوئی اس نے اس خوشی کے صلہ میں اپنی اس کنیز کو آزاد کر دیا اور شہزادوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آئی ان کے قدم چومے یتیموں کی داستان غم سن کر آنسو بہائے اور ہر طرح تسلی و تشفی دی کہ فکر نہ کرو اور کنیز سے کہا کہ یہ راز میرے شوہر حارث کو نہ بتایا ؎

گھر میں حارث کے جو وہ یوسفِ کنعاں آئے
موت بولی کہ سفر سے مرے مہماں آئے

زنِ حارث نے یتیموں کے قدم چوم لیے
کپڑے دیکھے جو پھٹے سوزنِ مژگاں سے سیئے

پانی بھی گرم کیا پاؤں دھلانے کے لیے
اور بچھا دیا فرش بھی ان کو سلانے کے لیے

نہر پہ صبح بڑی دھوم سے مہمانی ہے
حلق ہے تیغ ہے جلاد ہے قربانی ہے

ادھر ابن زیاد کو اطلاع ہو گئی کہ مشکور نے دونوں بچوں کو رہا کر دیا ہے۔ ابن زیاد نے مشکور کو بلایا اور پوچھا کہ تو نے پسران مسلم کے ساتھ کیا کیا ہے؟ مشکور نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کو آزاد کر دیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا تو مجھ سے نہ ڈرا، مشکور نے کہا جو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے، وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ ابن زیاد نے کہا تجھے ان کے رہا کرنے میں کیا ملا؟ مشکور نے کہا او ستمگار ان بچوں کے پدرِ بزرگوار کو شہید کرنے میں تجھے تو کچھ نہ ملے گا مگر مجھے ان بے گناہ بچوں کو جو اپنے جگر پر یتیمی کا داغ لیے ہوئے قید و بند کی مصیبت میں مبتلا تھے، رہا کرنے میں ان کے جدِ اعلیٰ سے امید شفاعت ہے کہ حضور ہم

تو نبی وسید ثقلین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میری اس خدمت کو قبول فرمائیں گے اور میری شفاعت فرمائیں گے جب کہ تو اس دولت سے محروم رہے گا۔ اس پر ابن زیاد غضبناک ہوا اور کہنے لگا میں ابھی تجھے اس کی سزا دوں گا۔ مشکور نے کہا میری ہزار جانیں بھی ہوں تو آل نبی پر فدا ہیں ؎

من در رہِ او کجا بہ جان وا مانم جان چیست کہ بہرِ او فدا نتوانم
یک جاں چہ بود ہزار جان بایستے تا جملہ بیک بار برو افشانم

ابن زیاد نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کو اتنے کوڑے مارو کہ یہ مر جائے اور پھر سر تن سے جدا کر دو۔ جلاد نے کوڑے مارنے شروع کر دیے۔ پہلے کوڑے پر مشکور نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم دوسرے پر کہا الٰہی مجھے صبر دے۔ تیسرے پر کہا الٰہی مجھے بخش دے۔ چوتھے پر کہا الٰہی مجھے فرزندان رسول کی محبت میں یہ سزا مل رہی ہے۔ پانچویں پر کہا الٰہی مجھے رسول اللہ اور ان کے اہل بیت کے پاس پہنچا دے پھر مشکور خاموش ہو گیا اور جلاد نے اپنا کام پورا کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؎

جانش مقیم روضۂ دار السرور باد گلشن سرائے مرقدِ او پر ز نور باد

ادھر وہ نیک خاتون دن بھر بہ دل و جان بچوں کی خدمت اور دل جوئی میں مشغول رہی رات کے وقت ان کو ایک علیحدہ کمرے میں سلا کر آئی تھی کہ اس کا شوہر (حارث) آگیا نہایت تھکا ہوا تھا۔ خاتون نے پوچھا آج سارا دن تم کہاں رہے کہ اتنی دیر سے آئے ہو؟ کہنے لگا صبح میں امیر کوفہ ابن زیاد کے پاس گیا تھا۔ وہاں مجھے معلوم ہوا کہ داروغہ جیل مشکور نے پسرانِ مسلم بن عقیل کو قید سے رہا کر دیا ہے اور امیر نے اعلان کیا ہے کہ جو ان کو پکڑ کر لائے یا ان کی خبر دے اس کو گھوڑا جوڑا اور بہت سا مال دیا جائے گا۔ بہت سے لوگ ان کی تلاش میں نکلے ہیں۔ میں بھی انہی کی تلاش میں ادھر ادھر سرگرداں رہا اور اس قدر بھاگ دوڑ کی کہ میرے گھوڑے نے دم توڑ دیا اور مجھے پیدل ان کی جستجو میں پھرنا پڑا۔ اس لیے تھکاوٹ سے چور چور ہو گیا ہوں۔ عورت نے کہا۔ اے بندۂ خدا اللہ سے ڈر تجھے فرزندانِ رسول اللہ سے کیا کام ہے؟ کہنے لگا تو خاموش رہ تجھے نہیں معلوم ابن زیاد نے اس شخص کو گھوڑا، جوڑا اور بہت سا مال دینے کا وعدہ کیا ہے جو ان بچوں

لو اس کے پاس پہنچائے یا اُن کی خبر دے۔ عورت نے کہا کس قدر بدبخت ہیں وہ لوگ جو مالِ دنیا کی خاطر ان یتیموں کو دشمن کے حوالے کرنے کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں اور دین کو دُنیا کے عوض میں دے رہے ہیں۔ حارث نے کہا تجھے ان باتوں سے کیا تعلق تو کھانا لا۔ عورت نے کھانا لا کر دیا وہ کھا کر سو گیا۔

جب آدھی رات ہوئی تو بڑے بھائی (محمد بن مسلم) نے خواب دیکھا اور بیدار ہو کر اپنے چھوٹے بھائی (ابراہیم) کو جگاتے ہوئے کہا بھائی اب سونے کا وقت نہیں رہا اٹھو اور تیار ہو جاؤ اب ہمارا وقت بھی قریب آگیا ہے۔ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ ہمارے ابا جان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی و حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بہشت بریں میں ٹہل رہے ہیں کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں کی طرف دیکھ کر ہمارے ابا جان سے فرمایا مسلم تم چلے آئے ان دونوں بچوں کو ظالموں میں چھوڑ آئے۔ ابا جان نے ہماری طرف دیکھ کر کہا یا رسول اللہ میرے یہ بچے بھی آنے ہی والے ہیں۔ یہ سُن کر چھوٹے نے بڑے بھائی کے منہ پر اپنا منہ رکھ کے کہا وَا وَیْلَاہُ وَاُمُسْلِمَاہُ! اور رونا شروع کر دیا۔ بڑے کے صبر کا پیمانہ بھی چھلک اٹھا تو دونوں نہایت درد کے ساتھ رونے اور چلانے ان بچوں کے رونے چلانے کی آواز سے اس کم بخت حارث کی آنکھ کھل گئی عورت سے کہنے لگا یہ کن کے رونے کی آواز ہے میرے گھر میں یہ کون ہیں جو اس طرح رو رہے ہیں عورت بے چاری سہم گئی اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس ظالم نے خود اٹھ کر چراغ جلایا اور اس کمرے کی طرف چلا جس سے رونے کی آواز آ رہی تھی اندر داخل ہو کر دیکھا کہ دونوں بچے گلے مل کر ابا ابا کہہ کر تڑپ رہے ہیں۔ کہنے لگا تم کون ہو؟ چونکہ ان بچوں نے یہی سمجھا تھا کہ یہ مجبوں کا گھر اور جائے پناہ ہے اور اہلِ خانہ ہمارے خیر خواہ ہیں اس لیے صاف کہہ دیا کہ ہم فرزندانِ مسلم بن عقیل ہیں۔ حارث نے کہا عجیب! میں تو سارا دن تمہاری تلاش میں سرگرداں یہاں تک کہ میرے گھوڑے نے دم توڑ دیا اور تم میرے ہی گھر میں موجود ہو۔ یہ سُن کر اور اس ظالم کو دیکھ کر بچے سہم گئے اور تصویرِ حیرت بن گئے۔ اس عورت نے اپنے شوہر کی جب یہ سنگ دلی اور بے رحمی دیکھی تو اس کے قدموں پر اپنا سر رکھ کر عاجزی و زاری کرتے ہوئے کہنے

نے ان غریب الوطن یتیموں بے کسوں پر ترس کھا سے

بے داد مکن بریں یتیماں — لطفے بہ نمائے چوں کریماں
ایں ہا بہ فراق مبتلا اند — در شہر غریب و بے نوا اند
بہ گزر ز سر جفائے ایشاں — پرہیز کن از دعائے ایشاں

کہنے لگا خبردار! اپنی جان کی خیر چاہتی ہے تو خاموش رہ۔ عورت بے چاری سہم گئی اور خاموش ہو گئی۔ حارث نے کمرے کا دروازہ مقفل کر دیا تاکہ اس کی بیوی ان بچوں کو کہیں اور منتقل نہ کر سکے۔

جب صبح ہوئی تو اس سنگ دل نے تلوار ہاتھ میں لی اور ان دونوں بچوں کو ساتھ لے کر چلا۔ عورت نے جب دیکھا تو اس سے نہ رہا گیا، ننگے پیر پیچھے دوڑی اور منت و سماجت کرتی ہوئی کہ بڑی تمہی اللہ سے ڈر اور ان یتیموں پر رحم کر سے

جس وقت نمودار ہوئے صبح کے آثار — پھر لے کے چلا ہائے یتیموں کو جفاکار
چلاتی چلی پیچھے ضعیفہ جگر افگار — بن باپ کے بچے ہیں یہ ظالم نہ انہیں مار
کیوں فاطمہ زہرا کو رلاتا ہے کفن میں
دو پھول تو رہنے دے محمد کے چمن میں

ظالم پہ بیوی کی زاری کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اٹھا اس کو مارنے کو دوڑا۔ بے چاری رک گئی اس ظالم کا ایک خانہ زاد غلام جو اس کے بیٹے کا رضاعی بھائی بھی تھا اس کو معلوم ہوا تو وہ پیچھے دوڑا جب حارث کے پاس پہنچا، حارث نے اس کو کہا ممکن ہے کہ کوئی ان بچوں کو ہم سے چھین لے اور ہم اس انعام سے محروم رہ جائیں لہٰذا یہ تلوار لو اور ان کو قتل کر دو۔ غلام نے کہا میں ان بے گناہ بچوں کو کس طرح قتل کر دوں۔ حارث نے اس کو سختی سے کہا کہ میرے حکم کی تعمیل کر۔ اس نے انکار کیا سے

بندہ را با این و با آں کار نیست — پیش خواجہ توت گفتار نیست

اور کہا مجھ میں ان کے قتل کی ہمت نہیں مجھے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم سے شرم آتی ہے ان کے خاندان کے بے گناہ بچوں کو قتل کر کے کل قیامت کے

دن کس منہ سے ان کے سامنے جاؤں گا۔ حارث نے کہا اگر تو ان کو قتل نہیں کرے گا تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ غلام نے کہا قبل اس کے کہ تو مجھے قتل کرے میں تجھے قتل کر دوں گا۔ حارث فنِ حرب میں بہت ماہر تھا اس نے اچانک تگے بڑھ کر غلام کے سر کے بال پکڑ لیے غلام نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور دونوں گتھم گتھا ہو کر بُری طرح لڑنے لگے۔ آخر ظالم نے اپنے غلام کو شدید زخمی کر دیا۔ اتنے میں اس کی بیوی اور لڑکا بھی پہنچ گئے لڑکے نے کہا اے باپ یہ غلام میرا رضاعی بھائی ہے اس کو مارتے ہوئے تجھے شرم نہیں آئی ظالم نے بیٹے کو تو کوئی جواب نہ دیا اور غلام پر ایک ایسا وار کیا کہ وہ جامِ شہادت نوش کر کے جنت الفردوس پہنچ گیا۔ بیٹے نے کہا اے باپ میں نے تجھ سے زیادہ سنگ دل اور جفا کار کوئی نہیں دیکھا۔ حارث نے کہا او بیٹے اپنی زبان روک اور یہ تلوار لے اور ان دونوں بچوں کے سر قلم کر۔ بیٹے نے کہا خدا کی قسم میں یہ کام ہرگز نہ کروں گا اور نہ تجھے یہ کام کرنے دوں گا۔ حارث کی بیوی نے پھر منت و زاری کرتے ہوئے کہا کہ ان بے گناہ بچوں کے خون کا وبال اپنے سر نہ لے اگر تو ان کو نہیں چھوڑتا تو اتنی بات مان لے کہ ان کو قتل نہ کر اور ان کو زندہ ابن زیاد کے پاس لے جا اس سے بھی تیرا مقصود حاصل ہو جائے گا کہنے لگا مجھے اندیشہ ہے کہ جب اہلِ کوفہ ان کو دیکھیں گے تو شور و غوغا کر کے ان کو مجھ سے چھڑا لیں گے اور میری محنت ضائع ہو جائے گی۔

آخر وہ ظالم تلوار اٹھائے چمنستانِ رسالت کے ان پھولوں کو کاٹنے کے لیے ان کی طرف بڑھا ؎

جب سامنے بچوں کے آیا وہ ستم گار — اور دیکھی یتیموں نے چمکتی ہوئی تلوار
دل ہل گئے ہٹ ہٹ کے یہ کی دونوں نے گفتار — کر رحم کہ معصوم ہیں ہم بے کس و لاچار
مظلوم ہیں حامی کوئی مشکل میں نہیں ہے
ظالم نے کہا رحم مرے دل میں نہیں ہے

بیوی دوڑ کر حائل ہو گئی اور کہنے لگی ظالم خدا کا خوف کر اور عذابِ آخرت سے ڈر۔ ظالم نے بیوی پر وار کر دیا وہ زخمی ہو کر گر گئی اور تڑپنے لگی بیٹے نے ماں کو خاک و خون

ہیں تڑپتے دیکھا آگے بڑھ کر باپ کا ہاتھ پکڑلیا اور کہا او باپ ہوش میں آ تجھے کیا ہو گیا۔ ظالم نے بیٹے پر بھی وار کر کے موت کی نیند سلا دیا۔ ماں نے اپنی آنکھوں کے سامنے جب اپنے لختِ جگر کو اس طرح کشتۂ شمشیرِ جفا ہوتے دیکھا اس کا کلیجا بھی پھٹ گیا اور وہ بھی راہیِ جنت ہوئی۔

اب وہ ظالم پھر دونوں بچوں کی طرف آیا۔ دونوں نے سراپا التجا بن کر کہا اگر تجھے یہ اندیشہ ہے کہ ہمیں زندہ لے جانے کی صورت میں لوگ شور و غوغا کر کے چھڑالیں گے اور تو مال سے محروم رہ جائے گا تو ایسا کر کہ ہمارے گیسو کاٹ کر غلام بنا کر فروخت کر دے۔ ظالم نے کہا اب تو میں تمہیں ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ جب اس نے تلوار اٹھائی تو چھوٹے نے آگے بڑھ کر کہا پہلے مجھے مارے

کی بڑے بھائی نے قاتل کی منت اس آن   تجھ سے اک عرض میں کرتا ہوں گر تو لے مان
سر مرا پہلے اگر کاٹے تو بڑا ہو احسان   چھوٹے بھائی پہ میں قربان میرا سر قربان
شوق سے اور سر اک صدمہ و ایذا دکھلا   پر نہ بھائی کا مجھے نھا سا لاشہ دکھلا
ناگاہ چلی ظلم کی تلوار بڑے پر   بالائے زمیں کٹ کے ستارا سا گرا سر
دریا میں ستم گار نے پھینکا تنِ اطہر   چلا کے یہ چھوٹے نے کہا ہائے برادر
دیکھا جو بڑے بھائی کا سر دستِ عدو میں   وہ گر کے تڑپنے لگا بھائی کے لہو میں
آیا جو شقی تیغ علم کر کے دوبارا   چلانے لگا بھائی کو وہ بھائی کا پیارا
مادر کو پکارا کبھی بابا کو پکارا   جلاد نے سر تن پر سے اس کا بھی اتارا

دھبا بھی نہ خوں کا لگا شمشیرِ عدو میں
بھائی کا لہو مل گیا بھائی کے لہو میں

دونوں لاشوں سے جدا کر لیے سر ہائے تم   پھینک دیے نہر میں ظالم نے وہ لاشے اس دم
مل کے بہنے لگے وہ پیکرِ نوری باہم   لہر پانی کی لگیں تو سے بڑھو بڑھ کے قدم
ڈوب کر نہر میں کوثر کے کنارے پہنچے
آئی مسلم کی صدا پیارے ہمارے پہنچے

الغرض! جب اس ظالم نے ان معصوموں کو شہید کر دیا اور سروں کو جسموں سے جدا کر کے لاشے نہر میں پھینک دیے تو سروں کو توبرے میں ڈال کر ابن زیاد کی طرف چلا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ قصر امارت میں داخل ہو کر رسائی حاصل کی اور توبرا ابن زیاد کے سامنے رکھ دیا۔ ابن زیاد نے کہا اس میں کیا ہے؟ کہنے لگا بہ امید انعام و اکرام تیرے دشمنوں کے سر کاٹ کر لایا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا یہ دشمن کون ہیں؟ کہا فرزندان مسلم بن عقیلؓ! ابن زیاد نے غضب ناک ہو کر کہا! تونے کس کے حکم سے ان کو قتل کیا ہے؟ بدبخت میں نے یزید کو لکھا ہے کہ اگر حکم ہو تو زندہ بھیج دوں۔ اگر اس نے زندہ بھیجنے کا حکم دے دیا تو میں کیا کروں گا؟ تو ان کو میرے پاس زندہ کیوں نہیں لایا؟ کہنے لگا مجھے اندیشہ تھا کہ اہل شہر غوغا کر کے مجھ سے چھین لیں گے! ابن زیاد نے کہا اگر یہ اندیشہ تھا تو انہیں کسی محفوظ مقام پر ٹھہرا کر مجھے اطلاع کر دیتا میں خود منگوا لیتا تو نے بغیر میرے حکم کے ان کو کیوں قتل کیا؟ ابن زیاد نے اہل دربار کی طرف دیکھا اور مقاتل نامی ایک شخص سے کہا کہ اس کی گردن مار دے۔ چناں چہ اس کی گردن مار دی گئی اور وہ خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہوا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے (روضۃ الشہداء ص ۱۵۰)

قارئین کرام! امام مسلم کے بچوں کا واقعہ آپ نے شام کربلا کی فوٹو کاپیاں سے پڑھ لیا۔ تو اس واقعہ کو جس انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ اگر کوئی پتھر دل بھی ہو تو وہ رونے لگتا ہے۔ حالانکہ اس واقعہ کی تاریخی رو سے کچھ حیثیت نہیں کہ جس کا ثبوت عنقریب پیش کیا جائے گا۔ اور پھر افسوس اس بات کا ہے عوام مقررین تو در کنار فقیہہ ملت مولانا مفتی جلال الدین صاحب نے خطبات محرم میں بھی اس واقعہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ اب اس کے بعد آپ خود اندازہ لگا لیں گے کہ موجودہ دور کے ان مصنفین نے اس واقعہ کو لکھنے میں کتنا بڑا تساہل سے کام لیا ہے۔ جس کی وجہ سے رونے رلانے والے واعظین کے لیے ایک سنہری موقع فراہم کیا ہے۔ مولانا مفتی جلال الدین صاحب کی کتاب خطبات محرم کی اصل فوٹو کاپی ملاحظہ فرمائیں۔

۴۶
کتاب چہل و ششم

خطبات محرم مصنفہ فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی

اس سے قبل آپ اس واقعہ فرزندانِ امام مسلم کو مولوی محمد شفیع اوکاڑوی کی کتاب شام کربلا سے پڑھ چکے ہیں۔ اور اس میں جو رنگیلا پن اختیار کی گئی ہے اس کو بھی پڑھ چکے ہیں۔ اور اس زمانہ کے مقررین نے اب طریقہ بھی یہ ہی اپنایا ہے کہ جب اس واقع کو بیان کرتے ہیں۔ تو اس واقعہ میں رنگینی پیدا کرنے اور غم و اندوہ کے حالات و کیفیات میں زیادتی کی خاطر ایسے ایسے اشعار لکھے جاتے اور پڑھے جاتے ہیں کہ آدمی عقل و خرد ہاتھ تھام کے بیٹھ جاتا ہے۔ یہ واقعہ اگرچہ شہید ابن شہید، خاک کربلا اور اوراق غم وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔ لیکن عجیب حیرت ہوئی جب میں نے یہی واقعہ اسی انداز میں خطبات محرم" میں لکھا دیکھا۔ اس کتاب کے ٹائٹل پر یہ الفاظ لکھے گئے ہیں۔ "محرم کے لیے بارہ واعظوں کا مستند مجموعہ" اس کتاب کے ۲۶۹ تا ۲۷۴ چھ صفحات اسی واقعہ کی نذر کیے گئے ہیں۔ فقیر خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ میں حضرات اہل بیت کی محبت کو اپنا ایمان سمجھتا ہوں۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک سے محبت دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوتی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے بھی فرمایا ہے ۔ کہ میری طرف جو شخص ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی تو اُسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیئے ۔ اس لیے لوگوں کو رُلانے اور اپنی بات کو رنگین و مؤثر بنانے کی خاطر بے اصل روایات کو ذکر دینا کسی طرح سے بھی درست قدم نہیں قرار دیا جا سکتا ۔ اور من گھڑت روایات و واقعات سے رُلانا ایک طرف جھوٹ باندھنا ہے اور دوسری طرف شیعوں کے مسلک کو تقویت پہنچانا ہے ۔ "خطبات محرم" کے مصنف فقیہہ ملت مفتی جلال الدین امجدی ہیں ان کا ٹائیٹل پر کوئی دعوی بھی کہ کوئی واقعہ و روایت غیر مستند نہیں ہو گی ۔ لیکن امام مسلم کے صاحبزادوں کے واقعہ کے بارے میں کسی معتبر کتاب کا حوالہ تو درکنار کسی چلتی پھرتی کتاب تک کا حوالہ نہ دیا ۔ جس سے مطلب یہ ہوا کہ مفتی صاحب کا لکھ دینا ہی مستند ہے ۔ اب اس کی تائید کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ مفتی صاحب کی مذکورہ کتاب کے چھ صفحات کی عبارت نقل کرنے کی بجائے اس کی فوٹو کاپی لف کی جا رہی ہے ۔ تاکہ قارئین کرام خود ان کے الفاظ میں لکھا واقعہ پڑھ لیں ۔

شہادت فرزندانِ حضرت مسلم

حضرت مسلم نے کوفہ ہاؤس کے گھر اور طوعہ کے گھر قیام کے وقت بچوں کو قاضی شریح کے یہاں پہنچا دیا تھا ۔ جب ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ حضرت مسلم کے ساتھ ان کے دو بچے بھی آئے تھے تو اس نے پورے شہر کوفہ میں اعلان کروایا کہ جو شخص مسلم کے بچوں کو چھپائے گا اسے سخت سزا دی جائے گی اور جو ان کو ہمارے پاس لائے گا وہ انعام و اکرام پائے گا ۔ ابن زیاد کے اس اعلان کو سن کر قاضی صاحب گھر گئے ۔ فوراً زاد راہ تیار کروایا اور اپنے بیٹے اسد سے کہا کہ آج باب العراقین سے ایک قافلہ مدینہ منورہ کی طرف جانے والا ہے ان بچوں کو لے جا کر اسی قافلہ میں کسی محب اہلبیت کے سپرد کر دو اور تاکید کر دو کہ ان کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے ۔ اسد جب ان بچوں کو لے کر

باب العراقین پہنچا تو معلوم ہوا کہ قافلہ تھوڑی دیر پہلے چلا گیا۔ وہ بچوں کو لے کر اس کی راہ پر تیز
کے ساتھ چلا اور جب قافلہ کی گرد نظر آئی تو بچوں کو گرد دکھا کر کہا۔ دیکھو وہ قافلہ کی گرد نظر آ
ہے تم لوگ جلدی سے جا کر اس میں مل جاؤ۔ میں واپس جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ واپس چلا آیا
بچے تیزی کے ساتھ چلنے لگے مگر تھوڑی دیر بعد گرد غائب ہوگئی اور انھیں قافلہ نہ ملا۔ ننھے
اس تنہائی میں ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے اور ماں باپ کو پکار پکار کر جی جان
کھونے لگے۔

ابن زیاد کا اعلان سن کر مال و زر کی ہوس رکھنے والے سپاہی بچوں کی تلاش میں نکلے
تھے تھوڑی دیر بعد انھوں نے بچوں کو پا لیا پکڑ کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے حکم دیا کہ ان
کو اس وقت تک جیل میں رکھا جائے جب تک امیر المؤمنین یزید سے پوچھ نہ لوں کہ ان کے سا
کیا سلوک کیا جائے۔

جیل کا داروغہ مشکور نامی محب اہلبیت تھا اسے بچوں کی بے کسی پر بہت ترس آیا
اس نے فیصلہ کر لیا کہ بچوں کی جان بہر حال بچانی ہے چاہے اپنی جان چلی جائے۔ چنانچہ اس نے
رات کے اندھیرے میں بچوں کو جیل سے نکالا، اپنے گھر لا کر کھانا کھلایا، اپنی انگوٹھی بطور نشانی
دی اور شہر کے باہر قادسیہ کی راہ پر لا کر کہا کہ تم لوگ اسی راستے پر چلے جاؤ۔ جب قادسیہ پہنچ
جانا تو کوتوال سے ملنا، ہماری انگوٹھی دکھلانا اور سارے حالات بتانا وہ ہمارا بھائی ہے تم
لوگوں کو بحفاظت مدینہ منورہ پہنچا دے گا۔ دونوں بچے قادسیہ کی راہ پر چل پڑے مگر چونکہ انھیں
بھی اسی ننھی عمر میں شہادت سے سرفراز ہونا تھا اس لئے وہ راستہ بھول گئے رات بھر چلتے رہے
اور جب صبح ہوئی تو گھوم پھر کے اسی جگہ پہنچے کہ جہاں سے کوفہ کے باہر قادسیہ کے راستہ پر چلے
تھے۔ ننھا سا کلیجہ خوف سے دہل گیا کہ کہیں پھر نہ کوئی پکڑ کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دے۔ قریب
میں ایک گھو گھلا درخت نظر آیا وہیں ایک کنواں بھی تھا اسی درخت کی آڑ میں جا کر بیٹھ گئے۔
تھوڑی دیر بعد ایک لونڈی پانی بھرنے آئی اور جب ان بچوں کو چھپے ہوئے بیٹھے دیکھا تو

قریب آئی اور ان کے نورانی چہروں میں شان شہزادگی دیکھکر کہا "شہزادو! تم لوگ کون ہو
اور یہاں کیسے چھپے بیٹھے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم یتیم و بیکس ہیں اور راہ بھٹکے ہوئے مصیبت
زدہ ساز ہیں۔ لونڈی نے کہا تمہارے باپ کا نام کیا ہے؟ باپ کا لفظ سنتے ہی انکی آنکھوں
سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے کہا غالبًا تم لوگ مسلم بن عقیل کے فرزند ہو۔ اب وہ پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگے۔ اس نے کہا غم نہ کرو میں اس بی بی کی لونڈی ہوں جو محب اہلبیت ہے
چلو میں اس کے پاس لے چلتی ہوں۔ دونوں صاحبزادے اس کے ساتھ ہولئے۔ لونڈی
ان کو اپنی مالکہ کے پاس لے گئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اسے صاحبزادوں کی تشریف آوری
سے بے انتہا مسرت ہوئی اس خوشی میں اس نیک بی بی نے لونڈی کو آزاد کر دیا اور صاحبزادوں کیساتھ
بڑی محبت سے پیش آئی انھیں ہر طرح تسلی و تشفی دی کہ فکر نہ کرو اور لونڈی سے کہا کہ ان کی تشریف
آوری کا راز پوشیدہ رکھنا میرے شوہر حارث کو نہ بتانا۔

ادھر ابن زیاد کو جب معلوم ہوا کہ مشکور دار وغۂ جیل نے دونوں بچوں کو رہا کر دیا ہے تو
اس نے مشکور کو بلا کر پوچھا کہ تو نے مسلم کے بچوں کو کیا کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے اللہ و رسول
جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کیلئے ان کو رہا کر دیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا
تو مجھ سے ڈرا نہیں۔ انھوں نے کہا جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ ابن زیاد نے
کہا تجھے ان بچوں کے رہا کرنے میں کیا ملا؟ انھوں نے کہا مجھے امید ہے کہ ان کو رہا کرنے کے سبب
حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں گے البتہ تو مسلم
بن عقیل کو شہید کرنے کے سبب اس نعمت سے محروم رہے گا۔ ابن زیاد اس جواب پر غضبناک
ہو گیا اور کہا میں ابھی تجھے سخت سزا دیتا ہوں۔ انھوں نے کہا ایک نہیں مشکور کی اگر ہزار جانیں ہوں
سب ان پر قربان ہیں۔ ابن زیاد نے جلاد سے کہا اسے اتنے کوڑے مارو کہ مر جائے اور پھر
اس کا سر تن سے جدا کر دو۔ جلاد نے جب کوڑے مارنے شروع کئے تو مشکور نے پہلے کوڑے
پر کہا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ دوسرے پر کہا الٰہَ الْعَالَمِيْنَ! مجھے صبر عطا فرما۔
تیسرے کوڑے پر کہا خداوند! مجھے بخش دے۔ چوتھے پر کہا الٰہَ الْعَالَمِيْنَ! مجھے اہلبیت نبوت

کی محبت میں یہ سزا مل رہی ہے۔ پانچویں کوڑے پر کہا یا الٰہی! مجھے اپنے رسول اور انکے اہلبیت اطہار کے پاس پہنچا دے۔ پھر اس کے بعد خاموش ہو گئے اور جلاد نے اپنا کام تمام کر دیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ادھر وہ نیک بی بی دل و جان سے بچوں کی خدمت میں دن بھر لگی رہی اور ہر طرح سے ان کی دل جوئی کرتی رہی پھر رات میں کھانا کھلا کر ان کو الگ ایک کمرہ میں سلا کر واپس آئی تھی کہ اس کا شوہر حارث آگیا۔ عورت نے پوچھا آج دن بھر آپ کہاں رہے؟ حارث نے کہا دارالخلافہ جیل شکور نے مسلم بن عقیل کے بچوں کو قید سے رہا کر دیا تو امیر عبیداللہ بن زیاد نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص انکو پکڑ کر لائے گا اسے بہت انعام دیا جائے گا۔ میں انھیں بچوں کی تلاش میں دن بھر پریشان رہا یہاں تک کہ اسی بھاگ دوڑ میں میرا گھوڑا بھی مر گیا اور مجھے انکی تلاش میں پیدل چلنا پڑا۔ عورت نے کہا اللہ سے ڈرو اور اہلبیت نبوت کے بارے میں اس طرح کا خیال دل سے نکال دو۔ کہنے لگا چپ رہ۔ تجھے کیا معلوم جو شخص ان بچوں کو پا جائیگا اسے ابن زیاد انعام و اکرام سے مالا مال کر دے گا اسی لئے اور بھی بہت سے لوگ ان بچوں کی تلاش میں دن بھر لگے رہے۔ عورت نے کہا کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو دنیا کی خاطر ان یتیم بچوں کو دشمن کے حوالے کرنے کیلئے تلاش میں لگے ہوئے ہیں اور دنیا کے عوض اپنا دین برباد کر رہے ہیں کل میدان محشر میں وہ رسول خدا کو کیا منہ دکھائینگے۔ حارث کا دل سیاہ ہو چکا تھا یہی سبب تھا کہ اس پر کچھ اثر نہیں ہوا کہا نصیحت کی ضرورت نہیں نفع نقصان میں خود سمجھتا ہوں۔ چل تو کھانا لا۔ وہ کھانا لائی اور حارث بدبخت کھا کر سو گیا۔

آدھی رات کے بعد بڑے بھائی محمد نے خواب دیکھا اور بیدار ہو کر چھوٹے بھائی کو جگاتے ہوئے کہا اٹھو اب سونے کا وقت نہیں رہا۔ ہماری شہادت کا بھی وقت قریب آ گیا ابھی میں نے خواب میں ابا جان کو دیکھا کہ وہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت حسن مجتبیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ جنت کی سیر کر رہے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابا جان سے فرما رہے ہیں کہ تم چلے آئے اور اپنے بچوں کو ظالموں میں چھوڑ آئے۔ ابا جان نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ بھی عنقریب آنے ہی والے ہیں۔ چھوٹے نے کہا

بھائی جان! میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے۔ کیا سچ مچ ہم لوگ کل صبح قتل کر دئے جائیں گے۔ ہائے! ایک دوسرے کو ذبح ہوتے ہوئے ہم کیسے دیکھ سکیں گے۔ یہ کہہ کر دونوں بھائی ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر لپٹ گئے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ان کے رونے اور چلانے سے حارث بدبخت کی آنکھ کھل گئی۔ ظالم نے بیوی کو جگا کر پوچھا یہ بچوں کے رونے کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟ عورت بے چاری سہم گئی اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ ظالم نے خود اٹھ کر چراغ جلایا اور اس کمرہ کی طرف گیا کہ جہاں سے آواز آرہی تھی۔ جب اندر داخل ہوا تو دیکھا دو بچے روتے روتے بے حال ہو رہے ہیں۔ پوچھا تم کون ہو؟ چونکہ وہ اس گھر کو اپنی جائے پناہ سمجھے ہوئے تھے اس لئے انھوں نے صاف کہدیا کہ ہم مسلم بن عقیل کے یتیم بچے ہیں۔ ظالم یہ سنتے ہی غصہ سے بے قابو ہو گیا اور کہا میں سارا دن ڈھونڈتے ڈھونڈتے پریشان ہو گیا اور تم لوگ ہمارے ہی گھر میں عیش کا بستر جمائے ہو۔ یہ کہتے ہوئے آگے بڑھا اور نہایت بے رحمی کے ساتھ ان کو مارنا شروع کیا۔ دونوں بھائی شدت کرب سے چیخنے لگے۔ عورت بے تحاشا دوڑی ہوئی آئی اور حارث کے قدموں پر اپنا سر رکھ کر نہایت عاجزی کے ساتھ روتی ہوئی کہنے لگی کہ ارے یہ فاطمہ کے راج دلارے ہیں ان کی چاند جیسی صورتوں پر رحم کھا۔ لے میرا سر کچل کر اپنی ہوس کی آگ بجھالے لیکن فاطمہ کے جگر پاروں کو بخش دے۔ حارث بدبخت نے اسے اتنے زور کی ٹھوکر ماری کہ بے چاری ایک کھمبے سے ٹکرا کر لہولہان ہو گئی۔ ظالم بچوں کو مارتے مارتے جب تھک گیا تو دونوں بھائیوں کی مشکیں کس دیں اور زلفوں کو کھینچ کر آپس میں ایک دوسرے سے باندھ دیا اس کے بعد یہ کہتا ہوا کوٹھری کے باہر نکل آیا کہ جس قدر تڑپنا ہے صبح تک تڑپ لو دن نکلتے ہی میری چمکتی ہوئی تلوار تمہیں ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دے گی۔

صبح ہوتے ہی ظالم نے تلوار اٹھائی، زہر میں بجھا ہوا خنجر سنبھالا اور خونخوار بھیڑئے کی طرح کوٹھری کی طرف بڑھا۔ نیک بخت بیوی نے دوڑ کر پیچھے سے اس کی کمر تھام لی۔ حارث نے اتنے زور کا اس کو جھٹکا دیا کہ سر ایک دیوار سے ٹکرا گیا اور وہ آہ کر کے زمین پر گر پڑی۔ اور جب وہ کوٹھری

میں داخل ہوا تو ہاتھ میں ننگی تلوار اور چمکتا ہوا خنجر دیکھ کر دونوں بھائی کانپنے لگے۔ بدبخت نے آگے بڑھ کر دونوں بھائیوں کی زلفیں پکڑیں اور نہایت بے دردی کے ساتھ انھیں گھسیٹتا ہوا باہر لایا۔ تکلیف سے دونوں بھائی تلملا اٹھے رو رو کر فریاد کرنے لگے لیکن ظالم کو ترس نہ آیا۔ سامان کی طرح ایک خچر پر لاد کر دریائے فرات کی طرف چل پڑا اور جب اس کے کنارے پہنچا تو انھیں خچر سے اتارا مشکیں کھولیں اور سامنے کھڑا کیا۔ پھر میان سے تلوار نکالا ہی تھا کہ اتنے میں اس کی بیوی ہانپتی کانپتی اور گرتی پڑتی آ پہنچی۔ آتے ہی اس نے پیچھے سے اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑ لیا اور خوشامد کرتے ہوئے کہا خدا کے لئے اب بھی مان جاؤ اہلبیت رسالت کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین مت کرو۔ دیکھو بچوں کی ننھی جان سوکھی جارہی ہے تلوار سامنے سے ہٹالو۔

حارث پر شیطان پوری طرح سوار تھا ظالم نے بیوی پر وار کر دیا وہ زخمی ہو کر گری وہ تڑپنے لگی۔ بچے یہ منظر دیکھ کر سہم گئے۔ اب بدبخت اپنی خون آلود تلوار لے کر بچوں کی طرف بڑھا چھوٹے بھائی پر وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ بڑا بھائی چیخ اٹھا۔ خدا کے لئے پہلے مجھے ذبح کرو میں اپنے بھائی کی تڑپتی ہوئی لاش نہیں دیکھ سکوں گا۔ اور چھوٹے بھائی نے سر جھکاتے ہوئے کہا کہ بڑے بھائی کے قتل کا منظر مجھ سے نہیں دیکھا جا سکے گا خدا کے واسطے پہلے میرا ہی سر قلم کرو۔

ظالم کی تلوار چمکی دو ننھی چیخیں بلند ہوئیں اور یتیم بچوں کے کٹے ہوئے سر خون میں تڑپنے لگے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

قاتل کا انجام

حارث بدبخت نے جب بچوں کو شہید کر دیا تو ان کی لاشوں کو دریائے فرات میں پھینک دیا اور سروں کو توبڑہ میں رکھ کر لے گیا اور ابن زیاد کے سامنے پیش کیا۔ اس نے کہا اس میں کیا ہے؟ حارث نے کہا انعام واکرام کیلئے آپ کے دشمنوں کا سر کاٹ کر لایا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا یہ میرے دشمن کون ہیں؟ کہا مسلم بن عقیل کے فرزند

ابن زیاد یہ سنتے ہی غضبناک ہو گیا اور کہا تجھ کو قتل کرنے کا حکم کس نے دیا تھا۔ کم بخت میں نے امیر المومنین یزید کو لکھا ہے کہ مسلم بن عقیل کے فرزند گرفتار کر لیے گئے ہیں اگر حکم ہو تو میں انھیں آپ کے پاس زندہ بھیج دوں۔ اگر یزید نے زندہ بھیجنے کا حکم دیا تو پھر میں کیا کروں گا۔؟ تو تیرے پاس ان کو زندہ کیوں نہیں لایا؟ حارث نے کہا مجھے اندیشہ تھا کہ شہر کے لوگ مجھ سے چھین لیں گے۔ ابن زیاد نے کہا اگر تجھے چھین لینے کا اندیشہ تھا تو کسی محفوظ جگہ پر ان کو ٹھہرا کر مجھے اطلاع کر دیتا میں سپاہیوں کے ذریعہ منگوا لیتا۔ تو نے میرے حکم کے بغیر ان کو قتل کیوں کیا؟ پھر ابن زیاد نے مجمع پر نگاہ ڈالی اور ایک شخص جس کا نام مقاتل تھا اس سے کہا کہ اس بدبخت کی گردن مار دے۔ چنانچہ حارث کی گردن مار دی گئی اور وہ خَسِرَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةَ کا مصداق ہوا۔ (۲)

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

قارئین کرام! "خطبات محرم" سے امام مسلم کے فرزندان کا واقعہ آپ نے پڑھا۔ کس قدر دردناک لہجہ میں اس کو نقل کیا گیا۔ جسے پڑھ کر ایک عقل مند یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ آخر ابن زیاد کو ایسا ظلم کرنے سے کیا فائدہ مقصود تھا؟ بچوں کے قتل کرنے سے یزید کی خوشنودی کا کیا تعلق ہے؟ پھر ان بچوں کو بھگانے کے لیے قاضی شریح کا اپنے بیٹے کو حکم دینا کہ مدینہ کے قافلہ کے ساتھ انہیں ملا دو۔ پھر ان کا دھول میں گم ہو جانا، راستہ نہ ملنا اور ادھر ابن زیاد کا اعلان کرنا کہ ان بچوں کو پکڑنے والے کو بیت سا انعام دیا جائے گا۔ اس لالچ میں سپاہیوں کا پکڑ کر ان بچوں کو ابن زیاد کے پاس لانا ان کو قید سے داروغہ مشکور نامی کا رہا کرنا، رات بھر بچوں کا چلتے رہنا، راستہ نہ ملنا درخت کی اوٹ میں بیٹھ جانا، لونڈی کا دیکھ کر انہیں اپنی مالکہ کے پاس لے جانا، مالکہ کا محبت اہل بیت کی وجہ سے ان کی خدمت کرنا، اس کے شوہر حارث نامی کا انعام کی لالچ کی خاطر ابن زیاد کے پاس قتل کر کے لانا وغیرہ یہ تمام جس دردناک انداز

سے لکھی گئیں اُسنے پڑھیں۔ اور پڑھنے کے دوران آپ کے رونگٹے کھڑے ہوئے ہوں گے۔ آنسوؤں سے آنکھیں تر ہوئی ہوں گی۔ اور ہو سکتا ہے کُرزیادہ تاثیر کی وجہ سے پیٹنے تک نوبت بھی آجائے۔ آیئے اب ہم آپ کو تاریخ کی روشنی میں اس واقعہ کی حقیقت بیان کرتے ہیں۔

امام مسلم رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ سے اپنے بچوں کو ساتھ لے جانا

الکامل فی التاریخ:

ثم دعا الحسین مسلم بن عقیل فسیره نحو الکوفة وامره بتقوی الله وکتمان امره واللطیف فان رأی الناس مجتمعین له عجل الیه بذالك فاقبل المسلم الی المدینة فصلی فی مسجد رسول الله صلی الله علیه وسلم وودعه واستاجر دلیلین من قیس فاقبل به فولا الطریق وعطشا فمات دلیلان من العطش وقال لمسلم هذا الطریق الی المآء ...... (الکامل فی التاریخ جلد ۳ ص ۲۱ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: پھر (یعنی کوفیوں کے خطوط ملنے کے بعد) جناب حسین رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل کو بلایا۔ اور انہیں کوفہ کی جانب روانگی کا حکم دیا۔ اور

فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ نہ چھوڑنا۔ اور معاملہ کو پوشیدہ رکھنا۔ اور لوگوں سے نرمی سے پیش آنا۔ اگر دیکھو کہ لوگ تمہارے اردگرد جمع ہو گئے ہیں تو مجھے جلدی سے بلا لینا۔ چنانچہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں گئے اور نماز ادا کرنے کے بعد انہیں الوداع کیا گیا۔ دو راستہ بتانے والے کہ جن کا تعلق قیس سے تھا کرائے پر لے کر ان کے ساتھ چل پڑے۔ دونوں راستہ بتانے کی ذمہ داری پوری کرتے رہے۔ راستہ میں سب کو بہت زیادہ پیاس لگی۔ جس کی وجہ سے وہ دونوں مر گئے۔ اور مرتے وقت امام مسلم کو پانی کا راستہ بتا گئے۔

قارئین کرام! یہ حوالہ ایسی کتاب کا ہے۔ جسے شیعہ سنی دونوں معتبر جانتے ہیں۔ واقعہ آپ نے پڑھ لیا۔ امام مسلم کو امام حسین نے کوفہ جانے کا حکم دیا۔ وہ مسجد نبوی میں نماز پڑھ کر رخصت ہوئے۔ قیس کے دو سیانے ان کے ساتھ تھے۔ راستہ میں پیاس کی وجہ سے یہ دونوں مر گئے۔ اور مسلم بن عقیل کوفہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس پورے واقعہ میں امام مسلم کا اپنے بچوں کو ساتھ لینا کہیں بھی مذکور نہیں۔ نہ مسجد نبوی میں جاتے وقت نہ الوداع ہوتے وقت، نہ راستہ میں پیاس کی حالت میں مرنے یا بچنے والوں میں۔ اگر بچے ساتھ تھے۔ تو کسی مرحلہ پر تو ان کا ذکر ہونا چاہیئے؟ خصوصاً پیاس کے وقت انکی حالت کا ذکر ہوتا۔

سَارَ مُسْلِمٌ فَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ فَصَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ وَوَدَّعَ اَهْلَهٗ الخ)

(ابن خلدون جلد سوم ص ۲۷ مسیر الحسین الی الکوفۃ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

امام مسلم چل پڑے۔ مدینہ منورہ میں مسجد میں جاکر نماز ادا کی۔ اور اپنے گھر والوں کو الوداع کہا۔

بحار الانوار:

وَوَدَّعَ الْحُسَيْنُ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيْلٍ فَسَرَّهُ مَعَ قَيْسِ بن مسهر الصيداوی و عمارة بن عبد الله و عبد الرحمن بن عبد الله الازدی وَاَمَرَهُ بِالتَّقْوٰى وَكِتْمَانِ اَمْرِهِ وَاللُّطْفِ فَاِنْ رَاَى النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ مُسْتَوْثِقِيْنَ عَجَّلَ اِلَيْهِ بِذٰلِكَ فَاَقْبَلَ مُسْلِمٌ رَحِمَهُ اللهُ حَتّٰى اَتَى الْمَدِيْنَةَ فَصَلّٰى فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وسلم وَوَدَّعَ مَنْ اَحَبَّ مِنْ اَهْلِهِ وَاسْتَاْجَرَ دَلِيْلَيْنِ۔

(بحار الانوار جلد ۴۴ ص ۳۳۵ باب ما جری علیه بعد بیعۃ الناس۔ مطبوعه تهران)

ترجمہ:

جناب حسین نے مسلم بن عقیل کو بلایا۔ اور انہیں قیس بن مسہر صیداوی عمارہ بن عبد اللہ سلولی اور عبدالرحمن بن عبد اللہ ازدی کے ساتھ روانہ کیا۔ اور تقویٰ، معاملہ چھپائے رکھنے۔ اور مہربانی کرنے کا حکم دیا۔ پھر وہاں پہنچ کر اگر دیکھیں کہ لوگ مضبوط طریقہ سے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ تو فوراً مجھے اطلاع کی جائے۔ چنانچہ حضرت مسلم بن عقیل مسجد نبوی میں گئے وہاں نماز ادا کی۔ اور اپنے گھر والوں میں سے

محبوب ترین کو بھی الوداع کہا۔ اور دو آدمی راستہ بتلانے کے لیے
کرایہ پر ساتھ لے لیے۔

یہ کتاب (جس کا حوالہ ذکر کیا گیا) شیعوں کی سب سے بڑی اور ضخیم کتاب ہے
جو ۱۱۰ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کے الفاظ بھی آپ نے پڑھے۔ صرف امام مسلم کے
ساتھ جانے والے تین اور شخصوں کا نام زائد ہے۔ ورنہ وہی تحریر اور وہی واقعہ مذکور
ہے جو "الکامل فی التاریخ" میں آپ نے پڑھا۔ مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت
آپ نے اپنے محبوب ترین گھر کے افراد کو بھی الوداع کہدیا۔ اس کے بعد کا واقعہ "بحار الانوار"
میں وہی ہے۔ جو "الکامل فی التاریخ" میں ہے۔ یعنی پیاس سے راستہ بتانے والے
دونوں مر گئے۔ اور مرتے مرتے امام مسلم کو پانی کا راستہ بتا گئے۔ ملا باقر مجلسی صاحب
"بحار الانوار" نے بھی مسلم بن عقیل کے صاحبزادوں کے ساتھ ہونا اور پھر راستہ میں ان
کے بارے میں کوئی واقعہ رونما ہونا کچھ بھی ذکر نہیں کیا۔

ارشاد شیخ مفید:-

وَدَعَا الْحُسَيْنُ عليه السلام مُسْلِمَ بن عقيل فَسَرَّحَهُ
مَعَ قَيْسٍ الخ۔

(ارشاد شیخ مفید ص ۲۰۴ فی نزول مسلم بن عقیل
علی الکوفۃ مطبوعہ قم)

ترجمہ: اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل کو بلایا۔ اور قیس وغیرہ
کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔

ان کتب طرفین کے علاوہ بھی بہت سی کتب تاریخ میں کہیں بھی مذکور نہیں
ہے۔ کہ امام مسلم بن عقیل کے مدینہ منورہ سے روانہ ہوتے وقت آپ کے دونوں صاحبزادے
بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ہم نے بطور نمونہ صرف چند حوالہ جات کتب معتبرہ سے

لکھ دیئے ہیں۔ امام مسلم بن عقیل کو جب شہید کر دیا گیا۔ تو مجھے کسی کتاب میں یہ نظر نہیں آیا کہ آپ نے وصیت فرمائی ہو۔ کہ بچوں کو مدینہ منورہ پہنچا دینا۔ امام مسلم نے شہادت سے قبل جو کہا تھا۔ وہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

امام مسلم کی آخری لمحات میں وصیت کے کچھ الفاظ

الکامل فی التاریخ:۔

فَلَمَّا كَانَ مِنْ مُسْلِمٍ مَا كَانَ بَدَا لَهُ فَأَمَرَ بِهَانِي حِيْنَ قُتِلَ مُسْلِمٌ فَأُخْرِجَ إِلَى السُّوقِ فَضُرِبَتْ عُنُقُهُ قَتَلَهُ مَوْلَى تُرْكِي ابْنِ زِيَادٍ وَبَعَثَ ابْنُ زِيَادٍ بِرَأْسَيْهِمَا إِلَى يَزِيْدَ۔

(الکامل فی التاریخ جلد چہارم ص ۳۶ مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: پھر جب امام مسلم کے لیے جو ہونا تھا وہ ہوا ۔ تو ابن زیاد نے ہانی کو ان کے شہید کیے جانے کے بعد حکم دیا۔ کہ بازار کی طرف ان کو لے جایا جائے۔ وہاں ان کی گردن کاٹی جائے ہانی کو ابن زیاد کے ترکی غلام نے شہید کیا۔......... ابن زیاد نے ہانی اور مسلم بن عقیل کا سر یزید کے پاس بھیجا۔

البدایۃ والنہایہ:

ثُمَّ اَمَرَ ابْنُ زِیَادٍ مُسْلِمَ بْنَ عقیل فَاُصْعِدَ اِلٰی اَعْلَی الْقَصْرِ وَهُوَ يُكَبِّرُ وَيُهَلِّلُ وَيُسَبِّحُ وَيَسْتَغْفِرُ وَيُصَلِّي عَلٰى مَلَائِكَةِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ احْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ غَرُّوْنَ وَخَذَلُوْنَا ثُمَّ ضَرَبَ عُنُقَهُ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ بُكَيْرُ بن حُمْرَانَ ثُمَّ اَلْقَى رَاْسَهُ اِلٰى اَسْفَلِ الْقَصْرِ وَاُتْبِعَ رَاْسَهُ جَسَدُهُ ثُمَّ اَمَرَ بِهَانِي بن عروة فَضُرِبَتْ عُنُقُهُ بِسُوْقِ الْغَنَمِ وَصُلِبَ بِمَكَانٍ مِّنَ الْكُوْفَةِ يُقَالُ لَهُ الْكُنَاسَه .... ثُمَّ ابن زیاد قَتَلَ مَعَهُمَا اُنَاسًا اٰخَرِيْنَ ثُمَّ بَعَثَ بِرُؤُسِهِمَا اِلٰى يزيد بن معاويه اِلَى الشَّامِ وَكَتَبَ لَهُ كِتَابًا صُوْرَةُ مَا وَقَعَ مِنْ اَمْرِهِمَا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۱۵۷ باب قصۃ الحسین بن علی و سبب خروجہ من مکۃ، مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

پھر ابن زیاد نے مسلم بن عقیل کو حکم دیا۔ پھر انہیں ایک اونچے محل پر چڑھایا گیا وہ چڑھتے وقت تکبیرات، تہلیلات، تسبیحات اور استغفار کرتے تھے۔ اللہ کے فرشتوں پر سلام بھیجتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ اے اللہ! ہمارے اور ان دھوکہ باز لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما۔ انہوں نے ہمیں رسوا کیا۔ پھر ان کی گردن پر ایک شخص بکیر بن حمران نامی نے تلوار ماری۔ اور کاٹ دی۔ پھر ان کا سر انور محل کی بلندی سے نیچے پھینک دیا۔ پھر اس کے بعد سارا جسم بھی

پھینک دیا۔ پھر ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ ان کی گردن بھی۔ " سوق الغنم " میں کاٹ دی گئی۔ اور کروفر کے ایک مکان میں ان کو لٹکا دیا گیا۔ جسے کناسہ کہا جاتا تھا۔ پھر ابن زیاد نے ان کے دوسرے بہت سے ساتھیوں کو قتل کروایا۔ پھر ان کے سر یزید بن معاویہ کے پاس شام کی طرف بھیجے گئے۔ اور اسے ابن زیاد نے ایک رقعہ لکھا۔ جس میں ان دونوں کے قتل کیے جانے کے واقعات درج تھے۔

البدایہ والنہایہ:

وَجَاءُوْا بِبَغْلَةٍ فَاَرْكَبُوْا عَلَيْهَا وَسَلَبُوْا عَنْهُ سَيْفَهُ فَلَمْ يَبْقَ يَمْلِكُ مِنْ نَفْسِهٖ شَيْئًا فَبَكٰى عِنْدَ ذٰلِكَ وَعَرَفَ اَنَّهٗ مَقْتُوْلٌ فَيَئِسَ مِنْ نَفْسِهٖ فَقَالَ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ فَقَالَ بَعْضُ مَنْ حَوْلَهٗ اِنَّ مَنْ يَطْلُبُ مِثْلَ الَّذِيْ تَطْلُبُ لَا يَبْكِيْ اِذَا نَزَلَ بِهٖ هٰذَا۔ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰهِ لَسْتُ اَبْكِيْ عَلٰى نَفْسِيْ وَلٰكِنْ اَبْكِيْ عَلَى الْحُسَيْنِ اَنَّهٗ قَدْ خَرَجَ اِلَيْكُمُ الْيَوْمَ اَوْ اَمْسِ مِنْ مَكَّةَ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى مُحَمَّدِ بْنِ الْاَشْعَثِ فَقَالَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْعَثَ اِلَى الْحُسَيْنِ عَلٰى لِسَانِيْ تَاْمُرُهٗ بِالرُّجُوْعِ فَافْعَلْ فَبَعَثَ محمد بن الاشعث اِلَى الْحُسَيْنِ يَاْمُرُهٗ بِالرُّجُوْعِ فَلَمْ يُصَدِّقِ الرَّسُوْلَ فِيْ ذٰلِكَ۔ وَقَالَ كُلُّ مَا حُمَّ اٰتٍ لَهٗ وَاقِعٌ۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۵۵ قصہ حسین بن علی وخروج سید مطبوعہ بیروت)

ترجمہ:

لوگ ایک خچر لائے۔ اس پر مسلم بن عقیل کو سوار کیا۔ ان سے اُن کی تلوار چھین لی۔ آپ کے پاس کوئی چیز باقی نہ چھوڑی۔ امام مسلم اس وقت رو دیئے اور جان گئے۔ کہ انہیں شہید کر دیا جائے گا۔ اپنی زندگی سے ناامید ہو گئے۔ اور اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ قریب سے کسی نے کہا۔ کہ جو شخص وہ چاہتا ہو جو آپ کو مل رہی ہے۔ ایسی شہادت اوہ روتا نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میں اپنی ذات پر نہیں رو رہا۔ بلکہ امام حسین اور ان کی آل پر مجھے رونا آرہا ہے۔ وہ آج یا کل تک مکہ سے ادھر آنے کے لیے چل پڑیں گے۔ پھر مسلم بن عقیل نے محمد بن اشعث کی طرف دیکھ کر اسے فرمایا۔ اگر تو کر سکتا ہے۔ تو کسی کو میرا پیغام دے کر امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دے۔ کہ واپس تشریف لے جائیں۔ محمد بن اشعث نے ایسے ہی کیا۔ لیکن امام حسین نے پیغام لے جانے کی بات سچی نہ جانی اور فرمانے لگے۔ اللہ جو ارادہ کر لیتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔

اس حوالہ میں امام مسلم نے محمد بن اشعث کو جو وصیت کی۔ وہ امام عالی مقام کی طرف واپسی کا پیغام پہنچانا تھا۔ اگر امام مسلم کے ساتھ ان کے بیٹے بھی ہوتے۔ تو ان کے بارے میں بھی محمد بن اشعث یا کسی دوسرے کو کچھ نہ کچھ فرماتے۔ اگر یہاں ان کے بارے میں ذکر تک نہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ امام مسلم کے ساتھ ان کے صاحبزادے نہیں گئے تھے۔

کتاب الفتوح:

وَلٰكِنْ اِنْ عَزَمْتَ عَلٰى قَتْلِىْ وَلَا بُدَّ لَكَ مِنْ ذَالِكَ
فَاقِمْ اِلَىَّ رَجُلًا مِّنْ قُرَيْشٍ اُوْصِىْ اِلَيْهِ بِمَا اُرِيْدُ

فَوَثَبَ اِلَیْهِ عُمَرُ ابن سعد بن ابی وقاص فَقَالَ اُدْنُ اِلَیَّ بِمَا تُرِیْدُ یَا ابْنَ عَقِیْلٍ فَقَالَ اُوْصِیْکَ وَنَفْسِی بِتَقْوَی اللّٰهِ فَاِنَّ التَّقْوٰی فِیْهَا الدَّرْکُ لِکُلِّ خَیْرٍ وَقَدْ عَلِمْتَ مَا بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ مِنَ الْقَرَابَةِ وَلِیْ اِلَیْکَ حَاجَةٌ وَقَدْ یَجِبُ عَلَیْکَ لِقَرَابَتِیْ اَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْ قَالَ فَقَالَ ابْنُ زِیَادٍ لَا یَجِبُ یَا ابْنَ عُمَرَانَ تَقْضِیَ حَاجَةَ ابْنِ عَمِّکَ وَاِنْ کَانَ مُسْرِفًا عَلٰی نَفْسِهٖ فَاِنَّهٗ مَقْتُوْلٌ لَا مَحَالَةَ فَقَالَ عُمَرُ بن سعد قُلْ مَا اَحْبَبْتَ یَا ابن عقیل فَقَالَ مُسْلِمٌ رحمه الله حَاجَتِیْ اِلَیْکَ اَنْ تَشْتَرِیَ فَرَسِیْ وَسِلَاحِیْ مِنْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ فَتَبِیْعَهٗ وَتَقْضِیَ عَنِّیْ سَبْعَةَ مِائَةِ دِرْهَمٍ اِسْتَدَنْتُهَا فِیْ مِصْرِکُمْ وَاَنْ تَسْتَوْهِبَ جُثَّتِیْ اِذَا قَتَلَنِیْ هٰذَا وَتُوَارِیْنِیْ فِی التُّرَابِ وَاَنْ تَکْتُبَ اِلَی الْحُسَیْنِ بن عَلِیٍّ اَنْ لَّا یَقْدِمَ فَیَنْزِلُ بِهٖ مَا نَزَلَ۔

(کتاب الفتوح تصنیف احمد بن عاصم الکوفی ص ۹۹ ۔۔۔ اجلد پنجم مطبوعہ حیدرآباد دکن)

ترجمہ:

اور اگر تو میرے قتل کا پکا ارادہ کر ہی چکا ہے۔ اور تجھے یقیناً ایسا کرنا ہی ہے تو کوئی قریشی میرے پاس بھیج دے۔ تاکہ میں اُسے جو چاہتا ہوں وہ

وصیت کر دوں۔ پس عمر ابن سعد بن ابی وقاص جلدی سے اٹھا اور کہنے لگے۔ اے ابن عقیل! جو وصیت کرنا چاہتے ہو مجھے کر دو۔ امام مسلم نے فرمایا۔ میں تجھے اپنے اور تیرے لیے اللہ کے تقوی کی وصیت کرتا ہوں۔ تقوے میں ہر بھلائی کے حصول کی طاقت ہے۔ تو بخوبی جانتا ہے۔ کہ میرے اور تیرے درمیان کیا رشتہ ہے۔ مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے۔ اور رشتہ داری کی بنا پر تجھ پر لازم ہے۔ کہ میری ضرورت کو پورا کرے۔ ابن زیاد نے کہا! اے ابن عمر! تجھ پر اپنے چچازاد بھائی کی حاجت برآری کوئی واجب نہیں ہے۔ اگر اس نے اپنے اوپر زیادتی کی تو بھی اسے ابھی شہید کیا جانا ہے۔ عمر بن سعد نے کہا۔ اے ابن عقیل! جو چاہتے ہو وہ کہو۔ پس مسلم بن عقیل نے فرمایا۔ تیری طرف میری حاجت و ضرورت یہ ہے۔ کہ تو میرا گھوڑا اور میرے ہتھیار اس قوم سے کر بیچ ڈال۔ اور تمہارے شہر میں سے کسی نے جو سات سو درہم قرض لیے وہ ان پیسوں سے ادا کر دینا۔ اور دوسری بات یہ کہ جب مجھے شہید کر ڈالیں تو میرا جسم ان سے لے لینا اور مٹی میں چھپا دینا اور تیسری وصیت یہ کہ امام حسین کی طرف رقعہ لکھ دینا۔ کہ وہ نہ آئیں۔ کہ ان پر وہ آفت نہ آن پڑے جو مجھ پر آن پڑی ہے۔

الکامل فی التاریخ:

قَالَ فَدَعْنِیْ اُوْصِیْ اِلٰی بَعْضِ قَوْمِیْ قَالَ افْعَلْ فَقَالَ لِعُمَرَ بن سعد اِنَّ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ قَرَابَةً وَلِیْ اِلَیْكَ حَاجَةٌ وَهِیَ سِرٌّ فَلَمْ یُمَكِّنْهُ مِنْ ذِكْرِهَا فَقَالَ لَهُ ابن زیاد لَا تَمْتَنِعْ مِنْ حَاجَةِ ابْنِ

عَمِّكَ فَقَامَ مَعَهُ فَقَالَ إِنَّ عَلَيَّ بِالْكُوفَةِ دَيْنٌ اسْتَدَنْتُهَا مُنْذُ قَدِمْتُ الْكُوفَةَ سَبْعَ مِائَةِ دِرْهَمٍ فَاقْضِهَا عَنِّيْ وَانْظُرْ جُثَّتِيْ فَاسْتَوْهِبْهَا فَوَارِهَا وَابْعَثْ إِلَى الْحُسَيْنِ مَنْ يَرُدُّهُ۔

(۱۔ الکامل فی التاریخ جلد چہارم ص۳۴ ذکر الجز عن راستہ الکوفین مطبوعہ بیروت)

(۲۔ مقتل حسین مصنفہ ابو المؤید خوارزمی ص ۲۱۲ فی مقتل مسلم بن عقیل مطبوعہ ایران قم)

(۳۔ تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۱۲ سن ۶۰ ہجری مطبوعہ بیروت)

ترجمہ: امام مسلم نے ابن زیاد کو کہا۔ کہ مجھے اپنی قوم کے کسی آدمی سے وصیت کرنے کی اجازت دے۔ اس نے کہا کیجئے۔ آپ نے عمر بن سعد کو فرمایا۔ میرے اور تیرے درمیان رشتہ داری ہے اور مجھے تجھ سے ایک کام ہے۔ اور پوشیدہ بتانے والا ہے لیکن وہ کام نہ بتا سکے۔ اس پر ابن زیاد نے کہا۔ اپنے چچازاد بھائی کی ضرورت پوری کرو۔ وہ اُن کے ساتھ ہو لیا۔ تو امام مسلم نے تنہائی میں فرمایا میں جب سے کوفہ آیا ہوں۔ تو میں نے یہاں کے لوگوں سے سات سو درہم قرض لیے وہ ادا کر دینا۔ اور میرے شہید کیے جانے کے بعد میرا جسم مٹی میں دبا دینا۔ اور کسی کو بھیج کر امام حسین کو واپس لوٹا دینا۔

ناسخ التواریخ:

فَقَالَ لَهُ مُسْلِمٌ إِنْ قَتَلْتَنِيْ فَلَقَدْ قَتَلَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مِنْكَ

مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ قَالَ يَا عُمَرُ اِنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ قَرَابَةٌ وَلِيْ اِلَيْكَ حَاجَةٌ وَقَدْ يَجِبُ عَلَيْكَ لِيْ نُجْحُ حَاجَتِيْ وَهِيَ سِرٌّ فَقَالَ اَوَّلُ وَصِيَّتِيْ شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ اَلثَّانِيَةُ تَبِيْعُوْنَ دِرْعِيْ هٰذَا وَتُوَفُّوْنَ عَنِّيْ اَلْفَ دِرْهَمٍ اِقْتَرَضْتُهَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا. اَلثَّالِثَةُ اَنْ تَكْتُبُوْا اِلٰى سَيِّدِيْ الْحُسَيْنِ اَنْ يَّرْجِعَ عَنْكُمْ فَقَدْ بَلَغَنِيْ اَنَّهٗ خَرَجَ بِنِسَائِهٖ وَاَوْلَادِهٖ فَيُصِيْبُهٗ مَا اَصَابَنِيْ.

(ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۹۸ حضرت مسلم در مجلس ابن زیاد مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام مسلم نے ابن زیاد کو کہا۔ اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ تو تحقیق تجھ سے بُرے نے مجھ سے بہتر کو قتل کیا ہوا ہے۔ پھر کہا اے عمر! میرے اور تیرے درمیان قرابت ہے۔ اور مجھے تجھ سے ایک ضروری کام ہے وہ پوشیدہ ہے۔ اور تجھے وہ لازماً کرنا ہے۔ فرمایا۔ میری پہلی وصیت یہ ہے۔ کہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے خاص بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور بیشک علی المرتضے اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں۔ دوسری

وصیت یہ ہے کہ تم میری یہ زرہ بیچ کر میرے ایک ہزار درہم ادا کر دینا جو میں نے تمہارے اس شہر کے لوگوں سے لیے ہیں۔ تیسری وصیت یہ ہے کہ میرے آقا حسین کی طرف کسی کو بھیج دینا۔ کہ وہ واپس تشریف لے جائیں۔ کیونکہ مجھے پختہ خبر ملی ہے۔ کہ وہ اپنے بال بچوں سمیت آ رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ انہیں بھی وہی کچھ تکلیف پہنچے جو مجھے پہنچنے والی ہے۔

توضیح :-

"کتاب الفتوح" کی مذکورہ عبارت میں جو یہ منقول ہے۔ کہ امام مسلم رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کو کہا۔ "میرا گھوڑا اور میرا سامان بیچ کر سات سو درہم کوفیوں کا قرض ادا کر دینا"، اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ میری ان اشیاء کی ان لوگوں سے قیمت لگوا کر خود خرید لینا۔ اور ان دراہم سے میرا قرضہ ادا کر دینا۔ اصل میں خریدنے والے عمر بن سعد اور بیچنے والے امام مسلم ہیں۔ گویا جناب مسلم وصیت فرما رہے ہیں۔ اور ناسخ التواریخ میں امام مسلم نے جو یہ فرمایا۔ کہ تجھ سے بُرے نے مجھ سے اچھے کو شہید کیا ہے۔ اس سے مراد حضرت علی المرتضےٰ ہیں۔ اور یہ کہنے کا مطلب یہ تھا۔ کہ شریر لوگوں کا یہ وطیرہ چلا آ رہا ہے۔ کہ وہ اچھے لوگوں کو تنگ کرتے ہیں۔ اور قتل بھی کر دیتے ہیں۔ لہٰذا تجھ سے یہ بات کوئی بعید نہیں۔ کیونکہ تو بھی شریروں میں سے ایک شریر ہے۔

خلاصہ کلام :

شیعہ سنی دونوں طرف کی کتب تاریخ میں امام مسلم رضی اللہ عنہ کی تین عدد وصیات ملتی ہیں۔ (۱) قرضہ ادا کرنا (۲) شہادت کے بعد میرا جسم لے کر خاک میں دبا کر دفن کر

دینا۔ (۳) کسی کو بھیج کر امام حسین کو واپس جانے کا پیغام پہنچانا۔ ان تین عدد وصیتوں کے علاوہ چوتھی اور کوئی وصیت نظر نہیں آتی۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ ہر آدمی کو اپنی اولاد عزیز تر ہوتی ہے۔ خود شیعہ ذاکرین اور سنی واعظین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ امام مسلم کو اپنے بچوں سے انتہائی پیار تھا۔ اسی وجہ سے وہ انہیں بھی کوفہ ساتھ لے آئے تو کیا بچوں سے پیار کا یہی تقاضا ہے۔ کہ جب آخری لمحات میں عمر بن سعد کو اور وصیتیں فرما رہے ہیں۔ بچوں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں فرمایا؟ مگر نوحہ خوان مولوی اور ذاکر یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ امام مسلم نے آخری وقت قاضی شریح کو وصیت کی۔ کہ میری شہادت کے بعد میرے بچوں کو مدینہ جانے والے قافلہ کے ساتھ کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام من گھڑت باتوں کا کسی معتبر تاریخ میں کوئی تذکرہ نہیں ملتا لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ امام مسلم رضی اللہ عنہ کا اپنے ساتھ اپنے بچوں کو کوفہ لانا اور پھر یہاں ان بچوں کے بارے میں سارے قصے کہانیاں بالکل بے اصل ہیں۔ انہیں نوحہ خواں نے خود بنایا۔ اور اپنا کاروبار چمکانے کی خاطر دردناک لہجہ میں بیان کرتے ہیں۔

امام مسلم کے بچّوں کے واقعہ پر مرزا تقی صاحب

ناسخ التواریخ کا تبصرہ

ناسخ التواریخ:

مکشوف باد کہ شہادت محمد وابراہیم پسر ہائے مسلم را کمتر در کتاب پیشینیاں دیدہ ام الّا آں کہ عاصم کوفی می گوید گاہے کہ ابن زیاد ہانی را محبوس داشت چنانکہ مرقوم شد ومسلم از سرائے ہانی بیروں شتافت شیعیان خود را فراہم کرد تا بر دار الامارہ حملہ افگند پسرہائے خود را ثمانہ

شریح قاضی فرستاد تا در حمایت او بسلامت مانند دیگر نہ نام ایشاں یاد می کند و نہ از شہادت ایشاں می گویند و در جلد ہفدہم او ام سطورات کربعد از قتل حسین چوں اہل بیت را اسیر کردند پسر ہائے صغیر مسلم درمیان اسرای بودند ابن زیاد ایشاں را بگرفت و محبوس نمود شرح شہادت ایشاں در کتاب روضۃ الشہدا مسطورات۔ واگر صاحب حبیب السیر سخن باختصار میرانده ہم سند بروضۃ الشہدا میرساند و من بندہ ایں قصہ را از روضۃ الشہدا منتخب میدارم و برمی نگارم زیراں کہ برد سیاقت مؤرخان و محدثان سخن میرانده مانند نوحہ گراں و سوگواراں مرثیہ میخوانند و کلمات فضول کہ مردود عقول است بکار می بندند اگرچہ ایں گونہ تلفیق و تنمیق از برائے نوحہ گراں زیبا است تا بر مرداں بخوانند و گریہ بستانند لیکن مؤرخ و محدث نتوانند از آنچہ دست بدست رسیدہ نکتہ بیفزائند یا کلمات برابید الاآنکہ ایں توانند کرد کہ سخن نہ رسائی را ببلاغت بیان کند و کلام ناپسندیدی را بفصاحت ادا فرمائید۔

(ناسخ التواریخ جلد دوم ص ۱۰۱ ذکر شہادت محمد و ابراہیم پسر ہائے مسلم بن عقیل مطبوعہ تہران)

ترجمہ: واضح ہو کہ امام مسلم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جناب محمد ابراہیم کی شہادت کا ذکر میں نے پہلے مصنفین کی کتابوں میں بہت کم پایا۔ مگر عاصم کوفی اسے بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ ابن زیاد نے ہانی کو قید میں ڈالا۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ تو امام مسلم اس کی سرائے سے باہر نکل گئے۔ اور اپنے شیعوں کو دارالامارہ کے قریب جمع کرنا شروع کر دیا۔ اپنے صاحبزادوں کو قاضی شریح کے گھر بھیج دیا۔

تاکہ ان کی حمایت میں سلامتی سے رہیں۔ دوسرے مؤرخین نہ تو ان صاحبزادوں کا نام ذکر کرتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کی شہادت کا واقعہ لکھتے ہیں۔ "اوالم" نامی کتاب کی سترھویں جلد میں لکھا ہوا ہے۔ کہ امام حسین کی شہادت کے بعد جب اہل بیت کو قیدی بنا کر لایا گیا تو امام مسلم کے چھوٹے صاحبزادے ان کے ساتھ قیدی تھے۔ ابن زیاد نے انہیں لے لیا۔ اور قید خانے میں ڈال دیا۔ ان کی شہادت کی تفصیل "روضۃ الشہداء" میں موجود ہے۔ اگر "صاحب حبیب السیر" ان کے بارے میں کچھ لکھتا ہے۔ تو وہ بھی روضۃ الشہداء کی سند سے ہی لکھتا ہے۔ اور میں نے بھی اس قصہ کو روضۃ الشہداء سے ہی نقل کیا ہے۔ کیونکہ صاحب "حبیب السیر" ایسی باتیں لکھ دیتا ہے۔ جو مؤرخین و محدثین کے ہاں قابل اعتراض ہوتی ہیں۔ اور وہ نوحہ گروں اور سوگواروں کی طرح مرثیہ لکھتا ہے۔ اور ایسے فضول کلام لکھتا ہے جنہیں عقل قطعاً قبول نہیں کرتی۔ اگرچہ نوحہ گروں اور سوگواروں کے لیے جھوٹ موٹ کی باتیں اور گپ شپ مفید ہوتی ہیں۔ تاکہ وہ ان باتوں سے لوگوں کو خوب رلائیں اور آہ و بکا کا ماحول بنائیں۔ لیکن ایک مؤرخ و محدث ایسا نہیں کر سکتا۔ کہ کسی روایت و حکایت سے خواہ مخواہ اِدھر اُدھر کے نکتے نکالے۔ یا ان میں بعض باتوں کا اضافہ کر دے۔ ہاں اگر وہ بلاغت و فصاحت کے اظہار کے کسی ناپسندیدہ بات کو لکھ دیتے ہیں۔ تو یہ اور بات ہے۔

مذکورہ عبارات کا خلاصہ:

۱۔ امام مسلم رضی اللہ عنہ نے آخری وقت جو وصیتیں فرمائیں ان میں کسی کے اندر

اپنے بچوں کے بارے میں ایک لفظ تک بھی نہیں ملتا۔

۲۔ امام مسلم رضہ کے صاحبزادوں محمد و ابراہیم کی شہادت کا واقعہ معتبر و متداول کتب تاریخ میں نہیں ملتا۔

۳۔ پہلے مؤرخین میں سے صرف حاکم کوفی نے کچھ ان کا تذکرہ کیا۔ وہ بھی نام لیے بغیر۔ لیکن ان کی شہادت کی کوئی بات ذکر نہیں کی۔

۴۔ شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد گرفتار شدہ اہلبیت میں امام مسلم رضہ کے صاحبزادے بھی تھے جنہیں ابن زیاد نے الگ کر لیا۔

۵۔ روضۃ الشہداء تصنیف ملا حسین کاشفی اور اس کی اتباع میں صاحب حبیب السیر نے ان دونوں صاحبزادوں کی شہادت کا واقعہ لکھا۔

۶۔ صاحب حبیب السیر کا طریقہ بیان نوحہ خوانی اور سوگواروں کا ہے جسے محدث اور مؤرخ کے علاوہ صاحب عقل سلیم بھی درست نہیں سمجھتے۔

گویا اصل کتاب اس سلسلہ میں روضۃ الشہداء ہوئی کہ جس نے سب سے پہلے امام مسلم کے صاحبزادوں کا واقعہ لکھا لیکن اس کا انداز تحریر نوحہ خوانوں اور سوگواروں کا سا تھا۔ یہ طریقہ اس واقعہ میں صاحب حبیب السیر نے اپنایا۔ "روضۃ الشہداء" کیسی کتاب ہے۔ کن کی ہے۔ اور اس کے مندرجات کس مرتبہ کے ہیں؟ اس کا کچھ ذکر ہم نے روضۃ الشہداء کے تحت کر دیا ہے۔ یہاں صرف ایک شیعہ مصنف کا حوالہ ذکر کر دینا کافی ہے۔ جسے شیعہ لوگ "ثقۃ المؤمنین، ناصر الملۃ والدین وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں۔ اصل نام شیخ عباس قمی ہے اور متاخرین میں سے ہے۔ وہ اپنی تصنیف منتہی الآمال جلد اول ص ۱۵۵ پر در مذمت غنا و عدم جواز غنا کی طلب میں لکھتا ہے۔

"و اہل علم و اہل حدیث کے نزدیک ایسے بے اصل واقعات مانند عروسی قاسم در کربلا کر در کتاب روضۃ الشہداء از تالیف فاضل کاشفی نقل کردہ شدہ۔ یعنی میدان کربلا میں

جناب قاسم کی شادی جیسے بے اصل واقعات ذکر کرنا فاضل کاشفی صاحب روضۃ الشہداء کا من پسند طریقہ ہے۔ شیخ عباس قمی دراصل اس موضوع پر اظہار کر رہا ہے۔ کہ واقعات کربلا میں جھوٹ کی آمیزش اور من گھڑت روایات کس طرح داخل ہوئیں۔ تو چلتے چلتے ان کتابوں میں سے "روضۃ الشہداء" گویا۔ کہ یہ بھی من گھڑت واقعات سے بھری پڑی ہے۔ بلکہ اس کی روایات تقریباً ستر فیصد باطل اور جھوٹ پر مبنی ہیں۔ جب اس پہلی کتاب کا یہ حال ہے کہ جس نے امام مسلم کے بیٹوں کی شہادت ذکر کی۔ تو پھر اسے حبیب السیر والے نے اور رنگ بھر کر لکھا۔ اس سے ہی آگے تمام غیر محتاط لوگوں نے اس واقعہ کو لکھنا اور بیان کرنا شروع کیا۔ ورنہ اس کی اصل کوئی نہیں۔

سوال :

آپ نے امام مسلم کے صاحبزادوں کا آپ کے ساتھ کوفہ جانے کا انکار کیا ہے حالانکہ اہل سنت کے ایک مشہور عالم صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے ان صاحبزادوں کا اپنے باپ کے ساتھ کوفہ جانا اور وہاں جام شہادت نوش فرمانا ذکر کیا ہے۔ اس لیے انکار درست نہیں۔ صدر الافاضل مرحوم کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

سوانح کربلا

چنانچہ یہ لوگ حضرت مسلم کو مع ان کے دونوں صاحبزادوں کے عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لے کر روانہ ہوئے۔ اس بدبخت نے پہلے سے ہی دروازہ کے دونوں پہلوؤں سے اندر کی جانب تیغ زن چھپا کر کھڑے کر رکھے تھے۔ اور حکم دے رکھا تھا۔ حضرت امام مسلم دروازہ میں داخل ہوں۔ ایک دم دونوں طرف سے ان پر وار کیا جائے حضرت امام مسلم کو ان کی کیا خبر تھی؟ اور آپ اس مکاری اور کیاری سے کیا واقف تھے؟ آپ

آیت کریمہ" ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق الخ" پڑھتے ہوئے دروازے میں داخل ہوئے۔ داخل ہونا تھا کہ اشقیا نے دونوں طرف سے تلواروں کے وار کیے اور بنی ہاشم کا مظلوم مسافر اعدائے دین کی بے رحمی سے شہید ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ دونوں صاحبزادے آپ کے ساتھ تھے انہوں نے اس بے کسی کی حالت میں اپنے شفیق والد کا سر ان کے مبارک تن سے جدا ہوتے دیکھا تھا چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل غم سے پھٹ گئے اور اس صدمہ میں وہ بید کی طرح لرزنے اور کانپنے لگے ایک بھائی دوسرے بھائی کو دیکھتا تھا اور ان کی سرمگیں آنکھوں میں خون اشک جاری تھے۔ لیکن اس معرکہ ستم میں کوئی ان ناداتوں پر رحم کرنے والا نہ تھا۔ ستم گروں نے ان نونہالوں کو بھی تیغ ستم سے شہید کردیا۔ (سوانح کربلا ص ۱۰۲ مطبوعہ فاروق آباد شیخوپورہ)

جواب :

صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ آسمانِ سنیت کے عظیم محسن تھے۔ انہوں نے اپنی دینی خدمات سے اہل سنت کے مسلک حقہ کو جلا بخشی۔ اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ آپ تفسیر قرآن اور علوم حدیث و فقہ وغیرہ علوم شرعیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے جس پر ان کی کتب و حواشی شاہد ہیں۔ لیکن تاریخ ان کا موضوع نہ تھا۔ لہٰذا اس موضوع پر "سوانح کربلا".. کے نام سے واقعات کربلا آپ نے لکھ دیے۔ اور ان میں وہ تحقیق و تدقیق نہ فرمائی۔ جو دیگر علوم میں آپ کا طرۂ امتیاز ہے۔ اگر کوئی شخص سوالیہ انداز میں پوچھتا کہ امام مسلم کے بچوں کا اصل واقعہ کیا ہے؟ وہ اپنے والد گرامی کے ساتھ کوفہ گئے تھے یا نہیں؟ قاضی شریح کو امام مسلم نے ان کے بارے میں کوئی وصیت فرمائی؟ ان کی شہادت کی حقیقت کیا ہے؟ تو پھر آپ اس کی تحقیق فرما کر اس کا جواب لکھتے۔ لیکن آپ نے سوانح کربلا میں بعض واقعات چلتی پھرتی کتابوں سے بغیر تحقیق درج فرما

دینا۔ کوئی عقلاً بعید نہیں ہے۔ جیسا کتب صحاح میں بھی کچھ روایات بے اصل موجود ہیں پھر ہم ان واعظین وذاکرین سے پوچھتے ہیں۔ کہ صدرالافاضل نے جن الفاظ میں ان کا واقعہ شہادت بیان کیا۔ اس میں رلانے اور پیٹنے پٹانے کا انداز کہاں ہے؟ آپ کی تحریر سے ان نوحہ خوانوں اور رولانے والوں کے لیے صدرالافاضل کی تحریر سے کچھ نہیں ملتا۔

میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ واقعہ کربلا پر لکھی گئی چند کتب کا صرف نام لکھ دوں۔ ان کی عبارات واقعات کے ذکر کرنے سے بہت طوالت ہو جائے گی۔ ان کا نام اس لیے ضروری لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اہل سنت علماء کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے خود ہمارے لیے نقصان دہ اور شیعوں کے بعض عقائد کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اس لیے نامعتبر کتابوں کی نشاندہی ضروری ہونی چاہیئے۔ تاکہ آئندہ نسل کے لیے یہ بات کارآمد ہو۔ اور ان کا کوئی حوالہ پیش بھی کرے تو نامعتبر ہونے کی وجہ سے اُن کے جوابات کے لیے مغز خوری نہ کرنی پڑے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب ۱۴۷ چہل و ہفتم

شاہنامہ کربلا مصنفہ اقبال دائم

یہ کتاب اقبال دائم کی تصنیف ہے۔ جو پنجابی نظم میں ہے۔ اس کتاب کے متعلق کچھ لکھنے سے قبل اپنے ساتھ پیش آیا ایک واقعہ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ میں ۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۶ء تک نارووال ضلع سیالکوٹ کی جامع مسجد شاہ جماعت میں خطابت کی ذمہ داریاں سرانجام دیتا رہا ہوں ایک مرتبہ دائم شاعر، صاحبزادہ فیض الحسن مرحوم کے ساتھ نارووال کے بازار سے گزر رہا تھا۔ ایک شخص صوفی اللہ رکھا خراسی کی نظر اس پر پڑی۔ کسی نے بتایا۔ کہ یہ دائم ہے۔ اس نے اس کی خوب پٹائی کی۔ اور وجہ یہ تھی۔ کہ اس کی ایک کتاب صوفی صاحب موصوف کی نظروں سے گزری تھی۔ جس میں اس نے امیر معاویہ رض کو ہامان، نمرود وغیرہ کفار کے ساتھ ملایا تھا۔ دائم نے کہا۔ کہ مجھے صاحبزادہ فیض الحسن صاحب کے پاس لے چلو۔ جو وہ فیصلہ کریں گے۔ وہ مجھے منظور ہو گا۔ مختصر یہ کہ دائم شاعر حقیقتہً ایک رافضی شیعہ تھا۔ بلکہ رافضیوں سے بڑھ کر یہ شخص امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دشمن تھا۔

ہمارے کچھ کم علم سنی واعظین اور شیعہ ذاکرین نوحہ خوانی اور اپنی مجالس و محافل میں رونے کا انداز پیدا کرنے کے لیے پنجابی اشعار اسی دائم کے پڑھتے

ہیں۔ میں نے اس کے شاہنامہ کو پڑھا۔ وہی من گھڑت واقعات و حکایات جو پچھلے اوراق میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ انہی واقعات کو دائم نے پنجابی نظم میں ڈھال کر بیان کیا۔ میں شاہنامہ کے تمام اشعار نقل کرنے سے رہا۔ صرف امام مسلم کے بارے میں جو دائم نے رونے رلانے کے انداز میں اشعار لکھے۔ وہ ص ۴۶ تا ص ۵۶ پر تقریباً ایک سو پچیس اشعار ہیں۔ انہیں آپ اگر پڑھیں گے۔ تو میری بات کی تصدیق کریں گے۔ ان اشعار میں سے ایک شعر بھی ایسا نہیں جو حقیقت پر مبنی ہو۔ جب واقعات من گھڑت ہیں۔ تو من گھڑت واقعات کو خواہ نظم میں ڈھالا جائے یا نثر میں لکھا جائے وہ بہر صورت غلط ہیں۔ دائم کے بارے میں مختصر طور پر ہم یہ گزارش کریں گے۔ کہ وہ قطعاً اہل سنت کا فرد نہیں ہے۔ بلکہ اس کے عقائد شیعہ لوگوں کے عقائد ہیں۔ اور وہ کوئی دینی علوم بھی نہ جانتا تھا۔ بالکل جاہل تھا۔ اس لیے اس کی کسی بات، کسی شعر اور کسی حکایت کو اہل سنت کے خلاف حجت کے طور پر پیش کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ اس نے شعروں میں ایسے واقعات و حکایات کو ڈھالا جن کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ آخر میں ہم اسی شاہنامہ کے آخری اشعار میں سے ایک شعر لکھ کر مضمون ختم کرتے ہیں۔ لکھتا ہے ؎

گزرے کل کے بیٹھ مکان وا
سو کیتی سیر پئی لامکان دی

مطلب یہ کہ میں نے شاہنامہ تنہائی میں لکھا۔ اس حال میں مجھ پر جو گزری سو گزری۔ اور صبر و استقامت کی بدولت مجھے لامکان کی سیر کرائی گئی۔ کہاں یہ مرتبہ اور کہاں سور کی دال۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

کتاب چہل ہشتم ۴۸

اوراقِ غم مصنفہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری

اس کتاب کے مصنف علامۃ الدھر، محسن اہل سنت، شیخ الحدیث و التفسیر سید دیدار علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے بڑے صاحبزادے ابوالحسنات سیّد محمد احمد صاحب ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی فقیہہ اعظم اور مفتی اعظم ابوالبرکات محمد احمد صاحب ہیں۔ اس گھرانے نے خطۂ پنجاب میں خصوصًا اہل سنت کے عقائد و نظریات کی جڑیں مضبوط فرمائیں۔ جید علماء پیدا کیے۔ جن میں سے ایک کم ترین راقم الحروف محمد علی عفا اللہ عنہ بھی ہے۔ اس گھرانے کی خدمات پر دنیائے سنیت ان کے احسانات نہیں بھول سکتی۔ دونوں بھائی اکابر علماء اور افاضل میں شمار ہوتے تھے۔ لیکن صاحب اوراقِ غم سید محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ رجحان سیاست اور خطابت کی طرف تھا۔ اسی رجحان کی وجہ سے اوراق غم میں بہت سی باتیں واعظانہ رنگ میں لکھ دیں۔ جو عقائد اہل سنت کو مجروح کرتی ہیں۔ اسی لیے جب قبلہ استادی الکرم مفتی اعظم قبلہ ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی عبارات کو پڑھا۔ تو سخت مغموم ہوئے۔ اور اس کے مندرجات کی مخالفت کی۔ بہر حال قبلہ ابوالحسنات کے سنی ہونے میں تو کوئی شک نہیں۔ اور ان کی خدمات سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ جہاد کشمیر اور دیگر مختلف

مراتب پران کی خدمات اہل پاکستان کو ہمیشہ یاد رہیں گی۔ میرا مقصد اس وقت صرف یہ ہے۔ کہ "اوراقِ غم"، چونکہ غیر محتاط اور واعظانہ طریقہ پر لکھی گئی۔ اس کا اکثر حصّہ "خاکِ کربلا"، سے ملتا جلتا ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر تو اس سے بھی بڑھ کر رولانے اور چیخنے چلانے کا رنگ بھر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا صرف ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔ جس سے آپ میری تائید کریں گے۔ اور مقصد صرف یہ ہے۔ کہ کوئی شیعہ اپنے مذموم عقائد واعمال کو ثابت کرنے کے لیے یہ نہ کہے۔ کہ دیکھو۔ تمہارے ایک بہت بڑے سنّی عالم نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے۔ "اوراقِ غم" کی عبارات ہم اہل سنّت کے خلاف حجت نہیں ہیں۔

اوراقِ غم

قاسم ابن حسن رضی اللہ عنہم کی کربلا میں شادی کا افسانہ

سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے وقتِ رحلت لکھ کر دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ بیٹا! (قاسم) اسے بازو پر باندھے رہو۔ جب تمہیں سخت سے سخت فکر اور اشد ترین مصیبت نظر آئے۔ تو اسے کھول کر پڑھنا۔ اللہ اس پریشانی کو دُور کردے گا۔ (حضرت قاسم نے) سوچا اس مصیبت اور پریشانی سے بڑھ کر اور کون سی پریشانی ہو گی جو آنے والی ہے۔ تعویذ کھولا۔ دیکھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے قلم مبارک کا ایک حکم ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے۔ بیٹا قاسم! جب تمہارے چچا کربلائیں

شکار بلاؤ مصائب نہیں۔ تو ان پر فدا ہو جانا۔ اور اپنی جان صدقے کر دینا کہ تمہارے لیے ذریعہ سعادت ہو گی۔ آپ اس کو پڑھتے ہی خوش ہو گئے۔ اور اس نام کو لے کر خدمتِ امام میں پہنچے اور عرض کی۔ چچا جان! اب تک اگر اجازت نہ دی تھی۔ تو اب آپ کو اجازت دینی ہی پڑے گی۔ یہ نامہ ملاحظہ فرمائیں۔ امام نے نامہ ہاتھ میں لیا۔ تو دیکھتے ہی اپنے بھائی حسن کو یاد کر کے رونے لگے۔ مضمون پڑھ کر فرمانے لگے۔ اچھا بیٹا قاسم! اب تم ضرور وصیت پر عمل کرو گے۔ مگر ذرا ٹھہرو۔ ایک وصیت مجھے یاد ہے۔ اس کی تعمیل اب تک نہ کر سکا ہوں۔ چنانچہ آپ قاسم کو لے کر خیمہ میں تشریف لائے اور جامۂ عروسی زیب تن کرایا۔ اور اپنی صاحبزادی کا عقد ان سے فرمایا۔ اور پھر فرمایا۔ بیٹا! یہ تمہارے باپ کی امانت تمہارے سپرد ہے۔ یہ کہہ کر باہر تشریف لائے قاسم دلہن کا ہاتھ تھامے ان کا منہ تکتے رہے۔ کہ تھوڑی دیر میں لشکر سعد سے مبارز طلبی ہوئی۔ آپ نے ہاتھ چھوڑ کر عزمِ میدان فرمایا۔ دلہن نے دامن تھام لیا۔ اور عرض کی۔

؎

بگو کز من چرا می روی   مرا می گزاری چرا می روی

(یعنی میرے قریب جا رہے ہو اور مجھے کیوں چھوڑ رہے ہو کیوں؟)

قاسم نے فرمایا۔ اے نورِ دیدہ تم مکرم میدان کارزار میں جا رہا ہوں۔ اور تمہارے باپ پر فدا ہو کر عنقریب آ رہا ہوں۔ تمہارے میرے رشتے کا لطف قیامت کے دن آئے گا۔ .... دلہن نے عرض کی۔ قیامت کے دن آپ مجھے کہاں ملیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارے باپ دادا کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اور اپنی آستین کا ایک ٹکڑا اپھاڑ کر دیا۔ کہ اس طرح وہاں میری آستین بریدہ دیکھنا۔ اس کے بعد قاسم کی روانگی کے صدمہ نے اہل بیت حرم کو بے تاب

کر دیا۔ اس طرح رو رو کر سب کہنے لگے۔ قاسما ایں چہ ظلم و بیداد لیست ایں نہ آئین و رسم و دامادی است۔ (اے قاسم یہ کیسا ظلم ہے۔ یہ قاعدہ اور رسم دامادی نہیں ہے۔

(اوراقِ غم ص ۲۴۹۔ ۲۵۰ مطبوعہ رضوی کتب خانہ سرکلر روڈ اردو بازار لاہور)

اوراق غم کی عبارت کا جائزہ:

مصنف مرحوم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی شادی کا ذکر کیا۔ اور ان کی دلہن امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کو بنایا۔ ہم گزشتہ اوراق میں تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی صرف دو صاحبزادیاں تھیں۔ فاطمہ اور سکینہ رضی اللہ عنہما۔ سیدہ فاطمہ کی شادی امام حسن کے بیٹے حسن مثنیٰ سے اور سیدہ سکینہ کی شادی انہی کے فرزند عبداللہ سے واقعہ کربلا سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ قابل غور یہ بات ہے۔ کہ تیسری صاحبزادی کہاں سے آگئی۔ کہ جس کا نکاح میدان کربلا میں پڑھا جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ قصہ اناول تا آخر من گھڑت اور جھوٹ پر مبنی ہے۔ سنی تو سنی شیعہ بھی اسے تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ اس شادی کی وجہ بھی سخت تردید کرتے ہیں۔ پھر اس واقعہ میں استعمال کلمات تو دیکھیں۔ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جامۂ عروسی وہ مدینہ منورہ سے ساتھ لے کر آئے تھے۔ ایسی شادی کا کیا فائدہ کہ جس کے بعد میاں بیوی ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے۔ اور تھیا رکٹے وشکا بات ختم ہو گئی۔ یہ واقعہ سراسر اختراعی ہے۔ جو رونے رلانے کے لیے گھڑا گیا ہے۔ مشہور شیعہ مؤرخ صاحب ناسخ التواریخ اس واقعہ کے بارے میں لکھتا ہے۔

ناسخ التواریخ :

ذکر حسن مثنےٰ کا خلاصہ یہ ہے ۔ کہ حسن مثنےٰ نے کربلا کے دن ابن سعد کے لشکر کے ساتھ جہاد کیا۔ اور کثیر زخم کھائے ۔ اور شہیدوں کے درمیان گر پڑے ۔ جبکہ سترتنوں سے جدا تھے ۔ اس وقت حسن مثنیٰ کے جسم میں ابھی کچھ جان باقی تھی ۔ اسماء بن خارجہ بن عقبہ بن حسین بن حذیفہ بن البدر فزاری جس کی کنیت ابوحسان تھی ۔ اس نے حسن مثنیٰ کے بارے میں سفارش کی کہ تم اس کو چھوڑ دو ۔ میں خود اس کو پیش کر دوں گا ۔ یہ ابوحسان کی سفارش اس لیے تھی کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی والدہ خولہ دختر منظور قبیلہ فزارہ سے تھیں جب عبیداللہ بن زیاد کو اس واقعہ کا علم ہوا ۔ اس نے کہا ۔ ابوحسان کو بھتیجا دیدو لہٰذا ابوحسان حسن کو کوفہ میں لے آئے ۔ اس کا علاج کیا یہاں تک کہ وہ صحت یافتہ ہو گئے ۔ پھر حسن مثنیٰ مدینہ تشریف لے آئے ۔ مذکورہ حوالہ سے یہ بات واضح ہو گئی ہے ۔ کہ حدیث دامادئی قاسم بن حسن در کربلا و تزویج کردن حسین فاطمہ را باو از اکاذیب روایت است حسین علیہ السلام را دو دختراں افزوں نہ بودے ۔ یکے فاطمہ زوجہ حسن مثنےٰ واں دیگرے سکینہ بود بعض گویند او را دختر دیگر بود کہ زینب نام داشت و اگر باخبارنا استوار حمل شوند کہ او را فاطمہ دیگر بود و ما بنیر پریم خواہیم گفت کہ او فاطمہ صغریٰ است و او در مدینہ جائے داشت و او را نتواں وقت قاسم بن حسن بست ۔ (ناسخ التواریخ در احوال حضرت سید الشہداء علیہ السلام جلد دوم ص ۲۲۲ تا ۲۲۴ ذکر حال حسن مثنیٰ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

قاسم بن حسن کو امام حسین کا اپنا داماد بنانا اور فاطمہ نامی لڑکی کا ان سے عقد کرنا۔ میدان کربلا میں جھوٹی روایت ہے۔ امام حسین کی صرف دو صاحبزادیاں تھیں ایک فاطمہ کہ جن کی شادی حسن مثنٰی سے ہوئی۔ اور دوسری سکینہ تھی۔ بعضے کہتے ہیں۔ کہ ان کی ایک اور صاحبزادی زینب نام کی تھی۔ اور اگر غیر معتبر روایات سے یہ ثابت بھی ہو جائے۔ کہ امام کی ایک تیسری صاحبزادی تھی۔ ہم اسے قبول بھی لیں۔ اور اسے فاطمہ صغریٰ کہا جائے۔ جو مدینہ منورہ ہی پیچھے رہ گئی تھیں۔ تو پھر اس کا قاسم کے ساتھ نکاح کس طرح ہو گیا؟

قارئین کرام! ناسخ التواریخ کی مذکورہ عبارت کا کچھ ترجمہ تھا اور خاص مقصد کے لیے جو اصل عبارت تھی۔ وہ فارسی میں ہی ذکر کی گئی ہے۔ صاحب ناسخ التواریخ نے ایک تو یہ ثابت کیا ہے کہ امام عالی مقام کی صرف دو صاحبزادیاں تھیں۔ اور دوسری بات یہ لکھی۔ کہ اگر تیسری صاحب زادی مان بھی لی جائے۔ اور اس کا نام صغریٰ بھی تسلیم کر لیا جائے اور اسے مدینہ منورہ ہی پیچھے رہ جانا تسلیم کر لیا جائے۔ تو ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے امام عالی مقام نے ان کا نکاح قاسم بن حسن کے ساتھ کیا۔ یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے اس لیے حضرت قاسم بن حسن کی شادی کو ایک جھوٹ اور ناممکن عمل قرار دیا۔ اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ حسن مثنٰی نے امام حسین کے ساتھ میدان کربلا میں یزیدیوں کے ساتھ جہاد کیا۔ ان کی زوجہ فاطمہ بھی کربلا میں موجود تھیں۔ اسی فاطمہ کو اگر فاطمہ صغریٰ کہا جائے۔ تو ان کے خاوند یعنی حسن مثنٰی کے ہوتے ہوئے کسی اور سے امام حسین رضی اللہ عنہ کا نکاح کر دینا کس قدر بہتان عظیم ہے۔ اور اگر کوئی بدبخت یہ کہے۔ کہ حسن مثنٰی کے ہوتے ہوئے امام قاسم سے امام حسین رضی اللہ عنہ کا نکاح کر دیا تو کس قدر بہتان عظیم ہے۔ اور اگر کوئی بدبخت یہ کہے۔ کہ حسن مثنٰی کی وفات کے بعد یہ نکاح ہوا۔

یہ بھی غلط ہے۔ کیوں کہ تاریخ گواہ ہے۔ کہ حسن مثنٰی واقعہ کربلا کے بعد کافی عرصہ تک یعنی ۲۷ سال تک کیونکہ ان کا وصال ۹۷ھ میں ہوا۔ (عمدۃ الطالب کے حاشیہ پر ص ۱۰۰ ذکر حسن مثنٰی) اور امام قاسم رضی اللہ عنہ کی شہادت کربلا میں ہوئی۔ تو جب امام قاسم حسن مثنٰی کی موجودگی میں شہید ہو گئے۔ تو پھر الٹا یہ کہنا کہ حسن مثنٰی کے وصال کے بعد امام قاسم کی فاطمہ صغریٰ سے شادی ہوئی۔ کتنا فراڈ اور صریح بہتان ہے۔ اور پھر کمال ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی سے ان باتوں کی نسبت امام عالی مقام کی طرف کی جا رہی ہے۔ ان اکاذیب کا جواب ان سنی واعظین و غیر محتاط مصنفین کے ساتھ ساتھ امام حسین کی محبت میں مرنے والے شیعہ ذاکرین کو رب کے حضور کل قیامت کو ضرور دینا پڑے گا۔ انہی اکاذیب کے پیش نظر مرزا تقی مزید لکھتا ہے۔ کہ اگر فاطمہ صغریٰ مدینہ میں تھیں، اور قاسم میدان کربلا میں تھے دونوں کا نکاح حضرت امام حسین نے باندھا۔ یہاں تک تو بات بنتی نظر آتی ہے۔ لیکن نکاح کے بعد امام قاسم اپنی بیوی کا ہاتھ تھامے کربلا میں کھڑے ہیں۔ یہ بیان کیا جاتا ہے۔ تو اس کا صاف صاف مطلب یہ کہ سیدہ فاطمہ صغریٰ ابھی مدینہ کی بجائے کربلا میں تھیں۔ اگر کربلا میں تھیں تو امام عالی مقام کا مدینہ میں نکاح پڑھانا کیا معنی رکھتا ہے۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میدانِ کربلا میں جناب قاسم کی شادی کا واقعہ از اوّل تا آخر جھوٹ پر مبنی ہے۔

نـــوٹ:

شیعہ ذاکرین اور سنی نام نہاد واعظین اس قسم کے قصہ جات بیان کرتے ہیں۔ اور اپنی تصانیف میں ذکر کرتے ہوئے۔ اس کا پس منظر کیا ہے؟ جب کہ دونوں طرف کی معتبر کتب تاریخ ایسے واقعات سے خاموش نہیں بلکہ تردید کرتی ہیں۔ آیئے ہم آپ کو اس کا پس منظر بتلاتے ہیں۔ جس دور میں ایسے فرضی واقعات گھڑے گئے اس میں ذاکرین و واعظین نے لوگوں میں یہ مشہور کر رکھا ہے۔ کہ جو ذاکر یا واعظ امام عالی مقام کی مظلومیت بیان کرے گا۔ وہ سیدھا جنتی ہو گا۔ مظلومیت کے بیان

رلائیں۔ اور امام عالی مقام کی مظلومیت ثابت کر کے خود کو جنت کا مستحق سمجھیں۔ ایسے من گھڑت واقعات لوگوں نے سن سن کر یاد کر لیے۔ پھر ایسے ذہن نشین ہو گئے کہ انہیں جب بھی وہ سنتے یا کسی کتاب میں رقت آمیز لہجے میں لکھے گئے۔ پڑھتے تو خوب روتے جب عوام کے جذبات اس قدر پختہ اور آگے بڑھ چکے تھے۔ تو راسخ علماء نے اسے ضرور بھانپا۔ لیکن مخالفت کی وجہ سے انہیں بھرپور طریقے سے روک نہ سکے۔ اور کچھ چپ سادھ لی۔ پھر انہیں دیکھا دیکھی مختلف لوگوں نے ایسے واقعاتِ فرضیہ کی کتابیں لکھ ماریں۔ بعد میں آنے والے ذاکرین و واعظین کے لیے انہی کتابوں کے واقعات و اندازِ بیان عوام سے داد وصول کرنے کے لیے بہترین سرمایہ تھے۔ ایسے واقعات کو بیان کر کے سامعین کو رلانا اور نوحہ وغیرہ پر ابھارنا ان کی من پسند روش ہو گئی۔ یہ سب کچھ کسی اور طریقہ سے ممکن نہ تھا۔ پھر ایسا دور آیا۔ کہ واعظین و ذاکرین میں سے جو انہی باتوں کو بیان کر کے روتا رلاتا ہے۔ اس کی بکنگ دوسروں کی نسبت زیادہ ہو گئی اور جو زیادہ رقت بھرے انداز میں ایسے فرضی واقعات بیان نہیں کرتا —— اس کی بکنگ دوسروں کے مقابلہ میں کم ہو گئی۔ اور یوں یہ لوگ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ امام قاسم کی شادی، فاطمہ صغریٰ کا رونا اور واویلا کرنا گھوڑا اور اس کے پاؤں تھامنا وغیرہ ایسے ہی واقعات میں سے ہیں۔ جن کی کوئی اصل نہیں بلکہ ایک کتاب بنام "روضۃ الشہداء" جو ملا حسین کاشفی کی تصنیف ہے۔ اس میں یہ جھوٹی کہانیاں اور افسانے ایسے رنگین انداز میں لکھے۔ جنہیں پڑھ کر قاری غموں کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔ اور اس کی آنکھیں بے اختیار اشکبار ہو جاتی ہیں۔ چونکہ یہ شخص سنی کہلاتا ہے لیکن مسلکاً شیعہ یا اس کے قریب ہے۔ اس کی صحیح حقیقت ہماری اسی کتاب میزان الکتب کے کئی مقامات پر واضح ہو چکی ہے ہم نے ان پیشہ ور واعظین و ذاکرین کا جو طرزِ عمل بیان کیا ہے۔ اس کی ایک جھلک شیعہ مجتہد شیخ عباس قمی کی زبانی سنیئے۔

منتہی الآمال:

ایک حدیث میں اس قسم کے لوگوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔ جو دنیا کو آخرت کے بدلے طلب کرتے ہیں۔ ان کی اس قسم کی حرکات یہ ثواب عظیم سے محرومی کا ان کے لیے سبب ہیں۔ کیونکہ شیطان پوری طرح تمام انسانوں کا دشمن ہے۔ لہذا جس عمل میں وہ انسان کا نفع سمجھتا ہے تو شیطان اس کو فاسد کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ جیسا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے توسل سے بحسب ضرورتِ دین اور ائمہ طاہرین کی اخبار و دنیا و آخرت میں نجات کا باعث ہے۔ اور ہر عمل جو دنیا کے واعظ کا موجب ہو اس پر اہلوں کی توجہ ماتم اور ہجوم عام ہوتا ہے۔ جیسا کہ ذکر مصائب کو یا ایک دنیاوی معاش کا معتبر ذریعہ ہے۔ اور عبادت کی جہت اس میں بہت ہی کم ملحوظ ہے۔ تو ان ذاکرین نے اس ذکر مصائب کو آہستہ آہستہ اس مقام پر پہنچا دیا۔ کہ علماء مذہب کے مجلسوں میں انہوں نے صریح جھوٹے ان مصائب کا ذکر شروع کر دیا۔ اور وہ علماء ان کو منع نہ کر سکے۔ لہذا کچھ ذاکرین نے رُلانے پٹانے کے لیے واقعات کی اختراع کی کوئی پرواہ نہ کی اور یہاں تک کہ انہوں نے یہ ظاہر کرنا شروع کر دیا۔ کہ "من ابکی فله الجنة"۔ جس نے رُلایا پٹایا اس کے لیے جنت ہے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا۔ ان جھوٹے قصوں نے تالیفی صورت اختیار کر لی۔ اور جب بھی کوئی فاضل اور امانت دار محدث اس طرح کی جھوٹی باتوں سے روکتا ہے۔ کسی مطبوع کتاب یا کسی مسموع کلام سے نسبت پکڑتا ہے۔ یا حدیث پر مستقل دلائل سے تمسک کرتا ہے۔ یا ضعیف روایات رد کرنے کی کوشش

یا ضعیف روایات روکنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو وہ بہت سی قوموں کی طرف سے ملامت اور توبیخ کا نشانہ بنتا ہے۔ مثل ایسے جملوں کے جو کہ کتب جدیدہ میں مشہور واقعات کے بارے ہیں ہیں اور اہل علم والحدیث کے نزدیک ان واقعات کی کوئی اہمیت نہیں۔ مانند عروسی قاسم در کربلا کہ در کتاب روضۃ الصفاء تالیف فاضل کاشفی نقل شدہ جیسے کہ امام قاسم کی شادی کربلا میں جو کہ فاضل کاشفی کی کتاب روضۃ الصفاء میں نقل کی گئی ہے۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۵۵ در نسخ و تکالیف سلسلہ جلیلہ۔ مطبوعہ تہران)

قارئین کرام! شیخ عباس قمی نے واقعہ کربلا کے ضمن میں رونے رلانے اور پیٹنے کے لیے من گھڑت واقعات کا پس منظر بڑی خوبی سے بیان کیا۔ اور حقیقت بھی تقریباً یہی ہے۔ ابتداً شیعہ ذاکرین نے پیسے بٹورنے کی خاطر رونے پیٹنے کے واقعات گھڑے۔ پھر زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ من گھڑت واقعات کتابوں میں لکھے جانے لگے۔ انہی واقعات میں سے ایک امام قاسم کی میدانِ کربلا میں شادی کا واقعہ بھی ہے۔ اس طرح ہر آنے والے نے من گھڑت واقعہ میں مزید اضافہ کیا۔ اور بات کا بتنگڑ بنا دیا۔ پھر شیعوں کی کتابوں مثلاً فاضل کاشفی سے جھوٹے واقعات اہل سنت واعظین نے بھی اسی غرض کے پیش نظر بیان کرنے اور لکھنے شروع کر دیے۔ اور یوں ان نادانوں نے نادانستہ طور پر شیعیت کے اصول کو مضبوط کرنے میں بہت کردار ادا کیا۔ اور خوب دنیا کمائی۔ ان سنی واعظین نے مسلک اہل سنت کو نقصان عظیم پہنچایا۔ شیعہ ذاکرین کی جگہ اب ان سنی واعظین نے لے لی۔ اور خوب دنیا سمیٹ رہے ہیں۔ ہم نے ان کی کتب اور ان کے طرزِ خطابات کو اسی لیے بیان کیا۔ تاکہ بعد میں

آنے والی نسلیں بھٹکنے سے بچی رہیں۔ وہ یوں کہ اگر کوئی شیعہ رلانے اور پیٹنے کے متعلق ان واعظین کے کیسٹ یا ان کی تصانیف پیش کر کے اسے ثابت کرے اور کہے کہ دیکھو تمہارے سنی عالم نے یہ کہا ہے یہ لکھا۔ تو ہم ان کے بارے میں صاف صاف لکھ دیتے ہیں۔ کہ ایسے واعظ اور ان کی ایسی تصانیف مسلک اہل سنت کے ہاں معتبر نہیں ہیں۔ اس لیے ان کا کوئی حوالہ ہمارے لیے قابل قبول نہ ہوگا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

مروجہ محافلِ محرم کے متعلق شیعہ مجتہد عباس قمی کا فتوای

تنبیہ:

محافل حسین میں جو من گھڑت روایات بیان کی جاتی ہیں۔ ان کا شرعی فیصلہ منتہی الامال مصنفہ شیعہ مجتہد شیخ عباس قمی کی طرف سے نقل کیا جاتا ہے، درج ذیل فوٹو کاپی لف کی جا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

منتہی الآمال کی عبارات

عبارت ۱:

و بالجملہ اخبار این باب بسیار است و این مختصر گنجائش بیش از این نیست پس شائستہ است کہ شیعیان و ذاکرین خصوصاً ملتفت شدہ و این سوگواری و عزاداری بر وجہی سلوک کنند کہ زبان نواصب دراز نہ شود و اقتصار بر واجبات و مستحبات کردہ از استعمال محرمات از قبیل غنا کہ غالباً نوحہ ہائے لطم خالی از آں نیست و از اکاذیب منقولہ و حکایات ضعیفہ مظنونۃ الکذب کہ در جملہ از کتب غیر معتبرہ بلکہ نقل از کتبی کہ مصنفین آنہا از متدینین اہل علم حدیث نیست احتراز نماید۔ و شیطان را در این عبادت بزرگ کہ اعظم شعائر اللہ است راہ ندہند۔ و از معاصی کثیرہ کہ روح عبادت را میبرد بپرہیزد خصوصاً یاد کذب و غناء کہ در این عمل ساری و جاری شدہ است۔ و کم تر کسی از او مصون است و صواب چناں است کہ در این مقام چند خبری در بزرگی عقاب ہر یک مذکور شود، شاید اگر کسی خدائے نخواستہ مبتلا

باشد مرتدع شود۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۴۴ ذکر پارہ ازمادیث
اہل سنت و مذمت ریا و دروغ و عذاب
دروغگو مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:

مختصر یہ کہ اس بارے میں روایات بہت سی ہیں۔ اور اس مختصر کتاب میں اس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش نہیں لہٰذا مناسب یہ ہے۔ کہ تمام شیعہ حضرات اور خصوصاً ذاکرین حضرات توجہ کریں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سوگواری اور عزاداری میں ایسا طریقہ اپنائیں جس سے خارجیوں کی زبان سے لعن طعن سے چھوٹ جائیں۔ صرف واجبات اور مستحبات پر ہی انحصار کریں۔ اور محرمات۔ کے استعمال سے بچیں۔ جیسا کہ گانا مرثیہ خوانی کرنا جو غالباً نزمجات سے خالی نہیں ہوتا۔ اور من گھڑت حکایات اور ضعیف واقعات جن پر جھوٹ کا ظن ہو۔ جو ان کتابوں میں ذکر کی گئیں جو غیر معتبر ہیں۔ بلکہ ان کتابوں سے انہیں نقل کیا گیا ہے۔ جن کے مصنفین دین دار، اہل علم اور حدیث کی سوجھ بوجھ رکھنے والے نہ تھے۔ ایسی حکایات و واقعات کے بیان کرنے سے دریغ کرنا چاہیے۔ اور شیطان کو اس عبادت میں جو اللہ تعالیٰ کے عظیم شعائر میں سے ہے۔ دخیل نہ ہونے دیں۔ اور بہت سے ایسے معاصی سے جو عبادت کی روح کو ختم کر دیتے ہیں۔ پرہیز کرنا چاہیے۔ خاص کر ریا، جھوٹ اور گانا کہ یہ کام اب عام طور پر جاری و ساری ہیں۔ اور بہت کم مجلسیں ایسی ہیں جن میں یہ باتیں نہ ہوتی ہوں۔ اور درست طریقہ یہ ہے۔ کہ ایسے مقامات

پر چند ایسی روایات بھی ضرور ذکر کرنی چاہئیں۔ جو ان میں سے ہر ایک عذاب و سزا پر مشتمل ہوں۔ کیونکہ خدانخواستہ اگر کوئی ان کاموں کا عادی ہو چکا ہو۔ تو وہ اپنا رویہ تبدیل کرے۔

شیعہ مجتہد نے یہ واضح کر دیا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعزیت کی مجالس میں افعال حرام بہت سے داخل ہو چکے ہیں۔ ان میں جھوٹی روایات، مرثیہ خوانی اور نوحہ جات کا دور دورہ بھی ہے۔ ان حرام کاموں کی وجہ سے وہ بجائے ثواب کے الٹی عذاب اور گناہ بن کر رہ گئیں۔

لہٰذا ذاکرین اور شیعہ علماء کو ان محرمات کے بارے میں جن روایات واحادیث میں وعیدیں آئی ہیں۔ انہیں ذکر کرنا چاہئے۔ تاکہ ان کاموں سے محافلِ حسین پاک ہو جائیں جب تک ان محافل کو ان محرمات سے پاک نہیں کیا جاتا۔ ان میں جانا گناہ ہے۔

محافل حسین میں جھوٹی روایات اور من گھڑت کہانیاں

عبارت ۳، منتہی الآمال:

در کافی مروی است از امام محمد باقر علیہ السلام کہ فرمود اول کسیکہ تکذیب میکند
دروغ گو را خداوند عزوجل است۔ پس از آں دو فرشتہ کہ با او ہم اند بعد ازاں خودش
کہ اشتباہ ندارد و میداند دروغ گفتہ وہم در آنجا و در کتاب الاعمال از
آنجناب مروی است۔ کہ فرمود حق تعالی برائے شر دریہا قفلہا مقرر کردہ
و کلید آں قفلہا را شراب قرار دادہ و دروغ بدتر از شراب۔ و نیز در کافی از امیرالمؤمنین
علیہ السلام روایت شدہ کہ فرمود۔ واللہ نخواہد چشید مزہ و طعم ایمان را تا آنگاہ
کہ ترک کند دروغ را چہ از روئی جد باشد یا مزاح و خوش طبعی۔ و در جامع الاخبار
از رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم روایت کردہ کہ فرمود ہرگاہ دروغ گوید مومن بدون
عذر لعنت کند او را ہفتاد ہزار ملک و از دل او بوئی گندی بیروں آید و بالا رود
تا بعرش رسد۔ پس لعنت کنند او را حملۂ عرش و حق تعالی بواسطۂ آں یک دروغ
ہفتاد زنا برا او نویسد۔ کہ آساں تر آنہا مثل آنست کہ کسی با مادر خود
زنا کند و از حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام روایت است کہ تمام خباثت را در خانۂ
گذاشتہ اند و دروغ را کلید آں قرار دادہ اند۔

(منتہی الآمال جلد اول ص ۵۴۵)

ترجمہ:

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے "کافی" میں مروی ہے۔ کہ جھوٹے کی سب سے پہلے تکذیب کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر وہ دو فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے نہایت مقرب ہیں۔ پھر خود جھوٹا کہ جسے بلاشک وشبہ یہ معلوم ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اسی مقام پر کتاب الاعمال میں بھی امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت مذکور ہے۔ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام شرارت برائیوں کے تالے مقرر کیے ہیں۔ ان تمام کی کنجی شراب ہے۔ اور جھوٹ تو شراب سے بھی بدتر ہے۔

کافی میں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے۔ فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب تک کوئی شخص جھوٹ کو ترک نہیں کرتا۔ وہ ایمان کا مزہ اور ذائقہ حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جھوٹ چاہے بطور خوش طبعی، مزاح یا جان بوجھ کر بولا جائے۔ "جامع الاخبار" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جب کوئی ایمان دار بلا عذر جھوٹ بولتا ہے تو اس پر ستر ہزار فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ اور اس کے دل سے بدبو باہر نکلتی ہے۔ اور عرش تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر عرش کو اٹھانے والے فرشتے اس جھوٹے پر لعنت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جھوٹے کے ایک جھوٹ کے بدلے ستر زنا لکھ دیتا ہے۔ ان میں سے کم ترین زنا وہ ہے جو کوئی اپنی سگی ماں سے کرے۔ امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام خباثتوں کو ایک گھر میں بند کر کے رکھتے ہیں۔ اور جھوٹ ان سب کی کنجی ہے۔

خلاصہ: صاحب منتہی الآمال یہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے

نام پر منعقد کی گئی محفل میں اگر سچی حکایات و واقعات بیان کیے جائیں۔ اور آپ کی شہادت کے متعلق صحیح روایات ذکر کی جائیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے اعمال و اقوال بیان کیے جائیں۔ اور کربلا کے میدان میں آپ کی استقامت علی الحق اور دین پروری کے سچے واقعات سنائیں جائیں۔ تو یہ صرف جائز ہی نہیں۔ بلکہ ثواب کا باعث بھی ہیں۔ اور عوام کے لیے باعثِ ہدایات و تقلید بھی ہیں۔ لیکن جو لوگ ان حقائق کی بجائے جھوٹی روایات من گھڑت قصے کہانیاں بیان کرتے ہیں۔ (جیسا کہ امام قاسم کی مہندی، گھوڑے کا رونا وغیرہ۔) تو یہ اتنا عظیم جرم ہے۔ جو ایک بار نہیں۔ ستر بار زنا کرنے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ جس کا ادنیٰ ترین گناہ اپنی سگی والدہ سے زنا کے برابر ہے۔ پھر اس روغ گو پر اللہ کی لعنت اور ستر ہزار عام فرشتوں کی لعنت، حاملین عرش مخصوص فرشتوں کی لعنت بھی ہوتی ہے۔

اسی لیے اسی مقام پر لکھتے لکھتے "شیخ قمی" یہاں تک لکھ گیا۔ ایسی محفل میں ہرگز نہیں جانا چاہیئے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ کہ

"از قصہ خوانان کہ آیا گوش دادن بایشان حلال است۔ حضرت فرمود حلال نیست"

ترجمہ:

یعنی ایسی محفلوں میں جا کر ذاکروں سے غلط سلط روایات سننا جائز ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جائز نہیں۔

مزید فرمایا۔

"پس آں گوش کندہ ابلیس را پرستیدہ" ایسی غلط مرثیہ خوانی سننے والا درحقیقت شیطان کا پجاری ہے۔

اور فرمایا:

امام اہل سنت احمد رضا خاں بریلوی کی طرف سے محافل حسین کا شرعی فیصلہ

عبارت نمبر (۱) فتاویٰ رضویہ مسئلہ ثالثہ:

کیا ارشاد ہے علماء دین متین کا اس مسئلہ میں کہ مجالس میلاد شریف میں شہادت نامہ کا پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟ بَیِّنُوا وَتُوجَرُوا۔

(الجواب) شہادت نامہ نظم، نثر جو آجکل عوام میں رائج ہیں اکثر روایات باطلہ بے سروپا سے مملو اور اکاذیب موضوعہ پر مشتمل ہیں۔ ایسے بیان کا پڑھنا، سننا وہ شہادت نامہ ہو خواہ کچھ اور (کتاب ہو) مجلس میلاد مبارک ہو خواہ کہیں اور مطلقاً حرام و ناجائز ہے خصوصاً جبکہ وہ بیان ایسے خرافات کو متضمن ہو جس سے عوام کے عقائد میں زلل آئے تو اور بھی خطرناک ہے۔ ایسے ہی وجوہ پر نظر فرما کر امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ وغیرہ آئمہ کرام نے حکم فرمایا۔ شہادت نامہ پڑھنا حرام ہے۔ امام علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں! قَالَ الْغَزَالِي وَغَيْرُهُ يُحْرَمُ عَلَى الْوَاعِظِ وَغَيْرِهِ رِوَايَةُ مَقْتَلِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَحِكَايَاتِهِ الخ پھر فرمایا۔ مَاذَكَرَ مِنْ حُرْمَةِ الرِّوَايَةِ القتل الحسين وَمَا بَعْدَهُ لَا يُنَافِي مَاذَكَرْتُهُ فِي هٰذَا الْكِتَابِ لان هذا البيان الحق الَّذِيْ يَجِبُ اِعْتِقَادُهُ مِنْ جَلَالَةِ الصَّحَابَةِ وَبَرَاءَتِهِمْ مِنْ كُلِّ نَقْصٍ بِخِلَافِ مَا يَفْعَلُهُ الْوُعَّاظُ الْجَهَلَةُ فانهم يأتون بالاخبار الكاذبة والموضوعة ونحوها ولا يبينون المعامل والحق الذی یجب اعتقادہ الخ۔ یونہی جبکہ مقصود غم پروری و تصنع حزن ہو تو یہ نیت بھی شرعاً نامحمود شرع مطہر نے غم میں صبر و تسلیم اور غم موجود کو حق المقدور کو دل سے دور کرنے کا حکم دیا ہے۔ نہ کہ غم معدوم بتکلف در لانا کہ

بتصنع وزور بنانا نہ کہ اسے باعث قربت وثواب ٹھہرانا یہ سب بدعات شنیعہ روافض ہیں جن سے سنی کو احتراز لازم۔ عاشا للہ اس میں کوئی خوبی ہوتی تو حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اقدس کی غم پروری سب سے زیادہ اہم وضروری ہوتی۔ دیکھو حضور اقدس صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ کا ماہ ولادت وہ ماہ وفات وہی ماہ مبارک ربیع الاول شریف ہے۔ پھر علماء امت وحامیان سنت نے اسے ماتم وفات نہ ٹھہرایا بلکہ موسم شادی ولادت اقدس بنایا امام ممدوح کتاب موصوف میں فرماتے ہیں۔

اِیَّاهُ ثُمَّ اِیَّاهُ اَنْ یَشْغَلَهٗ رَاَیٰ یَوْمَ عَاشُوْرَا بِبِدَعِ الرَّافِضَةِ وَنَحْوِهِمْ مِنَ النُّدْبِ وَالنِّیَاحَةِ وَالْحُزْنِ اِذْ لَیْسَ ذَالِكَ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِلَّا لَكَانَ یَوْمَ وَفَاتِهٖ صلی اللہ علیہ وسلم اَوْلٰی بِذَالِكَ وَاَحْرٰی الخ عوام مجلس خواں اگرچہ بالفرض صرف روایات صحیحہ بروجہ صحیحہ پڑھیں بھی تاہم جو ان کے احوال سے آگاہ ہے۔ خوب جانتا ہے کہ ذکر شہادت شریف پڑھنے سے ان کا مطلب یہی بتصنع رونا بتکلف رلانا اور اس رونے رلانے سے رنگ جمانا ہے۔ اس کی شناعت (یعنی برا ہونے) میں کیا شبہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم ص ۸۸ کتاب الحظر والاباحۃ مصنفہ امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی شریف مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا۔ کراچی)

قارئین کرام: اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان کے اس جواب سے چند چیزیں ثابت ہوئیں۔

ا۔ اس وقت اکثر روایات جو عوام میں رائج ہیں جن کو واقعہ کربلا میں بیان کیا جاتا ہے۔ یہ بے اصل، باطل محض، جھوٹی موضوع روایات ہیں۔ ان کا پڑھنا سننا قطعًا

حرام اور نا جائز ہے۔

۲۔ اگر ان سے عوام کے عقائد میں کچھ تزلزل پیدا ہو تو ایسی روایات کا ذکر کرنا زہر قاتل ہے۔ یعنی عوام کے ذہن میں یہ بات بیٹھ جائے۔ کہ ہمارے مقرر نے جس انداز میں بیان کیا ہے۔ جس سے ساری دنیا چیخیں مار مار کر روتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا جو شیعہ ماتم کرتے ہیں اس کے جائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

۳۔ جن واعظین کا صرف مقصد غم پروری تصنع بناوٹی رونا ہو تو اس طرح کرنا بھی، شرعاً ممنوع ہے۔ کیونکہ شرع نے صبر اور تسلیم کا حکم دیا ہے۔ جو حتی المقدور دل سے درد کو دور کر دیتی ہے۔

۴۔ اگر مجلس خواں بالفرض صحیح روایات بھی بیان کریں لیکن سننے والے یہ جانتے ہیں کہ اس مجلس خوان کا مطلب بناوٹی رونا رلانا ہے اور اس رونے رلانے سے رنگ جمانا ہے اس کے بُرا اور قبیح ہونے میں کیا شک ہے۔

عبارت نمبر (۲) فتاوٰی رضویہ:

کتب شہادت جو آجکل رائج ہیں اکثر روایات موضوعہ و روایات باطلہ پر مشتمل ہیں۔ یوں ہی مرثیے ایسی چیزوں کا پڑھنا سننا سب حرام ہے۔ حدیث میں ہے۔ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْمَرَاثِیْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ رواہ ابو داؤد و الحاکم عن عبد اللہ ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایسے ہی ذکر شہادت کو امام حجۃ الاسلام وغیرہ علماء کرام منع فرماتے ہیں۔ ماذکرہ الامام ابن الحجر المکی فی الصواعق المحرقۃ۔ ہاں اگر صحیح روایات بیان کی جائیں اور کوئی کلمہ کسی نبی یا ملک یا

اہل بیت، یا صحابی کی توہین شان کو مبالغہ مدح وغیرہ میں مذکور نہ ہو نہ وہاں بین یا نوحہ یا سینہ کوبی یا گریبان دری یا ماتم یا تصنع یا تجدید غم وغیرہ ممنوعات شرعیہ ہوں تو ذکر شریف فضائل ومناقب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا بلا شبہ موجب ثواب ونزولِ رحمت ہے۔ (فتاوٰی رضویہ جلد ۱۰ ص ۱۰۴ کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ادارہ تصنیفات احمد رضا کراچی)

عبارت نمبر (۳) فتاوٰی رضویہ:

(ایک سوال کا جواب لکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔) افعال مذکورہ سخت کبائر ہیں اور ان کا مرتکب سخت فاسق و فاجر مستحق عذاب یزدان وغضبِ رحمان اور دنیا میں مستوجب ہزاراں ذلّت وہوان خوش آوازی خواہ کسی علت نفسانی کے باعث اسے منبر ومسند پر کہ حقیقۃً مسند حضور پُر نور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے تعظیماً بٹھانا اس سے مجلس مبارک پڑھوانا حرام ہے کما فی التحفۃ وفتح اللہ المبین۔ وطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں ہے کہ فی تقدیم الفاسق تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً روایات موضوعہ پڑھنا بھی حرام، سننا بھی حرام ایسی مجالس سے اللہ عزوجل اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کمال ناراض ہیں ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اس حال سے آگاہی پاکر بھی حاضر ہونے والا سب مستحق غضب الٰہی ہیں۔ یہ جتنے حاضرین ہیں سب وبالِ شدید میں جدا جدا گرفتار ہیں۔ اور ان سب کے وبال کے برابر اس پڑھنے والے پر وبال ہے اور اس کا اپنا گناہ اس پر علاوہ اور ان حاضرین وقاری سب کے برابر گناہ ایسی مجلس کے بانی پر ہے۔ کہ اور اپنا گناہ خود طرّہ مثلاً ہزار شخص حاضرین مذکورہ حال آئیں پر ہزار گناہ اور اس کذاب قاری پر ایک ہزار ایک گناہ اور بانی پر دو ہزار دو گناہ

ایک ہزار حاضرین کے اور ایک ہزار ایک اس قاری کے اور ایک خود اپنا پھر یہ شمار
ایک ہی بار نہ ہوگا بلکہ جس قدر روایاتِ موضوعہ جس قدر کلمات نامشروعہ وہ قاری جاہل
جری پڑھے گا ہر روایت ہر کلمہ پر یہ حساب وبال و عذاب تازہ ہوگا مثلاً فرض کیجئے
ایسے سو کلمات مردودہ اس مجلس میں اس نے پڑھے تو ان حاضرین میں ہر ایک پر
سو سو گناہ اور اس قاری علم و دین سیاری پر ایک لاکھ ایک گناہ اور بانی پر
دو لاکھ دو سو گناہ، وَقِسْ عَلیٰ ھٰذا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰ ص ۲۴۴ کتاب الحظر
والاباحۃ مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی)

قارئین کرام! اس صدی کے مجدد اور اہل سنت کے امام اعلیٰحضرت مولانا
شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ رضویہ سے یہ اقتباسات
ہم نے پیش کیے۔ ان میں درج ذیل امور صراحۃً بیان فرمادیے ہیں۔

۱۔ شہادت وغیرہ کے بارے میں روایات باطلہ، جھوٹ سے بھری پڑی
حکایات بیان کرنا، سننا مطلقاً حرام و ناجائز ہیں۔

۲۔ عقائد حقہ اہل سنت پر جن حکایات و روایات باطلہ سے زد پڑے۔
اور انہیں جڑ سے ہلا کر رکھ دیں۔ ان کا ذکر کرنا زہر قاتل ہے۔

۳۔ واعظین اور خطباء کا اگر مقصد بناوٹ کے طور پر لوگوں کو رونا اور غم و اندوہ
میں ڈالنا ہے۔ تو ایسا خطاب و وعظ بھی شرعاً ممنوع ہے۔

۴۔ اگر بالفرض روایات صحیح ہی ہوں۔ لیکن مطلب ان کے بیان کرنے سے
وہی رولانا اور غم زدہ کرنا ہے۔ تو پھر بھی قبیح ہے۔

۵۔ چونکہ روایات باطلہ ذکر کرنا حرام، ان کا سننا حرام، انہیں گانے اور سرور کے
طور پر بیان کرنا حرام ہے۔ اس لیے اس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس کے
محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بیزاری واضح ہے۔ اس لیے ایسا وعظ کرنے

والے اور خطاب دینے والے کو مسند وعظ و خطابت پر بٹھانا بھی شدید حرام ہے۔

۶۔ ایسے واعظین اور خطباء کو بلانے والے، ان کی حوصلہ افزائی کرنے والے سب جرم کے برابر کے شریک اور تمام کے مجموعی گناہ سے بڑھ کر واعظ و خطیب گناہوں کا بوجھ اٹھاتا ہے۔

امام اہل سنت نے اپنے دور کے کچھ خطباء اور واعظین کی بات فرمائی۔ ہم نے اس دور کے چند ممتاز علماء کی زیارت کی بھی۔ اور اُن کے خطابات سننے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد محدث، مفتی اعظم پاکستان ابوالفضل محمد سردار احمد لائلپوری، حکیم الامت مولانا احمد یار خاں صاحب گجراتی اور غزالی زماں مولنا احمد سعید صاحب کاظمی ملتان رحمۃ اللہ علیہم یہ وہ حضرات تھے۔ کہ ان کی تقاریر کا ایک ایک لفظ محتاط ہوتا۔ لیکن آجکل جن خطباء اور واعظین کی شہرت ہے۔ اگر انہیں اعلیٰحضرت سن لیتے اور ان کے انداز خطابت و وعظ کو دیکھ لیتے۔ تو آپ خود اندازہ فرمائیں آپ کیا فتویٰ دیتے؟ حاشا وکلا میرا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں۔ نہ مخالفت برائے مخالفت ہے۔ بلکہ اصل مقصد وہی ہے۔ جسے اعلیٰحضرت نے بیان فرمایا۔ ایسی محافل لوگوں میں جذبۂ شہادت پیدا کرنے کے لیے اور خاندان اہل بیت کی استقامت فی الدین اور مصائب میں صبر و ہمت کھانے کے لیے ہوتی ہیں۔ نہ کہ ان حضرات کی بے صبری اور لوگوں کو رولانے اور غم زدہ کرنے کے لیے منعقد ہوتی ہیں۔ میں نے اسی لیے جانبین کی کتب سے رونے رولانے اور پیٹنے وغیرہ کے ممنوع ہونے پر بہت سے حوالہ جات تحفہ جعفریہ جلد دوم میں ذکر کیے ہیں۔ انہیں بیان کیا جاتا ہے۔

قارئین کرام! میرا مقصد یہ تھا۔ کہ میں ان تمام کتب کا حتی المقدور ذکر کروں

جنہیں شیعہ لوگ "اہل سنت کی معتبر کتاب" کے عنوان سے پیش کر کے ان کے اقتباسات لکھتے اور عام سنیوں کو بہکانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور میں نے اس کے لیے بہت سی کتب کا مطالعہ کیا۔ ان کتب کے بارے میں لکھا۔ کہ وہ اہل سنت کی ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو معتبر بھی ہیں یا غیر معتبر؟ اس بحث کے اختتام پر ایک دن مرشدی، سیدی قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب مدظلہ العالی فرمانے لگے "مولوی صاحب" آجکل جو ہمارے واعظ اور خطیب واقعہ شہادت کے ضمن میں بیان کر رہے ہیں۔ اور نت نئے مصنف جو اپنی تصانیف میں درج کر رہے ہیں۔ جن سے عقائد اہل سنت کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان کا بھی کچھ ذکر کرو۔ اس بارے میں جو تحقیق ہے۔ وہ پیش کرو۔ یہ نہ دیکھو۔ کہ کس کو رگڑا پھرتا ہے۔ رافضیوں کی طرح ان رونے رولانے واعظین اور محافل میں رنگ جمانے کے لیے واقعات گھڑنے والے لوگوں کے لیے بھی کچھ اوراق لکھو" میں نے سیدی و مرشدی کے حکم کے مطابق اس کا بھی بیڑا اٹھایا۔ موجودہ دور کے تمام واعظین و مصنفین کا میں نے ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ چند واقعات من گھڑت سب نے اپنی اپنی تصانیف میں لکھے۔ جب اس واقعہ کی تردید اور حقیقت سامنے آئے گی۔ یوں ان کی کتب کی تردید بھی ہو جائے گی۔ مثلاً سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا کا امام عالی مقام کے گھوڑے کے کمر پکڑنا، فاطمہ صغری کا دردناک واقعہ امام مسلم کے صاحبزادوں کے دل دکھا دینے والے واقعات فرضیہ امام عالی مقام کے گھوڑے کا آپ کی شہادت کے بعد عجیب و غریب حالت دکھانا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب واقعات چونکہ موضوع اور جھوٹ کے پلندے ہیں۔ اس لیے جس جس کتاب میں ایسے باطل اور موضوع واقعات درج ہیں اگر کوئی حوالہ اور کوئی عبارت شیعہ پیش کر کے "اہل سنت کی معتبر کتاب کے حوالہ" کے طور پر پیش کر کے اپنا باطل مقصد پورا کرنا چاہے۔ تو یہ قابل قبول نہ ہوگا۔

گو یہ ایسی کتابیں بالکل نامعتبر ہیں۔ آخر میں یہ عرض کروں گا، کہ میرا مقصد وہی ہے کہ عقیدہ اہل سنت کا تحفظ اور دفاع کروں۔ اور حقانیت واضح کر دوں۔ یہی بات اعلیحضرت رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تھی۔ اگر میری کسی عبارت کو ناظرین کرام اعلیحضرت کے مقصود و مدعا کے خلاف پائیں۔ تو مجھے اس کی نشاندہی فرمائیں۔ میں شکر گزار رہوں گا۔ اور اگر ان سے متفق پائیں۔ تو ان وعیدات سے خود بچیں۔ عوام کو بچائیں۔ خدا ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

نوٹ:۔

اس صدی کے مجدد اور ایسے محقق کامل کہ جن کی اپنوں غیروں میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ ان کے ارشادات آپ نے پڑھے۔ ایسے ہی چند کڑوی باتیں ایک شیعہ مجتہد اپنے ذاکروں کے لیے بھی کہہ گیا ہے۔ شیخ قمی اپنی تصنیف منتہی الآمال میں ذکر کرتا ہے۔ ور اس وقت ہمارے زمانہ میں مجالس امام حسین میں جھوٹی روایات ذکر کی جاتی ہیں۔ جیسا کہ امام قاسم کی مہندی وغیرہ۔ یہ اتنا عظیم جرم ہے۔ کہ ایک بار جھوٹ بولنے والے پر فرشتے ستر ہزار بار لعنت بھیجتے ہیں۔ اس کے منہ سے ایسی بدبو نکلتی ہے۔ جو عرش تک جاتی ہے۔ پھر عرش اٹھانے والے فرشتے اس جھوٹے پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس جھوٹ بولنے والے کے بدلے ستر زنا لکھتا ہے ان میں کم ترین زنا اپنی ماں سے زنا کرنا ہے۔ (منتہی الآمال جلد اول ص ۵۴۵ اس کی تفصیل ہماری کتاب فقہ جعفریہ جلد سوم ص ۱۷۲ تا ۱۸۱ پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ شہادت امام عالی مقام کی محافل و مجالس میں جھوٹی روایات موضوع حکایات سے اجتناب انتہائی ضروری ہے۔ اور ہر صورت میں قرآن کریم اور احادیث مقدسہ کے ارشادات پیش نظر رہنے چاہئیں۔ اہل بیت کی عقیدت اور ان کی استقامت فی الدین کو بیان کیا جائے۔ ان کے صبر و ایثار

اور جذبہ شہادت کو بیان کیا جائے۔ایسے خطابات اور واعظ سننے اور بیان کرنے سے اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل بیت خوش ہوں گے ان کی خوشنودی ہی اصل سرمایہ ہے۔ میں نے چند کتب کا جو نام لیا۔ وہ بھی صرف ان حضرات کی رضاجوئی اور اپنے پیرومرشد کے ارشاد کی تکمیل کرتے ہوئے ایسا کیا ہے۔کسی کی دل آزاری نہ مقصود اور نہ یہ میرا معمول ہے۔

وما علينا الا البلاغ المبين

منظوم پنجابی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی منقبت

ڈنگ کھاندا گیا دُکھ اُٹھاندا گیا   سینے لاکے نبی نوں سلاؤندا گیا
موڈھے چا کے نبی نوں اُٹھایا جدوں   دونوں پیراں نوں جنگی وِچ دِکھایا تدوں
دونوں تنہائی وِچ غار بیٹھے جدوں   ثانی اثنین دا لقب پاؤندا گیا
غار دے سب سوراخاں نوں بند کردا گیا   باقی نال قدم دے مکاؤندا گیا
ڈنگ کھاندا رہیا دُکھ اُٹھاؤندا رہیا   سینے لاکے نبی نوں سلاؤندا رہیا
صدیق اکبر دی شاناں نوں جانے کوئی   مثل داما دا اسدے نہ ہویا کوئی
خلافت بلافصل جدوں آسدی ہوئی   خلیفہ بلافصل ہی اوکہلاؤندا گیا
بعد نبیاں دے شان جس نوں ملی   دین و دنیا دی دولت اس نوں ملی
صداقت دی چادر بھی ہے اس نوں ملی   صدیق و عتیق ہی اوکہلاؤندا گیا
ذِ دُنیا دا تکرار لاؤندا گیا   پھر ہر بار منتی د دھوندا گیا
قیدی بدر دے او چھڑاؤندا گیا   پھر قیدیاں نوں صحابی بناؤندا گیا
مُرُوا اَبَا بَکرٍ دا حکم آیا جدوں   سب صحابہ نوں نمازاں پڑھایاں تدوں
عمر و عثمان علی اقتدا کیتی جدوں   امام سب دا ہی اوکہلاؤندا گیا
وقت آخر نبی دا اسی آیا جدوں   صدیق اکبر نوں فوراً بلایا تدوں
عہد پورے نبی دے سی کیتے جدوں   وصی بن کے نبی دا دکھاؤندا گیا
غسل دے کے علی نے جاں دتی صدا   جانی دل دا کھڑا ہے لو آسنوں بلا
اوصلوا الحبیب الی الحبیب آئی صدا   ڈیرہ نال نبی دے لگاؤندا گیا
محمد علی نے وداع کیتا جدوں   پیر کامل نے سینے لگایا تدوں

ماآخذ و مراجع از کتب شیعہ و سنی برائے

میزان الکتب

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ	نام مصنف	سن وفات
۱	شرح نہج البلاغہ (شیعہ)	بیروت	ابن ابی الحدید	۶۵۵ھ
۲	الکنی والالقاب (شیعہ)	طہران	شیخ عباس قمی	۱۳۴۰
۳	سہم مسموم (شیعہ)	لاہور	غلام حسین نجفی	فی الحال حیات
۴	البدایہ والنہایہ (سنی)	بیروت	ابوالفداء حافظ ابن کثیر	۷۷۳
۵	روضۃ الاحباب (شیعہ)		جمال الدین عطاء اللہ شیرازی	۹۳۰ تقریباً
۶	مقاتل الطالبین (شیعہ)	بیروت	علی بن حسین اصفہانی	۳۵۶
۷	میزان الاعتدال (سنی)	مصر	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۸	تاریخ یعقوبی (شیعہ)	طہران	احمد ابن ابی یعقوب عباسی	۲۸۴
۹	اعیان الشیعہ (شیعہ)	بیروت	محسن امین	دور حاضر
۱۰	صفوۃ الصفوہ (شیعہ)	ہند	سعد ابن علی الحضرمی	۷۸۶
۱۱	الامامۃ والسیاسۃ (شیعہ)	مصر	ابن قتیبہ عبداللہ ابن مسلم	۲۷۶
۱۲	الحاوی للفتاوی (سنی)	[illegible]	امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ	۹۱۱
۱۳	لسان المیزان (سنی)	بیروت	ابن حجر عسقلانی	۸۵۲
۱۴	الملل والنحل (شیعہ)	قاہرہ	محمد بن عبدالکریم شہرستانی	۵۵۸
۱۵	الذریعہ (شیعہ)	بیروت	آقا بزرگ طہرانی	حیات دور حاضر
۱۶	معارج النبوہ (سنی)	[illegible]	ملا معین کاشفی	

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ	نام مصنف	سن وفات
۱۷	حبیب السیر (تشیع)	بمبئی	غیاث الدین محمد ابن ہمام الدین	۹۴۲
۱۸	منہاج السنہ (یزید غلو)	قاہرہ	ابن تیمیہ	۷۲۸
۱۹	مروج الذہب (شیعہ)	بیروت	علی بن حسین مسعودی	۳۴۶
۲۰	منتخب التواریخ (شیعہ)	تہران	محمد ہاشم خراسانی	دور جدید
۲۱	اعیان الشیعہ (شیعہ)	بیروت	محسن الامین	دور جدید
۲۲	تذکرۃ الخواص (شیعہ)	طہران	سبط ابن الجوزی	۶۵۴
۲۳	ینابیع المودہ (تشیع)	ایران قم	سلیمان بن ابراہیم قندوزی	۱۲۹۴
۲۴	مقتل ابی مخنف (شیعہ)	نجف اشرف	لوط ابن یحییٰ	دور قدیم
۲۵	تنقیح المقال (شیعہ)	نجف اشرف	عبداللہ مامکانی	۱۳۰۰
۲۶	حلیۃ الاولیاء (تشیع)	بیروت	حافظ ابونعیم	۴۰۳
۲۷	تہذیب التہذیب (ناصبی)	بیروت	لابن الحجر عسقلانی	۸۵۲
۲۸	فرائد السمطین (شیعہ)	ایران	ابراہیم بن محمد حموینی	
۲۹	قول مقبول (شیعہ)	لاہور	غلام حسین نجفی	
۳۰	کتاب الفتوح (تشیع)	مدینہ منورہ	احمد بن اعثم کوفی	۳۱۴
۳۱	روضۃ الصفاء (تشیع)	لکھنو	محمد میر خواند	۹۰۳
۳۲	الاخبار الطوال (شیعہ)	بیروت	ابو حنیفہ دینوری	۲۸۲
۳۳	روضۃ الشہداء (تشیع)	نشی نولکشور	ملا حسین کاشفی	۹۱۰
۳۴	تاریخ الائمہ (شیعہ)	کتب خانہ شاہکار لاہور	علی حیدر نقوی	دور جدید
۳۵	منتہی الآمال (شیعہ)	طہران	شیخ عباس قمی	۱۳۵۹
۳۶	مقتل حسین (شیعہ)	قم	ابو المؤید خوارزمی	۵۶۸

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ	نام مصنف	سن وفات
۳۷	مقاتل الطالبین (شیعہ)	بیروت	علی بن حسین اصفہانی	۳۵۶
۳۸	مودۃ القربیٰ (شیعہ)	امامیہ کتب خانہ ریلوے روڈ لاہور	سید علی ہمدانی	۷۸۶
۳۹	مجالس المومنین (شیعہ)	تہران	قاضی نور اللہ شوستری	۱۰۱۹
۴۰	عقد الفرید (تشیع)	بیروت	احمد بن محمد المعروف ابن عبد ربہ	۳۲۰
۴۱	تاریخ طبری (تشیع)	مصر	ابو جعفر محمد بن جریر طبری	۳۱۰
۴۲	تذکرۃ الحفاظ (سنی)	بیروت	امام ذہبی	۷۴۸
۴۳	تذکرہ غوثیہ (تشیع)	گنج بخش ایجنسی لاہور	سید گل حسن قادری	دورِ جدید
۴۴	تاریخ ابو الفداء (تشیع)	نیو گارڈن لاہور	ملک عماد الدین	
۴۵	خصائص نسائی (تشیع)	فیصل آباد	احمد ابن شعیب النسائی	۳۰۳
۴۶	وفیات الاعیان (سنی)	بیروت	شمس الدین احمد بن محمد ابی بکر بن خلکان	۶۸۱
۴۷	المستدرک للحاکم (سنی)	بیروت	محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری	۴۰۵
۴۸	مقتل الحسین (شیعہ)	ایران قم	ابو المؤید محمد بن احمد	۵۶۸
۴۹	جامع الرواۃ (شیعہ)	ایران قم	محمد بن علی اردبیلی	دورِ حاضر
۵۰	المحاضرات (شیعہ)	ہند	حسین ابن محمد الراغب اصفہانی	۵۶۵
۵۱	مصنف عبد الرزاق (تشیع)	بیروت	مصنفہ عبد الرزاق	۲۱۱
۵۲	کامل ابن اثیر (سنی)	بیروت	ابن اثیر جزری	۶۳۰
۵۳	سیرت ابن ہشام (سنی)	قاہرہ	عبد الملک ابن ہشام	۲۱۸
۵۴	ذخیرۃ المعاد (شیعہ)	لکھنؤ	شیخ زین العابدین المازندرانی	۱۲۹۸
۵۵	کفایۃ الطالب (شیعہ)	بیروت	محمد بن یوسف بن محمد قرشی گنجی	۶۵۸
۵۶	[illegible]	مکتبہ رضویہ [illegible]	[illegible]	دورِ حاضر

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ	نام مصنف	سن وفات
۵۷	تفسیر کبیر (سنی)	مصر	فخر الدین رازی	۶۰۶
۵۸	الفصول المہمہ (شیعہ)	نجف اشرف	علی بن محمد المعروف ابن صباغ	۷۵۵
۵۹	مطالب المسئول (شیعہ)	نجف اشرف	کمال الدین محمد بن طلحہ	۶۵۲
۶۰	جامع المعجزات (تشیع)	فریدبک سٹال لاہور	محمد الواعظ الرہاوی	دورِ جدید
۶۱	ذخائر عقبےٰ (کتب غیر معتبرہ سنی)	بیروت	محب الدین طبری	۶۹۴
۶۲	ریاض النضرہ (کتب غیر معتبرہ سنی)	بیروت	محب الدین طبری	۶۹۴
۶۳	نور الابصار مترجم (تشیع)	جیدپریس لاہور	مومن بن حسن شبلنجی	
۶۴	رجال کشی (شیعہ)	کربلا	محمد بن عمر الکشی	۵۰ھ تقریباً
۶۵	عقد الدرر (سنی)	مکتبۃ المنار	یوسف بن یحییٰ شافعی	۶۵۸
۶۶	شواہد النبوۃ (تشیع)	نولکشور لکھنؤ	عبد الرحمٰن جامی	۸۹۸
۶۷	الشیعہ فی التاریخ (شیعہ)	طہران	محمد حسین الزین	دورِ حاضر
۶۸	اللوائی المصنوعہ (سنی)	حیدرآباد دکن	جلال الدین عبد الرحمان السیوطی	۹۱۱
۶۹	فرق الشیعہ (شیعہ)	نجف اشرف	ابو محمد الحسن بن نوبختی	۳۰۲
۷۰	مرقات (سنی)	امدادیہ ملتان	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۷۱	دیوان کامل جامی (شیعہ)	ایران	ہاشم	دورِ حاضر
۷۲	الکفایہ فی علم الروایہ (سنی)	مدینہ منورہ	احمد بن علی المعروف خطیب البغدادی	۴۶۳
۷۳	خاکِ کربلا (سنی)	مکتبہ نور یہ سکھر	صاحبزادہ افتخار الحسن	دورِ حاضر
۷۴	فاطمہ کا لال (سنی)	المعارف گنج بخش	مفتی حبیب اللہ سیالکوٹی	دورِ حاضر
۷۵	بحار الانوار (شیعہ)	ایران	ملا باقر مجلسی	۱۱۱۰
۷۶	کشف الغمہ (شیعہ)	تبریز	علی بن عیسیٰ اربلی	۳۳۴

نمبر شمار	نام کتاب	مطبوعہ	نام مصنف	سن وفات
۷۷	شہادت نواسہ سید الابرار (سنی)	مکتبہ حامدیہ لاہور	مولوی عبد السلام	دور حاضر
۷۸	عمدۃ الطالب (شیعہ)	نجف		
۷۹	باران تقریران (سنی)	نوری بک ڈپو	مولوی نوری قصوری	دور حاضر
۸۰	شہید ابن شہید (شیعہ)	چشتی کتب خانہ فیصل آباد	صاحب نعت خوان الفیصل آبادی	دور حاضر
۸۱	دلائل النبوۃ (شیعہ)	مکتبہ بصیرتی قم	حافظ ابو نعیم	۴۳۰
۸۲	ذبح عظیم (شیعہ)	اثنا عشری	سید اولاد حیدر	دور حاضر
۸۳	اخبار الطوال (شیعہ)	بیروت	ابو حنیفہ دینوری	۲۸۲
۸۴	لوامع التنزیل (شیعہ)	طبع قدیم لاہور	سید علی حائری رضوی لاہور	دور جدید
۸۵	المنجد مترجم (عیسائی)	دار الاشاعت کراچی	لوئیس معلوف الیسوعی	
۸۶	مجمع البحرین (شیعہ)	مکتبہ رضویہ طہران	فخر الدین طریحی	۱۰۸۵
۸۷	لسان العرب (سنی)	بیروت	جمال الدین ابن منظور افریقی	۷۱۱
۸۸	تاج العروس (سنی)	بیروت	محمد مرتضیٰ الحسینی الواسطی	۱۱۷۰
۸۹	شام کربلا (سنی)	ضیاء القرآن	محمد شفیع اوکاڑوی	دور حاضرہ
۹۰	خطبات محرم (سنی)	شبیر برادرز جلال الدین	مفتی جلال الدین امجدی	دور حاضر
۹۱	ارشاد شیخ مفید (شیعہ)	قم	محمد بن نعمان بغدادی	۴۱۳
۹۲	کتاب الفتوح (شیعہ)	حیدر آباد دکن	احمد ابن عاصم کوفی	۹۲۶
۹۳	شاہنامہ کربلا (تشیع)		دائم اقبال	دور حاضر
۹۴	اوراق غم (سنی)	ضیاء القرآن	ابو الحسنات سید محمد احمد قادری	دور جدید
۹۵	فتاوی رضویہ (امام سنی)	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی	امام اہل سنت امام احمد رضا بریلوی	